ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝٢
یہ (قرآن) وہ کتاب ہے جس (کے کلام اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے
(یہ) ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کیلئے
کتاب مستطاب
جلد نہم
فیضان الرحمن
فی تفسیر القرآن
از افاداتِ عالیہ
مفسر قرآن حجۃ الاسلام حضرت العلام
مجتہد العصر والزمان مدظلہ العالی
آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین النجفی
ناشر
مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فیضان الرحمٰن

جلد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلد نہم

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی دام ظلہٗ

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)

ڈیزائننگ وسیٹنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قلب علی سیال فون: 0301-7229417

سال اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔2013ء

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

ہدیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کا پتہ

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

فون نمبرز۔ 042-37314311,0321-4481214

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ !مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔عہدِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشر واشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُروقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ادارہ ھذا کی یہ شہرت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ حضرات کی تائید واعانت کا ثمرہ ہے۔

مہربان، رحیم وکریم خالق نے ''انسان'' کو اپنی تمام مخلوقات میں عزت وشرف کے تاج سے مزیّن فرما کر فلکِ نیلگوں کے زیرِ سایہ نعماتِ انواع واقسام سے سرشار، فکری ونظری نشانیوں سے مرصع ایسے قطعۂ ارض پر متمکن فرمایا۔ جہاں ہر روز آفتابِ عالم ظلمات اللّیل کو فاش کرتے ہوئے نجوم وقمر کے تسلط کو دامنِ فلک میں گوشہ نشین کر دیتا ہے اور اپنے فیوضاتِ پُروقار سے ہر ذی روح کے اندر زندگی کی ہلچل کو تیز تر کر دیتا ہے۔

نظامِ شمس وقمر کی ان ضیاؤں سے ہر ذی روح اپنی اپنی استطاعتِ بصارت وبصیرت کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے۔نباتات اپنی صغیر کلیوں اور حسین پھولوں کے ذریعے شبنم وقمر کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوتے ہیں چرند و پرند سورج کی کرنوں سے سینۂ ارض پر غذائی نعمات پا کر مسرور ہوتے ہیں۔درندے تاریکیوں کو جال سمجھ کر اور روشنیوں کو غنیمت جان کر دھرتی پہ جلوہ فگن حُسنِ زندگی کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں۔سورج کی تمازت خیز کرنیں ہوں یا چاند کی دلنشیں شعاعیں، صاحبانِ بصیرت کیلئے تاریکیوں سے نکل کر اُجالوں سے مستفیض ہونے کی نوید ہیں۔

لہٰذا وہ پاکیزہ نفوس کے حامل اہلِ بصیرت جو روشنیوں کے منتظر ہوتے ہیں، وہ خوابِ غفلت میں مدہوش گہری نیند نہیں سوتے بلکہ جونہی ظلمات اللیل اٹھتے ہیں، وہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتے ہیں۔مگر وہ مریض نفوس جنہیں قدرت کی ایسی عظیم نعمتوں سے فیضیاب ہونا ہی نہیں آتا وہ سورج کے اس نورِ بے کراں کے سامنے بے فیض ہو کر اپنے مستقبل سے بے خبر، مایوسیوں کے شکنجے میں مقفس، پردے کی اوٹ میں چادر اُوڑھ

کر معمول کی گہری نیند سو جاتے ہیں۔

''انسان''، جسم و روح سے مرکب، عقل سلیم کے زیور سے آراستہ اپنے اندر صفاتِ جمیلہ وصفات رذیلہ ہر ایک کے ارتقاء کی قوت رکھتا ہے۔رذائل کا ارتقاء حیوانات سے بھی بدتر درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔جبکہ صفات جمیلہ کے ارتقاء سے انسان ملائکہ سے بھی افضل قرار پاتا ہے۔مایوس اور مریض نفوس کی شفایابی کیلئے ،صفاتِ رذیلہ کے خاتمے اور صفاتِ جمیلہ کے ارتقاء کیلئے ہمیشہ حکیمِ روحانی کی ضرورت ہوتی ہے۔روحانی تسکین اور معرفتِ الٰہی سے فیض یاب ہونے کیلئے قرآنی آیات پر غور وفکر کرنا،ان کے رموز وحقائق کو سمجھنا اور قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر اپنی زندگی گزارنا،آخرت کی کامیابی وکامرانی کا باعث ہے۔

بلاشبہ دنیا کا ہر شخص دوسری زبانوں کے علاوہ اپنے ملک اور اپنی قومی زبان، بلکہ اپنے علاقے کی زبان سے زیادہ مانوس ہوتا ہے۔اس ضرورت کے پیشِ نظر پاکستان میں علاقائی ذوقِ زبان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور عقائد کی اصلاح اور ان کی پختگی اور اعمال کی اہمیت اور ان کی درستگی کیلئے 10 جلدوں پر مشتمل زیرِ نظر تفسیری مجموعہ ''**فیضان الرحمٰن**'' قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔یہ تفسیری مجموعہ آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہٗ العالی کی عظیم مساعی جمیلہ اور شب وروز کی محنت کا ثمرِ نایاب ہے۔خداوند عالم اُن کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے اور انہیں طاقت وصحت کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

اراکین مصباح القرآن ٹرسٹ قبلہ موصوف کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے ادارہ ھذا کو یہ تفسیری مجموعہ پرنٹ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔مزید برآں آپ ہماری تمام کتب بشمول تفسیر فیضان الرحمٰن ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی ویب سائٹ www.misbahulqurantrust.com کے ذریعے گھر بیٹھے پڑھ سکتے ہیں۔

ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسبِ سابق ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔اور ادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین جلد نہم

##

سورہ جاثیہ کا مختصر تعارف

سورہ محمد کا مختصر تعارف

سورہ فتح کا مختصر تعارف

سورہ ق کا مختصر تعارف

##

سورہ طور کا مختصر تعارف ---------- ۳۰۸

سورہ نجم کا مختصر تعارف ---------- ۳۲۲

سورہ قمر کا مختصر تعارف

##

سورہ واقعہ کا مختصر تعارف ---------- ۳۸۴

سورۃ الحدید کا مختصر تعارف ---------- ۴۰۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

آیات القرآن

اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ اَیْنَ شُرَكَآءِیْ ۙ قَالُوْۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِیْدٍ ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿۴۸﴾ لَا یَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ هٰذَا لِیْ ۙ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّیْۤ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ﴿۵۴﴾

ترجمۃ الآیات

ساعت (قیامت) کا علم اسی (اللہ) کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور کوئی پھل اپنے غلافوں سے نہیں نکلتا اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اسی (اللہ) کے علم کے ساتھ اور جس دن وہ (اللہ) ان (مشرکین) کو پکارے گا (اور پوچھے گا کہ) میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ

کہیں گے کہ ہم تجھے بتا چکے ہیں (عرض کر چکے ہیں) کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کی گواہی دینے والا نہیں ہے (اور نہ کوئی ہے) (۴۷) اور جن کو وہ پہلے پکارا کرتے تھے وہ سب (اس دن) گم ہو جائیں گے اور وہ سمجھ جائیں گے کہ اب ان کے لیے چھٹکارا نہیں ہے (۴۸) انسان بھلائی کی دعا کرتے ہوئے نہیں تھکتا اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو ایک دم بالکل مایوس و ناامید ہو جاتا ہے (۴۹) اور اگر ہم اسے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی اپنی رحمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے یہ تو میرے ہی لیے ہے (میں اس کا مستحق ہوں) نیز کہتا ہے کہ میں خیال نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہوگی اور اگر میں اپنے پروردگار کی طرف کبھی لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میرے لیے اس کے ہاں بھی بہتری ہوگی ہم کافروں کو ضرور ان کے ان اعمال سے آگاہ کریں گے جو وہ کرتے رہے اور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے (۵۰) اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ (تکبر سے) منہ پھیر لیتا ہے اور پہلو تہی کرنے لگتا ہے اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پھر لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے (۵۱) آپ کہہ دیجیے! اے کافرو! تم (غور کر کے) مجھے بتاؤ کہ اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہے تو پھر تم نے اس کا انکار کیا تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو مخالفت میں بہت دور نکل جائے؟ (۵۲) ہم انہیں نشانیاں دکھائیں گے آفاق وکائنات میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہ (اللہ) بالکل حق ہے۔ کیا تمہارے پروردگار کے لیے یہ امر کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے (۵۳) یاد رکھو۔ یہ لوگ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری وحضوری کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ وہ (اللہ) ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے (۵۴)

تشریح الالفاظ

(۱) اکمامھا۔ یہ کم بروزن جن کی جمع ہے اس کے معنی پھل کے غلاف کے ہیں۔ (۲) اذنك۔ آذن یوذن ایذانا کے معنی اعلام واطلاع دینے کے ہیں۔ (۳) محیص۔ کے معنی مفرومہرب یعنی جائے فرار کے ہیں۔ (۴) قنوط۔ کے معنی ناامید ہونے کے ہیں۔ (۵) عذاب غلیظ۔ کے معنی سخت عذاب کے ہیں۔ (۶) نآبجانبہ۔ کے معنی پہلو تہی کرنے اور اترانے کے ہیں۔ (۷) شقاق بعید۔ کے معنی ازروئے عناد سخت مخالفت کے ہیں (۸) مریہ۔ کے معنی شک وشبہ کے ہیں۔

تفسیر آلایات

(۴۱)۔ الیہ یرد علم ... الآیۃ

قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ جب کفار و مشرکین اور مجرمین کو قیامت کے عذاب وعقاب سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ تمسخر کے طور پر کہتے تھے کہ قیامت کب آئے گی؟ قرآن نے ہمیشہ اس سوال کا جواب یہی دیا ہے کہ علمها عند ربی لا یجلی لو قتها الا هو۔ اس کا علم صرف خدا کے پاس ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہاں بھی اسی سوال کا جواب اور خدا کے علم محیط کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ خدا ہی جانتا ہے کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اور وہی جانتا ہے کہ کس مادہ کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا ہے یا لڑکی؟ ناقص ہے یا سالم ہے؟ اور کب جنے گی؟ اور پھر زندہ ہے یا مردہ، نیک ہے یا بد؟ اور سعید ہے یا شقی؟ اور وہی پھلوں کی حقیقت سے آگاہ ہے کہ غلاف سے کس قدر پھل نکلے گا اور خوشہ سے کتنے دانے برآمد ہوں گے اور کتنے کچے ضائع ہوں گے؟ اور کتنے پھلوں کے پکنے کی نوبت آئے گی؟ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں مع تفسیر سورہ انعام آیت ۵۹ میں گزر چکی ہے۔ یہی مضمون ایک دوسرے مقام پر ان الفاظ کے ساتھ یوں بیان کیا گیا ہے۔ ان اللہ عندہ علم الساعة و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام و ما تدری نفس ماذا تکسب غداً و ما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر (لقمان ۳۴)

(۴۲) و یوم ینادیهم ... الآیۃ

ندائے قدرت آئے گی آج میرے مزعومہ شرکاء کہاں ہیں؟

اس سے غرض نہیں خواہ خدا فضا میں صدا پیدا کر کے ندا دے یا اس کی طرف سے کوئی منادی ندا دے۔ بہر حال مشرکین سے یہ سوال ضرور کیا جائے گا کہ آج وہ کہاں ہیں جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ آج ہم میں سے کوئی بھی نہ تو اس کا قائل ہے اور نہ ہی کوئی گواہی دینے والا ہے کیونکہ ہم پر اپنے نظریہ کی غلطی واضح و آشکار ہو چکی ہے۔ بے شک رسول سچ کہتے تھے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مگر اس وقت کا یہ اقرار حق انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا اور وہ سمجھ لیں گے کہ اب ان کے لیے مخلصی کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

۴۳)لا یسئم الانسان...الآیۃ

انسان بھلائی کی دعا کرتے ہوئے نہیں تھکتا مگر کب؟

عام مفسرین نے اس آیت کا یہ مفہوم لیا ہے کہ یہ منکرین عام حالات میں اپنے لیے خدا سے اولاد، جائداد، صحت وسلامتی، جاہ وجلال اور بخت واقبال کی دعا کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔ مگر یہ بات مشاہدہ کے خلاف ہے۔ تجربہ یہ ہے کہ ایسے لوگ اچھے حالات میں کبھی خدا کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اور نہ ہی اس سے کوئی ربط و تعلق رکھتے ہیں اور نہ ہی اس سے کوئی دعا و پکار کرتے ہیں۔ ہاں البتہ جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں اور کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پھر انہیں خدا یاد آتا ہے اور لمبی چوڑی دعائیں کرتے کراتے ہیں۔ پس اگر وہ مصیبت ٹل جائے اور تکلیف دور ہو جائے تو اسے اپنی حسن تدبیر یا اپنے بخت رسا کا کرشمہ سمجھتے ہیں اور پھر خدا کو بھول جاتے ہیں اور اگر تکلیف دور نہ ہو اور قدرے طول پکڑ جائے تو بالکل مایوس و ناامید ہو جاتے ہیں۔ یہی مضمون سورہ یونس میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

''و اذا مس الانسان الضر دعانا لجنبه اوقاعداً اوقائمًا فلما کشفنا عنه ضره مر کان لم یدعنا الی ضر مسّه'' اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں لیٹے ہوئے بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے پکارتا ہے اور جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح چل کھڑا ہوتا ہے کہ گویا اس نے ہمیں کبھی کسی تکلیف کے دور کرنے کے لیے پکارا ہی نہیں تھا۔ (یونس: ۱۲)

مختلف آیات وروایات اور تجربات کو سامنے رکھنے کے بعد نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا ہے کہ اس قسم کے لوگ نعمت وآسائش میں تو خدا کی یاد سے بالکل غافل رہتے ہیں۔ ہاں البتہ جب کسی تکلیف ومصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو پھر خدا کو یاد کرتے ہیں اور اس سے دعا و پکار کرتے ہیں۔ پس اگر وہ تکلیف جلد دور ہو جائے تو پھر بدستور سابق خدا کو بھول جاتے ہیں اور اگر مصیبت طول پکڑ جائے تو پھر مایوس و ناامید ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ایک بندۂ مومن کی شان یہ ہے کہ اگر خوش حال ہو تو خالق کا شکر ادا کرے اور اگر بدحال ہو تو صبر کرے اور ہر وقت اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار رہے اور کبھی مایوس نہ ہو۔ ؎

نو میدی از تو کفر و تو راضی نہ بکفر
نو مید یم و گر بتو امید وار کرد

۴۴)ولئن اذقنا...الآیۃ

اس آیت میں اور اس کے بعد والی آیت میں ایسے منکر و مستعجل انسان کی اسی مذکورہ بالا فطری کمزوری کا تذکرہ کیا گیا ہے بلکہ بعض اوقات اس کی فطرت اس قدر مسخ ہو جاتی ہے کہ وہ خدا کی عطا کردہ نعمت کو ظاہری اسباب اور اپنی ذہانت و حسن تدبیر کے ساتھ جوڑتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنی لیاقت و قابلیت کی بنا پر اس بات کا مستحق ہوں کہ میرے ساتھ یہ حسن سلوک کیا جائے اور مزید غفلت کا شکار ہو کر یہاں تک کہہ دیتا ہے کہ پہلے تو میرا خیال ہے کہ قیامت قائم ہی نہیں ہوگی اور اگر بالفرض قائم ہو بھی گئی تو میرا وہاں بھی یہی اعزاز و اکرام قائم رہے گا اور میرے لیے بہتری ہی بہتری ہوگی۔ آدمی کی یہی نفسیات اس کو انکار حق پر آمادہ کرتی ہے اور غفلت کی نیند سلا دیتی ہے۔ اگر اس قرآنی چوکھٹے میں ہر شخص اپنے کردار کی تصویر لگا کر دیکھے تو اکثر لوگوں کو اپنی تصویر نمایاں طور پر نظر آئے گی۔ مگر آہ۔ ما اکثر العبر و اقل الاعتبار؟

۴۵)۔ و اذا انعمنا... الآیة

یہ آیت انہی الفاظ کے ساتھ سورہ اسراء آیت ۸۳ و اذا انعمنا علی الانسان اعرض و نای بجانبہ مع تفسیر گزر چکی ہے۔ نیز اس کی ہم معنی آیات سورہ یونس آیت ۱۲، سورہ ہود آیت ۹ میں بھی مع تفسیر گزر چکی ہیں۔

اور مطلب ان سب آیتوں کا وہی ہے جو اوپر مذکور ہے کہ آدمی نعمت میں ہو تو سرکش بن جاتا ہے اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو مجبوراً خدا کو پکارتا ہے اور تکلیف طول پکڑ جائے تو پھر مایوس ہو جاتا ہے۔ حالانکہ چاہیے تو یہ کہ نعمت کو خدا کا عطیہ سمجھ کر اس کا شکر ادا کرے اور تکلیف کو آزمائش سمجھ کر صبر کرے اور ہر حالت میں خدا کی بارگاہ میں سر نیاز خم رکھے۔ ولنعم ما قیل

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا
خواہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہے
جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

۴۶)۔ قل أرأیتم... الآیة

مکذبین قرآن سے سوال کیا جا رہا ہے کہ مجھے بتاؤ کہ تم جو بے سوچے سمجھے اس کے کلام اللہ ہونے کا انکار کر رہے ہو۔ اگر یہ فی الواقع اللہ کی طرف سے ہوا اور تم نے انکار کر دیا تو پھر تمہارا انجام کیا ہوگا؟ قرآن کا انداز رواداری قابل دید ہے کہ اس موقع پر یہ کہنے کی بجائے کہ اس صورت میں تم سے بڑھ کر گمراہ کون ہو گا؟ یہ کہا جا رہا ہے کہ اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو سخت مخالفت میں مبتلا ہے۔

بہرحال یہ بات حیرت انگیز طور پر سو فی صد درست ثابت ہوئی ہے کہ علمی تحقیقات، تاریخی واقعات، زمانی انقلابات سب قرآن کے حق میں جمع ہوتے چلے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ آج غیر مسلم محققین بھی گواہی دے رہے ہیں کہ قرآن اپنی نادر خصوصیات کی بنا پر خود اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ خدا کی کتاب ہے کسی انسانی تصنیف میں ایسی ابدی خصوصیات نہیں پائی جاسکتیں۔ (تذکیر القرآن)

۴۷۔ سنریھم ایاتنا ... الآیة

آیات آفاقیہ اور آیات انفسیہ کا تذکرہ

خداوند عالم اپنی ہستی، اپنی وحدانیت اپنے پیغمبر اسلامؐ کی صداقت، قرآن و اسلام کی حقانیت پر دو قسم کے آیات بینات کا اجمالی تذکرہ فرمارہا ہے ایک وہ آیات جو پورے آفاق و کائنات میں بکھرے ہوئے ہیں جیسے زمین و آسمان کی خلقت اور پھر یہ اشجار و انہار اور گردش لیل و نہار اور نظام کائنات کی پختگی و درستگی وغیرہ۔ اور تمام مظاہرات فطرت و مناظر قدرت اور وہ آیات جو خود انسان کی ذات کے اندر موجود ہیں کہ اگر معمولی سا غور و فکر کیا جائے تو صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ صناع ازل نے جو کچھ عالم اکبر کے اندر پیدا کیا ہے وہ سب کچھ مع کچھ زائد کے اس عالم اصغر یعنی انسان کے اندر ودیعت کر دیا ہے پھر اس کے ظاہری اعضا و جوارح کی تخلیق و تنسیق پر ہی غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی علیم و حکیم کی صنعت گری ہے چنانچہ یہ اشعار آبدار حضرت حیدر کرارؑ کی طرف منسوب ہیں۔ فرمایا:

اتزعم انك جرم صغیر
و فیك انطوی العالم الاکبر
و انت الکتاب المبین الذی
باحرفه یظهر المضمر

یہ آیات بینات مل کر اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کائنات کا بنانے والا حق ہے اس کا دین اسلام حق ہے اس کا قرآن حق ہے اور اس دین و قرآن کا لانے والا پیغمبر اسلام حق ہے۔

و فی کل شئی له آیة
تدل علی انه واحد

یعنی

ہر گیا ہے کہ از زمین روئد
وحدہ لا شریک لہ گوید

اولم یکف بربك انه علی کل شئی شهید۔ فتبارك الله احسن الخالقین

۴۸)۔ الا أنه... الآیة

اس آیت میں کفار کے اس اباوانکار کی وجہ بیان کی جارہی ہے کہ ان کی اس منکرانہ روش ورفتار کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری اور پھر اپنے عقیدہ وعمل کی جوابدہی کا یقین نہیں ہے بلکہ انہیں اس میں شک وشبہ ہے۔ یہ مکذبین یہ خیال نہ کریں کہ وہ خدا کی پکڑ سے بچ جائیں گے وہ کائنات کی ہر چیز کا علمی احاطہ کیے ہوئے ہے۔لہٰذا یہ منکرین بھی اس کے علمی اور قدرتی احاطہ سے باہر نہیں ہیں۔لہٰذا وہ اس کی گرفت سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔

سورہ شوریٰ کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ کی آیت ۳۸ میں لفظ شوریٰ موجود ہے "وامر ھم شوری بینھم" اس وجہ سے اس کا نام سورہ شوریٰ مقرر ہوا۔

عہد نزول:

یہ سورہ مکی ہے اگرچہ اس کے نزول کی صحیح تاریخ کا علم نہیں ہے مگر قرائن سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ اس وقت نازل ہوئی ہے جب کفار مکہ کی مخالفت ومخاصمت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی یعنی گویا یہ سورۃ حم السجدہ کے بعد نازل ہوئی ہے جیسا کہ اس کے مضامین سے محسوس ہوتا ہے کیونکہ اس میں پیغمبر اسلامؐ کی اندھی مخالفت پر شدید ضرب لگائی گئی ہے اور ان کی مخالفت کا غیر معقول اور بلا جواز ہونا واضح کرتے ہوئے بڑے مؤثر اور دلنشین انداز میں پیغمبر اسلامؐ کی دعوت کی اصلیت اور حقیقت واضح کی گئی ہے۔

سورہ شوریٰ کے مضامین وموضوعات کی اجمالی فہرست

۱۔ کفار کا پیغمبر اسلامؐ کے انسان ہونے پر تعجب اور اس وجہ سے انکار اور اس کا جواب کہ صرف آپ ہی انسان نہیں بلکہ آپ سے پہلے بھی انسان ہی نبی آتے رہے ہیں۔

۲۔ پیغمبر اسلامؐ کی تعلیمات کی صداقت کا اثبات کہ سابقہ انبیاء بھی انہی اصولوں کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔

۳۔ پیغمبر اسلامؐ کی روادارانہ تعلیم کا اعلان کہ خدا سب کا ایک ہے اور اعمال اپنے اپنے ہیں۔

۴۔ خدا کے شرکاء کی نفی اور توحید پروردگار کا اثبات

۵۔ اگر خدا چاہتا تو انسانوں کو بھی فرشتوں کی طرح اپنی عبادت پر مجبور ومقہور کرتا مگر یہ اس کی حکمت کے منافی ہے۔ لہٰذا اس نے انسانوں کو مختار بنایا۔

۶۔ آیت مؤدت اور اہل بیت نبوت کی محبت کے اجر رسالت ہونے کا بیان۔

۷۔ بدلہ لینے کا جواز مگر معاف کرنے کی تعریف

۸۔ کلام الٰہی کے مختلف اقسام کا بیان۔

۹۔ تمام انبیاء کی دعوت کا متحد ہونا۔

۱۰۔ خداوند عالم اپنے حکیمانہ انداز میں مخلوق کی روزی تقسیم کرتا ہے چنانچہ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیتا ہے اور اگر وہ سب کو وسیع رزق عطا کر دے تو وہ سرکش ہو جائیں۔

۱۱۔ مسلمان کی صفت یہ ہے کہ نہ کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ کسی کا ظلم برداشت کرتا ہے۔

۱۲۔ پیغمبر اسلامؐ کا علم و فضل فیض ایزدی کا نتیجہ ہے۔

۱۳۔ اہل ایمان کے چند صفات جلیلہ کا بیان۔

۱۴۔ مخالفین کو مخالفت ترک کر کے اور پیغمبر اسلامؐ کی دعوت کو قبول کر کے اپنی عاقبت سنوارنے کا آخری موقعہ وغیرہ وغیرہ۔

سورہ شوریٰ کی تلاوت کرنے کی فضیلت

۱۔ پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا۔ جو شخص سورہ حم عسق کی تلاوت کرے گا وہ ان لوگوں سے شمار ہوگا جن پر ملائکہ درود پڑھتے ہیں اور ان کے لیے رحمت طلب کرتے ہیں۔ (مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا: جو شخص سورہ حم عسق کی تلاوت کرے گا تو بروز قیامت اس کا چہرہ آفتاب کی طرح چمکدار ہوگا اور خداوند عالم ایک مکالمہ کے بعد فرمائے گا کہ اسے جنت میں داخل کرو............تا آخر روایت............(ثواب الاعمال)

سورہ شوریٰ مکی ہے اسی: ۵۳ آیات ہیں اور ۵ رکوع ہیں۔

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ کَذٰلِکَ یُوۡحِیۡۤ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۙ اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۳﴾ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ﴿۴﴾ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرۡنَ مِنۡ فَوۡقِہِنَّ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّہِمۡ وَ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵﴾ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ

دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۞ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِى السَّعِيْرِ ۞ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِىْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۞ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞

ترجمۃ الآیات

شروع (کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ حا۔ میم۔ (۱) عین سین۔ قاف (۲) (اے رسول) اسی طرح اور جو غالب اللہ بڑا حکمت والا ہے آپ کی طرف اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے رسولوں کی طرف وحی کرتا رہا ہے (۳) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے وہ اسی (اللہ) کا ہے وہ بلند و برتر اور عظیم الشان ہے (۴) قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے شگافتہ ہو جائیں اور فرشتے اپنے پروردگار کی حمد و تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اہل زمین کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ آگاہ رہو کہ اللہ یقیناً بڑا بخشنے والا (اور) بڑا مہربان ہے (۵) اور جن لوگوں نے اس کے سوا سرپرست (اور کارساز) بنا رکھے ہیں اللہ ان سب پر نگہبان ہے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں (۶) اور اسی طرح ہم نے وحی کے ذریعہ یہ قرآن عربی زبان میں آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ اہل مکہ اور اس کے گرد و پیش رہنے والوں کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن (قیامت) سے ڈرائیں جس (کے آنے) میں کوئی شک نہیں ہے (اس دن) ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ دوزخ میں (۷) اور اگر اللہ (زبردستی) چاہتا تو سب کو ایک امت بنا دیتا۔ لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور جو ظالم ہیں ان کا کوئی سرپرست اور مددگار نہیں ہے (۸) کیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر

اور سرپرست (کارساز) بنالیے ہیں (حالانکہ) حقیقی سرپرست (اور کارساز) تو اللہ ہی ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے (۹)

تشریح الالفاظ

۱۔ یتفطرن۔ تفطر کے معنی شگافتہ ہونے اور پھٹنے کے ہیں۔(۲) حفیظ کے معنی نگہبان ونگران کے ہیں۔(۳) یوم الجمع۔ کے معنی اکٹھا ہونے والا دن یعنی قیامت (۴) السعیر کے معنی بھڑکتی ہوئی آگ یعنی دوزخ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۔حم۔عسق...الآیۃ

سورہ بقرہ اور کئی دوسری سورتوں کے اوائل میں اس حقیقت کا کئی بار اظہار کیا جا چکا ہے کہ یہ حروف مقطعات ان متشابہات میں سے ہیں کہ جن کی حقیقی تفسیر وتاویل خدا جانتا ہے یا راسخون فی العلم جانتے ہیں۔ ویسے ایک روایت میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب ہے ان کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ الحکیم المثبت العالم السمیع القادر القوی۔ اللہ حکیم، مثبت عالم، سمیع اور قادر وقوی ہے۔ (معانی الاخبار)۔ واللہ العالم

۲) کذلك یوحی الیك...الآیۃ

موجودہ وحی کوئی انوکھی چیز نہیں ہے

پیغمبر اسلامؐ کے اس اعلان پر کہ ان کی طرف وحی ربانی ہوتی ہے کفار بڑے حیران ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ بھلا کس طرح ممکن ہے کہ خدا کسی بندے سے کلام کرے؟ ارشاد ہو رہا ہے کہ جس طرح عزیز وحکیم خدا اس سورہ سے پہلے آپ پر اور آپ سے پہلے گزرہوئے رسولوں پر وحی کرتا رہا ہے۔ وہی خدائے عزیز وحکیم اسی طرح آپ کی طرف وحی کررہا ہے جو مدعا ومقصد کی وحدت، الفاظ ومعانی کی فصاحت وبلاغت میں یکسانیت، مماثلت اور حقائق ومعارف اور طریقہ وحی ربانی کی یکسانیت میں ایک جیسی ہے یعنی جو مقصد ومدعا دوسرے انبیاء کی طرف وحی کرنے کا تھا وہی آپ کی طرف وحی کرنے کا ہے اور جو طریقہ وحی کرنے کا آپ سے پہلے اور اس

سورہ کے نزول سے پہلے اختیار کیا گیا تھا وہی آپ سے بھی روا رکھا گیا ہے تو اس طرح کذلک کی تشبیہ و تمثیل و حدت مدعا میں بھی ہے اور طریقہ وحی میں بھی۔ اس میں کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ جہاں تک وحدت مدعا کا تعلق ہے اس کی طرف اسی سورہ کی آیت ۱۳: شرع لکم من الدین ما وصی به نوحاً والذی اوحینا الیك و ما وصینا به ابراهیم و موسیٰ و عیسیٰ ان اقیموا الدین و لا تتفرقوا فیه کبر علی المشرکین ما تدعوهم الیه الله یجتبی الیه من یشاءُ و یهدی الیه من ینیب (۱۳) میں اشارہ بلکہ صراحت کی گئی ہے کہ شرع لکم من الدین ما وصی به نو حاو الذی اوحینا الیك الآیة اور طریقہ وحی کی یکسانیت کی صراحت اسی سورہ کی آیت ۵۱ میں یوں کی گئی ہے۔ و ما کان لبشر ان یکلمه الله الاوحیا اومن وراء حجاب اویرسل رسولاً۔ آلآیة پس ہر وحی کا مقصد و مدعا بھی ایک ہے اور طریقہ کار بھی ایک تو پھر سابقہ انبیاء کا اقرار اور آپ کی وحی کا انکار؟ ع

ناطقہ سر بگر بیان ہے کہ اسے کیا کہیے!

۳) له ما فی السموت... الآیة

بلندی و پستی میں جو کچھ ہے وہ خدا کی ملکیت ہے

اگر انسان کو غیر محدود نگاہ مل جائے تو وہ بچشم خود مشاہدہ کرے گا کہ سارے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر یا ان کے درمیان ہے سب کا مالک اور خالق صرف ایک خدا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کی ذات بہت ہی بلند و برتر ہے اور اس کی ہستی بہت عظیم الشان ہے اور اس کا کوئی ہمسر و ہم پایہ نہیں ہے۔ تو جب مالک الملک صرف اللہ ہے تو اپنی مخلوق کے لیے ضابطہ حیات یعنی دین بھی وہی بنائے گا۔ ہاں البتہ اس کے نمائندے یعنی انبیاء اسے اس کی مخلوق تک پہنچائیں گے۔ الا له الخلق و له الامر۔ پیدا کرنا اور امر کرنا اسی سے متعلق ہے۔

۴) تکاد السموات... الآیة

قریب ہے کہ آسمان شگافتہ ہو جائیں مگر کیوں؟

یہاں دو تصور کار فرما ہیں ایک تصور یہ ہے کہ یہ سب کچھ خدا کی عظمت شان اور رفعت مقام کی وجہ سے ایسا ہے جیسا کہ قرآن کی عظمت بیان کرتے ہوئے خدا فرماتا ہے کہ لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرایته خاشعا متصدعامن خشیة الله۔ کہ اگر یہ قرآن ہم کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

دوسرا تصور یہ ہے کہ یہ سب کفار و مشرکین کے گستاخانہ نظریات اور مجرمانہ اعمال کی وجہ سے ہے کہ قریب ہے کہ آسمان شگافتہ ہو جائیں جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ **تکاد السماوات یتفطرن منه و تنشق الارض و تخر الجبال هدا ان دعوا للرحمان ولداً** ''قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں، زمین شگافتہ ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں (کیونکہ) لوگ خدا کے لیے بیٹا قرار دیتے ہیں''۔ حالانکہ ساری کائنات اس کی مخلوق ہے مگر اس کا کوئی مولود نہیں ہے۔

۵) والملائكة يسبحون... الآية

فرشتے اللہ کی حمد کرتے ہیں اور اہل زمین کے مومنین و تائبین کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں

فرشتے صرف اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح کرتے ہیں کیونکہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی الہٰ نہیں ہے اور اہل زمین کے لیے خدا سے مغفرت طلب کرتے ہیں یہاں یہ بات مجمل چھوڑ دی گئی ہے کہ آیا وہ تمام اہل زمین کے لیے طلب مغفرت کرتے ہیں یا مخصوصین کے لیے؟ تو بموجب القرآن **یفسر بعضه بعضا**۔ دوسرے مقام پر اس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ وہ اہل زمین میں سے جو اہل ایمان ہیں اور جو گناہوں سے توبہ کرنے والے اور راہ راست پر چلنے والے ہیں ان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے کہ **و یستغفرون للذین آمنوا ربنا و سعت کل شئی رحمة و علما فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلك** اور فرشتے اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں کہ پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو محیط ہے تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی ہے اور تیرے (سیدھے) راستے کی پیروی کی ہے'' (سورہ مومن:۷) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا **للمؤمنین** کہ فرشتے صرف اہل ایمان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ (تفسیر الجوامع) **الا ان الله هو الغفور الرحیم**۔ بے شک وہ مغفرت اور رحمت کے طلب گاروں کے لیے بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

۶) والذين اتخذوا ...آية

مشرکین عرب کی روش بد کا تذکرہ

عرب کی تاریخ جاہلیت گواہ ہے کہ انہوں نے روز حشر و نشر کے حساب و کتاب سے بے خوف ہو کر اپنا

رشتہ بندگی مختلف بتوں سے جوڑ لیا تھا اوران کو اپنے اپنے شعبہ حیات میں مختار کل اور کارساز مطلق جانتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ ان کے اعمال کا کوئی ناظر ونگران نہیں ہے۔ چنانچہ لفظ اولیاء جو کہ ولی کی جمع ہے اور ولی کے بہت سے معنوں میں سے ایک معنی سر پرست اور کارساز کے بھی ہیں تو خداوند عالم ان کے اسی غلط نظریہ کی رد کرتے ہوئے فرمارہا ہے کہ اللہ ان کا ناظر ونگران ہے۔ لہٰذا وہ ان کی سب حرکات کو دیکھ رہا ہے اور وہ ان کا محاسبہ کر کے ان کے اعمال کے مطابق ان کو جزا وسزا دے گا اور پیغمبر اسلام سے ارشاد ہو رہا ہے کہ آپ کا کام فریضۂ بشارت و نذارت ادا کرنا ہے وبس۔ تو آپ ان کے اعمال کے مسئول نہیں ہیں اور نہ ہی ذمہ دار۔ اور نہ ہی ان کے کردار کے بارے میں آپ سے کوئی باز پرس ہوگی ایک اور جگہ ارشاد قدرت ہے۔ فان اعرضوا فما ارسلناك عليهم حفيظاً ان عليك الا البلاغ۔ اگر وہ روگردانی کر دیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا تمہارا کام صرف پہنچانا ہے۔ (الاسریٰ: ۴۹)

ایک سوال اور اس کا جواب

مذکورہ بالا بات قرآن مجید میں کئی بار دہرائی گئی ہے کہ آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں آپ ان کے نگران نہیں ہیں وغیرہ جس سے مترشح ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کا لوگوں کے اعمال سے بالکل کوئی تعلق نہیں ہے حالانکہ مجرمین پر حدود وتعزیرات جاری کرنا اور لوگوں کے مال وجان اور عرض وناموس کی طرف دست تعدی بڑھانے والے کے ہاتھ کو روکنا اور مرتد وغیرہ کو سزا دینا آپ کے فرائض میں شامل ہے تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جب آپ فریضۂ تبلیغ ادا کر دیں تو پھر آپ کافر کے کفر، مشرک کے شرک اور کسی بھی بے ایمانی کی بے ایمان کے ذمہ دار نہیں کیونکہ لا اکراہ فی الدین کسی کو جبر واکراہ سے کلمہ پڑھانا اور مسلمان بنانا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے لیکن ایک مسلمان سے اسلامی احکام پر عمل کرانا اور اس سے برے کام چھڑانا آپ کی ذمہ داری ہے۔

۷) و كذالك اوحينا اليك...الآية

اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورہ انعام آیت ۹۲ پر مع تفسیر گزر چکی ہے جس میں بڑی وضاحت سے ثابت کیا گیا ہے کہ ام القریٰ سے مراد مکہ اور من حولہا (گردوپیش) سے ساری کائنات مراد ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہم نے عربی زبان میں قرآن اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ اپنی تبلیغ کا آغاز اپنے شہر مکہ سے کریں بعد ازاں اس کے گردوپیش کے علاقہ میں تبلیغ کریں پھر ساری دنیا میں اپنا دائرۂ تبلیغ بڑھا دیں۔ نیز آپ لوگوں کو یوم الجمع یعنی قیامت کے دن اور اس کے شدائد سے ڈرائیں جس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اس دن لوگوں کی

خودساختہ عربی وعجمی اور گورے وکالے کی سب تقسیمیں ختم ہو جائیں گی اورصرف عقیدہ وعمل کے لحاظ سے جنتی و جہنمی کی تقسیم ہوگی یعنی جومومن ونیکوکار ہوں گے وہ جنت میں جائیں گے اور جو بے ایمان و بدکار ہوں گے وہ واصل جہنم ہوں گے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ایک بار پیغمبر اسلام نے خطبہ دیا پھر آپ نے دایاں ہاتھ بلند کیا جبکہ مٹھی بند کی ہوئی تھی پھر لوگوں سے پوچھا بتاؤ میری مٹھی میں کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا خدا اور رسول بہتر جانتے ہیں۔فرمایا اس میں (قیامت) تک جنت میں داخل ہونے والے لوگوں اوران کے آباو قبائل کے نام ہیں پھر اسی طرح بایاں ہاتھ بلند فرمایا اور حاضرین سے پوچھا بتاؤ اس میں کیا ہے؟ لوگوں نے وہی سابقہ جواب دیا۔فرمایا اس میں قیامت تک واصل جہنم ہونے والے لوگوں اوران کے آباءوقبائل کے نام ہیں۔پھر یہی آیت پڑھی فریق فی الجنة و فریق فی السعیر (تفسیر صافی بحوالہ اصول کافی)

۸) ولو شاء اللہ لجعلھم ...الآیة

سب لوگوں کو جبراً ایک دین ومذہب پر جمع کرنا خدا کی حکمت کے منافی ہے

اس قسم کی ایک آیت سورہ مائدہ آیت ۴۸ اور سورہ نحل آیت ۹۳ اور سورہ ہود آیت ۱۱۸ میں گزر چکی ہے لو شاء لجعلکم امة واحدةاور وہیں اس کی مکمل تفسیر اور جبر واکراہ سے اور لوگوں کا اختیار سلب کر کے سب کو زبردستی ایک دین ومذہب پر جمع نہ کرنے کا فلسفہ اوراس اقدام کے حکمت الٰہی کے منافی ہونے کا راز واضح وعیاں کیا جا چکا ہے اور یہ کہ حکمت الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ لوگوں کو فاعل مختار قرار دیا جائے اور انہیں اسلام وکفر (توحید وشرک اور نیکی اور بدی میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کا اختیار دیا جائے)۔ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔ ہاں البتہ وہ جس طالب راہ ہدایت کو چاہتا ہے اپنی توفیق خاص سے نواز کر اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور جو ظالم ہیں اور راہ ہدایت پر چلنا نہیں چاہتے بلکہ گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دیتے ہیں اور خدا کی فرمانبرداری پر اس کی نافرمانی کو مقدم سمجھتے ہیں ان کا کوئی کارساز اور یار ومددگار نہیں ہے۔

۹) ام اتخذوا ...الایة

خدا ہی حقیقی ولی اور محیی وممیت ہے

وہی چھٹی آیت والی بات دہرائی جارہی ہے اور یہاں اس میں یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ اللہ ہی حقیقی ولی ہے اور مارنے وجلانے والا ہے چونکہ مشرکین اپنے دیوی دیوتاؤں کے متعلق یہ نظریہ رکھتے تھے کہ وہ لوگوں کی تقدیر کو بدل سکتے ہیں اور ناراض ہو جائیں تو زندہ کو موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں اور راضی ہو جائیں تو مردہ کو

زندہ بھی کر سکتے ہیں۔ خداوند عالم مشرکین کے اسی فاسد نظریہ کی رد کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اس معنی میں حقیقی ولی صرف خدا ہے جو آدمی کی تقدیر بناتا ہے اور بگاڑتا ہے یا پھر جو مارتا اور جلاتا ہے کیونکہ وہی موت کو حیات میں تبدیل کر سکتا ہے کیونکہ وہ قادر مطلق ہے اور کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے۔ واضح رہے کہ لفظ ولی کے لغت عرب میں قریباً چوبیس معنی ہیں جیسے سرپرست، آقا، حاکم، بت، غلام، چچازاد وغیرہ وغیرہ۔ مگر اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب اس لفظ کا اللہ پر اطلاق کیا جائے تو اس وقت اس کے معنی مارنے اور جلانے والے کے بھی ہوتے ہیں۔ مگر جب کسی مخلوق پر اس کا اطلاق ہو تو پھر وہاں یہ معنی نہ مراد ہوتے ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔

آیات القرآن

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ⑩ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ⑪ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑫ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ⑬ وَمَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ⑭ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ

كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ﴿۱۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور جس چیز کے بارے میں تمہارے درمیان اختلاف پیدا ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کے حوالے ہے۔ یہی اللہ میرا پروردگار ہے جس پر میں توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں (۱۰) (وہ) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اسی نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے اور چوپایوں میں سے بھی جوڑے بنائے ہیں اس کے ذریعہ سے تمہیں پھیلاتا ہے (کائنات کی) کوئی چیز اس کی مثل (مانند) نہیں ہے وہ بڑا سننے والا اور بڑا دیکھنے والا ہے (۱۱) آسمانوں اور زمین (کے خزانوں) کی کنجیاں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور (جس کا چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز کا بڑا جاننے والا ہے (۱۲) اس نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جو ہم نے بذریعہ وحی آپ کی طرف بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا یعنی اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ مشرکین پر وہ بات بہت شاق ہے جس کی طرف آپ انہیں دعوت دیتے ہیں اللہ جسے چاہتا ہے اپنی بارگاہ کے لیے منتخب کر لیتا ہے اور جو اس کی

طرف رجوع کرتا ہے وہ اسے اپنی طرف (پہنچنے کا) راستہ دکھاتا ہے (۱۳) اور وہ لوگ تفرقہ میں نہیں پڑے مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آ چکا تھا یہ (تفرقہ) محض باہمی ضد اضدی (اور باہمی حسد) سے ہے اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے یہ بات طے نہ ہو چکی ہوتی کہ ان لوگوں کو ایک مقررہ مدت تک ان کو مہلت دی جائے تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور جو لوگ ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے بارے میں اضطراب انگیز شک میں گرفتار ہیں (۱۴) پس آپ اس (دین) کی طرف دعوت دیتے رہیں اور ثابت قدم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور کہیئے کہ میں ہر اس کتاب پر ایمان رکھتا ہوں جو اللہ نے نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل وانصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں ہمارے، تمہارے درمیان کوئی بحث درکار نہیں ہے اللہ ہم سب کو (ایک دن) جمع کرے گا اور اسی کی طرف باز گشت ہے (۱۵) اور جو لوگ اللہ کے (دین) کے بارے میں (بلا وجہ) جھگڑا کرتے ہیں بعد اس کے کہ اسے قبول بھی کیا جا چکا ہے ان کی حجت بازی ان کے پروردگار کے نزدیک باطل ہے اور ان پر (خدا کا) غضب ہے ان کے لیے سخت عذاب ہے (۱۶) اللہ وہ ہے جس نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور میزان کو بھی اور تمہیں کیا خبر شاید قیامت قریب ہی ہو (۱۷) جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے تو اس کے لیے جلدی کرتے ہیں اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے آگاہ رہو جو قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں (تکرار کرتے ہیں) وہ بڑی کھلی گمراہی میں ہیں (۱۸) اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے جسے چاہتا ہے رزق عطا کرتا ہے وہ بڑا طاقت ور (اور) زبردست ہے (۱۹)

تشریح الفاظ

(۱) انیب انابہ۔ کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ (۲) یذرا کم۔ ذرأیذرا کے معنی زیادہ کرنے کے ہیں اور یہاں تکثیر نسل مراد ہے۔ (۳) مقالید یہ مقلاد کی جمع ہے جس کے معنی خزانہ اور کنجی کے ہیں (۴) داحضة کے معنی باطلہ کے ہیں (۵) مشفقون۔ اشفاق کے معنی خوف اور ڈر کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۰) وما اختلفتم... الآیۃ

اختلافی امور میں فیصلہ خدا سے کرانا چاہیے

اس آیت میں وہی حقیقت بیان کی گئی ہے جو قبل ازیں سورہ نساء آیت ۵۹ میں بیان کی جا چکی ہے۔
فان تنازعتم فی شئٍ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر الایۃ کہ دین و دنیا کی جس بات میں بھی تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے اس کا فیصلہ خدا اور رسول سے کراؤ۔
حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا سے فیصلہ کرانے کا مطلب اس کی کتاب کی آیات محکمات کی طرف رجوع کرنا ہے اور رسول سے فیصلہ کرانے کا مطلب آپ کی سنت جامعہ کی طرف رجوع کرنا ہے۔ (نہج البلاغہ)
اور بعض نے ''اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے'' کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اللہ اس کا فیصلہ دنیا میں نہیں کرے گا بلکہ وہ یہ فیصلہ قیامت کے دن کرے گا کہ حق والوں کو جزا دے گا اور باطل والوں کو سزا دے گا اس دن حق و باطل اور اہل حق و اہل باطل میں مکمل امتیاز ہو جائے گا۔ بہرحال پیغمبر اسلامؐ کی زبان حق ترجمان سے کہلوایا جا رہا ہے کہ یہ ہے میرا پروردگار! جس پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

۱۱) فاطر السموت... الآیۃ

خدا کا مزید تعارف

سابقہ آیت میں جو وارد تھا کہ ذالک اللہ ربی یہ ہے میرا پروردگار تو اب اسی پروردگار کا مزید تعارف کرایا جا رہا ہے کہ یہ آسمان و زمین کے جو عظیم کرے موجود ہیں ان کا خالق بھی پروردگار اور انسانوں اور حیوانوں کی نسل کی بقا اور اسے بڑھانے کے لیے ان میں جوڑا جوڑا پیدا کر کے انتظام کرنے والا بھی وہی ہے یہ لوگوں کے مزعومہ شرکاء میں سے کسی کا کارنامہ نہیں ہے۔ وہ سمیع و خبیر ہے بندوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ اس قدر عظیم الشان ہے کہ ذات میں، صفات میں اور افعال و عبادت میں کوئی چیز بھی اس کی مثل و مانند نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر لحاظ سے یگانہ و یکتا ہے۔ ع

جو دوئی کو بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا

ایضاح

مخفی نہ رہے کہ ''کمثلہ'' میں مثل پر جو حرف تشبیہ (کاف) داخل ہے یہ محض محاورہ کے طور پر کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے داخل کیا گیا ہے جیسے ع

ما ان کمثلھم فی الناس من احد

۲) لہ مقالید السمٰوت... الآیۃ

زمین و آسمان کے خزانوں کی کنجیاں خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں

مشاہدہ و تجربہ شاہد ہے کہ عام لوگ طلب معاش اور رزق کی تلاش میں امراء و اعیان اور سرمایہ داروں کے دروازوں پر دستک دیتے ہیں حالانکہ رزق اس ذات سے طلب کرنا چاہیے جس کے پاس زمین و آسمان کے ارزاق اور ان کے اسباب اور زمین و آسمان کے خزانوں کی کنجیاں ہیں جیسا کہ ایک اور مقام پر فرماتا ہے کہ وان من شئی الا و عندنا خزائنہ و ما ننزلہ الا بقدر معلوم۔ ہر چیز کے خزانے ہمارے قبضہ قدرت میں ہیں اور ہم بقدر ضرورت ہر چیز نازل کرتے ہیں۔ بارش برستی ہے تو اسی کے حکم سے اور زمین فصلیں اگاتی ہے اور سونا اگلتی ہے تو اسی کے حکم سے اور پھر تقسیم رزق بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اس کا ارشاد ہے کہ نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا۔ دنیاوی زندگی میں ان لوگوں کی روزیاں تقسیم کرتے یعنی مقدر کرتے ہیں جس کا چاہتے ہیں رزق کشادہ کرتے ہیں اور جس کا چاہتے ہیں تنگ کرتے ہیں۔ کسی دیوی دیوتا اور کسی نبی و ولی کا اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں ہے اس لیے وہ حکیمانہ حکم دیتا ہے فابتغوا عند اللہ الرزق۔ کہ رزق اللہ کے ہاں سے طلب کرو، وہ رزق عطا کرنا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور وہ نہ دینا چاہے تو کوئی زبردستی لے نہیں سکتا۔ بیدہ الخیر و ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین۔

۱۳) شرع لکم من الدین... الایۃ

تمام انبیاء علیہم السلام کا پیغام ایک ہے

ایک بار پھر اس آیت مبارکہ میں اسی بنیادی حقیقت کا اظہار کیا جا رہا ہے جو قرآن و سنت میں کئی بار بیان کیا گیا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین اور مرکزی پیغام ایک ہے اور وہ ہے توحید، نبوت اور یوم آخرت پر ایمان۔ البتہ ہر دور کے تقاضوں کے مطابق احکام میں رد و بدل ہوتا رہا ہے یہاں صرف پانچ انبیاء کا نام اس لیا گیا

ہے کہ وہ اولوالعزم ہیں ورنہ سب کا پیغام یہی ہے۔لہٰذا پیغمبر اسلامؐ کسی نئے دین کے بانی نہیں ہیں بلکہ تمہارے لیے ہم نے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا نوحؑ، ابراہیمؑ وموسیٰ وعیسیٰؑ کو حکم دیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام ایک دوسرے کے مصدق تھے مکذب نہیں تھے اور احکام شرع بھی بعض تو ایسے ہیں جو کیفیت کے معمولی اختلاف کے ساتھ ہر شریعت میں قائم رہے ہیں جیسے نماز، زکوٰۃ، وغیرہ اور ظلم وکذب اور زنا اور محارم سے نکاح کی حرمت وغیرہ۔البتہ دوسرے بعض احکام میں حالات وکوائف کے مطابق ردوبدل ہوتا رہا ہے۔لکل جعلنا منکم شرعۃ و منھا جا۔اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور طریقہ مقرر کر دیا ہے۔(المائدہ:۴۸)

الغرض وہ دین جو ان سب انبیاء کو دیا گیا اور جس کی انہیں وصیت کی گئی وہ یہی تھا کہ اس دین کو قائم کرنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔کیونکہ ان الدین عند اللہ الاسلام۔جو سب انبیاء لے کر آئے مگر بعد میں ان انبیاء کے ماننے کے دعویدار مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔

بناء بریں یہ بات قابل غور وفکر ہے کہ جب دین ایک ہے، خدا ایک ہے سب انبیاء کی دعوت ایک ہے اور جزا وسزا اپنے عقیدہ وعمل پر ہے تو پھر مختلف ادیان ومذاہب سے تعلق رکھنے والوں کا باہمی جنگ وجدال اور قتل وقتال کس بنا پر ہے؟ اور اس کا جواز کیا ہے؟ مگر اس کا کیا علاج کہ خدا نے تو تمام اہل ادیان کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً اس فرقہ بندی کی ممانعت کر دی تھی مگر ان لوگوں نے اس ممانعت پر عمل نہ کیا اور اسی فرقہ بندی میں گرفتار ہوئے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔چنانچہ

کہیں قومیں ہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

۱۴) کبر علی المشرکین... الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ کی دعوت کے مشرکین پر گراں گزرنے کا سبب؟

اگرچہ قدیم عرب جناب خلیل خدا کی امت تھے جو بڑے موحد اور خدا پرست تھے مگر بعد میں کچھ بزرگوں کی عظمت ان لوگوں کے دل ودماغ پر اس قدر چھا گئی کہ ان کی موت کے بعد ان کے بت بنا کر پوجنے لگے اور جب پیغمبر اسلامؐ تشریف لائے تو وہ لوگ کم وبیش تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش کرتے تھے تو پھر آپ کی دعوت توحید ان پر کیونکر شاق نہ ہوتی؟ اور وہ کیوں نہ کہتے کہ اجعل الالھۃ الھا واحدا کہ یہ عجیب نبی ہے جو کہتا ہے کہ بہت سے خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کو مانو اور پھر ان کو چھوڑ کر خدا کا آپ کو وحی ونبوت کے لیے

منتخب کرنا بھی تو ان پر بڑا گراں تھا۔

۱۵) اللہ یجتبی... الآیۃ

حالانکہ منصب نبوت کے لیے منتخب کرنا خداوند عالم کا کام ہے اور اسی نے آپؐ کو اس منصب کے لیے منتخب کیا ہے اور اس منصب کو آپ پر ختم کر دیا ہے۔ ربك يخلق ما يشاء و يختار ما كان لهم الخيرة۔ آپ کا پروردگار ہی پیدا کرتا ہے اور صرف وہی منتخب کرتا ہے لوگوں کو کوئی اختیار نہیں ہے کیونکہ اللہ اعلم حيث يجعل رسالته۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ منصب رسالت کا اہل کون ہے اور کون اس کا حقدار ہے؟

۱۶) وما تفرقوا الا... الایۃ

ان لوگوں نے جہالت کی وجہ سے نہیں بلکہ جان بوجھ کر ضد اضدی میں فرقہ بندی کی ہے

اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ ان لوگوں کا افتراق اور یہ فرقہ بندی ان کی لاعلمی یا کسی غلط فہمی کی وجہ سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ انبیاء کے آنے اور کتابیں نازل ہونے یعنی علم کی روشنی کے اجالے کے بعد محض ضد اضدی اور باہمی حسد و رقابت اور برتری کا جھنڈا گاڑنے اور دوسرے کو زک پہنچانے اور سب سے بڑھ کر اپنے مفاد اور اپنی چودھراہٹ قائم کرنے کی خاطر یہ فرقہ بندی کی گئی۔ لہٰذا اس افتراق کی ذمہ داری خدا پر عائد نہیں ہوتی بلکہ ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔

ایضاح

اس قسم کی ایک آیت مع مکمل تفسیر سورہ بقرہ آیت ۲۱۳ سورہ آل عمران آیت ۱۹ میں گزر چکی ہے۔ و ما اختلف الذين اوتوا الكتاب الا من بعد ما جاءهم العلم بغياً بينهم فراجع۔

۱۷) ولولا كلمة... الآیۃ

یعنی اگر خدا کی طرف سے یہ بات طے شدہ نہ ہوتی کہ وہ ان لوگوں کو مہلت دے گا اور جلدی سزا نہیں دے گا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ان لوگوں کا کب کا فیصلہ ہو گیا ہوتا یعنی یہاں اللہ کا قانون امہال کارفرما ہے ورنہ تمام کفار و مشرکین اور مجرمین کا خاتمہ ہو جاتا اور زمین ان کے نجس وجود سے پاک ہو چکی ہوتی۔ واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورہ یونس ۱۹، سورہ ہود آیت ۱۱۰، سورہ طہٰ آیت ۱۲۹، اور سورہ فصلت آیت ۴۵ میں

گزر چکی ہے۔فراجع

۱۸)وان الذین اوتوا ...الآیۃ

اور وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے۔کون کس کا وارث؟اس میں اختلاف ہے۔ایک قول ہے کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جو انبیاء کے بعد توراۃ وانجیل کے وارث ہوئے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہی یہود و نصاریٰ ہیں جو اپنے احبار و رہبان کی کتابوں کے وارث بنے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مشرکین مکہ مراد ہیں جو کہ سابقہ قوموں کی تباہی کے بعد قرآن کے وارث بنے۔(مجمع البیان)

بہرحال یہ سب قرآن یا پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں اضطراب انگیز شک میں مبتلا ہیں کہ آیا وہ کتاب خدا ہے بھی یا نہیں؟ یا آپ رسول خدا ہیں بھی یا نہیں؟ حالانکہ ان کی صداقت وحقانیت ہر قسم کے شک وشبہ سے بلند وبالا ہے اور اگر یہ لوگ تعصب چھوڑ کر تھوڑا سا غور وفکر کرتے تو انہیں بھی ان کی صداقت کا پتہ چل جاتا۔مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک آیت مع تفسیر سورہ حم السجدہ کے آخر میں (نمبر ۴۵ پر) گزر چکی ہے۔فراجع

۱۹)فلذلك فادع...الآیۃ

دس جامع کلمات کی تشریح

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں دس جامع کلمات مذکور ہیں جو مستقل افادیت کے حامل ہیں۔

۱۔ کوئی لاکھ مخالفت کرے آپ مضبوطی سے اس دین مبین پر جمے رہیں۔

۲۔ عملی طور پر اسی دین پر ثابت قدم رہیں۔

۳۔ لوگوں کی خواہشات اور ان کے خود ساختہ اضافوں کی پیروی نہ کریں۔

۴۔ اللہ کی تمام نازل کردہ کتابوں پر ایمان لائیں اور ان کی تصدیق کریں۔

۵۔ ظلم و جور سے دامن بچاتے ہوئے عدل الٰہی کا نظام رائج کریں اور لوگوں کے جھگڑوں کا عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔

۶۔ ہمارا اور تمہارا پروردگار ایک ہے ہمارے تمہارے خدا جدا جدا نہیں ہیں۔

۷۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں۔عادل حقیقی ہر گروہ کو اس کے اعمال کے مطابق جزا وسزا دے گا۔پھر دین و مذہب کے نام پر جنگ وجدال کیوں؟

۸۔ حق واضح ہو چکا اب ہمارے درمیان کوئی بحث درکار نہیں ہے۔

۹۔ خدا ہم سب کو قیامت کے دن اکٹھا کر کے حساب و کتاب لے گا اس دن واضح ہو جائے گا کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟

۱۰۔ سب کی بازگشت خدا ہی کی طرف ہے۔لہٰذا اب معاملہ اللہ کے حوالے ہے وہی مناسب فیصلہ کرے گا ہمیں باہمی بحث و تکرار کا کوئی فائدہ نہیں۔(تفسیر ابن کثیر)

اللہ والوں سے اللہ کے دین حق کے بارے میں بحث و تکرار کرنے والوں کی مذمت

۲۰)والذین یحاجون...الآیۃ

تاریخی روایات میں مذکور ہے کہ جو شخص پیغمبر اسلامؐ پر ایمان لاتا اور آپ کو اللہ کا رسول اور قرآن کو اللہ کا کلام تسلیم کر لیتا یہود و نصاریٰ پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتے اور اس سے خواہ مخواہ کی بحث چھیڑ دیتے اور کہتے کہ ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے،اس لیے ہم تم سے بہتر اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے اور وہ احمق اتنا بھی نہیں جانتے تھے کہ فضیلت کا معیار اور ہے۔تقدم زمانی معیار فضیلت نہیں ہے ورنہ ابلیس کو آدم سے افضل ماننا پڑے گا کیونکہ وہ آدم سے پہلے موجود تھا۔(العیاذ باللہ) اسی لیے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ والوں سے الہ اور اس کے دین حق (اسلام) کے بارے میں بحث و تکرار کرتے ہیں ان کی دلیل باطل ہے ان پر خدا کا غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے بعد اس کے کئی خوش قسمت قرآن کو اللہ کا کلام،دین اسلام کو اپنا دین اور خدا کو اپنا مالک تسلیم کر چکے ہیں۔

۲۱)اللہ الذی انزل...الآیۃ

خدا نے قرآن اور میزان نازل کیا ہے

یہاں کتاب سے بالاتفاق قرآن مجید مراد ہے جو سراسر حق و صدق ہے اور اب باقی رہی یہ بات کہ یہاں المیز ان سے کیا مراد ہے؟اس میں قدرے اختلاف ہے بعض نے اس سے عدل مراد لیا ہے جو میزان کی طرح تول کر حق و باطل اور صحیح و غلط کا فیصلہ کر دیتا ہے اور بعض نے والمیز ان کے عطف کو عطف تفسیری قرار دیتے ہوئے میزان سے بھی قرآن ہی کو مراد لیا ہے کہ اللہ نے قرآن نازل کیا جو کہ حق و باطل کے معلوم کرنے کا میزان

(ترازو) ہے اور تفسیر صافی میں مذکور ہے کہ اس سے حضرت امیر علیہ السلام مراد ہیں حقیقت یہ ہے کہ قول معصوم موجود نہ ہونے کی وجہ سے یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

۲۲) و ما يدريك ... الآية

یہ جولوگ از راہ مذاق کہتے تھے کہ قیامت کب آئے گی؟ ان کو جواب دیا جا رہا ہے کہ تمہیں کیا خبر شاید وہ بالکل قریب ہو کیونکہ ایک تو اس لیے کہ ع

غير بعيد كل ماهوات

اور دوسرے اس لیے کہ من مات فقد قامت قيامته کہ جو مر جاتا ہے اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے اور سانس کا کوئی بھروسہ نہیں ہے ایک کے بعد دوسرا آئے یا نہ آئے یہ عجیب بات ہے کہ جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے وہ تو جلدی مچاتے ہیں اور جو ایمان رکھتے ہیں وہ اس کے شدائد و نوائب سے خائف و ترساں ہیں۔

آیات القرآن

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝٢٠ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٢١ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝٢٢ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝٢٣ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ

عَلٰی قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾

ترجمۃ الآیات

جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جو (صرف) دنیا کی کھیتی چاہتا ہے تو ہم اس میں سے اسے کچھ دے دیتے ہیں مگر اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا (۲۰) کیا ان کے کچھ ایسے شریک (خدا) ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ کے متعلق طے شدہ بات نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا اور جو لوگ ظالم ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے (۲۱) تم ظالموں کو دیکھو گے کہ وہ اپنے کیے ہوئے کاموں (کے انجام) سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ (وبال) ان پر پڑ کر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کیے وہ بہشتوں کے باغوں میں ہوں گے اور جو کچھ چاہیں گے اپنے پروردگار کے ہاں سے پائیں گے یہی بڑا فضل ہے (۲۲) یہ وہ بات ہے جس کی خوشخبری خدا اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بھی کیے آپ کہیے کہ میں تم سے اس (تبلیغ رسالت) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوائے اپنے قرابتداروں کی محبت کے اور جو کوئی نیک کام کرے گا ہم اس کی نیکی میں اضافہ کر

دیں گے یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا (اور) بڑا قدردان ہے (۲۳) کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (رسولؐ) نے خدا پر جھوٹا بہتان باندھا ہے اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر مہر لگا دے اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنی باتوں سے حق ثابت کرتا ہے بے شک وہ سینوں کی چھپی ہوئی باتوں (رازوں) کو خوب جانتا ہے۔ وہ وہی ہے جو اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے (۲۴) اور اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں کو معاف کرتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو (۲۵) اور وہ ان لوگوں کی دعائیں قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل بھی کیے اور انہیں اپنے فضل وکرم سے اور زیادہ عطا کرتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے (۲۶) اور اگر خدا اپنے تمام بندوں کی روزی کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں بغاوت پھیلا دیتے اور وہ بندوں کے حالات کو جاننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے (۲۷) وہ وہی ہے جو مایوسی کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے وہ کارساز ور قابل ستائش ہے (۲۸) اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور جو چلنے پھرنے والے جاندار ان کے درمیان پھیلائے ہیں ان کا پیدا کرنا بھی ہے اور وہ ان کو جمع کرنے پر جب چاہے گا قادر ہے (۲۹)

تشریح الالفاظ

(۱) حرث الآخرۃ ۔ حرث کے معنی کھیتی کے ہیں۔ (۲) نصیب کے معنی حصہ کے ہیں۔ (۳) فی القربی ۔ یہ فعلیٰ کے وزن پر مصدر ہے جس کے معنی قرابت کے ہیں (۴) بسط اللہ۔ بسط یبسط بسطا ۔ کے معنی کشادہ کرنے کے ہیں۔ (۵) لبغوا ۔ بغاوت کے معنی سرکشی کے ہیں۔ (۶) و ما بَثَّ ۔ بث کے معنی پھیلانے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۴) من کان یرید... الآیۃ

دنیا آخرت کی کھیتی ہے

افہام وتفہیم کی خاطر قرآن مجید کاروباری اصطلاحات (خرید وفروخت، نفع ونقصان وغیرہ) کے ساتھ ساتھ زراعت وفلاحت کی اصطلاح بھی استعمال کرتا ہے۔ قرآن وسنت میں دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا گیا

ہے۔ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور دنیا امتحان گاہ ہے۔ یہاں ہر شخص کو بقدر امتحان ضروری اسباب و آلات دیے جاتے ہیں۔ لہٰذا جو آخرت کو پسند کرتا ہے وہ دنیوی اسباب کو آخرت کی تعمیر اور اس کے سنوارنے میں صرف کرتا ہے اور مزید اضافہ کے ساتھ آخرت میں انعام پاتا ہے لیکن جو شخص دنیا پسند ہوتا ہے وہ صرف دنیا سنوارنے کے لیے کام کرتا ہے۔ ایسا شخص دنیا میں تو اپنی محنت کا پھل پا سکتا ہے مگر آخرت میں محروم رہے گا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص دنیوی منفعت کے لیے حدیث حاصل کرے اسے آخرت میں کچھ نہیں ملے گا اور جو آخرت کی خاطر حاصل کرے خدا اسے دنیا و آخرت کی خیر و خوبی عطا فرماتا ہے۔ (اصول کافی)

مگر واضح رہے کہ صرف دنیا طلب کرنا ممنوع ہے مگر آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا کا بھی طلب کرنا ممنوع نہیں ہے بلکہ قرآن نے اہل ایمان کی دعا و طلب ہی یہ قرار دی ہے کہ وہ دنیا و آخرت کا حسنہ طلب کرتے ہیں۔ **ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار**۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ فرمایا: **المال والبنون حرث الدنیا والعمل الصالح حرث الاخرۃ و قد یجمعھما اللہ لا قوام**۔ مال اور اولاد دنیا کی کھیتی ہیں اور عمل صالح آخرت کی کھیتی ہے اور خدا کبھی ان دونوں کو محض (خوش قسمت) قوموں کے لیے جمع کر دیتا ہے (تفسیر قمی وصافی)

لہٰذا ایک بلند ہمت آدمی کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس کی دنیا و آخرت قابل رشک ہو۔ **و ذلك ھو الفوز العظیم**۔

۲۵) ام لھم شرکاء ...الآیۃ

دین و شریعت سازی کرنا خدا کا کام ہے

اسی تفسیر میں کئی بار اس حقیقت کا اظہار کیا جا چکا ہے کہ دین و شریعت سازی کرنا اسی ہستی کا کام ہے جو مالک یوم الدین ہے یا دوسرے الفاظ میں جو تمام مخلوق کا خالق و مالک ہے۔ اور اس نے یہ محکمہ کسی نبی و وصی اور ولی و امام کے حوالہ نہیں کیا بلکہ نبی اسی کے بنائے اور مقرر کیے ہوئے دین کا باذن اللہ مبلغ ہوتا ہے اور امام اسی کا ناشر و محافظ ہوتا ہے۔ لہٰذا دین اور اس کے اصول اور شریعت اور اس کے اوامر و نواہی اور قواعد و ضوابط اور اس کے واجبی و مستحبی اجزاء و شرائط مقرر کرنا خدا ہی کا کام ہے۔ لہٰذا اگر کوئی بات قرآن و سنت سے ثابت نہیں اور اس کے باوجود کوئی اس کو دین و شریعت کا جزء مانے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسروں کو خدا کے برابر جانتا ہے۔ اس

لیے اکثر عوام جو بعض خواص کو اس طرح اپنا مقتداء و راہنما تسلیم کر لیتے ہیں کہ انہیں خدا کا شریک فی الحکم مان لیتے ہیں یعنی ان کے خود ساختہ نظریات و عقائد، خود ساختہ اعمال و عبادات اور خود ساختہ قواعد و ضوابط اور ان کی تہذیب و ثقافت کی اس طرح پابندی کرتے ہیں جس طرح بذریعہ وحی خدا کے مقرر کردہ دین و شریعت پر ایمان لاتے ہیں اور پابندی کرتے ہیں جسے سادہ الفاظ میں بدعت کہا جاتا ہے کہ عوام لوگوں کی ایجاد کو خدا کے مقرر کردہ شرعی احکام کی حیثیت دیتے ہیں۔ اس لیے خدا سوال کر رہا ہے کہ کیا ان لوگوں کے کچھ ایسے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے؟

الغرض یہ کام و اقدام اور عوام و خواص کی یہ روش و رفتار وہ گناہ عظیم اور سنگین جرم ہے کہ اگر خدا نے فیصلہ کے لیے قیامت کا دن مقرر نہ کیا ہوتا تو دنیا میں استیصالی عذاب نازل کر کے ان کا کام تمام کر دیا جاتا ہے۔

بہر حال بدیر یا سویر ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ کیونکہ یہ کھلا ہوا شرک ہے جو نا قابل معافی جرم ہے۔ وان الشرك لظلم عظيم ولعنة الله على الظالمين۔

۲۶) والذين آمنوا ... الآية

تم ظالموں کو دیکھو گے کہ وہ اپنے کیے ہوئے کاموں کے انجام سے ڈر رہے ہوں گے مگر اس دن ڈرنا کوئی فائدہ نہیں دے گا اور ان کے کیے کا وبال ان پر پڑ کر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کیے وہ بہشتوں کے باغوں میں ہوں گے وہ جو چاہیں گے اپنے پروردگار کے ہاں پائیں گے۔ یہ دونوں حقیقتیں کئی بار واضح و آشکار کی جا چکی ہیں بالخصوص دوسری بات پر ابھی اوپر سورہ حم السجدہ کی آیت ۳۱ و لكم فيها ماتشتهی انفسكم ولكم فيها ماتدعون۔ کی تفسیر میں بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ یہ حقیقت عیاں کی جا چکی ہے کہ بہشتی لوگ جو چاہیں گے وہ موجود پائیں گے اور جو کچھ طلب کریں گے وہ حاضر پائیں گے۔ بس کن فیکون کا عالم ہو گا ادھر مومن کا ارادہ ہو گا اور ادھر مراد موجود ہو گی۔ ذالك الذی يبشر الله عبادہ یہی وہ بات ہے جس کی بشارت خدا اپنے مخصوص بندوں کو دیتا ہے۔

۲۷) قل لا اسئلكم عليه اجرا ... الآية

آیت مودۃ کا بحق اہل بیت نبوت نازل ہونا اور اس کے بعض آثار

فریقین کی کتب تفسیر و حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں ہجرت نبوی اور وہاں اسلام کے مستحکم ہو جانے کے بعد بعض صحابہ کرام بالخصوص انصار نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ آپ کی وجہ سے خداوند عالم نے ہمیں

دنیا و دین کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ اور آپ کو اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے پیسوں کی اشد ضرورت ہے۔ لہٰذا ہمارے یہ اموال حاضر ہیں آپ بقدر ضرورت قبول فرمائیں۔ پیغمبر اسلامؐ نے وحی کا انتظار کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المؤدة فی القربیٰ۔ اس پر ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ من هؤلاء الذین اوجب الله علینا مؤدتهم۔ آپ کے یہ قرابتدار کون ہیں جن کی محبت خدا نے ہم پر واجب قرار دی ہے؟ فرمایا علی و فاطمه و ابنا هما (مجمع البیان، تفسیر صافی غرائب القرآن نیشاپوری، کشاف، زمخشری وغیرہ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا نزلت فینا اهل البیت اصحاب الکساء کہ یہ آیت خاندان نبوت میں سے اصحاب کساء کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (مجمع البیان)

اور ان کے علاوہ دوسرے نو ائمہ اہل بیت علیہم السلام دوسرے دلائل خارجیہ کی بنا پر اس میں داخل ہیں۔ فاضل نیشاپوری لکھتے ہیں و لا ریب ان هذا فخر عظیم و شرف تام۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ بڑا فخر ہے اور بڑا اشرف ہے۔ (تفسیر نیشاپوری)

اور فاضل زمخشری لکھتے ہیں فیه فضل لاهل الکساء لا شئی اقوی منه۔ اس میں اصحاب الکساء کی وہ فضیلت ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت نہیں ہے۔ (تفسیر کشاف)

محبت اہل بیت کی اہمیت و فضیلت

جب یہ بات طے ہو گئی کہ محبت اہل بیت بطور اجر رسالت امت پر واجب ہے تو اس کے دو تقاضے تو اظہر من الشّمس ہیں ایک یہ کہ ان کی محبت کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ بات شرعاً ثابت ہے کہ جب تک کسی اجیر کی اجرت ادا نہ کی جائے اس وقت تک اسکی بنائی ہوئی چیز میں تصرف مباح نہیں ہوتا۔ چنانچہ پیغمبر اسلامؐ ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ ولو ان عبدا عبد الله بین الصفا والمروة الف عام ثم الف عام ثم الف عام حتی یصیر کالشن البالی ثم لم یدرك محبتنا اکبه الله علی منخریه فی النار۔ اگر کوئی بندہ صفا و مروہ کے درمیان ہزار سال پھر ہزار سال اور پھر ہزار سال (کل تیس ہزار سال) تک اللہ کی عبادت کرے یہاں تک کہ بوسیدہ مشکیزے کی مانند ہو جائے لیکن وہ ہماری محبت کا شرف نہ پا سکے تو خدا اسے دونوں نتھنوں کے بل جہنم میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔ (مجمع البیان)

اور دوسرا یہ کہ جب تک قول و فعل میں محبوب کی اتباع و پیروی نہ کی جائے۔ اس وقت تک محبت مکمل نہیں ہوتی ہے اس لیے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ لا تنال و

لا یتنا الا بالورع والعمل۔ واجب پر عمل کیے اور حرام سے دامن بچائے بغیر ہماری محبت حاصل نہیں ہو سکتی۔ (اصول کافی)

چند ایرادات کے جوابات

آیت مؤدت کے اس مفہوم پر چند ایرادات کیے جاتے ہیں جن کا تذکرہ جامع مگر مختصر جواب کے ساتھ فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

پہلا ایراد اور اس کا جواب

یہ سورہ مکی ہے اور حضرت علی و بتول علیہم السلام کی شادی مدینہ میں ہوئی تو اس وقت تو ہنوز حسنین شریفین پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ تو یہ آیت کس طرح ان کے حق میں نازل ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک یہ سورہ مجموعی طور پر مکی ہے مگر اس کی یہ آیت بلکہ یہ تین آیتیں مدنی ہیں چنانچہ قرآن مجید مترجم ڈپٹی نذیر احمد دہلوی میں اس سورہ کے سرنامہ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ سورہ الشوری نزلت بمکۃ الاقل لا اسئلکم... الآیات الاربع ص ۶۲۹ طبع دہلی اور یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں مکی سورتوں میں مدنی آیتیں اور مدنی سورتوں میں مکی آیتیں موجود ہیں۔ چنانچہ فاضل دریا آبادی اپنی تفسیر ماجدی مطبوعہ لاہور کے ص ۲، حاشیہ نمبر ۳ پر مکی و مدنی سورتوں کی تقسیم کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ''لیکن یہ تقسیم صرف عمومی حیثیت سے ہے ورنہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدنی سورۃ کے اندر مکی آیتیں رکھا دی ہیں یا اس کے برعکس''

دوسرا ایراد اور اس کا جواب:

قرآن گواہ ہے کہ کبھی کسی نبی نے اپنی امت سے تبلیغ رسالت کی اجرت نہیں مانگی بلکہ ہمیشہ یہی کہا ان اجری الا علی اللہ۔ ہماری اجرت خدا کے ذمہ ہے تو پیغمبر اسلامؐ نے ان کے طریقہ کے خلاف کس طرح امت سے محبت اہل بیتؑ کی اجرت طلب کی ہے؟ اس ایراد کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے بھی یہی فرمایا کہ ان اجری الا علی اللہ۔ (القرآن)

اور یہاں بھی خود صحابہ کے مالی اجرت پیش کرنے کے جواب میں بحکم پروردگار محبت اہل بیتؑ کی جو اجرت طلب کی ہے وہ بھی اپنے فائدے کے لیے طلب نہیں کی بلکہ امت کے مفاد کی خاطر ایسا کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ و ما سئلتکم من اجر فھو لکم۔ کہ میں نے تم سے جو اجرت طلب کی ہے وہ تمہارے فائدے کے لیے ہے کہ اگر میرے اہل بیتؑ سے محبت کرو گے اور ان کے نقش قدم پر چلو گے تو خود جنت میں جاؤ

گے۔ الغرض اس میں سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے۔ میرا نہیں ہے۔

تیسرا ایراد اور اس کا جواب

اس طرح پیغمبر اسلامؐ نے کنبہ پروری کرتے ہوئے اپنے اہل بیت کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کرنے کی کوشش کی ہے؟ یہی ایراد زمانہ رسول کے بعض منافقین نے کیا تھا کہ پیغمبر اسلامؐ نے خدا پر افتراء پردازی کرتے ہوئے اپنے اہل بیتؑ کی محبت واجب کی ہے اور جب ان کی مذمت کی آیت نازل ہوئی تو پھر توبہ کر لی۔ (مجمع البیان)

بہر حال اس ایراد کا جواب سابقہ ایراد کے جواب سے واضح وعیاں ہے اور جو مسلمان پیغمبر اسلامؐ کو معصوم جانتے ہیں وہ کبھی ایسی بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ واللہ العاصم

۲۸) و من یقترف حسنة ... الآیة

جو کوئی بھلائی کا کام کرتا ہے تو خداوند عالم کم از کم اس کو دس گنا اجر وثواب عطا فرماتا ہے۔ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (العذاب:۱۶۰) اور زیادہ کی تو حد ہی نہیں واللہ یضاعف لمن یشاء اور بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں "حسنة" سے محبت اہل بیتؑ مراد ہے۔ چنانچہ حضرت امام حسن مجتبیٰ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک خطبہ کے دوران فرمایا فاقتراف الحسنة مؤدتنا اهل البیت کہ یہاں بھلائی کرنے سے ہم اہل بیت کی محبت مراد ہیں۔ (مجمع البیان وصافی)

۲۹) ام یقولون ... الآیة

مخالفین کے اتہام افتراء پردازی کی تردید

مخالفین نبوت یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے خدا کا رسول ہونے کا دعویٰ کرکے خدا پر افتراء پردازی کی ہے اپنے کلام کو کلام اللہ کہہ کر خدا پر اتہام لگایا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لہٰذا کوئی غیر پیغمبر کبھی پیغمبر کی زبان اور اس کے لب ولہجہ میں کلام نہیں کر سکتا۔ اس لیے اگر ایک شخص پیغمبر نہ ہو اور جھوٹ بول کر اپنے آپ کو پیغمبر ظاہر کرے تو اس کے کلام میں ضرور جھوٹے مدعی کا انداز پیدا ہو جائے گا اور قادر مطلق اس کے دعویٰ کو باطل ثابت کرنے کا ضرور انتظام کرے گا۔ اور اگر بالفرض پیغمبر اسلامؐ بھی ایسے ہوتے تو خدا ان کے دل پر مہر لگا دیتا اور آپ کی زبان اس پاکیزہ ربانی والہامی کلام کے اظہار سے عاجز ہو جاتی مگر جب اللہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کی جانب سے آپؐ کے برحق ہونے کی شواہد ودلائل

پیش ہوتے رہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ واقعاً منجانب اللہ نبی صادق ومصدق ہیں۔ کیونکہ اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے یعنی آئمہ اہل بیتؑ سے حق ثابت کرتا ہے۔ انہ علیم بذات الصدور اور بعض آثار کے مطابق اس بات کی کڑی محبت اہل بیتؑ والے حکم کے ساتھ ملائی گئی ہے کہ کچھ منافقین نے پیغمبر اسلامؐ پر یہ اتہام لگایا کہ آپ نے اپنی طرف سے اپنے اہل بیتؑ کی محبت واجب قرار دی ہے جس کی خدا رد کر رہا ہے اور قبل ازیں بھی اس ایراد کا جواب دیا جا چکا ہے۔

۳۰) وھو الذی یقبل... الآیۃ

خدا اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے

کوئی بندہ کتنا بڑا گناہ گار کیوں نہ ہو خواہ رسول خدا پر بھی افتراء پردازی کا الزام لگائے تو جب مقررہ شرائط کے ساتھ توبہ کرے تو خدا کا وعدہ ہے کہ وہ ضرور توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں سے درگزر کرتا ہے گویا اس پیرایہ میں خدائے رؤف ورحیم گناہ گار لوگوں کی اصلاح کرنے کی رغبت دلا رہا ہے اور ان کی حوصلہ افزائی فرما رہا ہے کہ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔

۳۱) ویستجیب الذین... الآیۃ

اس آیت کے صحیح مفہوم کا تعین؟

عام مترجمین اور مفسرین نے تو اس آیت کا وہی ترجمہ اور مفہوم بیان کیا ہے جو ہم نے بھی ترجمہ میں اختیار کیا ہے کہ ''اللہ ان لوگوں کی دعائیں قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل بھی کیے''

مگر صاحب تفسیر کاشف نے اس کا ایک اور مفہوم بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ وہ یستجیب کا فاعل الذین کو قرار دیتے ہیں۔ بناء بریں مطلب یہ ہوگا کہ نیکوکار اہل ایمان ہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی دعوت حق کو سنتے ہیں اور پھر اسے قبول کرتے ہیں اور خدا ان کو اس کارروائی یعنی اس کی دعوت سننے اور قبول کرنے کا ثواب عطا کرتا ہے اور اپنے فضل وکرم سے کئی گناہ مزید اضافہ کرتا ہے اور کافروں ومنکروں کے لیے سخت عذاب ہے۔

۳۲) ولو بسط اللہ الرزق... الآیۃ

ظرف کے مطابق مظروف دیا جاتا ہے

جو ہستی رزق تقسیم کرنے والی ہے وہی لوگوں کے ظروف اور پیمانے بنانے والی ہے۔ وہ بہتر جانتا ہے

کہ کس ظرف میں کس قدر گنجائش ہے۔لہٰذا وہ اسی اندازہ اور مقدار کے مطابق رزق عطا فرماتا ہے کیونکہ

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

اگر خدائے حکیم اس بات کا خیال نہ رکھتا اور سب لوگوں کا رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے اور فساد برپا کرنے لگتے۔حدیث قدسی میں وارد ہے۔ ان من عبادی من لا یصلحه الا الغنی و لو افقرته لافده و ان من عبادی من لا یصلحه الا الفقر و لوا غنیته لا فسده و ذالك انی ادبر عبادی بعلمی بقلوبهم۔ میرے بندوں میں سے کچھ ایسے بندے ہیں کہ جن کی اصلاح تونگری سے ہوتی ہے۔لہٰذا اگر میں ان کو غریب بنا دوں تو وہ بگڑ جائیں گے اور میرے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان کی اصلاح فقر و فاقہ میں ہے۔لہٰذا اگر میں ان کو مالدار بنا دوں تو وہ برباد ہو جائیں گے میں ہی اپنے بندوں کے امور کی تدبیر کرتا ہوں کیونکہ میں ان کے رازوں اور ان کی مصلحتوں کو جانتا ہوں۔(کواکب مضیئہ، در احادیث قدسیہ)

وہی خدا ہے جو مایوسی کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اس مضمون کی بعض آیات قبل ازیں مع تفسیر گزر چکی ہے جیسے سورہ توبہ آیت ۶۸، سورہ کہف آیت ۳۲ تا ۴۲ سورہ قصص آیت ۷۵، سورہ روم آیت ۹، اور سورہ سباء آیت ۳۴ اور ۳۶ وغیرہ۔

۳۳) و من آیاته خلق ... الآیة

اللہ کی قدرت وتوحید کی بعض نشانیوں کا تذکرہ

اگرچہ خدا کی قدرت، توحید اور اس کی کبریائی کی نشانیوں سے پوری کائنات چھلک رہی ہے۔

و فی کل شئی لہٗ آیۃ

تدل علی انه واحد

مگر خدا ہر جگہ بطور مشتے نمونہ از خروارے دو چار نشانیوں کا تذکرہ کر دیتا ہے۔چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی کیا ہے کہ یہاں اپنی چار نشانیوں کا تذکرہ فرمایا ہے:

۱۔آسمانوں کی خلقت ۲۔زمین کی پیدائش

۳۔ان کے اندر جو چلنے پھرنے والے جاندار پھیلائے ہیں۔ ۴۔ وہ جب چاہے ان کو اکٹھا کرنے پر قادر ہے

زمین کی طرح آسمان میں بھی جاندار مخلوق موجود ہے

دنیا آج چودہ سوسال کی ترقیوں اور سائنسی لیبارٹریاں بنانے اور ہزاروں آلات ایجاد کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ رہی ہے کہ بعض آسمانی کروں میں جاندار مخلوق موجود ہے مگر کتاب الھیۃ والاسلام کے مصنف علامہ شہرستانی کے بقول قرآن نے آج سے چودہ سوسال پہلے اعلان کر دیا تھا کہ زمین کی طرح آسمانوں میں بھی جاندار مخلوق موجود ہے اور یہ کہ قادر مطلق خدا جب چاہے گا آسمانی اور زمینی مخلوق کو اکٹھا کر دے گا اور ان کے درمیان آمد ورفت کا سلسلہ جاری کردے گا۔ و ما ذالك علی الله بعزیز۔ اگرچہ عام مفسرین نے اس اکٹھا کرنے سے قیامت کا دن مراد لیا ہے مگر موجودہ دور کی ترقی اور اس کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے فاضل شہرستانی کے بیان کردہ مفہوم کے غلط ہونے کی بھی کوئی عقلی یا شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔ والله العالم بحقائق الامور۔

آیات القرآن

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ۝٣٠ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝٣١ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ؕ۝٣٢ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۙ۝٣٣ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ۝٣٤ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝٣٥ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ۝٣٦ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۚ۝٣٧ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۚ۝٣٨ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ

يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿٤١﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٤٢﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿٤٣﴾

ترجمۃ الآیات

اور تمہیں جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کیے ہوئے (کاموں) کی وجہ سے پہنچتی ہے اور وہ بہت سے (کاموں سے) درگزر کرتا ہے (۳۰) اور تم زمین میں خدا کو عاجز و بے بس نہیں کر سکتے اور نہ ہی اللہ کے سوا تمہارا کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار (۳۱) اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے وہ بڑے بڑے پہاڑ جیسے (بحری) جہاز ہیں جو سمندر میں چلتے ہیں (۳۲) اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ (جہاز) اس کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں بے شک اس میں ہر بڑے صبر کرنے (اور) بڑے شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں (۳۳) یا اگر وہ چاہے تو ان (جہازوں) کو تباہ کر دے ان لوگوں کے (برے) اعمال کی وجہ سے اور اگر چاہے تو (ان کے) بہت سے (لوگوں یا گناہوں سے) درگزر فرمائے (۳۴) اور تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو جائے جو ہماری آیتوں کے بارے میں جھگڑتے ہیں کہ ان کے لیے کوئی جائے فرار نہیں ہے۔ (۳۵) جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ صرف دنیوی زندگی کا (چندروزہ) سازوسامان ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر بھی ہے اور زیادہ پائیدار بھی ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں (۳٦) اور وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں (۳۷) اور جو اپنے پروردگار کے حکم کو مانتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کے (تمام) کام باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے وہ اس سے خرچ کرتے ہیں (۳۸) اور جب ان پر تعدی و زیادتی کی جاتی

ہے تو وہ (واجبی) بدلہ لیتے ہیں (۳۹) اور برائی کا بدلہ تو ویسے ہی برائی ہے اور جو معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر خدا کے ذمہ ہے بے شک وہ (اللہ) ظالموں کو پسند نہیں کرتا (۴۰) اور (اور ملامت) تو صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے (۴۲) البتہ جو شخص صبر کرے اور درگزر کرے تو یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے (۴۳)

تشریح الالفاظ

(۱) الجوار۔ جواری۔ جارية کی جمع ہے جس کے معنی اس کشتی کے ہیں جو پانی کی سطح پر جاری ہو۔ (۲) کالا علام جو علم کی جمع ہے جس کے معنی پہاڑ، اور سردار قوم، نشان اور جھنڈا کے ہیں یہاں مراد پہاڑ ہیں۔ (۳) اویوبقهن اوبق یو بق، ایباق کے معنی ہلاک کرنے کے ہیں (۴۳) والفوا حش۔ فاحشة کی جمع ہے جس کے معنی بے حیائی کے کام کے ہیں (۵) ینتصرون، انتصار کے معنی بدلہ لینے کے ہیں۔ (٦) من عزم الامور کے معنی ہیں وہ اچھے کام جن کی عمدگی کی وجہ سے ان کا کرنا پسندیدہ ہے۔

تفسیر الآیات

۳۴) وما اصابکم ... الآیة

تین وجوہ سے آدمی کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے

تجربہ و مشاہدہ ہو یا تاریخی مطالعہ عموماً یہ دیکھا و سنا جاتا ہے اور یہی پڑھا جاتا ہے کہ جب بھی کوئی شخص کسی بلا و مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو عام لوگ یہی آیت پڑھتے ہیں کہ ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم حتیٰ کہ یزید پلید نے قافلہ حسینی کی حالت زار کو دیکھ کر یہی آیت پڑھی تھی۔ اور امام زین العابدینؑ نے جواب دیا تھا ما هذه فینا نزلت کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔ (تاریخ طبری)

حالانکہ سب سے زیادہ مصیبتیں انبیاء و مرسلین پر نازل ہوتی ہیں جو کہ معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔

اگر قرآن مجید کی مختلف آیات اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کی مختلف روایات کا گہری نگاہ سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح و آشکار ہوتی ہے کہ مختلف لوگوں پر جو مصائب نازل ہوتے ہیں اور جو تکالیف مختلف لوگوں کو پہنچتی ہیں ان کا سبب تین چیزیں ہوتی ہیں۔

۱۔ لوگوں کے گناہوں کی شامت اور ان کے کرتوتوں کی پاداش جس کا اس آیت میں تذکرہ کیا گیا ہے حالانکہ وہ بہت سے گناہوں سے درگزر کرتا ہے ورنہ گناہگار و بدکار تباہ و برباد ہو جاتے۔ الغرض اگر یہ لوگ اہل ایمان ہوں تو یہ مصیبتیں ان کے گناہوں کا کفارہ اور اگر مومن نہ ہوں تو پھر ان کے گناہوں کا وبال قرار پاتی ہیں۔

۲۔ رفع درجات۔ یعنی خدا اپنے خاص بندوں پر مصیبتیں نازل کرتا ہے تاکہ وہ صبر کریں اور خدا اس کے صلہ میں ان کے درجات بلند سے بلند تر کرے۔ ارشاد قدرت ہے کہ ما اصابکم من مصیبة فی الارض و لا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا ان ذالك علی الله یسیر۔ زمین میں اور تمہاری جانوں میں تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہاری خلقت سے پہلے کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے اور یہ بات خدا پر بالکل آسان ہے یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۳۔ اختبار و امتحان کی خاطر جس سے واضح ہوتا ہے کہ مومن صابر کون ہے اور جھوٹا دعویدار کون؟ ارشاد قدرت ہے۔ ولنبلو نکم بشئی من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات الایة کہ ہم تمہارا امتحان لیتے ہیں کچھ خوف، کچھ بھوک اور کچھ مالوں، جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ساتھ۔

بناء بریں کسی بھی شخص کو کسی مصیبت میں مبتلا دیکھ کر جلد بازی کر کے کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کس وجہ سے اس مصیبت میں گرفتار ہے؟ آیا اعمال کی وجہ سے یا رفع درجات کے باعث یا ابتلاء و آزمائش کے سبب سے۔ والله یعلم وانتم لا تعلمون۔

۳۵۔ وما انتم بمعجزین... الآیة

یہ آیت انہی الفاظ کے ساتھ سورہ عنکبوت آیت ۲۲ میں مع تفسیر گزر چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے اس سے غرض ان جاہل لوگوں کو تہدید کرنا ہے جو خیال کرتے ہیں کہ فلاں جگہ پناہ لینے سے خدا کی گرفت سے بچ جائیں گے یا مرنے کے بعد ہمارے پیر فقیر اور ہمارے دیوی دیوتا مشکل وقت میں ہمارے کام آئیں گے ارشاد ہوتا ہے۔ وما لکم من دونه من ولی ولا نصیر۔

۳۶) ومن آیاته الجوار... الایة

سمندر میں کشتیاں دوڑانا اور فضا میں ہوائی جہاز اڑانا خدا کی نشانیوں میں سے ہے

انسان جو سمندروں میں پہاڑ نما بحری جہاز دوڑا رہا ہے اور فضا میں ہوائی جہاز اڑا رہا ہے اور مہینوں کی مسافت دنوں میں اور دنوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کر رہا ہے اور بھاری بھر کم ساز و سامان ادھر سے ادھر لے جا رہا ہے تو یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ خداوند عالم نے قانون فطرت کو ہمارے موافق اور ہمارے لیے سازگار بنا دیا ہے ورنہ اگر فطرت کی سازگاری نہ ہوتو نہ کشتیاں سمندر میں چل سکیں اور نہ جہاز فضا میں اڑ سکیں یہ ہوا ہے جو کشتیوں کو چلا رہی ہے اور جہازوں کو اڑا رہی ہے اگر ہوا ٹھہر جائے تو رواں دواں کشتیاں اور جہاز کھڑے رہ جائیں۔

واضح رہے کہ دخانی جہازوں کی اسٹیم بھی ہوا ہی کی بدلی ہوئی شکل ہے۔

ایضاح

آدمی کو زندگی میں دو ہی حالتوں سے سابقہ پڑتا ہے یا رنج و غم سے یا پھر راحت و مسرت سے۔ تو جس بندہ کا خدا سے تعلق ہو وہ پہلی صورت میں صبر و رضا سے کام لیتا ہے اور دوسری صورت میں شکر و امتنان سے کام لیتا ہے۔ بہر حال وہ کسی حالت میں بھی خدا سے غافل نہیں ہوتا۔

الغرض زندگی کے ہر واقعہ سے خواہ اس کا تعلق غم سے ہو یا خوشی سے نصیحت وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جس کے مزاج میں صبر و شکر کا حسین امتزاج ہوتا ہے کیونکہ آدھا ایمان صبر ہے اور آدھا شکر ہے۔ **کما ورد فی الحدیث**۔ (تفسیر صافی)

۳۷) اویوبقھن... الآیۃ

جس طرح بڑی بڑی کشتیوں اور پہاڑ کی مانند جہازوں کو چلانا خدا کی بے پایاں قدرت کا کرشمہ ہے اسی طرح اگر وہ لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے ان کی سواریوں کو ہلاک و برباد کرنا چاہے تو ہوا کو روک کر یا اس طرح تیز و تند ہواؤں کو چلا کر کہ جن کے سامنے اسٹیم اور ایٹمی توانائی سے چلنے والے یہ بحری جہاز تنکے کی طرح اڑتے اور الٹتے ہوئے نظر آئیں۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ بادبانی کشتیوں اور بحری جہازوں کا ساحل مقصود تک پہنچنا خدائے قادر و توانا کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔ وبس

اس میں خدائی آیتوں میں جھگڑنے والوں اور نصیحت آمیز پہلوؤں کو نظرانداز کرکے صحیح واقعات کو غلط معنی پہنانے والے سرکشوں کے لیے درس عبرت ہے کہ وہ سوچیں کہ ان کے لیے کوئی جائے فرار نہیں ہے۔

۳۸) فما اوتیتم...الآیۃ

دنیاوی مال ومتاع قبلہ مقصود بنانے کے قابل نہیں ہے

دنیاوی زندگی میں آدمی کے پاس جس قدر بھی ساز وسامان اور مال ومتاع اور ٹھاٹھ باٹھ ہو۔ وہ صرف چندروزہ ہے بالکل تھوڑی سی مدت کے لیے ملی ہے۔ انسانی زندگی کے خاتمہ کے ساتھ اس کا بھی خاتمہ ہوجائے گا ۔لہٰذا دنیا کا یہ مال ومنال اور اس کا یہ جاہ وجلال اس قابل ہرگز نہیں ہے کہ اسے قبلہ مقصود بنایا جائے۔ یا اسے اپنی توجہ کا مرکز قرار دیا جائے کیونکہ ع

چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے

لیکن جہاں تک اخروی نعمتوں کا تعلق ہے تو وہ آدمی کے لیے بہتر بھی ہیں اور زیادہ پائیدار بھی۔ ارشاد قدرت ہے ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہوجائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا۔ (سورہ نحل: ۹۶)

(۳۹) للذین آمنوا...الآیۃ

اخروی نعمتیں کن خوش قسمت لوگ کیلئے ہیں؟

ان آیتوں میں ان خوش قسمت لوگوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن کے لیے یہ اخروی اور دائمی نعمتیں خدا نے مہیا کر رکھی ہیں۔ ان کی صفات درج ذیل ہیں۔

۱۔ للذین آمنوا۔ یہ سب کچھ اہل ایمان کے لیے ہے۔ اور جہاں تک کفار ومشرکین کا تعلق ہے تو ان کے لیے عذاب وعقاب کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

۲۔ علی ربھم یتوکلون جو تمام دینی اور دنیوی امور میں صرف اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں اور اپنی قوت بازو یا اپنی اولاد و جائیداد وغیرہ پر اعتماد نہیں کرتے ہیں۔

۳۔ والذین یجتنبون جو گناہان کبیرہ سے اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں۔ گناہان کی کبیرہ اور صغیرہ پر تقسیم اور پھر ان کا مفہوم کیا ہے؟ ان امور کی تفصیل قبل ازیں سورہ نسا کی آیت ۱۳۱ ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ کی تفسیر میں

گزر چکی ہے۔

اور بے حیائی کے کام کیا ہیں؟ اس کی وضاحت سورہ انعام کی آیت ۱۵۱ ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها و ما بطن کی تفسیر میں کی جا چکی ہے ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۴۔ و اذا ما غضبوا جو غیظ و غضب کے وقت غصہ کو پی جاتے ہیں اور درگزر سے کام لیتے ہیں۔ قبل ازیں آیت شریفہ والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس والله يحب المحسنين کی تفسیر میں غصہ کو ضبط کرنے۔ لوگوں کو معافی دینے اور لوگوں سے احسان و بھلائی کرنے کے فضائل بیان کیے جا چکے ہیں۔ فراجع۔

۵۔ والذین استجابوا جو اللہ کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی واجب کو ترک نہ کریں اور کسی فعل حرام کا ارتکاب نہ کریں۔

۶۔ واقاموا الصلوۃ جو نماز کو اس کے اجزا و شرائط کے ساتھ پابندی سے ادا کرتے ہیں نماز کی اہمیت اور اس کے دین کا ستون اور رکن اسلام ہونے کا تذکرہ کئی مقامات پر تفصیلاً کیا جا چکا ہے۔ فراجع

۷۔ وامرهم شوریٰ بينهم وہ اپنے معاملات کو باہمی مشورہ سے طے کرتے ہیں۔ قبل ازیں سورہ آل عمران کی آیت ۱۵۹ وشاورهم في الامر کی تفسیر میں اسلام میں مشورہ کا حکم، اس کی اہمیت اور افادیت اور مشورہ کرنے کے طریقہ کار اور یہ کہ اگر نبی اور امام کی حکومت نہ ہو بلکہ عام خطا کاروں کی حکومت ہو تو پھر دوسرے نظاموں پر شورائی نظام حکومت کی برتری پر ہم مکمل تبصرہ کر چکے ہیں اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۸۔ و مما رزقنهم اللہ کے دیے ہوئے مال سے اس کی راہ میں صدقہ و خیرات بھی دیتے ہیں اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ان کے حسب حال لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیت و مما رزقنا هم ينفقون کی تفسیر دیکھی جائے۔

۹۔ والذین اذا صابهم البغی جب ان پر ظلم و زیادتی کی جائے تو وہ مناسب بدلہ لیتے ہیں یعنی حد سے تجاوز

نہیں کرتے اسلام میں تحمل ورواداری کس حد تک ہے؟ اس میں ایک داعی حق اورعوام میں کیا فرق ہے؟ بدلہ لینا کس حد تک جائز ہے ان امور کی وضاحت سورہ حم السجدہ کی آیت ۳۴ ادفع بالتی ھی احسن الآیۃ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے و جزاء السئیة مثلها۔ الغرض اسلام میں بدلہ لینے کی اجازت ہے۔ فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدیٰ علیکم (البقرہ ۱۹۴)

مگر معاف کرنا بہت اچھا ہے اور زیادتی تو بہرحال ناجائز ہے اگرچہ بدلہ میں ہی کیوں نہ ہو؟

۴۰) ولمن انتصر... الآیة

ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اسلام میں بدلہ لینا جائز ہے کیونکہ اسلام نہ کسی پر ظلم کرنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ظلم سہنے کی رخصت دیتا ہے بلکہ ہر حال میں عدل وانصاف کا دامن تھامنے کا حکم دیتا ہے اس لیے ارشاد قدرت ہے کہ جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ اس کا بدلہ لے تو اس پر کوئی لعنت ملامت نہیں ہے۔ مگر کس طرح؟ اس کی تفصیل فقہی کتابوں میں مذکور ہے یعنی قانون نافذ کرنے والوں کے دروازہ پر دستک دینی چاہیے کہ وہ قانون عدل الٰہی کو حرکت دیں اور حتی الامکان قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے تاکہ انارکی نہ پھیل جائے ہاں البتہ لعنت ملامت کے مستحق وہ ہیں جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق زمین میں سرکشی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو دردناک عذاب کے مستوجب ہیں۔

۴۱) ولمن صبر... الآیة

صبر اور عفوودرگزر کرنے کی خوبی

جو شخص لوگوں کے مظالم پر صبر کرے اور قدرت انتقام رکھنے کے باوجود معاف کرے یعنی جو اشتعال انگیز حالات میں بھی لوگوں کی بدسلوکی کو بھول جائے اور انہیں معاف کرنے کے لیے تیار نظر آئے۔ تو پھر یقیناً اس کا یہ اقدام اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے اور وہ قدردانی کا مستحق ہے اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ شریعت میں بدلہ لینے کی پابندی نہیں ہے بلکہ صرف اجازت ہے یعنی انتقام لینا صرف جائز ہے مگر معاف کرنا افضل ہے کیونکہ

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

آیاتُ القرآن

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا
الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ
عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ
اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ
سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ
اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا
فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا
الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾
اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ
قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ
اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾
وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا
الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝۵۳

ترجمۃ الآیات

اور جس کو اللہ گمراہی میں چھوڑ دے تو اس کے بعد اس کا کوئی سرپرست و کارساز نہیں ہے اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب وہ عذاب دیکھیں گے تو (گھبرا کر) کہیں گے کہ آیا (دنیا میں) واپسی کا کوئی راستہ ہے؟ (۴۴) اور تم انہیں دیکھو گے کہ جب وہ دوزخ کے سامنے پیش کیے جائیں گے تو ذلت سے جھکے ہوئے ہوں گے (اور) کنکھیوں (چھپی نگاہ) سے دیکھتے ہوں گے اور اہل ایمان کہیں گے کہ حقیقی خسارہ اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو خسارہ میں ڈالا۔ آگاہ ہو کہ ظالم لوگ دائمی عذاب میں رہیں گے (۴۵) اور اللہ کے سوا ان کے کوئی حامی و مددگار نہیں ہوں گے جو اللہ کے مقابلہ میں ان کی مدد کریں اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے تو اس کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔ (۴۶) (اے لوگو) اپنے پروردگار کی دعوت پر لبیک کہو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں ہے اس دن نہ تمہارے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ انکار کی کوئی گنجائش ہوگی (اور نہ ہی تمہاری طرف سے کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا) (۴۷) اور اگر وہ روگردانی کریں تو ہم نے آپ کو ان کا نگہبان مقرر کر کے نہیں بھیجا آپ کی ذمہ داری صرف پہنچا دینا ہے اور ہم جب انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر انہیں ان کے اعمال کی پاداش میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو انسان بڑا ناشکرا بن جاتا ہے (۴۸) آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے عنایت کرتا ہے (۴۹) اور جسے چاہتا ہے لڑکے لڑکیاں جمع کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ بے شک وہ بڑا جاننے والا (اور) بڑا قدرت رکھنے والا ہے (۵۰) کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردہ کے پیچھے سے یا وہ کوئی پیغامبر (فرشتہ) بھیجے اور اس کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کرے۔ بے شک وہ بزرگ و برتر (اور) بڑا حکمت والا ہے (۵۱) اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف وحی کی صورت میں اپنی ایک (خاص) روح بھیجی آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ

جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے ایک نور بنایا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقینا آپ سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں (۵۲) اس اللہ کے راستہ کی طرف جس کا وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے خبردار! سب تمام معاملات کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے (۵۳)

تشریح الالفاظ

(۱) خاشعین من الذل وہ ذلت سے جھکے ہوں گے (۲) نکیر کے عام متبداول معنی تو انکار کے ہیں اس دن کوئی شخص اپنے عمل کا انکار نہیں کر سکے گا اور اس کے ایک معنی اعتراض کے بھی ہیں کہ اس کے ساتھ جو کچھ ہوگا اس پر کوئی اعتراض نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کی حالت کو کوئی بدل سکے گا۔ (۳) اویزوجھم ۔ تزویج سے مراد جمع کرنا ہے کہ جس کے لیے چاہتا ہے لڑکوں اور لڑکیوں کی دونوں قسمیں جمع کر دیتا ہے۔ (۴) عقیما کے معنی بانجھ پن کے ہیں مرد ہو یا عورت۔ (۵) تصیر کے معنی بازگشت کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۴۲) و من یضلل اللہ... الآیۃ

خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا

کئی بار اس حقیقت کا اظہار کیا جا چکا ہے کہ خداوند عالم کسی کو گمراہ نہیں کرتا بلکہ گمراہ کرنا شیطان اور اس کے جنی وانسی انصار واعوان کا کام ہے (اضلھم الشیطان) تو پھر یہ نسبت خدا کی طرف کیوں دی جاتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص خدا کی عطا کردہ صلاحیتوں سے کام نہیں لیتا اور حق وہدایت کی جستجو نہیں کرتا اور گناہ پہ گناہ کرتا ہے۔ تو رفتہ رفتہ اس کی یہ صلاحیت مفلوج ہو کر رہ جاتی ہیں اور خدا اس سے توفیق سلب کر لیتا ہے اور اسے گمراہیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ اسی بنا پر مجازاً اضلال کی نسبت خدا کی طرف دے دی جاتی ہے کہ وہ ایسے بندے کو زبردستی راہ راست پر نہیں لے آتا۔ اور ایسے بے ہدایت لوگوں کا کوئی کارساز اور حامی و مددگار نہیں ہے۔

۴۳) و تری الظالمین... الایۃ

قیامت کے دن ظالموں اور کافروں کی حالت زار کا بیان

وہ کفار ومشرکین جن پر آج دعوت حق اور پند وموعظہ کا ہرگز کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ بڑے متکبرانہ انداز میں سینہ تان کر اور گردن اکڑا کر چلتے ہیں جب فردائے قیامت جہنم کے روبرو لائے جائیں گے اور عذاب الٰہی کا مشاہدہ کریں گے تو ذلت ورسوائی سے سر جھکے ہوئے ہوں گے اور دوزخ کے ہولناک منظر کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکیں گے۔ تو کبھی آنکھیں کھولیں گے اور گوشہ چشم سے وہ ہیبت ناک منظر دیکھیں گے اور پھر اس کی تاب نہ لا کر آنکھیں بند کر لیں گے اور دبے لفظوں میں کہیں گے کہ آیا دنیا میں واپس جانے کی کوئی سبیل ہے؟ اس وقت اہل ایمان کہیں گے کہ حقیقی زیاں کار اور گھاٹا اٹھانے والے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے عزیز و اقارب کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ دشمنان علیؑ قیامت کے دن حضرت علیؑ کو کن انکھیوں سے دیکھیں گے اور کہیں گے کہ آج واپس جانے کی کوئی صورت ہے تاکہ دنیا میں جا کر حضرت علیؑ سے محبت کریں اس وقت اہل ایمان یعنی موالیان اہل بیتؑ کہیں گے کہ خاندان نبوت پر ظلم کرنے والے دائمی عذاب میں رہیں گے۔ (تفسیر قمی)

لہٰذا اس دن ان کا جھکنا انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ وہ ان لوگوں کو ذلیل ورسوا کرنے کے لیے ہو گا انہیں انعام واحسان کا مستحق بنانے کے لیے نہیں ہوگا۔

ایضاح:

اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورہ زمر آیت ۱۵ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔ فراجع

(۴۴) استجیبوا لربکم ... الآیة

کفار ومشرکین کو حق قبول کرنے کی دعوت

خدائے رحمان ورحیم قیامت کے دن کفار ومشرکین کی قابل رحم حالت زار بیان کرنے کے بعد از راہِ لطف وکرم ایک بار پھر انہیں اپنی دعوت پر لبیک کہنے کی دعوت دے رہا ہے کہ ابھی وقت ہے قیامت کا وہ ہولناک دن آنے سے پہلے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا اصلاح احوال کر لو یعنی ایمان لاؤ اور نیک عمل کرو۔ ورنہ یاد رکھو بصورت دیگر نہ تمہارے لیے وہاں کوئی جائے پناہ ہو گی اور نہ اپنے بدعملوں کے انکار کی کوئی گنجائش ہو گی اور نہ ہی

تمہارے بقول کوئی تمہاری حالت زار کو بدلنے کی کوشش کرنے والا اور نہ کوئی اس پر اعتراض کرنے والا ہوگا۔

۴۵) فان اعرضوا ... الآیة

پیغمبر اسلام کو تسلی

اس انداز میں خداوند عالم اپنے حبیب مکرم کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ کی اس قدر مجاہدانہ ومخلصانہ تبلیغ اور شب وروز کی جدوجہد اور سعی وکوشش کے باوجود اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اور برابر روگردانی کی پرانی روش پر قائم ہیں تو آپ ہرگز پریشان نہ ہوں ان کی گمراہی کی آپ سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی کیونکہ آپ ان کے نگہبان و نگران نہیں بلکہ آپ کا فرض صرف تبلیغ کرنا اور کلمۂ حق ان کے گوش گزار کرنا تھا۔ جو آپ نے احسن طریقہ پر اور بڑی خوش اسلوبی سے ادا کر دیا ہے کیونکہ ع

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

مخفی نہ رہے کہ اس قسم ایک آیت قبل ازیں مع تفسیر گزر چکی ہے ملاحظہ ہو سورہ نساء آیت ۸۰ اور سورہ انعام آیت ۱۰۷ وغیرہ وغیرہ۔

۴۶) وانا اذا اذقنا ... الآیة

کم ظرف انسان کی حالت کا بیان

ظاہر ہے کہ یہاں الانسان سے ہر انسان مراد نہیں ہے بلکہ کافر، سفلہ فطرت اور کم ظرف انسان مراد ہے جسے اگر دنیوی مال ومنال یا جاہ وجلال یا کوئی اور کامیابی حاصل ہو جائے تو فخر وناز کرنے لگتا ہے اور پھولا ہوا کپڑوں میں نہیں سماتا اور اگر اس کے ہاتھوں کے کرتوتوں کی پاداش میں کبھی کوئی تکلیف پہنچ جائے تو ناشکرا بن جاتا ہے۔ اور منفی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے مایوس ہو جاتا ہے اور خدا کی عطا کردہ سب نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔ حالانکہ اس دنیا میں صحیح انسان وہ ہے جو ہر حال میں اس کا مناسب ردعمل ظاہر کرے یعنی کوئی اگر مسرت و شادمانی حاصل ہو تو منعم حقیقی کا شکر بجالائے اور اگر کوئی مصیبت نازل ہو تو صبر وضبط سے کام لے۔ واضح رہے کہ اس قسم کی متعدد آیات اس سے پہلے گزر چکی ہیں اور ایک آیت سورہ ہود نمبر ۱۰ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔

۴۷) للہ ملك السموت ... الآیة

اس پوری کائنات کا خالق، مالک اور متصرف صرف خدا ہے

دین کا سنگ بنیاد اسی اساس پر قائم ہے کہ اس پوری علوی وسفلی کائنات کا خالق، مالک اور اس میں متصرف اور اس کا مدبر و منتظم اعلیٰ خداوند عالم ہے۔س کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو ایک انسان کے اندر وہ جذبہ پیدا کرتا ہے جس کا نام عبدیت ہے اور یہی جذبہ آدمی کو شریعت کے مطابق زندگی گزارنے پر آمادہ کرتا ہے اور اس سے کہلواتا ہے کہ ان محیای و مماتی للہ رب العالمین۔

۴۸) یھب لمن یشاء اناثا ... الآیۃ

اولاد دینا اور لڑکی یا لڑکا عطا کرنا صرف خدا کا کام ہے

یہی سابقہ عقیدہ آدمی کو یہ عقیدہ رکھنے پر آمادہ کرتا ہے کہ انسان کو اولاد دینا اور پھر صرف لڑکی دینا یا صرف لڑکا دینا یا دونوں قسموں کو جمع کرنا یا کسی کو بانجھ بنانا خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس نے یہ اختیار کسی نبی وامام یا کسی پیر وفقیر یا کسی دیوی دیوتا کے سپرد نہیں کیا۔

نبیوں اور وصیوں کو بھی وہی اولاد عطا کرتا ہے اور دوسرے عام عوام کو بھی وہی عنایت کرتا ہے۔ بچہ یا بچی جننے میں بھی شوہر یا بیوی کا کوئی اختیار نہیں ہے کہ اولاد نرینہ ہونے پر مرد کو قابل ستائش قرار دیا جائے اور مادینہ اولاد ہونے پر عورت کو مجرم گرادنا جائے جیسا کہ عام جاہل لوگوں میں مرسوم ہے۔

۴۹) وما کان لبشر ... الآیۃ

اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے تین طرح کلام کرتا ہے

قبل ازیں کم ازکم دوبار وحی کے لغوی اور اصطلاحی معنوں کی تشریح وتوضیح کی جاچکی ہے۔ ایک آیت واوحینا الی ام موسیٰ کی تفسیر میں اور دوسرے واوحینا الی النحل کی تشریح میں کہ اس کے لغوی معنی اشارہ خفیہ و سریعہ کے ہیں اور اصطلاح شرع میں اللہ کے اس مخصوص کلام کو وحی کہا جاتا ہے جو اللہ مخصوص طریقوں سے اپنے انبیاء ومرسلین سے کرتا ہے۔ ارشاد قدرت ہے کسی بشر کو یہ مرتبہ حاصل نہیں کہ خدا اس سے کلام کرے مگر تین طرح سے کیونکہ اس دنیا میں کوئی انسان براہ راست خدا سے ہم کلام نہیں ہوسکتا۔

۱۔ وحی کے ذریعہ سے یعنی کسی واسطہ کے بغیر کسی نبی کے دل ودماغ میں کسی بات کا القا کرنا۔

۲۔ من وراء حجاب یعنی پس پردہ کلام ایجاد کرکے نبی ورسول کو سنانا ہے یعنی نبی ورسول کلام سنتے ہیں مگر

متکلم کونہیں دیکھتے جیسے کوہ طور پر موسیٰ سے کلام ہوا یا جیسے شب معراج پیغمبر اسلامؐ سے کلام ہوا۔

۳۔ خدا اپنے کسی فرستادہ فرشتے کو کلام و پیغام دے کر بھیجتا ہے اور وہ جس طرح خدا چاہتا ہے اس کے حکم سے وحی کرتا ہے۔

جیسا کہ خداوند عالم عموماً اسی طریقہ سے اپنے انبیاؑ و مرسلین سے کلام کرتا ہے اور اپنے انبیاء تک کتابیں پہنچاتا ہے اور یہ آخری طریقہ بلکہ دوسرا بھی صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ پہلی قسم کا تعلق دوسری عام مخلوق کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ اوحینا الی ام موسیٰ اور اوحینا الی النحل سے واضح ہے۔

۵۰) و کذلک اوحینا ...الآیة

اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف ایک خاص روح وحی کی

وہ خاص روح کیا ہے؟ پہلے آپ نہ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور اس کے مضامین و مطالب کی تفصیلاً تو تفسیرات کیا ہیں؟ نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے اور اس کے جزئیات و تفصیلات کیا ہیں؟۔ عام مفسرین نے اس روح سے قرآن مجید مراد لیا ہے مگر ہماری معصومی متعدد روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے روح القدس مراد ہے جس کی وضاحت قبل ازیں و ایدناہ بروح القدس کی تفسیر میں کی جا چکی ہے کہ وہ ایک فرشتہ ہے جو مرتبہ و مقام میں جبرائیل و مکائیل سے بھی زیادہ عظیم الشان ہے جو نبی و امام کی ولادت سے لے کر ان کی وفات تک بغرض تائید و تسدید ان کے ہمراہ رہتا ہے۔

کیا انبیاء کو بعثت سے پہلے کتاب و ایمان کا علم ہوتا ہے یا نہ؟

عام مسلمان یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے نبی بھی عام انسانوں کی مانند ہوتے ہیں جنہیں کتاب و ایمان کا کوئی علم نہیں ہوتا تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ کان محمد علی دین قومه الی اربعین سنة کہ چالیس سال تک پیغمبر اسلامؐ اپنی قوم کے دین (کفر) پر تھے (معاذ اللہ)۔ (تفسیر کبیر)

مگر مذہب حق کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء اور ان کے اوصیاء عالم علم لدنی پیدا ہوتے ہیں یعنی جب شکم مادر سے پیدا ہوتے ہیں تو فی الجملہ علم کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ علم قابل اضافہ و ازدیاد ہوتا ہے کہ خداوند عالم ان کے آخری لمحات حیات تک برابر ان کے علم و فضل میں اضافہ کرتا رہتا ہے اور وہ بموجب رب زدنی علما اس اضافہ کا خدا سے مطالبہ بھی کرتے رہتے ہیں۔

اس سے کیا مراد ہے کہ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب وایمان کیا ہے؟

تو اس سلسلہ میں واضح رہے کہ اصل مقصد یہ حقیقت بیان کرنا ہے کہ انبیاء ہوں یا آئمہ علم ان کی اصل حقیقت میں داخل نہیں ہیں اور یہ کہ علم ان کا ذاتی اور بالذات بھی نہیں ہے بلکہ خدا کا عطا کردہ ہے اور ان کی ذات سے خارج ہے۔

بناء بریں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا ان ذوات مقدسہ کو یہ علم کی دولت کب عطا کرتا ہے؟ آیا اس وقت جب یہ معدوم ہوتے ہیں یا جب وہ موجود ہوتے ہیں؟

ظاہر ہے کہ جواب میں دوسری شق ہی اختیار کرنا پڑے گی کیونکہ جو معدوم ہوتا ہے وہ تعلیم و تعلم کے لائق نہیں ہوتا۔ تو بناء بریں تسلیم کرنا پڑے گا کہ خداوند عالم نے عالم ارواح میں پیغمبر اسلام کو پیدا فرمایا اور پھر ان کو علم کتاب وایمان عطا فرمایا۔ لہٰذا خدا فرما سکتا ہے جبکہ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب وایمان کیا ہے میں نے تمہیں یہ علم عطا فرمایا اور وحی روح کا فیضان ہے کہ اب تم یہ جانتے ہو۔ اس لیے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: قد کان فی حال لا یدری ما الکتاب ولا الایمان حتی بعث اللہ الروح التی ذکر فی الکتاب و علمك ما لم تکن تعلیم ۔ (اصول کافی)

اور اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اس موضوع کی دیگر تفصیلات ہماری کتاب اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ کے باب اول میں دیکھی جائیں جہاں اس آیت پر مفصل گفتگو کی گئی ہے۔ و فیما ذکرناہ کفایۃ لمن لہ ادنی درایۃ والحمد للہ رب العالمین۔

۵۱) ولکن جعلناہ ... الآیۃ

ہم اس وحی روح کے فیضان سے جسے چاہتے ہیں راہ راست کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ بھی سیدھے راستے کی راہنمائی کرتے ہیں جو اس اللہ کا راستہ ہے جس کا وہ سب کچھ ہے جو آسمان وزمین میں ہے وہی سب کا مالک اور متصرف ہے۔ اس کا کوئی بھی شریک نہیں ہے۔ لہٰذا جو آپ کی دعوت حق پر لبیک کہے گا وہ فردائے قیامت انبیاء وشہدا وصدیقین اور عباد اللہ الصالحین کے ہمراہ جنت الفردوس میں جائے گا۔ و حسن اولئك رفیقا اور جو اس کے خلاف راہ اختیار کرے گا تو سقر اس کا مقر اور دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا۔

۵۲) الا الی اللہ ... الآیۃ

چونکہ کائنات کا خالق و مالک اللہ ہے لہٰذا سب معاملات کی بازگشت اسی کی طرف ہے اور بندوں کے

تمام معاملات کا انتظام وانصرام اسی سے متعلق ہے اور اس کا ہر فیصلہ نافذ العمل ہوتا ہے۔ لا رادلقضائه ولا مانع من نفاذ امره اور قیامت کے دن بھی سب کی بازگشت اسی عادل حقیقی کی بارگاہ میں ہوگی اور پھر ان سے باز پرس ہوگی اور وہی عادل حقیقی ہر شخص کو اس کے ایمان وکفر اور نیک و بد عمل کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔ و هو احكم الحاكمين۔

بعونه تعالیٰ و حسن توفیقه سورۂ شوریٰ کا ترجمہ وتفسیر بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔ والحمد لله رب العالمين

سورہ زخرف کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ کی آیت ۳۵ میں زخرف کی لفظ موجود ہے جس سے اس سورہ کا نام ماخوذ ہے۔

عہد نزول:

اگر چہ اس سورہ کے نزول کی صحیح تاریخ تو معلوم نہیں ہے مگر اس کے مضامین ومطالب میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ سابقہ سورہ بلکہ سورہ حم السجدہ اور شوریٰ کا مثنی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کفار مکہ پیغمبر اسلامؐ کی شمع حیات کو گل کرنے کے لیے مشورے کر رہے ہیں اور ابلیسی تدبیریں کر رہے ہیں۔ یعنی وسطی دور کے آخر اور آخری دور کے اوائل میں نازل ہوئی ہے۔ واللہ العالم

اس سورہ کے مضامین ومطالب کی اجمالی فہرست

۱۔ اس سورہ میں زیادہ تر عقیدہ توحید پر زور دیا گیا ہے اور عرب جاہلیت کے مشرکانہ اور غلط عقائد پر تنقید کی گئی ہے۔

۲۔ جب تم مانتے ہو کہ زمین وآسمان کا خالق خداوند عالم ہے تو پھر ان عاجز بے وبس اور اندھے وبہرے بتوں کو کیوں خدا مانتے ہو اور ان کی پرستش کیوں کرتے ہو؟

۳۔ کفار کے اس ایراد کا جواب کہ عرب کے دو مشہور شہروں مکہ اور طائف کے کسی بڑے سردار کی بجائے ایک ایسے شخص کو کیوں نبی بنایا گیا جس کے پاس مال وزر نہیں ہے۔

۴۔ کفار کے بہانہ تقدیر کہ ہم تو وہی کرتے ہیں جو خدا چاہتا ہے اور یہ کہ ان کے آباؤ اجداد کا دین شرک ہے کا جواب باصواب

۵۔ قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا تذکرہ۔

۶۔ ملائکہ کی الوہیت اور انبیت کے غلط نظریہ کا ابطال

۷۔ قرآن کی صورت میں خدا نے انسانوں پر جو احسان عظیم فرمایا ہے اس کا تذکرہ۔

۸۔ خدا کی اولاد کی نفی

۹۔ خدا کے اس احسان کا تذکرہ کہ لوگوں کے کفران نعمت کے باوجود اس نے سلسلہ وحی و نبوت جاری رکھا۔

۱۰۔ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا اپنے ہاں بیٹی کی ولادت پر ناک بھوں چڑھانا اور خدا کے لیے بیٹیاں تجویز کرنے کی مذمت۔

۱۱۔ سواری کے جانوروں کا تذکرہ اور سوار ہونے کی دعا کا بیان۔

۱۲۔ جناب خلیلؑ کی ذریت میں پیغام توحید کے کلمہ باقیہ کا برقرار رہنا۔

۱۳۔ دنیا کے مال ومنال کی حقارت کا تذکرہ۔

۱۴۔ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ کے حالات کی طرف اجمالی اشارہ۔

۱۵۔ فرعون کے اپنے اقتدار اور اپنی دولت کو اپنی حقانیت کی دلیل قرار دینے کی رد۔

۱۶۔ پیغمبر اسلام کی تصدیق وتکذیب کرنے والوں کے انجام کا بیان وغیرہ وغیرہ۔

سورہ زخرف کی تلاوت کرنے کی فضیلت

۱۔ حضرت پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ زخرف کی تلاوت کرے گا اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن سے قیامت کے دن کہا جائے گا یا عباد لا خوف علیکم الیوم و لا انتم تحزنون ادخلوا الجنة بغیر حساب۔ اے میرے بندو! آج تمہارے لیے کوئی حزن وملال نہیں ہے تم بلا حساب جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا جو شخص حم الذخرف کی تلاوت کرے گا۔ خدا قبر میں اس کی فشار قبر اور زمین کے کیڑے مکوڑوں سے حفاظت کرے گا یہاں تک کہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گا اس وقت یہ سورہ آئے گی اور خدا کے حکم سے اسے جنت میں داخل کرے گی۔ (ثواب الاعمال)

(سورہ زخرف مکی ہے سوائے آیت واسئل من ارسلنا کے۔ اس کی نواسی آیتیں ہیں اور سات رکوع ہیں)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ وَ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۚ﴿۳﴾ وَ اِنَّہٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ

حَكِيْمٌ ۝۴ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝۵ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝۶ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۷ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۸ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝۹ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝۱۱ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝۱۲ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝۱۳ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝۱۴ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵

ترجمۃ الآیات

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے) حا۔میم (۱) قسم ہے اس واضح کتاب کی (۲) کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تا کہ تم سمجھو (۳) بے شک وہ (قرآن) اصل کتاب (لوح محفوظ) میں جو ہمارے پاس ہے بلند مرتبہ (اور) حکمت والا ہے (۴) کیا ہم محض اس لیے نصیحت سے منہ پھیر لیں کہ تم حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو (۵) اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے ہیں (۶) اور ان کے پاس کوئی نبی نہیں آیا مگر یہ کہ وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے (۷) پھر ہم نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو ان (موجودہ منکرین) سے زیادہ طاقت ور تھے اور پہلے لوگوں کی مثال (حالت) گزر چکی ہے (۸) اور اگر

آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ انہیں اس ہستی نے پیدا کیا ہے جو غالب ہے اور ہمہ دان (۹) وہی جس نے زمین کو تمہارے لیے گہوارہ بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے بنا دیئے تا کہ تم (منزل تک) راہ پاؤ (۱۰) اور جس نے ایک خاص مقدار میں آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس سے مردہ (خشک) زمین کو زندہ کر دیا اسی طرح تم (قبروں سے) نکالے جاؤ گے (۱۱) اور جس نے تمام اقسام کی چیزیں پیدا کیں اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو (۱۲) تا کہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھو اور پھر اپنے پروردگار کی نعمت کو یاد کرو اور کہو پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے لیے مسخر کر دیا اور ہم ایسے نہ تھے کہ ان کو اپنے قابو میں کرتے (۱۳) اور بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں (۱۴) اور ان لوگوں نے خدا کے بندوں میں سے اس کا جزو قرار دیا ہے بے شک انسان کھلا ہوا ناشکرا ہے (۱۵)

تشریح الفاظ

افنضرب عنکم ۔ ضرب عنہ کے معنی روگردانی کرنے اور منہ پھیرنے کے ہوتے ہیں (۲) مثل الاولین۔ مثل کے معنی صفت اور حالت کے ہیں۔ (۳) مھدا ۔ مہد کے مشہور معنی گہوارہ کے ہیں اور پست و نرم زمین کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے (۴) البلدہ اور البلد کے معنی جگہ کے ہیں آباد ہو یا غیر آباد۔ (۵) فانشرنا۔ نشر نشرا و نشورا کے معنی زندہ کرنے کے ہیں۔ (۶) الازواج۔ یہ زوج کی جمع ہے جس کے معنی جوڑا اور قسم کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) حم... الآیة

سورہ بقرہ وغیرہ کے اوائل میں کئی بار اس حقیقت کا اظہار کیا جا چکا ہے کہ یہ حروف مقطعات ان متشابہات میں سے ہیں کہ جن کی حقیقی تاویل کو خدا کے بعد صرف راسخون فی العلم جانتے ہیں۔

۲) والکتاب المبین... الآیة

قرآن کو کتاب مبین کہنے کی وجہ؟

واؤ قسمیہ ہے جس کے معنی ہیں قسم ہے اس واضح کتاب کی۔اس سے قرآن مجید مراد ہے۔مبین کی لفظ جو کہ باب افعال ابان یبین کا اسم فاعل ہے یہ لفظ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتی ہے۔یعنی یہ کتاب اپنے مطالب و معانی کے لحاظ سے بالکل واضح ہے اور حق و باطل اور ہدایت و غوایت وغیرہ کو واضح کرنے والی ہے۔

۳) انا جعلناہ...الایۃ

قرآن کو عربی زبان میں نازل کرنے کا فلسفہ؟

ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنا کر اتارا ہے۔یہ جواب قسم ہے جو اس کے پہلے مخاطبین کی مادری زبان ہے تا کہ انہیں اس کے حقائق و معارف کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

ایضاح:

اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورہ یوسف آیت ۲،سورہ طہٰ آیت ۱۱۳،سورہ حم السجدہ آیت ۱۳ اور سورہ شوریٰ آیت ۷ میں گزر چکی ہے اور انہی مقامات پر قرآن کے عربی زبان میں نازل کرنے کا فلسفہ اور مقصد بڑی تفصیل جمیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔فراجع

۴) وانہ فی ام الکتاب...الآیۃ

قرآن لوح محفوظ میں علی و حکیم ہے

انہ کی ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے اور ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اس کی صراحت موجود ہے کہ **بل هو قرآن مجيد في لوح محفوظ** (سورہ البروج:۲۲) بلکہ وہ قرآن مجید لوح محفوظ میں موجود ہے۔

یہاں قرآن کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ وہ علی یعنی بلند مرتبہ ہے اور دوسری یہ کہ وہ حکیم یعنی حکمت والا ہے۔اگرچہ عربی زبان میں ہے اسی زبان کے حروف و الفاظ سے مرکب ہے مگر الفاظ کی فصاحت اور معانی کی بلاغت اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ آج تک نہ کوئی اس کی مانند کتاب لا سکا ہے اور نہ آئندہ لا سکے گا۔

صاحب تفسیر فصل الخطاب لکھتے ہیں ”یہ دونوں وصف علی اور حکیم عموماً کسی ذی حیات ہستی کے ہوتے ہیں۔الفاظ آیت سے بلا شبہ ذہن مڑتا ہے ایک ایسی ہستی کی طرف جو اسم با مسمیٰ علی ہے اور علم و حکمت کا خزانہ دار

ہونے کی وجہ سے حکیم بھی ہے۔(فصل الخطاب ج۶ ص۵۲۶/۵۲۵)اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے حضرت امیر المؤمنین مراد ہیں اور ام الکتاب سے سورہ فاتحہ مراد ہے جس میں وارد ہے اھدنا الصراط المستقیم۔ جس سے مراد امیر المؤمنین ہیں (تفسیر صافی، بحوالہ معانی الاخبار)

بظاہر پہلی تفسیر تنزیل ہے اور دوسری باطنی تاویل ہے۔ واللہ العالم

''ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے جو اللہ کے پاس ہے لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے اس اصل دین کو ثبت کر رکھا ہے جو اس کو انسانوں سے مطلوب ہے یہی اصل دین مختلف زبانوں میں مختلف زمانوں میں مختلف پیغمبروں پر اترا۔ اور وہ پیغمبر آخر الزمان پر عربی زبان میں اتارا گیا۔ اب عربی قرآن ہی موجودہ دنیا میں اصل دین خداوندی کا نمائندہ ہے۔ حاملین قرآن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کو ہر زبان میں منتقل کر کے اسے تمام قوموں تک پہنچائیں تا کہ اس دین کو جس طرح عربوں نے سمجھا اسی طرح دوسرے لوگ بھی اس کو سمجھ سکیں'' (تذکیر القرآن)

۵) افنضرب عنکم الذکر ... الآیۃ

یہ استفہام انکاری ہے؟

کیا ہم محض اس بنا پر کہ تم حد سے تجاوز کرنے والی ایک قوم ہو تم سے روگردانی کر لیں اور نصیحت نامہ یا درس نصیحت یعنی قرآن مجید بھیجنا بند کر دیں؟ اور تمہارے ناشکرے پن کی وجہ سے ہم تمہاری ہدایت اور اصلاح احوال سے دست بردار ہو جائیں؟ اور تم پر حجت تمام نہ کریں؟ حالانکہ ہم نے تذکیر و نصیحت کے لیے اتمام حجت کے لیے اور بات کو اس کے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے ہیں۔

۶) وما یاتیھم من نبی ... الایۃ

ہر دور میں عام لوگ انبیاء کا مذاق اڑاتے رہے ہیں

پیغمبر اسلامؐ کے اعلان نبوت سے لے کر ان آیتوں کے نزول تک پیغمبر اسلامؐ پر جو گزری اور کفار مکہ و مشرکین عرب نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اس کے پیش نظر رحمۃً للعالمین کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ کی جاہل قوم جو سلوک آپ کے ساتھ کر رہی ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ہم نے آپ سے پہلی قوموں کی طرف جس قدر رسول بھیجے ان کے ساتھ یہی سلوک روا رکھا گیا اور نہ صرف یہ کہ ان کا مذاق اڑایا گیا بلکہ ان کو قید و بند میں رکھا گیا اور ان کو قتل کیا گیا لیکن نہ ہم نے یہ سلسلہ بند کیا نہ انبیاء نے اپنا فریضہ ترک کیا اور نہ ہی لوگوں نے

اپنا رویہ تبدیل کیا۔ بلکہ وہ اپنا کام کرتے رہے اور یہ اپنا کام کرتے رہے۔ انجام کار نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا کہ جو اپنی غلط روش سے باز نہ آئے اور انبیاء کا مذاق اڑانے اور ان کو اذیت پہنچانے سے نہ رکے ہم نے انہیں تہس نہس کر کے نشان عبرت بنا دیا۔ حالانکہ وہ لوگ آپ کی قوم کے ناہنجاروں سے زیادہ طاقت ور اور زیادہ قوی تھے۔ ان لوگوں کے تذکرے قرآن مجید میں جابجا مذکور ہیں۔

۷) ولئن سالتھم ... الآیۃ

اگر ان سے پوچھو کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ تو ضرور کہیں گے اللہ نے!!

اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورہ عنکبوت آیت ۶۱، سورہ لقمان آیت ۲۵، سورہ زمر آیت ۳۷ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔ فراجع

تعجب اس بات پر ہے کہ وہ لوگ سب کچھ تسلیم کرنے کے باوجود پرستش بتوں کی کرتے اور مشکل وقت میں انہی کو پکارتے تھے۔

۸) الذی جعل لکم الارض ... الآیۃ

یعنی زمین کا خالق وہی ہے جس نے زمین کو گہوارہ اور فرش بنایا، اس میں راستے بنائے۔ آسمان سے مناسب مقدار میں بارش برسائی اور اس سے مردہ زمین یعنی بنجر زمین کو زندہ کیا کہ فصل سے سرسبز وشاداب ہوگئی۔ اسی طرح قیامت کے دن تم قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے۔ اس قسم کی بعض آیات قبل ازیں متعدد مقامات پر مع تفسیر گزر چکی ہیں جیسے سورہ انعام آیت ۹۹، سورہ رعد آیت ۳، سورہ طٰہٰ آیت ۵۳، ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۹) والذی خلق الازواج ... الآیۃ

اللہ نے تمام اقسام کی چیزیں پیدا فرمائیں

مختلف مخلوقات جیسے حیوانات، نباتات اور جمادات کے مختلف انواع واصناف بھی مراد ہو سکتے ہیں اور مختلف قسم کی گونا گون چیزیں بھی جو ذائقہ میں شیریں اور ترش وغیرہ اور رنگ و بو کے اعتبار سے سفید اور سیاہ۔ کوئی جاندار اور کوئی بے جان کوئی نر اور کوئی مادہ وغیرہ وغیرہ۔ جن میں انسان کی سواری کے لیے بھی بحری و بری سواری

اور بار برداری کے لیے کشتیاں، بحری جہاز اور گھوڑے گدھے خچر اور ہوائی جہاز وغیرہ پیدا فرمائے اور پھر یہ حکم بھی دیا کہ جب ان پر سوار ہو تو ان الفاظ میں دعا کرو اور خدا کا شکرادا کرو۔ سبحان الذی سخر لنا هذا و ما کنا له مقرنین و انا الی ربنا لمنقلبون۔

حضرت امیر المؤمنین سے ایسے موقع پر یہ دعا پڑھنا منقول ہے۔ اللهم انی اعوذ بك من السفر و كآبة المنقلب و سوء المنظر فی الاهل والمال اللهم انت الصاحب فی السفر وانت الخليفة فی الاهل و لا يجمعهما غيرك لان المستخلف لا يكون مستصحباً والمستصحب لا يكون مستخلفا (نہج البلاغہ)

اس دعا کا پہلا حصہ حضرت رسول خدا سے اور اس کا تتمہ حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے اس قسم کی بعض آیات قبل ازیں مختلف مقامات پر مع تفسیر گزر چکی ہیں جیسے سورہ ابراہیم آیت ۳۲، سورہ نحل آیت ۷ وغیرہ وغیرہ۔

۱۰) وجعلوا من عبادہ... الآیۃ

مشرک لوگ اللہ کا جزو یعنی اولاد قرار دیتے ہیں

جیسے یہودی حضرت عزیرؑ کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا اور فرشتوں کو اس کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کے بندے اور اس ی مخلوق ہیں اس کے مولود نہیں ہیں کیونکہ وہ لم یلد و لم یولد کا مصداق ہے۔ و لم یکن له كفواً احد کیونکہ اولاد والدین کا جزو ہوتی ہے۔ خدا مرکب نہ ہونے کی وجہ سے قابل تقسیم نہیں ہے علاوہ اگر اس کی اولاد ہوگی تو وہ حادث ہوگی جبکہ خدا قدیم ہے اور کوئی حادث قدیم کا جز نہیں ہوسکتا۔

الغرض خدا کے لیے اولاد کا قائل ہونا شرک ذاتی کے زمرہ میں آتا ہے اسی طرح صوفیہ کا فاسد نظریہ واحدۃ لوجود بھی اسی شرک ذاتی میں داخل ہے جو کائنات کی تمام چیزوں کو خدا کے اجزاء قرار دیتا ہے۔ اس قسم کے تمام عقائد بالکل بے بنیاد ہیں۔ اور باطل ہیں

آیات القرآن

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۝۱۶ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝۱۷ اَوَمَنْ

يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ۝۱۸ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ۝۱۹ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝۲۰ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝۲۱ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۲۲ وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝۲۳ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝۲۴ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۲۵

ترجمۃ الآیات

کیا خدا نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لیے بیٹیاں منتخب کی ہیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا؟ (۱۶) اور جب ان میں سے کسی کو اس (بیٹی) کی بشارت دی جاتی ہے جسے وہ خدا کی صفت قرار دیتا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور اس کا دل غم سے بھر جاتا ہے (۱۷) کیا (خدا کے لیے وہ ہے) جو زیوروں میں پرورش پائے اور بحث و تکرار میں اپنا مدعا واضح نہ کر سکے؟ (۱۸) اور انہوں نے فرشتوں کو جو خدائے رحمن کے خاص بندے ہیں عورتیں قرار دے رکھا ہے کیا وہ ان کی پیدائش (اور جسمانی ساخت) کے وقت موجود تھے کہ ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے باز پرس کی جائے گی (۱۹) اور وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان (بتوں) کی عبادت نہ کرتے انہیں اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ وہ محض اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں (۲۰) کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جسے وہ مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں (۲۱) بلکہ وہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر دیکھا

ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر راہ یاب ہیں (۲۲) اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہاں آسودہ حال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا اور ہم تو انہی کے نقوش پا کی پیروی کر رہے ہیں (۲۳) اس (نذیر) نے کہا اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے زیادہ ہدایت بخش طریقہ لے کر آیا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ تم جس (دین) کے ساتھ بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں (۲۴) سو ہم نے ان سے انتقام لیا تو دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ (۲۵)

تشریح الفاظ

(۱) اصفا کم اصفا یصفی اصفاء ۔ جب اس کا صلہ با ہو جیسے اصفی فلاں بکذا تو اس کے معنی مخصوص کرنے کے ہوتے ہیں۔ (۲) کظیم و مکظوم ۔ کے معنی مصیبت زدہ اور غم سے بھرا ہوا کے ہیں۔ (۳) الخصام ۔ کے معنی بحث و مباحثہ اور جھگڑے کے ہیں (۴) یخرصون ۔ خرص کے معنی جھوٹ بولنے، قیاس کرنے اور تخمینہ لگانے اور اٹکل پچو بات کرنے کے ہیں (۵) مترفون کے معنی آسودگی اور خوشحالی کے ہیں۔

تفسیر الآیات

(۱) ام اتخذ... الایۃ

خدا کی کوئی بیٹی یا بیٹا نہیں ہے

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب خدا بیٹیوں اور بیٹوں دونوں سے منزہ و مبرا ہے تو پھر وہاں مشرکین کے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دینے پر اس قدر ناراض کیوں ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک خدا اولاد ذکور و اناث ہر دو سے مبرا ہے وہ یہاں ان لوگوں کے نا معقول رویہ اور ان کی اس بندر بانٹ پر ان کی سرزنش کر رہا ہے کہ جو چیز یعنی بیٹیاں انہیں پسند نہیں ہیں وہ خدا کے لیے کیوں تجویز کرتے ہیں؟ اگر خدا کے لیے اولاد کا قائل ہونا ہی تھا تو پھر اس کے لیے وہی اولاد نرینہ تجویز کرتے جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔ ان ھذا الا قسمۃ ضیزی۔ یہ تو بڑی غیر عادلانہ بلکہ بڑی ظالمانہ تقسیم ہے۔

۱۲) و اذا بشر أحدهم ... الآية

یہ لوگ خدا کے لیے تو بیٹیاں تجویز کرتے ہیں مگر اپنی حالت یہ ہے کہ اگر انہیں اپنے ہاں لڑکی کی ولادت کی اطلاع مل جائے تو چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے، دل غم واندوہ سے بھر جاتا ہے اور شرم کے مارے لوگوں سے منہ چھپاتے پھرتے ہیں اور بیوی پر اس قدر ناراضی ہے کہ گھر میں قدم نہیں رکھتے گویا کہ بیوی نے خود بچی بنائی ہے۔ خدا نے نہیں دی ہے؟ بالکل یہی آیت سورہ نحل آیت ۵۰ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔

۱۳) أومن ینشأ ... الآیة

عورت کی دو صنفی خصوصیات

اور یہاں بڑے اختصار کے ساتھ عورت کی دو صنفی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ وہ زیوروں میں پروان چڑھی ہے اس لیے وہ آرائش پسند اور نازک طبع ہے۔

۲۔ اور دوسرا یہ کہ وہ بحث وتکرار کے وقت اپنا مدعا پوری طرح دلیل و برہان سے واضح نہیں کر سکتی۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ بعض عورتیں مردوں پر بھی گوئے سبقت لے جاتی ہیں مگر حکم اکثریت پر لگایا جاتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے گھر کا اندرونی کام عورت کے ذمہ اور بیرونی کام مرد کے ذمہ لگایا ہے۔

عورت کے لیے زیور پہننا اور آرائش کرنا جائز ہے

مخفی نہ رہے کہ اس آیت مبارکہ سے عورتوں کے لیے زیورات کے استعمال کا جواز ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ خداوند عالم نے عورت کو زیورات میں پرورش پانے والی قرار دیا ہے۔ احادیث اور اسلامی فقہ سے بھی اس کا جواز واضح ہوتا ہے چنانچہ اس مضمون کی روایات میں وارد ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے ایک ہاتھ میں ریشم اور دوسرے ہاتھ میں سونا لے کر فرمایا یہ دونوں چیزیں بطور لباس میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہیں۔ (الوافی، الوسائل، البحار وغیرہ)

اس کا صاف وصریح مفہوم یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں آپ کی امت کی عورتوں کے لیے حلال ہیں۔

دوسرے معاملات کی طرح اس معاملہ میں بھی میانہ روی ضروری ہے

اسلام چونکہ ہر معاملہ میں اعتدال کا علمبردار ہے تو یہاں بھی اس نے اسی روش کے اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے جہاں تفریط ممنوع قرار دی ہے کہ عورت اپنے شوہر کے لیے بھی کوئی زینت نہ کرے۔

ہاں اس افراط کو بھی مستحسن قرار نہیں دیا کہ عورت اپنی آرائش جمال میں اس طرح منہمک ہو جائے کہ نسوانی حیثیت یعنی ایک بیٹی، بیوی اور ماں ہونے کے ناطے سے خلق و خالق کے جو فرائض ان کے ذمے ہیں ان کی ادائیگی میں خلل پڑ جائے۔

اس ساری گفتگو کا ماحصل یہ ہوا کہ جس (عورت) کی یہ حیثیت ہے اسے تو یہ لوگ خدا کے لیے قرار دیتے ہیں اور بیٹے اپنے لیے مخصوص کرتے ہیں۔

۱۴) وجعلوا الملائکة...الآیة

فرشتے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں

ارشاد قدرت ہے بل عباد مکرمون لا یسبقو نه بالقول و هم بأمره یعملون۔ کہ فرشتے ایسے مکرم بندے ہیں جو کسی بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے (بلکہ) وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں مگر یہ مشرکین ان کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ اسی بناء پر ان لوگوں نے اپنے بت عورتوں کی شکل میں بنا رکھے تھے اور یہی ان کی وہ دیویاں تھیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور وہ ان سے دعائیں مانگتے تھے اور ان کے آگے مراسم بندگی بجالاتے تھے۔

بہرحال خداوند عالم ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ آیا یہ لوگ فرشتوں کی پیدائش اور ان کے جسم کی ساخت بناتے وقت موجود تھے اور انہوں نے بچشم خود مشاہدہ کیا ہے کہ وہ عورتیں ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ان کی شہادت قلم بند کر لی جائے گی اور قیامت کے دن ان سے اس کی باز پرس کی جائے گی ایسی ہی ایک آیت سورہ صافات آیت ۱۵۰ ام خلقنا الملائکة اناثا و هم شاهدون کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اور یہ لوگ وہاں موجود تھے؟ یعنی ہرگز ایسا نہیں ہے اور یہ بات بالکل غلط ہے۔

۱۵) وقالوا لو شاء...الآیة

گمراہ اور غلط کار لوگوں کا ہمیشہ سے یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ اپنی غلط کاریوں پر تقدیر سے استدلال کرتے ہیں!!

وہ جب کوئی غلط کام و اقدام کرتے ہیں اور اسے کر گزرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اگر ہم غلطی پر ہوتے اور ہمارا کام درست نہ ہوتا تو ہم کبھی اس کے کرنے میں کامیاب نہ ہوتے اس لیے ہم نے جو کام کیا وہ صحیح ہے اور اللہ

یہی چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے دنیا چونکہ دارالامتحان ہے اس لیے انسان اس میں جو صحیح یا غلط کام کرنا چاہے اسے اس کے مواقع میسر آجاتے ہیں کیونکہ امتحان کی آزادی ہے۔ مگر آخرت میں چونکہ امتحان کی مدت ختم ہو جائے گی اس لیے وہاں یہ مواقع باقی نہیں رہیں گے۔ لہٰذا ان لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ اگر خدا نہ چاہتا تو ہم بتوں کی پرستش نہ کرتے۔ لہٰذا جو کچھ ہو رہا ہے وہ خدا کی مرضی سے ہو رہا ہے تو اگر ان لوگوں کی اس بات میں کوئی وزن ہو تو پھر دنیا میں کفر و شرک کے علاوہ بھی بہت کچھ ہو رہا ہے جیسے قتل و غارت، زناکاری اور شراب خوری وغیرہ تو کوئی صحیح الدماغ آدمی یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ چونکہ یہ کام ہو رہے ہیں لہٰذا یہ سب کچھ اللہ کی مشیت سے ہو رہا ہے اگر اللہ نہ چاہتا تو لوگ یہ جرائم نہ کرتے۔ بہرحال ان مشرکین کا یہ استدلال نظام جبر پر مبنی ہے۔ جسے خدائے علیم و حکیم نے ان کی جہالت کا نتیجہ قرار دیا ہے حالانکہ صحیح اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ **لا جبر ولا تفویض بل الامر بین الامرین** مگر جمہور اہل اسلام انسانی افعال کو مخلوق خدا قرار دیتے ہیں اس طرح تو خدا کی مشیت ہی انسانی افعال و اعمال کا ذمہ دار قرار پاتی ہے اور یہ نظریہ قرآن و سنت کی تصریحات اور عقلی مسلمات کے سراسر خلاف ہے۔ واللہ العالم۔ ان ھم الا یخرضون۔

واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں مع تفسیر سورہ انعام آیت ۱۴۸، سیقول الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما اشرکنا و لا آباؤنا ولا حرمنا من شیءٍ کذلک کذب الذین من قبلھم حتی ذاقوا بأسنا قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون الا الظن و ان انتم الا تخرصون میں گزر چکی ہے۔ فراجع

۱۶) ام اتیناھم ... الآیۃ

یعنی ان لوگوں کے پاس اس باطل نظریہ کے جواز پر کوئی عقلی و شرعی جواز اور کوئی عقلی و نقلی دلیل و برہان موجود نہیں ہے۔

۱۷) بل قالوا انا ... الآیۃ

ہمیشہ باطل پرستوں نے انبیاء کے دین کا مقابلہ اپنے آبائی دین سے کیا ہے!

قرآن شاہد ہے اور ادیانِ عالم کی تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور میں جب بھی کوئی پیغمبر خدا کی طرف سے دین حق لے کر آیا ہے اور لوگوں کو اس کی طرف بلایا تو کفار و مشرکین اور بالخصوص ان کے مراعات یافتہ اور آسودہ حال لوگوں نے ہمیشہ ان کے دین حق کے مقابلہ میں اپنے آبائی دین کو پیش کیا۔ کفار و مشرکین اپنے

آباواجداد کو اکابر اور انبیاء کو ساحر سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے یہ کبھی گوارا نہ کیا کہ اکابر کے دین کو چھوڑ کر اصاغر کے دین کو اختیار کریں۔ اگرچہ داعیان حق نے سمجھانے کی کوشش کی کہ اگرچہ ہم تمہارے آباواجداد کے دین سے زیادہ ہدایت بخش دین بھی لائے ہوں۔ تب بھی تم انہی کے دین پر جمے رہو گے مگر ان بدبختوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ جو دین و پیغام تم دے کر بھیجے گئے ہو۔ ہم اس کے منکر ہیں ان لوگوں کی روش ورفتار کی وجہ سے ان پر وہ عذاب آیا اور انہیں نشان عبرت بنادیا جس کا انہیں وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ ان کے خیال کے مطابق ان اصاغر کی تکذیب کی وجہ سے آسکتا ہے۔

آیات القرآن

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَوْلَاۤ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ وقت یاد کرو جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ (تایا) اور اپنی قوم سے کہا میں ان سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو (۲۶) مگر وہ جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی میری راہنمائی کرے گا (میں صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں) (۲۷) اور وہ (ابراہیمؑ) اسی (عقیدۂ توحید) کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ قرار دے گئے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں (۲۸) اور (باوجود ان کی خلاف ورزی کرنے کے) میں ان کو اور ان کے باپ دادا کو دنیا کے ساز و سامان سے بہرہ مند کرتا رہا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے والا رسول آ گیا (۲۹) اور جب انکے پاس حق آ گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں (۳۰) اور وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن دو (مشہور) بستیوں (مکہ و طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ (۳۱) کیا یہ لوگ آپ کے پروردگار کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ (حالانکہ) دنیاوی زندگی میں ان کے درمیان ان کی روزی ہم نے تقسیم کر دی ہے اور ہم نے بعض کو بعض پر کئی درجے فوقیت دی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں اور آپ کے پروردگار کی رحمت اس مال و دولت سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں (۳۲) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ہم خدائے رحمٰن کا انکار کرئے والوں کے مکانوں کی چھتیں اور سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں (۳۳) اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں سب چاندی اور سونے کے بنوا دیتے (۳۴) اور یہ سب کچھ دنیاوی زندگی کا ساز و سامان ہے اور تمہارے پروردگار کے ہاں آخرت تو متقیوں کے لیے ہے (۳۵)

تشریح الالفاظ

(۱) براءٌ مصدر ہے جن کے معنی بیزار ہونے کے ہیں جس کا واحد، تثنیہ اور مذکر، مونث سب پر اطلاق ہوتا ہے۔ (۲) عقبہ۔ عقب کے معنی بیٹے اور پوتے کے ہوتے ہیں۔ (۳) سخریا سخر کے معنی کسی سے بیگار لینے کے ہیں۔ (۴) سررا ً۔ یہ سریر کی جمع ہے جس کے معنی تخت کے ہیں اور زیادہ تر یہ تخت شاہی کے معنوں میں

استعمال ہوتا ہے۔(۵) معارج ۔ یہ معراج کی جمع ہے جس کے معنی سیڑھی اور چڑھنے کی جگہ کے ہیں۔(۶) زخرف کے معنی سونے اور کسی چیز کی خوبصورتی کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۸) واذ قال ... الآیة

وہ مقامات جہاں دعوت ابراہیمی کا تذکرہ موجود ہے

حضرت ابراہیمؑ جس عقیدہ وعمل کے علمبردار تھے اس کا مرکزی نقطہ عقیدہ توحید اور اس کی عبادت ہے۔ جو چند الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ ان کی عظیم زندگی کی تمام جدوجہد اور کدوکاوش کا خلاصہ ہے جس کا آغاز انہوں نے اپنے تایا آزر اور اپنی قوم سے کیا تھا جس کا تذکرہ قرآن مجید کے مختلف مقامات پر موجود ہے۔ جیسے سورہ انعام آیت ۷۴، سورہ مریم آیت ۶۲، سورہ انبیاء آیت ۵۲، سورہ شعراء آیت ۷۰ اور سورہ صافات آیت ۸۵ وغیرہ وغیرہ۔

اور یہاں بھی آپ نے اپنے اسی نظریہ کا دلیل کے ساتھ اعلان کیا ہے کہ میں تمہارے مشرکانہ طرز عمل سے بیزار ہوں اور میں اس کی عبادت کرتا ہوں جو میرا خالق ہے اور جو ہر معاملہ میں میرا بڑا ہادی اور راہنما ہے اور ظاہر ہے کہ ان دوصفتوں کا حامل صرف رب العالمین ہے جو واحد و یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

۱۹)۔ وجعلها کلمة ... الآیة

اس نے یہ کلمہ اپنے پیچھے اولاد میں چھوڑا

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ کس نے کیا چھوڑا اور کس میں چھوڑا؟ یعنی "جعل" کا فاعل کون ہے اور جعلنها میں ھا کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ مشہور یہ ہے کہ جعل کا فاعل جناب ابراہیمؑ ھا کی ضمیر کا مرجع یہی کلمہ توحید ہے کہ جناب ابراہیمؑ اسی عقیدہ توحید کو کلمۂ باقیہ کے طور پر اپنی اولاد اور اولاد در اولاد میں چھوڑ گئے یعنی اپنی اولاد کو موحد وخدا پرست بن کر رہنے کی تاکیدی وصیت کر گئے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۱۳۱ میں ہے۔ **ووصی بها ابراهيم بنيه و يعقوب يا بنی ان الله اصطفی لکم الدين فلا تموتن الا وانتم مسلمون** اور اسی (طریقہ وعقیدہ) کی جناب ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو وصیت کی اور یعقوبؑ نے بھی کہ اے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے دین (اسلام) کو پسند کیا ہے تم ہرگز نہ مرنا مگر سچا مسلمان بن کر۔

ایضاح:

اس واقعہ سے جہاں وصیت کرنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے وہاں اس سے یہ بات بھی اجاگر ہوتی ہے کہ اولاد کو صحیح راستہ پر چلانے کی فکر کرنا انسان کے شرعی فرائض میں شامل ہے۔ مگر بعض مفسرین نے جعل کا فاعل خداوند عالم کو قرار دیا ہے کہ اللہ نے اس عقیدۂ توحید کو جناب ابراہیمؑ کی اولاد میں کلمہ باقیہ قرار دیا۔ **لعلھم** تاکہ اس کی طرف رجوع کریں۔

بہر حال مذکورہ بالا بیان سے واضح وعیاں ہے کہ یہاں اس کلمہ باقیہ سے مراد کلمہ توحید ہے جیسا کہ عامہ و خاصہ مفسرین نے اس کی تفسیر کی ہے مگر ایک حدیث میں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کلمہ باقیہ سے منصب امامت مراد لیا گیا ہے جو قیامت تک نسل خلیل میں باقی رہے گا۔ (مجمع البیان) جس کا مطلب یہ ہے کہ اس خاندان کی کوئی نہ کوئی فرد فرید آخر زمانہ تک باقی رہے گی۔ اسی طرح تفسیر قمی میں **لعلھم یرجعون** کا مفہوم زمانہ رجعت میں آئمہ معصومین علیہم السلام کا دوبارہ واپس آنا مراد لیا گیا ہے۔ واللہ العالم

۲۰) بل متعت ھؤلاء ... الآیۃ

ھؤلاء کا اشارہ مشرکین قریش کی طرف ہے جو ذریت ابراہیمؑ میں سے تھے اور حق سے قرآن مجید اور رسول مبین سے پیغمبر اسلامؐ مراد ہیں یعنی اگرچہ قوم قریش کے سرکشوں نے اپنے دادا ابراہیمؑ کی وصیت سے رو گردانی کی اور کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے ان کے اس اعراض و روگردانی کرنے اور کفر و شرک کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کو ہلاک و برباد کر دیا جاتا مگر ہم نے اپنی رحمت رحمانیہ سے ان کو اور ان کے باپ دادا کو مہلت بھی دی اور دنیا کے ساز و سامان سے بہرہ مند بھی کیا لیکن جب مدت مدید کے بعد نور قرآن جلوہ گر ہوا اور پیغمبر اسلامؐ کی تشریف آوری سے دنیا بقعۂ نور بنی تو بجائے اس کے کہ وہ اس شمع ہدایت سے فیض حاصل کرتے اور اپنی دنیا و آخرت کو سنوارتے الٹا قرآن کو جادو اور پیغمبر کو جادوگر اور مجنون کہہ کر ان کا انکار کر دیا۔ ع

واہ رے بد نصیبی کہ ٹوٹی کہاں کمند؟

۲۱) وقالوا لولا نزل ... الآیۃ

کفار مکہ کا پیغمبر اسلامؐ پر اعتراض اور اس کا جواب

کوئی بشر و انسان تو نبی ہو ہی نہیں سکتا بلکہ اس منصب پر کوئی فرشتہ ہی فائز ہو سکتا ہے اب جبکہ پیغمبر اسلامؐ اس بلند منصب پر فائز ہوئے تو ان منکرین نے اپنے انکار کے لیے ایک اور بہانہ تراش لیا۔ کہنے لگے کہ اگر

خدا نے کسی انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجنا تھا تو جزیرہ عرب کے دو بڑے شہروں یعنی مکہ و طائف کے کسی بڑے سردار اور سرمایہ دار کو رسول بنا کر بھیجتا۔ یتیم عبداللہ کو کیوں منتخب کیا۔ کیونکہ ان لوگوں کی نگاہ میں معیار فضیلت مال و دولت کی کثرت و فراوانی تھی اس لیے پیغمبر اسلامؐ ان لوگوں کو معمولی انسان نظر آتے کہ ان کا دامن حطام دنیا سے خالی تھا اور پیغمبر اسلامؐ کی عظمت کو سمجھنے والی اور ان کے تابناک مستقبل کو دیکھنے والی آنکھ جس کی ضرورت تھی وہ نگاہ ان لوگوں کو حاصل نہ تھی۔

بہر حال خداوند عالم نے ان لوگوں کے اس غیر معقول اعتراض کا بڑے مدلل اور معقول طریقے پر جواب دیا کہ اے میرے حبیب! نبوت تمہارے پروردگار کی خاص رحمت ہے تو اس رحمت کا تقسیم کرنے والا میں خدا ہوں یا یہ مشرک لوگ؟ جب ان کی دنیاوی روزی میں تقسیم کرتا ہوں اور ان کا رزق میں مقرر کرتا ہوں۔ رزق کشادہ میں کرتا ہوں اور تنگ میں کرتا ہوں۔ الغرض لوگوں کو شاہ و گدا میں بناتا ہوں اور دنیوی مال کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت دیتا ہوں تاکہ لوگ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں اور کام کرا سکیں اور نظام دنیا برقرار رہے کیونکہ جس دن سب لوگ مالی طور پر برابر ہو جائیں گے تو اس دن دنیا برباد ہو جائے گی یہ بات قانون قدرت اور آئین فطرت کے خلاف ہے چونکہ یہ لوگ دنیاوی روزی تقسیم نہیں کر سکتے تو نبوت و رسالت کے تقسیم کرنے والے یہ کہاں سے آ گئے؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر یہ تقسیم تم سے متعلق ہوتی تو تم اس منصب کے اہل کے لیے مال و دولت کی کثرت کو دیکھتے لیکن جب یہ تقسیم میرے قبضہ قدرت میں ہے تو میرے نزدیک معیار فضیلت مال و دولت نہیں بلکہ ایمان و عمل یعنی تقویٰ اور علم و فضل اور جسمانی قوت و طاقت ہے۔ وبس

یہ کہنا غلط ہے کہ رزق خدا کا ہے مگر تقسیم مولا علیؑ کرتے ہیں

منبر و محراب پر جاہلوں اور نا اہلوں کے قبضہ کی وجہ سے جو بہت سے غلط عقائد اور نظریات عام لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہو چکے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رزق خدا کا ہے مگر تقسیم مولا علی کرتے ہیں یہ وہ باطل نظریہ ہے کہ جس کی تائید نہ قرآن سے ہوتی ہے اور نہ کسی معصوم کے فرمان سے۔ ہاں البتہ اس کی تردید ضرور ہوتی ہے جن میں سے ایک یہی آیت ہے جس میں خداوند عالم فرما رہا ہے کہ لوگوں کی روزی میں تقسیم کرتا ہوں اور معصوم نے تقسیم کے معنی تقدیر کے کیے ہیں کہ روزی خدا مقرر کرتا ہے (مجمع البیان و تفسیر صافی وغیرہ)

کیونکہ خدا کے خزانے دنیا کے بادشاہوں کی مانند تو نہیں ہیں کہ جس سے کسی خاص پیمانہ سے روزی تقسیم کی جائے اور نہ ہی دنیاوی حکومتوں کی طرح اس کے بنک ہیں جن سے روپیہ نکلوا کر مستحقین میں تقسیم کیا جائے؟ اور حضرت

امیر علیہ السلام خود فرماتے ہیں۔

رضینا قسمة الجبار فینا
لنا علم و للا عداء مال
فان المال یفنی عن قریب
وان العلم یبقی لا یزال

(دیوان حضرت علیؑ)

فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کی عادلانہ تقسیم پر راضی ہیں کہ جس نے ہمیں دولت علم سے نوازا ہے اور ہمارے دشمنوں کو مال و دولت دی ہے کیونکہ مال عنقریب فنا ہو جائے گا۔ مگر علم باقی رہنے والی چیز ہے جسے زوال نہیں ہے۔

اور لطف بالائے لطف یہ ہے کہ اس مسئلہ پر پبلک سے نعرے لگواتے ہیں ان کا اپنا عمل یہ ہے کہ مجلس پڑھنے سے پہلے جب تک بانی سے مک مکا اور چک چکا نہیں کر لیتے تب تک مجلس نہیں پڑھتے۔ کیا ان کے قول و فعل کا یہ تضاد ان کے جھوٹے ہونے کے لیے اور پبلک کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں ہے؟ مگر آہ ما اکثر العبر واقل الاعتبار؟؟

۲۲) ولولا ان یکون الناس ... الآیة

عام لوگوں کے ایک پرانے خیال کا ابطال

تاریخ عالم کے اوراق گواہ ہیں کہ ہمیشہ ہر دور کے نہ صرف عوام بلکہ بعض خواص خاص کا بھی یہ نظریہ رہا ہے کہ دنیا میں بدنی صحت و سلامتی، اولاد؛ جائیداد کی کثرت، مال و منال کی فراوانی اور جاہ و جلال کی جاودانی کسی کے محبوب خدا ہونے اور اس کے دین و مذہب کے پسندیدہ ہونے کی دلیل ہے جبکہ اس کے برعکس ان چیزوں کا فقدان ایسے لوگوں کے خدا کی نگاہ میں مبغوض اور ان کے دین و مذہب کے ناپسندیدہ ہونے کی علامت ہے۔ ارشاد قدرت ہے کہ اگر یہ اندیشہ دامنگیر نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی باطل طریقہ و مسلک پر اکٹھے نہ ہو جائیں تو یہ مادی چیزیں اس قدر نگاہ قدرت میں حقیر ہیں کہ وہ اپنے منکرین کو دولت کے اتنے ڈھیر عطا کرتا کہ ان کے مکانوں کی چھتیں، ان کی سیڑھیاں ان کے دروازے اور ان کے تخت سب سونے چاندی کے ہوتے۔ اور ان کے ہاں دولت دنیا کی اس قدر ریل پیل ہوتی اور ان کے دنیا کے جاہ و جلال اور ساز و سامان میں وہ فروانی اور وہ چمک دمک ہوتی کہ یہ منظر دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ مگر ہم نے ایسا نہیں کیا تا کہ عام لوگ یہ

مناظر دیکھ کر کافر نہ ہو جائیں اور ان گمراہوں کو ہدایت یافتہ سمجھ کر گمراہ نہ ہو جائیں۔ اور یہ نہ سمجھنے لگ جائیں کہ کفر ہی دنیا کے آرام و اطمینان اور اس کی خوشحالی کا ضامن ہے۔ اس طرح سب لوگ کافر ہو جاتے اور کوئی ایمان کی راہ اختیار نہ کرتا اس لیے حکمت الٰہی نے چاہا کہ دنیا میں کفار و مشرکین بھی کبھی پریشان حال نظر آئیں اور مومنین خوشحال تا کہ کفر و شرک کو یقینی آسودہ حالی کا باعث نہ سمجھا جائے۔ بلکہ اہل دنیا کو یہ خیال رہے کہ دنیاوی نعمتیں اور آسائشیں عطا کرنے والا خداوند عالم ہے۔ لہٰذا یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کافر ہے وہ ضرور خوشحال ہوگا اور جو مومن ہے وہ ضرور بدحال ہوگا۔ اسی مصلحت کے تحت خدائے علیم و حکیم نے بعض اہل ایمان کو سرمایہ دار اور بعض کفار کو غریب و نادار بنایا۔ اور کبھی اس کے برعکس اور پھر امر و نہی اور صبر و رضا سے ان کا امتحان لیا۔ (تفسیر قمی، مجمع البیان، وصافی وغیرہ، عن الصادق علیہ السلام)

بہرحال یہ سب کچھ دنیا کا چند روزہ مال و متاع ہے جس کا انجام ایک حدیث میں وارد ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ اگر اس دنیا اور اس کے مال کی قدر و قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو خدا کافروں کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا۔ **والاخرة عند ربك للمتقين**۔ اجر تو تمہارے پروردگار کے ہاں صرف پرہیز گاروں کے لیے ہے۔

آیات القرآن

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۝۳۶ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝۳۷ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ۝۳۸ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ۝۳۹ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝۴۰ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ۝۴۱ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ۝۴۲ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝۴۳ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ

وَسَوۡفَ تُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۴۴﴾ وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِهَةً يُّعۡبَدُوۡنَ ﴿۴۵﴾

ترجمة الآيات

اور جو شخص خدا کی یاد سے اندھا بنتا ہے تو ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی ہوتا ہے (۳۶) اور وہ (شیاطین) ان (اندھوں) کو راہ (راست) سے روکتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں (۳۷) یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے شیطان سے) کہے گا اے کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی تو بہت برا ساتھی ہے (۳۸) (ان سے کہا جائے گا کہ) جب تم (دنیا میں) ظلم کر چکے تو (آج) یہ بات تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی تم سب عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہو (۳۹) کیا آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو راہ دکھائیں گے اور ان کو جو کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں؟ (۴۰) پس اگر ہم آپ کو دنیا سے اٹھائیں تو پھر بھی ہم ان لوگوں سے بدلہ لینے والے ہیں (۴۱) یا ہم ان کو (آپ کے حین حیات میں) وہ (عذاب) دکھا دیں گے جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے سو ہم ان پر پوری طرح قادر ہیں (۴۲) پس آپ مضبوطی سے اسے تھامے رہیں جس کی آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔ یقیناً آپ سیدھے راستہ پر ہیں (۴۳) اور بے شک وہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے بڑا شرف اور اعزاز ہے اور عنقریب تم لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا (۴۴) آپ پیغمبروں سے پوچھیں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کہ آیا ہم نے خدائے رحمن کے علاوہ بھی کوئی ایسے خدا مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟ (۴۵)

تشریح الالفاظ

(۱) و من، یعش۔ عشا یعشو۔ عشواً کے معنی بینائی کی کمزوری اور اندھا ہونے کے ہیں (۲) نقیض کے معنی مقرر کرنے اور مسلط کرنے کے ہیں۔ (۳) لذکر لك۔ ذکر کے بہت سے معنوں میں سے ایک معنی شرف اور اعزاز کے بھی ہیں اور وہی یہاں مراد ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۳) ومن یعش ... الآیة

جو شخص اللہ کی یاد سے اندھا بنتا ہے اس کے لیے شیطان ساتھی مقرر کر دیا جاتا ہے

ارشاد قدرت ہے کہ جو شخص دیدہ دانستہ خدا کی معرفت حاصل کرنے اور اسے یاد کرنے سے اندھا بنتا ہے یعنی اس سے روگردانی کرتا ہے اور حقیقت کا اعتراف نہیں کرتا تو اس کے اس برے عمل کی سزا کے طور پر منجانب اللہ ایک شیطان اس کا ساتھی مقرر کر دیا جاتا ہے۔ مگر اس سے نہ جبر لازم آتا ہے اور نہ ہی یہ بات عدل الٰہی کے منافی ہے۔ کس طرح؟ اس کی وضاحت سورہ حم السجدہ کی ایک آیت ۲۵ **و قیضنا لهم قرناء الآیة** کی تفسیر میں کر دی گئی ہے۔ اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے پھر یہ شیاطین اپنے ساتھیوں اور پیروکاروں کو راہ راست سے روکتے ہیں اور وہ احمق یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

۲۴) حتی اذا جائنا ... الآیة

غلط دوستی کا غلط انجام!!

ایک غلط کار انسان کی یہ کمزوری ہوتی ہے کہ دنیا میں ہر اس شخص کو اپنا دوست اور ساتھی بنالیتا ہے جو اس کے غلط کاموں کی اور اس کے جھوٹ کی تائید کرتا ہے لیکن جب قیامت کے دن خدا کی بارگاہ میں پیشی ہوگی اور اس غلط دوستی کا غلط انجام سامنے آئے گا اور اپنی عاقبت برباد ہونے کا پتہ چلے گا تو پھر اپنے ساتھی پر لعنت کرے گا اور کہے گا کہ کاش تیرے میرے درمیان مشرق ومغرب کا فاصلہ ہوتا تو بڑا برا ساتھی ہے اس قسم کے ساتھیوں اور پیروں اور ان کے مریدوں، لیڈروں اور ان کے پھندے میں پھنسے ہوئے ورکروں کی باہمی لعنت ملامت اور باہم دگر تو تکار کا تذکرہ قبل ازیں کئی مقامات پر کیا جا چکا ہے جیسے سورہ بقرہ آیت ۱۶۶ **اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا الآیة** وغیرہ وغیرہ۔

۲۵) ولن ینفعکم ... الآیة

انکم فی العذاب مشترکون مصدر بن کر **ینفعکم** کا فاعل ہے۔ یعنی اندھے تابع اور اس

کے متبوع شیطان کا عذاب میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہونا اور باہمی تو تکار کرنا تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ تم اپنے سے غافل ہو کر دنیا میں اپنے آپ پر ظلم کر چکے ہو یعنی کفر و شرک کا ارتکاب کرتے رہے ہو۔ان الشرك لظلم عظيم ۔

۲۶) افانت تسمع الصم ... الآية

آپ اندھے بہرے اور کھلے ہوئے گمراہ کو راہ راست نہیں دکھا سکتے

جس طرح ایک آنکھ والا جب اپنی آنکھ بند کر لے تو اسے کچھ نظر نہیں آتا اور ایک کان والا جب اپنا کان بند کر لے تو اسے کچھ سنائی نہیں دیتا۔ اسی طرح جب کوئی شخص اپنی عقل کو معطل کر دے اور اس سے غور و فکر کرنا چھوڑ دے تو پھر اسے نیک و بد اور صحیح و غلط سمجھائی نہیں دیتا اور ایسے مورکھ کو سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہی حال ان کفار و مشرکین کا ہے جنہوں نے اپنی عقل و خرد کو بالکل معطل کر کے اپنی سفلی خواہشات کا تابع مہمل بنا دیا ہے۔ یہی مفہوم قرآن مجید میں کئی مقامات پر بیان کیا جا چکا ہے۔ جیسے سورہ یونس، آیت ۴۲، سورہ نمل آیت ۸۰ اور سورہ روم آیت ۵۲ وغیرہ۔ افانت تهدى العمى و لو كانوا لا يبصرون تفصیل کے لیے ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲۷) فاما نذهبن بك ... الآية

ہم خواہ آپ کو دنیا سے اٹھا لیں اور اس کے بعد یا آپ کی زندگی میں وہ عذاب ضرور دکھائیں گے جس کا ہم نے ان مشرکوں سے وعدہ کیا ہے۔ اور ہم اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ یہی مفہوم قریباً انہی الفاظ کے ساتھ قبل ازیں متعدد مقامات پر بیان کیا جا چکا ہے جیسے سورہ یونس ۴۶، سورہ رعد آیت ۴۰ اور سورہ مومن آیت ۷۷ وغیرہ۔ اما نرينك بعض الذين نعدهم او نتوفينك فالينا مرجعهم ... الآية

۲۸) فاستمسك بالذى ... الآية

بالذی اوحی الیک سے قرآن مجید مراد ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اے رسولؐ! آپ کے مخالفین جو چاہیں کہیں اور جو چاہیں کریں۔ آپ ان کی ہرگز کوئی پروا نہ کریں اور قرآن اور اس کی دعوت کو مضبوطی سے تھامے رہیں۔ بے شک آپ حق اور سیدھے راستے پر ہیں۔ اور آپ کے مخالفین باطل پر اور یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے باعث اعزاز و شرف ہے کیونکہ یہ وہ بے مثال کتاب ہے جس کی نظیر اولین و آخرین میں موجود نہیں ہے۔ جس نے پورے عالم عرب کا سر افتخار اقوام عالم میں بلند کر دیا ہے۔ ذکر کے بہت سے معنوں میں سے جیسے نصیحت

پندوموعظہ، یاددہانی اورتذکرہ وغیرہ ایک معنی شرف واعزاز کے بھی ہیں اورانہی معنوں کوحضرت شیخ طوسی نے بتیان میں اورفاضل طبرسی نے مجمع البیان میں اورفاضل مغنیہ نے الکاشف میں اختیارکیا ہے۔

واضح رہے کہ متعدد روایات میں وارد ہے کہ الذکر سے مرادقرآن ہے اورہم آل محمدؑ آپ کی قوم ہیں اورہم ہی مسئول ہیں۔واھل بیتہ اھل الذکر وھم المسئولون (تفسیرصافی)

۲۹)واسئل من ارسلنا ...الآیۃ

یہاں ایک مضاف محذوف ہے یعنی سابقہ انبیاء کی امتوں سے یاان کے پیروکاروں سے یاان کی کتابوں سے پوچھیں کہ آیا ہم نے خدائے رحمن کے سواکوئی اورخدا بنایا تھا جس کی عبادت کی جائے۔یعنی معبود برحق ہمیشہ سے ایک رہا ہے اورایک ہے اورایک رہے گا۔یہ دراصل مشرکین کے غلط دعویٰ کی تردید ہے جو کہتے تھے کہ ان کے معبودوں کی عبادت کا خدانے انہیں حکم دیا ہے۔

الغرض یہ رسولوں سے سوال کرنے کاحکم ایسا ہی ہے جیسے اختلافی معاملات میں خدااوررسول کی طرف رجوع کرنا فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول کہ اس سے اللہ کی کتاب رسول کی سنت کی طرف رجوع کرنا مراد ہے۔

ایضاح:

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت شب معراج نازل ہوئی تھی جب پیغمبراسلامؐ کی براہ راست انبیاء سے ملاقات ہوئی تھی اورجب آپ نے یہ بات ان سے پوچھی تھی اورسب نے توحید کا اقرارکیا تھا اور کہا تھا کہ نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له وانك رسول اللہ (تفسیرقمی وصافی،مجمع البیان،درمنشوراورقرطبی وغیرہ)

آیات القرآن

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا

لَمُهْتَدُوْنَ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ﴿۵۰﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴿۵۴﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ﴿۵۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں (معجزے) دے کر فرعون اور اس کے عمائد سلطنت کے پاس بھیجا۔ پس آپ نے (ان سے) کہا کہ میں عالمین کے پروردگار کا رسول ہوں (۴۶) پس جب وہ ہماری نشانیوں کے ساتھ ان کے پاس آئے تو وہ لوگ ان (نشانیوں) پر ہنسنے لگے (مذاق اڑانے لگے) (۴۷) اور ہم انہیں کوئی نشانی نہیں دکھاتے تھے مگر وہ پہلی سے بڑی ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تا کہ وہ (اپنی روش سے) باز آئیں (۴۸) اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر! اپنے پروردگار سے ہمارے لیے دعا کرو۔ ہم ضرور ہدایت پا جائیں گے (۴۹) تو جب ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا تو ایک دم وہ عہد توڑ دیتے تھے (۵۰) اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی اے میری قوم! کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے؟ اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہہ رہی ہیں تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ (۵۱) (مجھے بتاؤ) کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں جو ذلیل وحقیر ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا (۵۲) (اگر یہ برحق نبی ہے) تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں اتارے گئے؟ یا اس کے ہمراہ فرشتے پرباندھ کر آتے (۵۳) اس طرح اس (فرعون) نے اپنی قوم کو احمق بنایا اور انہوں نے اس کی اطاعت کی۔ بے شک یہ نافرمان قسم کے لوگ تھے (۵۴) پس انہوں نے ہمیں

ناراض کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کر دیا (۵۵) اور انہیں گیا گزرا اور بعد والوں کے لیے نمونہ عبرت بنا دیا (۵۶)

تشریح الالفاظ

(۱) ینکثون۔ نکث ینکث کے معنی عہد شکنی کرنے کے ہیں (۲) ام یہاں بل کے معنی میں استعمال ہوا ہے (۳) مهین۔ یہ مہانت بمعنی ذلت وحقارت سے مشتق ہے۔ (۴) اسورۃ سوار بمعنی کنگن کی جمع ہے۔ (۵) فاستخف قومه کے معنی یہ ہیں کہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے قوم کو احمق بنایا۔ (۶) سلفا و مثلا کے معنی ہیں گیا گزرا اور آنے والوں کے لیے نشان عبرت بنا دیا۔

تفسیر الآیات

۳۰) ولقد ارسلنا ... الآیة

جناب موسیٰ کے قصہ کی سولہویں بار تکرار

قرآن مجید کے ناظرین سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی کہ قرآن میں تمام انبیاء میں سے جناب موسیٰ اور تمام اقوام میں سے بنی اسرائیل کا تذکرہ سب سے زیادہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ قریباً پندرہ بار اس سے پہلے جناب موسیٰ کا قصہ بیان کیا جا چکا ہے اور اب سولہویں بار پھر کیا جا رہا ہے اور اس تکرار کی وجہ بعض مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ قوم قریش کے سرکشوں نے پیغمبر اسلامؐ کے فقر و فاقہ کی وجہ سے آپ کی نبوت پر طعن و تشنیع کی زبان درازی کی تھی تو خدائے علیم و حکیم نے ایک بار پھر جناب موسیٰ و فرعون کا قصہ بیان کر کے واضح کیا کہ وہ اس سے پہلے جناب موسیٰ جیسے فقیر و نادار آدمی کو نبی بنا کر فرعون جیسے غنی و سرمایہ دار کی طرف بھیج چکا ہے اور تاریخ عالم گواہ ہے کہ ہمیشہ انکار کرنے والوں نے داعیان حق کی ظاہری معمولی حیثیت کو دیکھ کر حق کا انکار کیا ہے اور ان کا حقیقی مقام اور ان کی اصلی عظمت وشان کے سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔

۳۱) فلما جاءهم ... الآیة

جناب موسیٰ فرعون اور اس کے عمائدین کو بعض معجزے دکھاتے ہیں

قرآن و تاریخ شاہد ہیں کہ حضرت موسیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کے سامنے دعوت توحید پیش کی اور

ابتداء میں عصا اور ید بیضا کے دو معجزے دکھائے گو بعد میں مختلف اوقات میں سات معجزے اور بھی دکھائے جن کا تذکرہ سورہ اعراف میں آیت ۱۳۳ سے لے کر ۱۳۵ تک موجود ہے تو ان سے اثر لینے کی بجائے فرعون اور اس کے اعیان سلطنت ہنسنے لگے اور ان کا مذاق اڑانے لگے۔ کیونکہ انہوں نے نہ جناب موسیٰ کی حقیقی شخصیت و ذہنیت کو دیکھا اور نہ ان کی دعوت کی اصلیت کو دیکھا بلکہ ان کی ظاہری حیثیت کو دیکھا اور جب ان کی ظاہری ہئیت ان کو اپنی شخصیت سے کمتر نظر آئی تو وہ ہنسے اور انہوں نے ان کے معجزات کو جادو سمجھ کر مذاق اڑایا جس کا ان کے ملک میں پہلے سے رواج تھا۔

۳۲) وما نریھم ... الآیۃ

خدا نے فرعون اور فرعونیوں پر بہت سے تنبیہی عذاب نازل کیے

جب فرعون اور اس کے عمائدین سلطنت نے جناب موسیٰ کا انکار کیا تو خدائے قہار نے ان پر یکے بعد دیگرے کئی تنبیہی عذاب بھیجے جیسے طوفان، ٹڈی، جوؤں، مینڈکوں اور خون وغیرہ کا عذاب کہ ہر نشانی دوسری سے بڑی ہوتی محاورہ کے مطابق ایک سے بڑھ کر ایک نشانی تھی یعنی سب نشانیاں اپنی جگہ بڑی تھیں۔ تاکہ وہ اپنی کجروی سے باز آئیں مگر لا تغنی لآیات و النذر عن قوم لا یؤمنون۔

۳۳) وقالوا یایھا الساحر ... الآیۃ

فرعون اور فرعونی جناب موسیٰ کو نبی کی بجائے ماہر جادوگر مانتے تھے

فرعون اور اس کے امراء جناب موسیٰ کو نبی و رسول نہیں مگر بظاہر ایک ماہر جادوگر مانتے تھے اور آپ کی تکوینی قوت و طاقت کے بھی قائل تھے مگر وہ اتنے گئے گزرے ہوئے بھی نہ تھے کہ معجزہ اور جادو کی تاثیر اور ان کے حدود اربعہ سے بالکل ناواقف ہوں۔ وہ پے در پے جناب موسیٰ کے معجزات یا خدا کے عذاب دیکھ کر دل سے مان چکے تھے کہ یہ نبی ہیں اور یہ جو کچھ ان پر نازل ہو رہا ہے وہ ان کے اباؤ انکار کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ سورہ نمل کی آیت ۱۴ **وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلماً وعلوا** میں مذکور ہے کہ ان لوگوں نے ظلم و تکبر کی بنا پر ان معجزات کا انکار کیا حالانکہ ان کے دلوں کو یقین ہو گیا تھا کہ آپ نبی برحق ہیں۔

بہرحال انہوں نے اپنی ہٹ دھرمی قائم رکھتے ہوئے جناب موسیٰ سے کہا اے جادوگر! اپنے پروردگار سے اپنے کیے ہوئے عہد و پیماں کی بنا پر ہمارے حق میں دعا کریں کہ وہ یہ بلائیں اور مصیبتیں دور کرے ہم راہ

راست پر آ جائیں گے۔مگر ارشاد قدرت ہے کہ اس طرح جناب موسیٰ کی دعا واستدعا پر ہم نے وہ عذاب ٹال دیا تو انہوں نے اپنا کیا ہوا عہد توڑ دیا۔

۳۴) و نادی فرعون ... الآیة

فرعون کا اپنی قوم کو ورغلا کر احمق بنانا

فرعون نے محسوس کیا کہ اس کی قوم جناب موسیٰ کے یکے بعد دیگرے معجزات دیکھ کر اس طرف مائل ہو رہی ہے اور اس طرح اسے اپنی حکومت کے بارے میں اندیشہ دامنگیر ہوا تو قوم کو گمراہی میں رکھنے کے لیے یوں ڈول ڈالا۔کہ دیکھو پورے ملک میں حکومت میری ہے۔یہ نہریں میری ماتحتی میں رواں دواں ہیں۔مکمل اقتدار میرا ہے۔اب تم ہی بتاؤ کہ میں بہتر ہوں یا یہ شخص (جناب موسیٰ) جو ایک ذلیل وحقیر آدمی ہے۔(العیاذ باللہ) جو صاف بات بھی نہیں کرسکتا۔اس سے بڑا انقلاب اور کیا ہوگا کہ فرعون جیسا ذلیل وحقیر، نبی حق جناب موسیٰ اولوالعزم رسول کو ذلیل کہے

شان ہے تیری کبریائی کی؟

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ فرعون نے جناب موسیٰ پر جو صاف بات نہ کر سکنے کی طنز کی ہے وہ شائد ان کی سابقہ لکنت کی طرف اشارہ ہے جو آپ کے بچپن میں تھی مگر آپ کے ظاہری منصب نبوت پر فائز ہونے اور دعائے واحلل عقدة من لسانی کے بعد یہ عارضہ بالکل دور ہو گیا تھا۔(سورہ طہ۔۲۷) یا فرعون کا مطلب یہ تھا کہ یہ (جناب موسیٰ) ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کی سمجھ میں نہیں آتیں۔اس لیے طعنہ دیا کہ وہ صاف بات بھی نہیں کر سکتے۔

۳۵) فلولا القی علیه ... الایة

قدیم زمانہ کی ایک رسم کا تذکرہ

قدیم زمانہ میں یہ رسم تھی کہ جب وقت کا بادشاہ کسی شخص کو سفارت کے منصب پر فائز کرتا تھا تو اسے مخصوص نعمت سے نوازا جاتا تھا جس میں سونے کے کنگن بھی ہوتے تھے اور اس کے جلو میں رعب ودبدبہ کی خاطر سپاہیوں اور خادموں کا ایک دستہ بھی ہوتا تھا جو اس کے احکام کی تعمیل کرتا تھا۔فرعون اسی رسم کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اگر جناب موسیٰ آسمانی بادشاہ کا سفیر بن کر آیا ہے تو پھر وہ شاہی خلعت کہاں ہے اور فرشتوں کا دستہ کہاں ہے؟ جو پرا جمائے اس کے ہمراہ چلتا۔ مگر یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے صرف ہاتھ میں لکڑی کا ایک عصا ہے اور پھٹے پرانے کپڑے ہیں۔

۳۶) فاستخف قومه... الآية

فرعون اپنی قوم کو احمق بنانے میں کامیاب ہو گیا

فرعون اپنی اس تقریر سراپا تعزیر کے ذریعہ سے اپنی قوم کو احمق بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ وہ حسب سابق اسکی پیروی کرنے لگے اور دراصل وہ تھے ہی نافرمان لوگ۔ اس لیے وہ اس کے اس دام ہم رنگ زمین میں پھنس گئے۔

۳۷) فلما اسفونا... الآية (فرعون اور فرعونیوں کا برا انجام)

ارشاد قدرت ہے کہ جب ان لوگوں نے اپنے مسلسل کفر و شرک اور اپنے گناہ و عصیاں کی وجہ سے ہمیں ناراض کیا اور ان کے راہ راست پر آنے کی آخری امید بھی ختم ہو گئی تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا اور ماضی کی داستان اور آنے والے لوگوں کے لیے نمونہ عبرت بنا دیا کہ اب قیامت تک آنے والی نسلیں ان کے حالات سے درس عبرت حاصل کرتی رہیں گی کہ کفر و شرک اور تکبر و بڑائی اور کفران نعمت کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے؟

آیات القرآن

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوٓا ءَ أٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ﴿٥٨﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلٰٓئِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا جَآءَ عِيسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم

بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب ابن مریم (عیسیٰ) کی مثال دی گئی تو ایک دم آپ کی قوم والے چیخنے چلانے لگے (۵۷) اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰ)؟ وہ یہ بات محض آپ سے کج بحثی کے لیے کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ تو ہیں ہی بڑے جھگڑالو (۵۸) وہ (عیسیٰ) تو بس ہمارا ایک بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ایک مثال (نمونہ) بنا دیا (۵۹) اگر ہم چاہیں تو تمہارے بدلے زمین میں فرشتے بسا دیں جو تمہارے جانشین ہوں (۶۰) وہ (عیسیٰ) تو صرف قیامت کی ایک نشانی ہے تم لوگ اس میں شک نہ کرو اور میری پیروی کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے (۶۱) (دیکھو خیال رکھنا کہیں) شیطان تمہیں اس سے روک نہ دے۔ بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے (۶۲) اور جب عیسیٰ کھلی نشانیاں (معجزے) لے کر آئے تو کہا میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں تاکہ تم پر بعض وہ باتیں واضح کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو سو تم اللہ سے (آپ کی نافرمانی سے) ڈرو اور میری اطاعت کرو (۶۳) بے شک اللہ ہی میرا پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔ تو تم اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے (۶۴) پس مختلف گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا پس تباہی ہے ظالموں کے لیے ایک بڑے دردناک دن (قیامت) کے عذاب سے (۶۵) کیا یہ لوگ بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ اچانک ان پر آ جائے کہ انہیں خبر بھی نہ ہو (۶۶) اس دن سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے (۶۷)

تشریح الالفاظ

(۱)یصدون، صد، یصد جب باب نصر، ینصر سے ہوتو اس کے معنی روکنے کے ہوتے ہیں اور جب باب ضرب، یضرب میں سے ہوتو اس کے معنی ہنسنے اور چلانے کے ہوتے ہیں۔(۲)جدلاً۔ کے معنی کج بحثی اور کٹ حجتی کے ہیں۔(۳)لجعلنا منکم۔ یہاں من بدلیہ ہے یعنی خدا چاہے تو تمہارے بدلے میں زمین میں فرشتے بسا دے۔(۴)یخلفون۔ کے معنی پیچھے آنے اور جانشین ہونے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۳۸)ولما ضرب ابن مریم ...الآیة

اس آیت کی شان نزول

جب قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی کہ انکم و ما تعبدون من دون الله حصب جهنم انتم لها وار دون۔ کہ تم اور جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو۔سب جہنم کا ایندھن ہو۔ (الانبیاء ۹۸)۔تو ابن زبعری نے (جو ہنوز مسلمان نہیں ہوا تھا) بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کچھ اس طرح گفتگو کی کیا عیسائی جناب عیسیٰ کی پرستش کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔اس نے کہا تو کیا پھر عیسیٰ بھی جہنم میں جائیں گے؟ اگر ایسا ہے تو پھر ہم راضی ہیں۔کیونکہ وہ ہمارے بتوں سے بہتر ہیں یا کہا کہ ہمارے بت ان سے بہتر تو نہیں ہیں؟ اس کی اس بات پر کفار بہت ہنسے اور قہقہہ لگایا اور بقولے اپنے بتوں کی توہین پر بہت سٹپٹائے اور چیخے و چلائے۔مگر حضرت رسول خداؐ نے ابن زبعریٰ کو یہ جواب دے کر ان لوگوں کے غبارے سے ہوا نکال دی۔فرمایا ما اجهلك بلغة قومك؟ اما فهمت ان مالما لا يعقل تو اپنی قومی زبان سے کتنا بڑا جاہل ہے کیا تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ لفظ ما (انکم و ما تعبدون... الآیة) غیر ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے لہٰذا جناب عیسیٰ یا جناب عزیزؑ یا ملائکہ اس تہدید سے خارج ہیں۔(مجمع البیان والکاشف وغیرہ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں صحیح بات کا الٹا مفہوم نکالنے والے شرارتی عناصر موجود رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو صحیح بات کو بھی غلط معنی پہنا دیتے ہیں۔سچ ہے کہ

و کم من عائب قولا صحیحا

و آفته من الفهم السقیم

ایک دوسری شان نزول

تفسیر صافی وغیرہ بعض تفاسیر سے اس آیت کی ایک دوسری شان نزول بھی ظاہر ہوتی ہے اور وہ یوں ہے کہ ایک بار حضرت رسول خداؐ نے بزم صحابہ میں حضرت علیؑ سے فرمایا:

یا علی انما مثلك فی هذه الامة كمثل عیسی بن مریم احبه قوم فافر طوا فی حبه فهلكوا وابغضه قوم فافر طوا فی بغضه فهلكوا واقتصد فیه قوم فنجوا۔

یا علی! اس امت میں تیری مثال حضرت عیسیٰ جیسی ہے کہ جس سے ایک گروہ نے محبت کی مگر وہ محبت میں حد سے بڑھ گیا۔ لہٰذا وہ ہلاک ہو گئے اور ایک گروہ نے ان سے عداوت کی اور وہ عداوت میں حد سے بڑھ گئے اور ہلاک ہو گئے۔ ہاں البتہ ایک گروہ نے اس سلسلہ میں میانہ روی اختیار کی لہٰذا وہ نجات پا گیا۔ یہی حال تیرا ہوگا۔ ہاں جو اس بارے میں میانہ روی سے کام لے وہ نجات پائے گا اس پر بعض منافقین بڑے سٹپٹائے کہ رسول نے علیؑ کو عیسیٰ سے تشبیہ کیوں دی ہے؟ (مجمع البیان و تفسیر صافی)

۳۹) ان هو الا عبد... الآیة

جناب عیسیٰ کے بارے میں اسلام و قرآن کا جو معتدلانہ نقطہ نظر ہے اس کی وضاحت کی جارہی ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں (اس کے بیٹے نہیں ہیں) جس پر خدا نے باپ کے بغیر اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کر کے اور پھر نبوت و کتاب عطا کر کے احسان فرمایا ہے اور اس طرح بنی اسرائیل کے لیے اپنی ایک آیت اور اپنی قدرت و حکمت کا نمونہ بنایا تا کہ وہ ہدایت حاصل کر سکیں اور تقویٰ اختیار کریں۔ مگر افسوس ہے کہ ان لوگوں نے اس نشانی سے کوئی سبق نہیں لیا بلکہ جناب مسیح کو فوق البشر مخلوق سمجھ کر خدا کا بیٹا قرار دے دیا اور ان کی پرستش شروع کر دی۔

۴۰) ولو نشاء لجعلنا... الآیة

اس آیت میں کفار و مشرکین کو دھمکی دی جارہی ہے کہ خدا تم سے اور تمہاری عبادت و اطاعت سے بے نیاز ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو تباہ و برباد کر کے تمہاری جگہ فرشتوں کو تمہارا جانشین بنا کر زمین میں آبسائے جو اس کی تسبیح و تقدیس کریں اور کسی بات میں اس کی حکم عدولی نہ کریں۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر فرماتا ہے وان تتولوا یستبدل قوما غیر کم ثم لا یکونوا امثالکم اگر تم روگردانی کرو گے

تو خدا تمہارے عوض ایک اور قوم لائے گا جو تمہاری طرح (نافرمان) نہیں ہوگی۔ (سورہ محمد: ۳۸)

۴۱) وانه لعلم للساعة... الآية

مفسرین میں اختلاف ہے کہ "انہ" میں "ہ" کا مرجع کیا ہے چنانچہ اکثر مفسرین نے اس کا مرجع جناب عیسیٰ کو قرار دیا ہے جن کا سیاق وسباق میں تذکرہ موجود ہے اور قیامت سے پہلے ان کا آسمان سے زمین پر تشریف لانا، ادھر حضرت مہدی دوران کا پردہ غیبت سے ظہور فرمانا ور جناب عیسیٰ کا آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرنا اور پھر دونوں بزرگوں کا باہم اتفاق سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اس کے غلبہ کے لیے کام کرنا اشراط الساعۃ یعنی قرب قیامت کے قطعی علامات میں سے ہے۔ پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں **كيف بكم اذا نزل ابن مريم واما مكم منكم** تمہارا کیا حال ہوگا کہ جب ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ (بخاری شریف)

الغرض یہاں قیامت کی اس علامت اور شرط کو علم کہا گیا ہے کیونکہ اس سے قیامت کا علم حاصل ہوتا ہے جسے **تسمية السبب باسم المسبب** کہا جاتا ہے جو مجاز کی بہت سی قسموں میں سے ایک قسم ہے اور بعض مفسرین نے اس ضمیر کا مرجع قرآن کو قرار دیا ہے کیونکہ یہ قرآن ہی ہے جو لوگوں کو قیامت سے آگاہ کرتا ہے اور اس کی حقیقت واضح کرتا ہے لیکن قرآن کے سیاق وسباق سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ واللہ العالم

بہرحال اس میں شک نہ کرو اور میری پیروی کرو کہ یہی سیدھا راستہ ہے۔ خیال کرنا لیکن شیطان تمہیں اس سے باز نہ رکھے کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

۴۲) ولما جاء عیسیٰ بالبینات... الآية

جب حضرت عیسیٰ معجزات اور دین حکمت لے کر آئے تو انجام کیا ہوا؟

بینات سے حضرت عیسیٰ کے وہ مخصوص معجزات ہیں جن کا تذکرہ کیا جا چکا ہے جیسے مبروص اور اندھے کو ٹھیک کرنا وغیرہ اور حکمت سے دین کے عقائد واحکام کا علم اور اس کے اخلاق فاضلہ کا علم مراد ہے۔

الغرض جناب عیسیٰ مخصوص معجزات لے کر آئے اور تشریف لانے کے بعد حکمت لانے اور اختلاف مٹانے کا تذکرہ بھی کیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ میرا اور تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے۔ لہٰذا اسی سے ڈرو اور اسی کی عبادت کرو۔ سارا قرآن اور پورا دفتر حدیث گواہ ہے کہ جناب عیسیٰ نے یہ دعویٰ کبھی بھی نہیں کیا کہ وہ خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں اور نہ ہی کبھی یہ کہا کہ میری عبادت کرو بلکہ ان کی دعوت اور تبلیغ کا مرکزی نقطہ وہی تھا جو تمام انبیاء اور داعیان حق کا رہا ہے کہ خدا ایک ہے۔ بس اسی کی عبادت کرو۔

۴۳)فاختلف الاحزاب... الایۃ

نتیجہ کیا نکلا؟

جناب عیسیٰ کی اس تمام دعوت تبلیغ اور تمام کدو کاوش کا نتیجہ یہ نکلا کہ مختلف گروہوں نے باہم اختلاف کیا ان گروہوں سے یہود و نصاریٰ بھی مراد ہیں اور صرف نصاریٰ بھی۔ یہودیوں نے آپ کو ایک پاک نہاد شریف انسان ماننے سے بھی انکار کر دیا اور نصرانیوں نے خود باہم اختلاف کیا کسی نے آپ کو خدا کا بندہ اور اس کا رسول، کسی نے آپ کو خدا کا بیٹا اور کسی نے آپ کو خود خدا قرار دیا۔

سچ تو یہ ہے کہ خدائی نشانیوں اور معجزات سے سبق لینا بھی ایک ہنر ہے اگر نشانی کو نشانی سمجھا جائے تو اس سے بڑی نصیحت حاصل ہوتی ہے اور سبق ملتا ہے اور نشانی کو کچھ اور سمجھ لیا جائے تو یہی نشانی گمراہی کا باعث بن جاتی ہے۔شیطان ہمیشہ کوشش کرتا ہے کہ آدمی خدائی نشانیوں سے کوئی درس حاصل نہ کرے۔

یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں نے جناب عیسیٰ کی ان نشانیوں سے درس توحید و رسالت حاصل کرنے کی بجائے الٹا جناب عیسیٰ کو فوق البشر سمجھ کر ان کی پرستش شروع کر دی اور اس طرح شرک کے آہنی پنجہ میں گرفتار ہو گئے اور دین کی حقیقی روح سے ناآشنا ہو گئے جو یہ تھی کہ

الف)۔ اللہ کو مانو اور اس سے ڈرو۔

ب)۔ صرف اللہ کی عبادت کرو۔

ج)۔ اپنے تمام معاملات میں رسول کے نقش قدم پر چلو۔

د)۔ دین میں کوئی اضافہ نہ کرو۔

۴۴)هل ينظرون... الآية

اس قسم کی آیت مع مکمل تفسیر کے سورۃ یوسف آیت ۱۰۷ میں گزر چکی ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۴۵)الاخلاء یومئذ... الآیۃ

محبت کی دو قسمیں اور ہر قسم کا حکم

اگر مختلف لوگوں کی باہمی محبتوں اور دوستیوں کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو وہ دو قسم کی نظر آتی ہیں۔

۱۔ ایک دوستی وہ ہے جس کی بنیاد دنیوی حسن و جمال، ہنر وکمال اور اس کے جاہ وجلال اور دوسرے کئی دنیوی عوامل پر قائم ہے۔

۲۔ دوسری دوستی وہ ہے جس کی بنیاد دین وایمان اور جذبہ حب خدا اور خوف خدا پر قائم ہے۔

بقول شاعر

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

ایسی محبت کو الحب للہ اور ایسی کی عداوت کو البغض فی اللہ کہا جاتا ہے۔

قرآن سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن تمام محبتیں اور سب دوستیاں نہ صرف ختم ہو جائیں گی بلکہ دشمنی میں بدل جائیں گی چنانچہ دوست چاہے گا کہ اس کے حصے کا عذاب بھی دوست کے کھاتے میں ڈال دیا جائے اور ہر شخص اپنی نجات کی فکر میں غرق ہوگا۔

ہاں البتہ یہ دوسری قسم کی دوستی قائم ودائم رہے گی اور فائدہ بھی دے گی۔ **و ذلك هو الفوز المبين۔**

آیات القرآن

يٰعِبَادِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمُ الۡيَوۡمَ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوۡا مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۶۹﴾ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ اَنۡتُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ وَّاَكۡوَابٍ‌ۚ وَفِيۡهَا مَا تَشۡتَهِيۡهِ الۡاَنۡفُسُ وَتَلَذُّ الۡاَعۡيُنُ‌ۚ وَاَنۡتُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِىۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ كَثِيۡرَةٌ مِّنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۷۳﴾ اِنَّ الۡمُجۡرِمِيۡنَ فِىۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنۡهُمۡ وَهُمۡ فِيۡهِ مُبۡلِسُوۡنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰـكِنۡ كَانُوۡا هُمُ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوۡا يٰمٰلِكُ لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا رَبُّكَ‌ؕ قَالَ اِنَّكُمۡ

مّٰكِثُوْنَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٨﴾ اَمْ
اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿٧٩﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ
وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٨٠﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ
وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿٨١﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ
الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا
يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ
اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٥﴾
وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى
يُؤْفَكُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ
عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾

ترجمۃ الآیات

(خدا ان سے فرمائے گا) اے میرے بندو! آج نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی تم غمگین ہو گے (٦٨) (یہ وہ لوگ ہیں) جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مطیع وفرمانبردار بن کر رہے (٦٩) (حکم ہوگا) تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہوجاؤ تم خوش کیے جاؤ گے (٦٠) ان پر سونے کے تھال اور جام گردش میں ہوں گے اور وہاں ہر وہ چیز موجود ہوگی جو دل چاہیں گے اور آنکھوں کو لذت ملے گی اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے (٧١) یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو اپنے ان اعمال کے صلہ میں جو تم کرتے تھے۔ (٧٢) تمہارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں جن سے تم کھاؤ گے (٧٣) بے شک مجرم لوگ دوزخ کے

عذاب میں ہمیشہ رہیں گے (۷۴) وہ عذاب کبھی ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس ہو کر پڑے رہیں گے (۷۵) اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود (اپنے اوپر) ظلم کرنے والے تھے (۷۶) اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک! تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کر دے (تو بہتر) وہ کہے گا کہ تم یوں ہی پڑے رہو (۷۷) بے شک ہم تمہارے پاس (دین) حق لے کر آئے مگر تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرتے رہے (۷۸) کیا انہوں نے کوئی قطعی فیصلہ کر لیا ہے تو ہم بھی کوئی فیصلہ کر لیتے ہیں (۷۹) کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کے رازوں اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں سنتے؟ ہاں (ہم سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھتے بھی جاتے ہیں (۸۰) آپ کہہ دیجیے! کہ اگر خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلا عبادت گزار میں ہوتا (۸۱) پاک ہے آسمانوں اور زمین کا پروردگار جو عرش کا مالک ہے اس سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں (۸۲) آپ ان کو چھوڑیں کہ وہ بحث کریں اور تفریح کریں (کھیلیں) یہاں تک کہ ان کو اس دن سے سابقہ پڑے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے (۸۳) اور وہ وہی ہے جو آسمان میں بھی خدا ہے اور زمین میں بھی وہی خدا ہے اور وہ بڑا حکمت والا، بڑا جاننے والا ہے (۸۴) بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں آسمانوں اور زمین اور ہر اس چیز کی بادشاہی ہے جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے (۸۵) اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ سفارش کرنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ سوائے ان کے جو حق کی گواہی دیں اور وہ جانتے بھی ہوں (۸۶) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا؟ تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے تو وہ کہاں بھٹکتے پھرتے ہیں (۸۷) اور اسی (اللہ) کو رسول کے اس قول کا علم ہے کہ اے میرے پروردگار! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے (۸۸) (اے رسول) درگزر کرو۔ اور کہو سلام ہو (خدا حافظ) عنقریب انہیں (اپنا انجام) معلوم ہو جائے گا (۸۹)

تشریح الفاظ

(۱) **تحبرون**۔ **حبر** اور **حبور** کے معنی خوشی اور سرور کے بھی ہیں اور اکرام و احترام کے بھی۔ (۲) **بصحاف**۔ یہ صحفہ کی جمع ہے جس کے معنی تھال اور طشتری کے ہیں۔ (۳) **لا یفتر**۔ **فتر** کے معنی وقفہ کے بھی

ہیں اور جفت کے بھی ہیں (۴) مبلسون۔ ابلاس کے معنی مایوسی کے ہیں۔(۵) ام ابرموا۔ ابرام کے معنی احکام اور کوئی قطعی فیصلہ کرنے کے ہیں۔(۶) اول العابدین۔ یہ عابد کی جمع ہے جو عبد، یعبد بروزن نصر ینصر سے ہو تو اس کے معنی عبادت کرنے کے ہیں اور عبد، یعبد بروزن علم یعلم سے ہو تو اس کے معنی انکار کرنے کے ہیں۔(۷) وقیلہ۔ قیل اور قول دونوں مصدر ہیں جس کے معنی بات کے ہیں (۸) فاصفح۔ صفح کے معنی درگزر کرنے اور رخ پھیرنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۴۶) یاعباد لا خوف... الآیة

ایمانداروں اور فرمانبرداروں کے اچھے انجام کا بیان

متقیوں کا ذکر خیر ہو رہا تھا کہ جن کی باہمی محبت و اخوت قیامت کے دن بھی برقرار رہے گی جن کی نمایاں صفات یہ ہیں کہ وہ آیات الٰہیہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے مطیع و فرمانبردار بن کر رہتے ہیں۔ یہاں ان کے اجر و انعام کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ قیامت کے دن منجانب اللہ ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہارے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔ تم خود اور تمہاری مومن بیویاں خوشی خوشی اور عزت و احترام کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ ازواج کی لفظ کا اطلاق جس طرح بیویوں پر ہوتا ہے اسی طرح کسی کے ہم مسلک اور ہم مزاج پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایک مومن و متقی کا ہم مسلک کوئی مومن و متقی دوست ہی ہوگا کہ وہ اسے بھی اپنے ہمراہ جنت میں لے جائے گا۔ واللہ العالم

۴۷) یطاف علیھم... الآیة

جنت کی بعض نعمتوں کا تذکرہ

یہاں جنت کی بعض قابل رشک نعمتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ وہاں غلمان کھانے کے لیے سونے کے تھال اور طشتریاں اٹھائے اور پینے کے لیے ساغر و جام اٹھائے گردش کر رہے ہوں گے اور خورد و نوش کی چیزیں اہل ایمان کی خدمت میں پیش کر رہے ہوں گے۔

۲۔ وہاں جنتیوں کے جو دل چاہیں گے وہ موجود پائیں گے اور ظاہر ہے کہ ہر شخص کی چاہ اور پسند ایک نہیں ہوتی بلکہ

نگاہ اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

لہٰذا جو مومن جو چاہے گا اسے حاضر پائے گا

چنانچہ مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آیا بہشتیوں کی جنت میں اولاد بھی ہوگی۔ فرمایا نہ حمل ہوگا اور نہ ولادت ہوگی اور نہ حیض ہوگا اور نہ نفاس۔

البتہ جب کوئی مومن اولاد کی خواہش کرے گا تو خدا اسی وقت مومن کی پسند کی شکل وصورت میں پیدا کر دے گا (احتجاج طبرسی)

۳۔ سب سے بڑھ کر یہ بہشتی لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس میں رہیں گے وہاں سے نکالے جانے کا کوئی کھٹکا نہیں ہوگا۔

۴۔ وہاں مختلف اقسام والوان کے پھل میوے موجود ہوں گے اور مومن اپنے من پسند پھل کھائیں گے۔

۴۸) ان المجرمین ... الآیۃ

مجرمین کے برے انجام کا بیان

متقین ومومنین کے نیک انجام کے بیان کرنے کے بعد مجرمین کے برے انجام کا بیان کیا جا رہا ہے کہ

الف) وہ عذاب دوزخ میں ہوں گے جس کی کیفیت بیان کے قابل نہیں ہے۔

ب) وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے چھٹکارا کی امید عذاب کے احساس کو قدرے کم کر دیتی ہے اور اسے برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے مگر جہنم کا عذاب وہ ہے جس سے نکلنے کی کوئی امید نہیں ہے۔

ج) اور وہ ناامید ہو کر اس میں پڑے رہیں گے۔ ارشاد قدرت ہے کہ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ایسے ظالم تھے جو اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔

د) وہ مالک داروغۂ جہنم سے کہیں گے کہ اے مالک اپنے پروردگار سے سوال کر کہ اس زندگی سے تو بہتر ہے کہ ہمارا خاتمہ ہی کر دے۔ وہ جواب دے گا کہ موت کہاں؟ اگر وہ آ جائے تو پھر تو تم عذاب سے بچ جاؤ گے۔ نہیں بلکہ تم زندہ رہو گے اور ہمیشہ اسی حالت میں پڑے رہو گے۔

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ مجرمین سے مراد کفار و مشرکین ہیں نہ کہ عام گناہ گار کیونکہ حقیقی اور مکمل مجرم یہی لوگ ہیں جو جرم میں راسخ ہیں۔

۴۹) لقد جئنا کم بالحق... الآیۃ

ارشاد قدرت ہوگا ہم نے انبیاء و مرسلین کے ذریعہ سے تمہارے پاس حق بھیجا، حق کا راستہ کھولا اور تمہیں اس کے سمجھنے کی قوت و طاقت بھی دی مگر تم نے جان بوجھ کر اسے ٹھکرا دیا اور تمہاری سرکشی یہاں تک پہنچ گئی کہ داعی حق کی آواز حق کو نہ صرف دبانے بلکہ ہمیشہ کے لیے خاموش کرنے کی منصوبہ بندیاں کیں۔ لہٰذا اس کوتاہی اور ناحق کوشی کا انجام اس کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا۔ جس کو تم پہنچ گئے ہو۔

سزائے ایں چنیں دوناں بجز دوزخ کجا باشد؟

۵۰) ام ابرموا امرا... الآیۃ

اس آیت اور اس سے اگلی آیت میں قریش کی ان خفیہ مجالس و محافل اور ان میں بیٹھ کر خفیہ سازشوں اور منصوبہ بندیوں کی طرف اشارہ ہے جو وہ اسلام و قرآن اور خود بانی اسلام کے خلاف کیا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہمارے ان مشوروں اور خفیہ رازوں سے کوئی آگاہ نہیں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم بھی جانتے ہیں اور ہمارے فرستادے بھی نہ صرف سن رہے ہیں بلکہ وہ قلم بند بھی کر رہے ہیں تاکہ اس وقت ضرور کام آئے۔ اگر انہوں نے ہمارے حبیب مکرم کے خلاف کوئی قطعی فیصلہ کرلیا ہے تو پھر ہم نے بھی اس منصوبہ کے ناکام بنانے اور خود انہیں تہس نہس کرنے کا قطعی فیصلہ کرلیا ہے اور اگر انہوں نے پیغام حق کو نہ ماننے کا فیصلہ کرلیا ہے تو ہم نے انہیں دوزخ کی سزا دینے کا فیصلہ کرلیا ہے اور پھر ظاہر ہے کہ

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

۵۱) قل ان کان للرحمٰن... الآیۃ

اس آیت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

العابدین جو العابد کی جمع ہے یہ عبد، یعبد بروزن نصر ینصر سے بھی مشتق ہوسکتا ہے جس کے معنی عبادت کرنے کے ہیں اور عبد، یعبد بروزن علم یعلم سے بھی ہوسکتا ہے جس کے معنی انکار کرنے

کے ہیں۔

بناء بریں اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ اگر بفرض محال خدا کی کوئی اولاد ہوتی تو اس کا پہلا عبادت کرنے والا میں ہوتا۔لیکن چونکہ خدا کی اولاد محال ہے اور اس کی شان توحید کے خلاف ہے کیونکہ اولاد باپ کا جزو ہوتی ہے اور خدا مرکب نہیں ہے۔ نیز حادث قدیم کا جز نہیں ہوسکتا۔لہٰذا میں خدا کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔اسے تعلیق المحال علی المحال کہا جاتا ہے کہ شرط بھی محال ہے اور جزا بھی محال۔لہٰذا جس طرح خدا کے لیے اولاد کا ہونا محال ہے اسی طرح میرا غیر اللہ کی عبادت کرنا بھی محال ہے۔ اور دوسری صورت میں کہ اگر خدا کی کوئی اولاد ہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ کہتے ہیں تو میں اس کا پہلا انکار کرنے والا ہوں۔ زمین و آسمان کا پروردگار اور عرش کا مالک ان باتوں سے پاک ہے جو مشرک لوگ اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

۵۲)وھو الذی فی السماء...الآیة

یہ خدا کی توحید و یکتائی بیان کی جارہی ہے کہ زمین کا خدا الگ اور آسمان کا خدا الگ نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا خدا اور خالق و مالک اور بادشاہ ایک ہی ہے۔زمین و آسمان کے نظام کا پوری ہم آہنگی کے ساتھ چلنا اور ان میں پوری کامل حکمت کا ظہور اس بات کی ناقابل رد دلیل ہے کہ سب کا خدا اور مدبر الامور ایک ہے۔ نیز یہ کائنات جس طرح خدا کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے اسی طرح اس کی حکمت بالغہ کی بھی علامت ہے اور اس کی رحمت واسعہ کا ثبوت بھی ہے۔اسی کے پاس قیامت کا حقیقی علم ہے اور سب نے لوٹ کر اسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

۵۳)ولا یملك الذین...الآیة

جنہیں مشرک پکارتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے

اس آیت کا تعلق شفاعت کرنے والوں سے بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مشرکین جن بتوں کو پکارتے اور جن کی پوجا پاٹ کرتے ہیں وہ ان کی شفاعت کا کوئی اختیار نہیں رکھتے سوائے ان کے جو حق کو جانتے ہوئے گواہی دیں جیسے حضرت عزیرؑ،عیسیٰ اور ملائکہ(تفسیر مجمع البیان)اور اس کا تعلق ان لوگوں سے بھی ہوسکتا ہے جن کی شفاعت کی جائے گی کہ وہ ہر شخص کی نہیں ہوگی بلکہ صرف ان کی ہوگی جو حق کی گواہی دیں گے اور وہ بھی اس حال میں کہ ان کے دل و دماغ ان کی زبان کے ہمنوا ہوں گے(ایضاً)یعنی صرف گناہ گار اہل ایمان کی شفاعت ہوگی۔

۵۴) وقیلہ یارب... الآیۃ

اس فقرہ کے مفہوم کی تعیین؟

اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ قیل کی لفظ قول کی طرح مصدر ہے اور قیلہ کی ضمیر کا مرجع بالاتفاق رسول ہیں مگر اس سے پہلے واؤ کیسی ہے؟ عاطفہ ہے تو اس کا عطف کس پر ہے؟ یا قسمیہ ہے تو مقسم بہ کیا ہے؟ اور پھر قیل کا اعراب کیا ہے؟ اس میں خاصا اختلاف ہے۔ راجح یہ ہے کہ واؤ عاطفہ ہے اور قیل کا عطف الساعۃ پر ہے (وعندہ علم الساعۃ)

بناء بریں مفہوم یہ ہوگا کہ قیامت کا علم بھی اللہ کے پاس ہے اور پیغمبر اسلامؐ کی اس بات کا علم بھی ہے کہ اے میرے پروردگار! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ (مجمع البیان)

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ واو کو قسمیہ قرار دیا جائے۔

بناء بریں مفہوم یہ ہوگا کہ قسم ہے رسول کے اس قول کی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے مقسم بہ ہے کہ ان لوگوں کی روش و رفتار ان کی ہٹ دھرمی کی غمازی کر رہی ہے کہ رسول نے سچ کہا ہے کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۵۵) فاصفح عنھم... الآیۃ

عفو و درگزر کی اسلامی تعلیم

ارشاد قدرت ہے اے میرے رسول! ان لوگوں کی غلط روش و رفتار اور غلط اخلاق و اطوار پر ان سے نہ الجھیں بلکہ ان سے درگزر فرمائیں اور یہ کہ ان سے روگردانی کرنا ایسے ہی ہے جیسے دوسرے مقام پر ہے کہ واعرض عن الجاھلین کہ جاہلوں سے اعراض کرو اور سلام کہہ کر علیحدہ ہو جاؤ بعض مفسرین کی یہ بات بالکل قرین عقل ہے کہ یہ دعائیہ سلام نہیں بلکہ اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً والا لاتعلقی والا سلام ہے وہ عنقریب جان لیں گے کہ ان کا انجام کیا ہے؟ (مجمع البیان و روح المعانی)

الحمد للہ علی احسانہ کہ سورہ زخرف کا ترجمہ و تفسیر بخیر و خوبی اپنے اختتام کو پہنچا۔ والحمد للہ رب العالمین ۱۶ اگست ۲۰۰۳ء

سورہ دخان کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ کی آیت ۱۰ میں لفظ دخان موجود ہے اسی سے اس کا نام "دخان" مقرر ہوا۔

عہد نزول:

خارجی قرائن اور داخلی شواہد سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ اس سورہ کا زمانہ نزول وہی ہے جو سورہ زخرف اور اس سے پہلے والی چند سورتوں کا ہے جن کا آغاز حم سے ہوتا ہے۔ جس کی وہیں وضاحت کی جا چکی ہے۔

سورہ دخان کے مضامین وموضوعات کی اجمالی فہرست

۱۔ قرآن مجید کو پیغمبر اسلامؐ کی تصنیف کہنے والوں کی تردید اور بڑے شان وشوکت کے ساتھ ایک با برکت رات میں منجانب اللہ اس کے نازل ہونے کا تذکرہ۔

۲۔ اس بابرکت رات میں خدا کے حکیمانہ فیصلے کا تذکرہ

۳۔ مشرکین کے اس زعم باطل کا ازالہ کہ اس کتاب کے نزول سے ان پر بلائیں نازل ہونے لگی ہیں اور اس کے بابرکت ہونے کا تذکرہ۔

۴۔ خدا کی وحدانیت کے اثبات کے ساتھ ساتھ شرک کا علاج اور بتوں کی بے بسی کا تذکرہ۔

۵۔ اپنی موجودہ حالت اور دولت وثروت وخوشحالی میں مگن رہنے والوں کو پیغمبر اسلامؐ کی مخلصانہ دعوت میں غور وفکر کرنے کی دعوت کا تذکرہ۔

۶۔ قوم قریش کی عبرت کے لیے فرعون وفرعونیوں کے انجام کار کا تذکرہ۔

۷۔ ان لوگوں کے انکار قیامت پر اصرار اور قیامت کے یقینی الوقوع ہونے اور اس کے وقوع کے بعض حکم و اسرار کا تذکرہ

۸۔ اللہ کی عدالت اور لوگوں کے حساب وکتاب اور پھر جزا وسزا کا تذکرہ۔

۹۔ دوزخ اور اس کے آب وغذا کا عبرت ناک تذکرہ۔

۱۰۔ بہشت اور اس کی گوناگوں نعمتوں کا تذکرہ۔

۱۱۔ قرآن مجید کے عربی مبین میں ہونے کے احسان کا تذکرہ

۱۲۔ حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ۔

۱۳۔ فرعون اور فرعونیوں کی ہلاکت پر زمین و آسمان کے گریہ نہ کرنے کا تذکرہ۔

۱۴۔ قوم تبع کا قصہ وغیرہ وغیرہ۔

سورہ دخان کی تلاوت کرنے کی فضیلت

۱۔ حضرت پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص شب جمعہ سورہ دخان کی تلاوت کرے اسے بخش دیا جاتا ہے (مجمع البیان)

۲۔ نیز آپؐ سے ہی مروی ہے فرمایا جو شخص رات کے وقت سورہ دخان کی تلاوت کرے گا وہ اس حالت میں صبح کرے گا کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت طلب کریں گے۔ (مجمع البیان)

۳۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص اپنے فرائض ونوافل میں سورہ دخان کے پڑھنے پر مداومت کرے گا تو خداوند عالم بروز قیامت اسے امن وامان پانے والوں میں محشور کرے گا اور اسے اپنے عرش کے زیر سایہ جگہ دے گا اور اس کا حساب وکتاب آسان لے گا اور اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دے گا۔ (مجمع البیان، ثواب الاعمال)

۴۔ مخفی نہ رہے کہ لیلۃ القدر میں اس سورہ کے تلاوت کرنے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ (مفاتیح الجنان)

{سورہ دخان مکی ہے اور اس کی ۵۹ آیات ہیں اور ۳ رکوع ہیں}

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ حٰمٓ ۚ‏ ① وَالۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۙ‏ ② اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰـرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ‏ ③ فِيۡهَا يُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِيۡمٍۙ‏ ④ اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرۡسِلِيۡنَ ۚ‏ ⑤ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُۙ‏ ⑥ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ۘ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِيۡنَ‏ ⑦ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ ؕ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ

الْاَوَّلِیْنَ ۞ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ یَّلْعَبُوْنَ ۞ فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۞ یَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۞ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۞ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ۞ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۞ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِیْلًا اِنَّكُمْ عَآىِٕدُوْنَ ۞ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۞ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِیْمٌ ۞ اَنْ اَدُّوْۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۞ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۞ وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۞ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ۞ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ۞ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۞ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۞ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۞ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ۞ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ۞ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ۞ فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِیْنَ ۞

ترجمۃ الآیات

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ حا۔ میم (۱) قسم ہے اس کتاب مبین کی (۲) ہم نے اس (کتاب) کو ایک بابرکت رات (شب قدر) میں نازل کیا ہے بے شک ہم (عذاب سے) ڈرانے والے رہے ہیں (۳) اس (رات) میں ہر حکمت والے معاملہ کا فیصلہ کیا جاتا ہے (۴) ہمارے (خاص) حکم سے بے شک ہم ہی (ہر کتاب اور رسول کے) بھیجنے والے ہیں (۵) خاص تمہارے پروردگار کی رحمت سے یقینا

وہ بڑا سننے والا (اور) بڑا جاننے والا ہے (۶) جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو (۷) اس کے سوا کوئی الہ (خدا) نہیں ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے اگلے باپ داداؤں کا بھی پروردگار ہے (۸) مگر وہ لوگ تو شک میں پڑے ہوئے کھیل رہے ہیں (۹) آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان ایک کھلے ہوئے دھوئیں کے ساتھ آئے گا (۱۰) جو لوگوں پر چھا جائے گا یہ ایک دردناک عذاب ہوگا (۱۱) (اس وقت کفار بھی کہیں گے) اے ہمارے پروردگار! ہم سے یہ عذاب دور فرما۔ ہم ایمان لاتے ہیں (۱۲) اب ان کو کہاں سے نصیحت حاصل ہوگی؟ جبکہ ان کے پاس کھول کر بیان کرنے والا رسول آ چکا (۱۳) پھر انہوں نے اس سے منہ موڑا اور کہا کہ یہ تو سکھایا ہوا ایک دیوانہ ہے (۱۴) بے شک (اگر) ہم کچھ وقت کے لیے یہ عذاب ہٹا بھی دیں تو تم لوگ لوٹ کر وہی کچھ کرو گے جو پہلے کرتے تھے (۱۵) جس دن ہم سخت پکڑ پکڑیں گے اس دن ہم پورا بدلہ لیں گے (۱۶) ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا تھا اور ان کے پاس ایک معزز رسول آیا تھا (۱۷) (اور ان سے کہا تھا کہ) اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کرو میں ایک امانت دار رسول ہوں (۱۸) اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس واضح دلیل (سند) پیش کرتا ہوں (۱۹) اور میں نے اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگ لی ہے کہ تم مجھے سنگسار کرو (۲۰) اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو پھر مجھ سے الگ ہی رہو (۲۱) پس اس (رسول) نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی کہ یہ بڑے مجرم لوگ ہیں (۲۲) (ارشاد ہوا) تم میرے بندوں کو ہمراہ لے کر راتوں رات نکل جاؤ کیونکہ تمہارا تعاقب کیا جائے گا (۲۳) اور تم سمندر کو اس کے حال (سکون) پہ چھوڑ دو۔ بے شک وہ (دشمن) ایسا لشکر ہے جو غرق ہونے والا ہے (۲۴) وہ کتنے باغ اور چشمے اور کھیتیاں چھوڑ گئے ہیں (۲۵) اور عمدہ مقامات (۲۶) اور آرام و راحت کا ساز و سامان جس میں وہ خوش وخرم رہتے تھے (۲۷) اور ہم نے ان چیزوں کا وارث ایک قوم کو بنا دیا (۲۸) پس ان کی بربادی پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین اور نہ ہی ان کو مہلت دی گئی (۲۹)

تشریح الفاظ

(۱)فارتقب۔ ارتقب یرتقب کے معنی انتظار کرنے کے ہیں ۔(۲)دخان۔ اس کے معنی دھواں کے ہیں۔(۳)یغشی۔ غشی، یغشی کے معنی ڈھانکنے کے ہیں۔(۴)نبطش۔ بطش کے معنی گرفتار کرنے اور پکڑنے کے ہیں(۵)رھوا۔ کے معنی تھما ہوا اور سکون سے رکا ہوا۔(۶)نعمۃ۔ نون کی زبر کے ساتھ اس کے معنی آرام وآسودگی اور دولت کے ہیں۔(۷)منظرین۔ انظار کے معنی مہلت دینے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱)حم...الآیۃ

سورہ بقرہ اور کئی دوسری سورتوں کے اوائل میں کئی بار ہم یہ حقیقت واضح کر چکے ہیں کہ یہ حروف مقطعات ان متشابہات میں سے ہیں جن کی حقیقی تاویل کا علم خدا اور راسخون فی العلم کے سوا اور کسی کے پاس نہیں ہے۔واللہ العالم۔

۲)والکتاب المبین۔الآیۃ

کتاب مبین سے قرآن مجید مراد ہے جو اپنے مطالب ومقاصد کو واضح کرنے والی کتاب ہے جس کی قبل ازیں کئی بار وضاحت کی جا چکی ہے بالخصوص سورہ زخرف کی آیت ۲ کی تفسیر میں۔فراجع

۳)انا انزلناہ۔الآیۃ

قرآن وسنت کی تصریح سے واضح ہوتا ہے کہ نزول سے پہلے پورا قرآن مجید لوح محفوظ میں محفوظ تھا۔ بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ وہاں سے ایک رات میں بیت المعمور پر نازل ہوا اور وہاں سے ۲۳ سال کی مدت میں تدریجاً قلب رسولؐ پر نازل ہوا۔ارشاد قدرت ہے شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔اس سے اجمالاً معلوم ہوا کہ بارہ مہینوں میں سے ماہ رمضان میں اترا۔سورہ دخان سے معلوم ہوتا ہے کہ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ کہ وہ ماہ رمضان کی ایک با برکت رات میں اترا اور سورہ قدر نے یہ حقیقت بے نقاب کی کہ وہ لیلۃ القدر میں اترا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔پھر وہاں سے حسب ضرورت موقع ومحل کی مناسبت سے برابر ۲۳ سال تک پیغمبر اسلامؐ کے قلب مقدس پر نازل ہوتا رہا۔نزل بہ الروح الامین علی قلبك لتکون من المنذرین۔(احسن الفوائد)

۴) فیھا یفرق... الآیۃ

لیلۃ القدر میں کیا ہوتا ہے؟

فریقین کی کتب تفسیر وحدیث سے جو کچھ واضح وآشکار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قدرت کے نظام تکوینی میں سال بھر میں مختلف قوموں، ملکوں کے عروج وزوال کے بارے میں جو قدرتی اور حکیمانہ فیصلے ہونے والے ہوتے ہیں وہ اسی رات میں کیے جاتے ہیں اور پھر ملائکہ کے حوالے کر دیے جاتے ہیں جو انہیں نافذ کرتے ہیں۔ بعض اخبار وآثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ نیمہ شعبان کی رات میں ہوتا ہے اور اکثر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ لیلۃ القدر میں ہوتا ہے۔ علماء محققین نے ان روایتوں میں اس طرح جمع کی ہے کہ ان واقعات کا ابتدائی نقشہ کہ اس سال کون مرے گا اور کون نیا دنیا میں آئے گا؟ کس کی عمر بڑھے گی اور کس کی گھٹے گی؟ کس کا رزق کشادہ ہوگا اور کس کا تنگ؟ کون غسل صحت کرے گا اور کون بیمار ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ، شب نیمہ شعبان میں کھینچا جاتا ہے اور اسے آخری شکل لیلۃ القدر میں دی جاتی ہے پھر وہ فرشتے زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم اور پھر وقت کے صاحب الامر یعنی وقت کے امام کی خدمت میں سلام واحترام اور اعلام کی غرض سے حاضری دے کر اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ بعض اخبار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان امور میں بدا واقع ہوسکتی ہے۔ (تفسیر صافی)

مگر اکثر روایات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ امور حتمی ہوتے ہیں جن میں بدا نہیں ہوسکتا۔ ارشاد قدرت ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے خاص حکم کے تحت ہوتا اور انجام پاتا ہے۔ اس واقعہ سے مسئلہ بدا کا بھی ناقابل رد ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ بعض مسلمانوں کے اس نظریہ کے مطابق کائنات میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ ایک ہی بار لکھ دیا گیا ہے اور اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ تو پھر ہر سال لیلۃ القدر میں نئے نئے حکیمانہ فیصلے کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اور دعا و پکار کرنے اور صدقہ وخیرات دینے کا کیا فائدہ ہے؟

اس موضوع کی کچھ مزید وضاحت سورۃ قدر کی تفسیر میں کی جائے گی۔ انشاءاللہ

۵) انا کنا مرسلین... الآیۃ

تمہارے پروردگار کی رحمت ورافت سے کتاب ورسول بھی بھیجنے والے ہم ہیں اور ہم نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے تاکہ مخلوق کو عذاب سے بچانے اور ثواب کا مستحق بنانے کی یا کم از کم حجت تمام کرنے کی کوشش وکاوش کی جائے کیونکہ جب ہم نے لوگوں کی جسمانی غذا کا انتظام کیا ہے تو ان کی روحانی غذا کا اہتمام کرنا

بھی ہمارا ہی کام ہے اللہ سب کی باتیں سنتا ہے اور سب کی نیتوں سے کما حقہ واقف ہے۔

۶) رب السموات والارض... الآیۃ

یہ مخالفین اور مکذبین کو دھمکی دی جارہی ہے کہ زبان وکلام سے تو تم اقرار کرتے ہو کہ آسمان وزمین کا خالق خدا ہے اگر تمہیں فی الواقع اس بات کا یقین ہے تو کیا اپنی مخلوق کی راہنمائی کی خاطر کتاب ہدایت اور رسول رحمت کا انتظام کرنا اور عبد و بندہ ہونے کے لحاظ سے اس کے فرستادہ کو ماننا اور مخالفت کی صورت میں اس کی گرفت وسزا سے ڈرنا ضروری نہیں ہے؟

لہٰذا اگر وہ کسی کو پکڑنا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا اور اگر بخشنا چاہے تو کوئی ٹوک نہیں سکتا۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور نہ ہی اس نے یہ کام کسی مخلوق کے سپرد کیے ہیں۔ مگر افسوس کہ یہ پیغمبر اسلامؐ کے انذار و تبشیر یعنی اخروی ثواب و عذاب کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں۔ ہاں ان کو یقین اس وقت آئے گا جب خود عذاب کا مشاہدہ کریں گے۔ مگر اس وقت کا یقین کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ ولات حین مناص!!

۷) فارتقب یوم تاتی... الآیۃ

اس دھوئیں سے کیا مراد ہے؟

اس دن کا انتظار کرو جب آسمان ایک کھلے ہوئے دھوئیں کے ساتھ آئے گا؟ مفسرین اسلام کے درمیان خاصا اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس دھوئیں سے کیا مراد ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ جب پیغمبر اسلامؐ کی بعثت کے بعد قریش نے اسلام لانے سے صاف صاف انکار کر دیا اور الٹا پیغمبر اسلامؐ کی ایذا رسانی شروع کر دی تو آنحضرتؐ کی بددعا کے نتیجہ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگ مردار اور چمڑا تک کھانے لگے اس وقت حالت یہ تھی کہ جو شخص نگاہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتا تھا تو اسے گرسنگی کی شدت سے دھواں نظر آیا تھا۔ آخر کار ابوسفیان وغیرہ مخالفین نے صلہ رحمی کا واسطہ دے کر آنحضرتؐ سے قحط والی مصیبت کے ٹالنے کی دعا کرنے کی استدعا کی۔ اور قریش کے کچھ لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر خدا نے یہ تکلیف دور کر دی تو ہم ایمان لائیں گے خدا نے فرمایا کہ اگر ہم کچھ وقت کے لیے یہ عذاب ٹال بھی دیں تو پھر بھی یہ لوگ وہی کام کریں گے جو پہلے کرتے تھے اور پھر ہم ان کو سخت پکڑ میں لیں گے۔ چنانچہ پیغمبر اسلامؐ کی دعا سے قحط تو ٹل گیا مگر لوگوں کے حالات میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ چنانچہ جنگ بدر کی صورت میں ان کو سخت پکڑا اور قریش کو سخت ضرب لگائی گئی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت سے پہلے آسمان پر نمودار ہوگا اور لوگوں پر چھا جائے گا اہل ایمان پر تو اس کا اثر صرف اتنا رہ جائے کہ جیسے زکام لگا ہو۔ مگر کفار و مشرکین کی نس نس میں بھر جائے گا اور ہر ہر مخرج سے خارج ہوگا۔ اور یہ سلسلہ پورے چالیس شب و روز تک جاری رہے گا۔ اس وقت کفار کہیں گے ھذا عذاب الیم یہ دردناک عذاب ہے اور پھر کہیں گے کہ اے اللہ! اگر تو یہ ٹال دے تو ہم ایمان لائیں گے ارشاد قدرت ہے کہ اب یہ کہاں سے نصیحت قبول کریں گے کہ جب ان کے پاس رسول مبین آیا جسے انہوں نے سیکھا ہوا دیوانہ کہہ کر ٹھکرا دیا اور اب بالفرض ہم کچھ وقت کے لیے یہ بلا ٹال بھی دیں تو یہ پھر بھی وہی روش اختیار کریں گے جو پہلے کیے ہوئے تھے یا اب تم قیامت والے عذاب کی طرف لوٹنے والے ہو یہاں تک ہم قیامت کے دن سخت پکڑ پکڑیں گے اور ان سے پورا بدلہ لیں گے۔ بہرحال احادیث سے اسی دوسرے قول کی تائید مزید ہوتی ہے لہٰذا یہی قول راجح ہے۔ (تفسیر صافی و نور الثقلین والبرہان وغیرہ وغیرہ)

مگر صاحب مجمع البیان نے دونوں قول نقل کر کے کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دی۔ حالانکہ تاریخ میں بعثت کے بعد اس قحط سالی کے یہ حالات نظر نہیں آتے۔ فراجع

۸) ولقد فتنا ... الآیۃ

جناب موسیٰ اور فرعون کا قصہ

حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ قبل ازیں متعدد مقامات پر اپنی پوری تفصیلات سے گزر چکا ہے جیسے سورہ اعراف، سورہ یونس، سورہ طہ، سورہ الشعراء، سورہ النمل، سورہ قصص، سورہ مومن اور سورہ زخرف وغیرہ اور یہ بھی واضح رہے کہ جیسا کہ بعض فضلاء نے صراحت کی ہے ان آیات میں جناب موسیٰ کی گفتگو کے جو مختلف جملے بیان کیے گئے ہیں وہ کسی مسلسل ایک تقریر کے اجزاء نہیں ہیں بلکہ مختلف مقامات پر فرعون اور فرعونیوں سے انہوں نے جو باتیں کیں اور سالہا سال کے دوران کیں وہ یہاں بڑے اختصار سے نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ سب تفصیلات قبل ازیں مذکورہ بالا مقامات پر تفصیل سے بیان کی جا چکی ہیں۔ انجام کار فرعون اور اس کے امراء و اعیان سب غرق ہو کر تباہ و برباد ہو گئے اور آنے والی نسلوں کے لیے نشان عبرت بن گئے اور وہ باغات چشمے اور بہترین مقامات اور عیش و آرام کے ساز و سامان چھوڑ گئے تھے ہم نے ان کا وارث دوسری قوم یعنی قوم موسیٰ کو بنایا۔ ان فی ذالك آیات لقوم یؤمنون۔ اور یہ بات تو اہل عقل و دانش پر واضح ہے کہ ایک قوم کا فنا ہونا اور دوسری قوم کا ابھرنا بلا وجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ قوموں کے عروج و زوال کے باقاعدہ علل و اسباب ہوتے ہیں اور خدا جو فیصلہ کرتا ہے وہ

استحقاق کی بناء پر کرتا ہے۔

۹) فما بكت عليهم السماء … الآية

بعض مظلوموں کی مظلومیت پر زمین وآسمان روتے ہیں

مشاہدہ درست ہے کہ فرعون اور فرعونیوں کی ہلاکت و بربادی پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین۔ فرعونیوں کی ہلاکت پر آسمان وزمین کے نہ رونے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ بلند مرتبہ مظلوم ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی وفات اور مصیبت پر آسمان وزمین روتے ہیں جیسا کہ متعدد روایات میں وارد ہے کہ آسمان وزمین دوبار روئے ہیں ایک جناب یحییٰ کی شہادت پر اور دوسری بار امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ پر۔ اور آسمان کے رونے سے اس کی صبح وشام کی سرخی مراد ہے۔ (تفسیر قمی، بتیان، مجمع البیان اور صافی وغیرہ)

کتب فریقین میں وارد ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے بعد چالیس دنوں تک آسمان خون برساتا رہا اور زمین سے جو حجر ومدر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے خون نکلتا تھا۔ (سر الشہادتین، تحریر الشہادتین وغیرہ)

آیات القرآن

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰۗـؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنْ هِىَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاْتُوْا بِاٰبَاۗىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـــًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ

اِنَّہٗ ھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۲﴾

ترجمۃ الآیات

اورہم نے بنی اسرائیل کورسوا کن عذاب سے نجات دی (۳۰) جوفرعون کی طرف سے تھا بے شک وہ سرکش اور حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا (۳۱) اورہم نے جان بوجھ کران کو تمام جہانوں والوں پر ترجیح دی (۳۲) اورہم نے ان کو ایسی نشانیاں عطا کیں جن میں کھلی ہوئی آزمائش تھی (۳۳) بے شک یہ لوگ کہتے ہیں (۳۴) کہ بس ہماری یہی پہلی موت ہی ہے اس کے بعد ہم (دوبارہ) نہیں اٹھائے جائیں گے (۳۵) اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ داداؤں کو لاؤ (۳۶) (قوت کے لحاظ سے) یہ بہتر ہیں یا قوم تبع اور ان سے پہلے ہم نے ان کو ہلاک کردیا کہ وہ مجرم تھے (۳۷) ہم نے آسمانوں کو، زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا (۳۸) ہم نے ان کو پیدا نہیں کیا مگر حق (وحکمت) کے ساتھ مگر اکثر لوگ (یہ حقیقت) نہیں جانتے (۳۹) بے شک فیصلہ کا دن (قیامت) ان سب کا طے شدہ وقت ہے (۴۰) جس دن کوئی دوست کسی دوست کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی (۴۱) مگر وہ جس پر اللہ رحم کرے بے شک وہ بڑا غالب (اور) بڑا رحم کرنے والا ہے (۴۲)

تشریح الالفاظ

(۱) العذاب المھین۔ کے معنی ہیں رسوا کن اور ذلت آمیز عذاب (۲) اخترنا ھم۔ اختار یختار کے معنی منتخب کرنے کے ہوتے ہیں اور جب اس کا صلہ علی ہو تو پھر ترجیح کے معنی دیتا ہے (۳) بلاء مبین کے معنی ہیں کھلی ہوئی آزمائش۔ (۴) لمنشرین کے معنی دوبارہ زندہ ہونے اور اٹھائے جانے کے ہیں۔ (۵) لاعبین۔ لعب کے معنی کھیل اور بے کار کے ہیں۔ (۶) مولیٰ۔ اس لفظ مولیٰ کے چوبیس معنوں میں سے ایک معنی دوست اور قرابتدار کے بھی ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۰) ولقد نجینا ... الآیة

فرعون کا عذاب مھین کیا تھا؟

اس کی کئی بار وضاحت کی جا چکی ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر دیتا تھا اور بچیوں کی زندہ چھوڑ دیتا اور بڑا ہونے پر کنیزیں بنا لیتا تھا اور مردوں کو اپنا غلام بے دام بنا کر رکھتا تھا۔ جن سے بڑے بڑے جان جوکھوں کے کام لیتا تھا۔ بے شک وہ بڑا سرکش اور حد سے نکل جانے والا ظالم و جابر حکمران تھا۔

۱۱) ولقد اخترنا ھم ... الآیة

یہاں دو باتوں کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے ایک یہ کہ یہ ترجیح اور برتری جزئی ہے یعنی صرف ان پر تورات نازل کرنے اور ان میں سے بہت سے انبیاء مبعوث کرنے کی وجہ سے ہے یہ ترجیح کلی اور ہر معاملہ میں نہیں ہے۔ دوسری یہ کہ یہاں عالمین سے صرف ان کا زمانہ بلکہ ان میں سے صرف فرعون اور فرعونی مراد ہیں نہ کہ علی الاطلاق تمام جہانوں والے۔ جیسا کہ ان امور کی تفصیل سورہ بقرہ کی آیت ۴۷ وانی فضلتکم علی العالمین اور یہ تفضیل بھی اس لیے انہیں دی تھی کہ انہوں نے فرعون کی ربوبیت کا اقرار نہیں کیا تھا۔ (تفسیر کاشف)

(۱۲) واتیناھم من الایات ... الآیة

وہ کون سی نشانیاں تھیں جو بنی اسرائیل کو دی گئیں؟

ان نشانیوں کی بھی کئی بار وضاحت کی جا چکی ہے جیسے سمندر کا شگافتہ کرنا، صحرا میں بادل کا ان پر سایہ فگن ہونا، من وسلویٰ کا نازل کرنا اور پتھر سے پانی کے چشمہ کا جاری ہونا وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان نشانیوں میں ان لوگوں کے لیے ایک بڑی آزمائش بھی تھی کہ وہ ان کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہ! اور بڑا احسان و انعام بھی تھا۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے و نبلو کم بالشر والخیر فتنة والینا ترجعون۔ (الانبیا:۳۵) ہم تمہارا تکلیف اور راحت کے ساتھ امتحان لیتے ہیں۔

۱۳) ان ھی الاموتتنا ... الآیة

دہریہ منش کفار کہتے ہیں کہ ہم نے بس پہلی ہی موت مرنا ہے

قدیم زمانہ کے دہریہ منش کفار کہتے تھے کہ ہم نے بس پہلی بار ہی مرنا ہے یہی ہمارا آخری انجام ہے اس کے بعد ہم دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے نہیں جائیں گے کیونکہ ہم نے کسی مرے ہوئے کے دوبارہ زندہ ہونے کا مشاہدہ نہیں کیا۔ اور ہم صرف حواس خمسہ کے مشاہدہ کو تسلیم کرتے ہیں جس طرح موجودہ دور کے بزعم خود روشن خیال مابعد الطبیعات یعنی حشر و نشر اور عالم آخرت کا انکار کرتے ہیں اور اس عالم غیب میں بھی مشاہدہ کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ داداؤں کو زندہ کر کے لاؤ! حالانکہ ان لوگوں کا یہ مطالبہ بالکل غیر معقول ہے کیونکہ زندہ کرنا کوئی سیر و تفریح اور کھیل تماشہ کے طور پر نہیں ہے بلکہ وہ تو بطور جزا و سزا ہو گا اور وہ بھی قیامت کے دن۔ الغرض حیات بعد الموت اور عالم آخرت کے واقعات کا انکار کرنا آج کل نام نہاد روشن خیالی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ (جو کہ سراسر کفر ہے) یہ الگ بات ہے کہ کچھ اس بات کا برملا اظہار کر دیتے ہیں اور کچھ اس کی جرأت نہیں کرتے مگر ان کا دل بھی اس یقین سے خالی ہوتا ہے کہ انہیں مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہے اور اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب و کتاب دینا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کی گمراہی کا اصلی سبب یہی ہے کہ وہ آج مبداء و معاد پر اپنا یقین کھو چکا ہے جسے اپنے اندر پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

۱۴) اھم خیر ام قوم تبع ... الآیۃ

قوم تبع کا تذکرہ

جس طرح مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون، روم کے ملوک کا قیصر اور ایران کے شہنشاہوں کا لقب کسریٰ تھا اسی طرح یمن کے حمیری قبیلہ کے بادشاہوں کا لقب تبع تھا اور غالباً اشیاع و اتباع کی کثرت کی بنا پر ان کو تبع کہا جاتا تھا قریباً ۱۱۵ قبل مسیح ان کے عروج کا زمانہ سمجھا جاتا ہے قدیم عرب میں ان کی عظمت کے بڑے چرچے تھے ان کے حدود سلطنت حمیر کے علاوہ حضر موت اور سارے علاقہ سباء کے شمال میں شمالی عرب تک اور مغرب میں افریقہ تک وسیع تھے مگر وہ اپنے جرائم، کفر و شرک اور ظلم و جور کی وجہ سے قانون مجازات اور آئین مکافات کی زد میں آ کر ہلاک و برباد ہو گئے۔ مگر انسان کی یہ کمزوری ہے کہ وہ اس قسم کے واقعات سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتا بلکہ ایک عام عادی واقعہ سمجھ کر آگے گزر جاتا ہے۔ **واغفلتاہ**۔ ہائے غفلت۔

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ خیر کا لفظ ہمیشہ نیکی اور اخلاقی پہلو ہی نہیں رکھتا بلکہ کبھی مادی قوت، دنیوی شوکت اور ظاہری جاہ وجلال کے اظہار میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ یہاں ہوا ہے۔

۱۵) وما خلقنا السموات...الآیۃ

زمین وآسمان اوران کی درمیان والی چیزوں کی خلقت عبث نہیں ہے

زمین ہو یا آسمان یا جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کی خلقت عبث اور بے فائدہ نہیں ہوئی ہے بلکہ ان کے اندر بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں کارفرما ہیں اس موضوع پر ایک نہیں بلکہ کئی بار مکمل ومفصل تبصرہ کیا جا چکا ہے۔خصوصاً سورہ بقرہ کی آیت ۱۶۴ ان فی خلق السموت والارض تا قولہ تعالیٰ لایات لقوم یعقلون۔کی تفسیر میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے۔

بہرحال جب خدائے تعالیٰ علیم وحکیم ہے اور یہ بات واضح ہے کہ فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ کہ کسی بھی حکیم کا کوئی قول وفعل حکمت ومصلحت سے خالی نہیں ہوسکتا تو پھر تخلیق کا شاہکار آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ کیونکر بطور کھیل تماشا اور بے کار و بے فائدہ ہوسکتا ہے؟حاشا و کلا۔

اسی بیان سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوجاتی ہے کہ جب کائنات ارضی وسماوی کی کوئی چیز بے کار نہیں ہے تو پھر حیات بعد الموت اور بعث ونشور بھی بے کار اور عبث نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا بھی ایک بڑا مقصد ہے اور وہ ہے لوگوں کے اعمال کے مطابق ان کی جزا وسزا کا فیصلہ کرنا اسی لیے اس دن کو یوم الفصل کہا جاتا ہے مگر اکثر لوگ اس حقیقت کو جانتے نہیں ہیں۔

۱۶) یوم لا یغنی مولیٰ...لآیۃ

قیامت کے دن کوئی دوست اور کوئی رشتہ دار کسی کو کوئی فائدہ نہیں دے گا

لغت عرب میں لفظ مولا کے متعدد معنی ہیں جس کی تفصیلات دیکھنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب اثبات الامامت کا مطالعہ کریں۔

بہرحال ان معانی میں سے ایک معنی دوست اور دوسرے قرابت دار بھی ہیں اور بظاہر یہی معنی یہاں مراد ہیں کہ قیامت وہ سخت اور نفسانفسی کا دن ہوگا کہ کوئی دوست (یعنی جن کی دوستی ایمان اور اللہ کی خاطر نہیں ہو

گی) اور کوئی رشتہ دار کسی دوست اور رشتہ دار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ یوم یفر المرء من امه و ابیه۔ الایة بلکہ اپنا بوجھ بھی دوسرے پر ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ الامن رحم اللہ۔ مگر وہ جس پر خدا رحم فرمائے گا۔ یعنی جن کی دوستی خدا کے لیے اس کے اسلام اور قرآن کے لیے ہوگی وہ ضرور ایک دوسرے کو ان کی سفارش کر کے فائدہ پہنچائیں گے۔ جیسا کہ الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقین۔ کی تفسیر میں اس کی وضاحت کی جا چکی ہے اسی طرح انبیاء و مرسلین اور شہداء و صدیقین اور عباد اللہ الصالحین بھی شفاعت کے ذریعہ گناہگار اہل ایمان کو فائدہ پہنچائیں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا:
نحن واللہ الذین یرحمنا اللہ نحن واللہ استثنا اللہ۔ بخدا ہم وہ ہیں جن پر خدا رحم فرمائے گا اور بخدا ہم ہیں جن کا خدا نے استثناء کیا ہے۔ (تفسیر صافی بحوالہ اصول کافی) بے شک خدا بڑا غالب ہے اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

آیات القرآن

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ ۟ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک زقوم کا درخت (۴۳) گنہگار کی غذا ہوگا (۴۴) پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں جوش کھائے گا (۴۵) جس طرح گرم پانی کھولتا ہے (۴۶) اس کو پکڑو اور اسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے وسط تک لے جاؤ (۴۷) اور پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو (۴۸) مزا چکھ تو تو بڑا معزز اور مکرم ہے (۴۹) یہ وہی ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے (۵۰) بے شک جو پرہیزگار لوگ ہیں وہ امن وسکون کی جگہ پر ہوں گے (۵۱) یعنی باغوں میں اور چشموں میں (۵۲) وہ سندس واستبرق (باریک اور دبیز ریشم) کے کپڑے پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (۵۳) یہ بات اسی طرح ہے اور ہم ان کی گوری رنگت اور بڑی آنکھوں والی عورتوں (حوروں) سے شادی کریں گے (۵۴) وہ اس میں بڑے امن وسکون کے ساتھ ہر قسم کے میوے طلب کریں گے (۵۵) وہ وہاں پہلے والی موت کے سوا موت کا مزہ نہیں چکھیں گے اور اللہ نے انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیا ہے (۵۶) یہ سب کچھ آپ کے پروردگار کے فضل وکرم سے ہوگا اور یہ بڑی کامیابی ہے (۵۷) پس ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان پر بالکل آسان بنا دیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں (۵۸) (اچھا) آپ انتظار کیجیے! یقیناً وہ بھی انتظار کر رہے ہیں (۵۹)

تشریح الالفاظ

(۱) **زقوم** کے معنی تھوہر کے درخت کے ہیں (۲) **المهل** کے معنی تانبا وغیرہ پگھلی ہوئی کوئی دھات اور پیتل کی تلچھٹ کے ہیں (۳) **کغلی**۔ غلیان کے معنی کھولنے اور جوش مارنے کے ہیں۔ (۴) **اعتلاء** کے معنی گھسیٹنے کے ہیں (۵) **سندس** کے معنی باریک ریشم اور استبرق کے معنی دبیز ریشم کے ہیں (۶) **بحور عین**۔ **حور**، **حوراء** کی جمع ہے جس کے معنی سفید رنگت والی عورت کے ہیں اور عین عیناء کی جمع ہے جس کے معنی بڑی آنکھوں والی عورت کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۷) ان شجرۃ الزقوم ... الآیۃ

بشارت ونذارت کی خاطر پورا قرآن جنت کی نعمتوں اور جہنم کی نقمتوں سے لبریز نظر آتا ہے

قرآن مجید کے قارئین وناظرین پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ بشارت ونذارت کی خاطر پورا قرآن جنت کی نعمتوں اور جہنم کے عذابوں کے تذکرہ سے چھلک رہا ہے مگر اجتماعی طور پر غالباً سب سے زیادہ دو مقامات پر جنت کی بہت نعمتیں اور جہنم کی نقمتیں بیان کی گئی ہیں ایک یہاں اور دوسرے سورہ صافات میں۔ چنانچہ اس سورہ میں آیت الم اولئک لھم رزق معلوم سے لے کر آیت ۵۰ تک بہشتیوں کی نعمتوں کا پروقار پر بہار تذکرہ کیا گیا ہے اور اس کی آیت ۶۲ ذالک خیر نزلا ام شجرۃ الزقوم سے لے کر آیت ۷۲ تک جہنمیوں کے مختلف عذابوں اور سزاؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ہم اسی سورہ صافات کی تفسیر میں ہر دو کی بقدر ضرورت وضاحت کر چکے ہیں۔ لہٰذا اسی مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہاں مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ یہاں ایک امر پر تبصرہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہاں اور دوسرے مقامات پر جس طرح جہنم کی تصویر کشی کی گئی ہے وہ ہر قلب سلیم والے شخص کو مضطرب کرنے اور تڑپانے کے لیے کافی ہے کیونکہ جو شخص بھی اپنے مستقبل کے بارے میں سنجیدہ ہوگا اسے یہ الفاظ ہلا کر رکھ دیں گے اور یقیناً وہ جہنم والے راستہ کو چھوڑ کر جنت والے راستے پر گامزن ہو جائے گا مگر جو سنجیدہ نہیں ہوتے اور وہ عارضی خواہشات کے غلام ہوتے ہیں وہ یہ باتیں ایک کان سے سنتے ہیں اور دوسرے کان سے باہر پھینک دیتے ہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں کے لیے یہ زریں الفاظ وعبارات نقش برآب ثابت ہوتے ہیں۔

۱۸) ذق انك ... الآیۃ

مخفی نہ رہے کہ یہاں جو ایک جہنمی کو العزیز الکریم کہا گیا ہے تو یہ بطور طنز کے ہے کہ تو دنیا میں بڑا معزز و مکرم بنتا تھا آج اپنی اس جھوٹی عزت وعظمت اور جھوٹے وقار واقتدار کا مزہ چکھ۔ ورنہ العزۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یفقھون۔

۱۹) فانما یسرناہ ... الآیۃ

قرآن آسان ہے یا مشکل؟

ہم اس موضوع پر اس تفسیر کی پہلی جلد کے مقدمہ میں بقدر ضرورت گفتگو کر کے یہ حقیقت بیان کر چکے ہیں کہ سارا قرآن نہ اس قدر مشکل ہے کہ کسی کو کچھ سمجھ بھی نہ آئے اور نہ ہی سارا اس قدر آسان ہے کہ کسی معلم ربانی کی طرف رجوع کرنے کی بھی ضرورت نہ پڑے بلکہ کچھ آسان (محکمات) اور کچھ مشکل ہے (متشابہات) جن کا مفہوم سمجھنے کے لیے راسخون فی العلم یعنی سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے کیونکہ و ما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔ مگر جو لوگ سارے قرآن کو آسان مانتے ہیں وہ اپنے دوسرے دلائل کے علاوہ ایک اس آیت سے بھی استدلال کیا کرتے ہیں۔ جس میں خداوند عالم فرماتا ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے بس کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

تو اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ ان القرآن یفسر بعضہ بعضا قرآن کا بعض دوسرے بعض کی تفسیر و تشریح کرتا ہے تو اس کی تشریح اس آیت میں کی گئی ہے کہ اے میرے حبیب! ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے مگر جب بیان کرنے والی زبان تیری ہو تو اسے تیری زبان پر آسان کر دیا ہے اسی لیے ایک اور جگہ فرماتا ہے وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔ یہ قرآن ہم نے تیری طرف نازل کیا ہے تا کہ تم لوگوں کو کھول کر بتاؤ کہ اس میں کیا نازل کیا گیا ہے۔

۲۰) فارتقب...الآیة

اے رسول! اگر یہ لوگ آپ کی بات تسلیم نہیں کرتے تو پھر آپ ان کے انجام کا انتظار کریں اور وہ بھی اپنے کردار اور اپنے حال زار سے اپنے انجام کا انتظار کر رہے ہیں۔ ارشاد قدرت ہے۔ فانتظروا انی معکم من المنتظرین تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

سورہ جاثیہ کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کی آیت ۲۸ میں لفظ جاثیہ موجود ہے "تری کل امة جاثیه" اور اسی سے اس کا نام ماخوذ ہے۔

عہد نزول:

یہ سورہ بھی حوامیم یعنی ان سورتوں میں سے ہے جن کی ابتدا حم سے ہوتی ہے اگر چہ کوئی ایسی سند موجود نہیں ہے جس سے اس سورہ کے عہد نزول کا تعین کیا جا سکے مگر حامیم بالخصوص سورہ دخان کے مطالب سے اس کی یکسانیت سے ایسا مستفاد ہوتا ہے کہ گویا یہ سورہ اس کا مثنیٰ ہے۔ اور انہی حالات میں نازل ہوئی ہے جن میں وہ نازل ہوئی تھی۔

سورۃ جاثیہ کے مضامین وموضوعات کی اجمالی فہرست

۱۔ اس سورہ کا مرکزی مضمون مبداء ومعاد ہے یعنی خدا کی توحید اور قیامت کا اثبات۔

۲۔ خدا کی توحید پر زمین وآسمان اور کائنات کی دوسری بہت سی نشانیوں سے استدلال۔

۳۔ اس حقیقت کا اثبات کہ انسان اپنی زندگی میں جن چیزوں کو کام میں لاتا ہے وہ خود بخود وجود میں نہیں آ گئیں بلکہ ان کا کوئی موجد ہے۔ اور وہی رب العالمین ہے۔

۴۔ ان کائناتی حقائق پر توجہ نہ کرنے بلکہ ان کا انکار کرنے اور تمسخر اڑانے والوں کو تہدید۔

۵۔ بنی اسرائیل پر خدا کی بعض عنایات کا تذکرہ اور پھر ان کے باہمی حسد وعداوت اور افتراق کی وجہ سے ان کے زوال کا تذکرہ

۶۔ پیغمبر اسلام کو ایک جامع ومکمل شریعت عطا کرنے اور اس کی اتباع کی تاکید مزید اور ابداع وایجاد کی ممانعت

۷۔ مسلمانوں کو منکرین کی طرف توجہ نہ کرنے کا حکیمانہ حکم۔

۸۔ نیک اعمال اور بد اعمال لوگوں کے انجام کے یکساں نہ ہونے کا بیان۔

۹۔ عقیدہ آخرت کے منکرین کے ایرادات کے جوابات اور اس عقیدہ کی ضرورت

۱۰۔ اس حقیقت کا اظہار کہ جو شخص قانون الٰہی کے بجائے خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے وہ خدا کا نہیں بلکہ خواہش کا بندہ ہے۔

۱۱۔ نامہ اعمال کا تذکرہ۔

۱۲۔ دہریوں کی رد اور عقیدہ آخرت کے انکار کے اخلاق پر برے اثرات کا تذکرہ وغیرہ وغیرہ۔

سورۃ جاثیہ کی تلاوت کرنے کی فضیلت

۱۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ حم جاثیہ کی تلاوت کرے گا خدا اس کی ستر پوشی کرے گا اور حساب کے وقت اس کے دل کو تسکین عطا فرمائے گا۔ (مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا جو شخص سورہ جاثیہ کی تلاوت کرے گا تو اس کا ثواب یہ ہے کہ کبھی دوزخ کو نہیں دیکھے گا اور نہ ہی کبھی دوزخیوں کی چیخ و پکار سنے گا اور وہ پیغمبر اسلامؐ کے ہمراہ ہو گا۔ (ایضاً و ثواب الاعمال)

۳۔ تفسیر البرہان میں بحوالہ خواص القرآن لکھا ہے کہ جو شخص یہ سورہ لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ ظالم حکمران کے شر سے محفوظ رہے گا اور ہر دیکھنے والے کی نگاہ میں محبوب ہوگا۔ (البرہان)

(سورہ جاثیہ مکی ہے اس کی ۳۷ آیات ہیں اور ۴ رکوع ہیں)

آیات القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۲ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝۴ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۵ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝۷ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ

ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۸﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹﴾ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾

ترجمۃ الآیات

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے) حا۔میم (۱) یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو غالب ہے (اور) بڑا حکمت والا ہے (۲) بے شک آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے لیے (خدا کی توحید وقدرت کی) بہت سی نشانیاں ہیں (۳) اور خود تمہاری پیدائش میں اور ان حیوانات میں جن کو وہ (زمین میں) پھیلا رہا ہے یقین رکھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں (۴) اور رات اور دن کی آمدورفت میں اس (ذریعہ) رزق (بارش) میں جو اللہ نے آسمانوں سے نازل کیا اور اس سے زمین کو زندہ کر دیا اس کی موت کے بعد اور ہواؤں کی گردش میں بھی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں (۵) یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم حق کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں تو آخر اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد وہ کونسی بات ہے جس پر وہ ایمان لائیں گے؟ (۶) ہلاکت ہے ہر اس بڑے جھوٹے (اور) بڑے گنہگار کے لیے (۷) جو اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جب اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں پھر وہ تکبر کے ساتھ اس طرح اڑا رہتا ہے کہ گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں۔ بس تم اسے دردناک عذاب کی خبر دے دو (۸) اور جب اس کو ہماری آیات میں سے کسی کا علم ہوتا ہے تو وہ ان کو مذاق بنالیتا ہے ایسے لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے (۹) ان کے آگے جہنم ہے اور انہوں نے جو کچھ کیا کمایا ہے وہ انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا اور نہ ہی وہ ان کے کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھا ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے (۱۰) یہ ہدایت ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لیے سخت قسم کا دردناک عذاب ہے (۱۱)

تشریح الالفاظ

(۱)یبث۔ بث۔ یبث کے معنی پھیلانے کے ہیں۔(۲)تصریف الریاح کے معنی ہیں ہواؤں کی گردش جو کبھی جنوباً وشمالاً اور شرقاً وغرباً اور کبھی ٹھنڈی اور کبھی گرم۔(۳)افاك۔ افك سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں بڑا جھوٹا اور بڑا بہتان تراش(۴)ھزوا کے معنی تمسخر اور مذاق کے ہیں(۵)رجز اس کے معنی سخت قسم کے عذاب کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) حم...الآیة

ان حروف مقطعات پر کئی بار بلکہ ابھی اوپر سورہ دخان کے آغاز میں گفتگو ہو چکی ہے۔ فراجع

۲) تنزیل الکتاب...الآیة

کئی سورتوں کی ابتداء میں کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کے منجانب اللہ نازل ہونے کے اعلان میں کئی حقائق مضمر ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ اس سے اس کتاب کی عظمت کو اجاگر کرنا مقصود ہے کہ غور وفکر کرو کہ یہ کتاب کس ہستی کی طرف سے ہے جو عزیز بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔

۲۔ دوسری یہ کہ یہ کتاب پیغمبر اسلامؐ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ خدا کی تنزیل ہے۔

۳۔ تیسری یہ کہ یہ بات پیغمبر اسلامؐ کی زندگی کے مکی دور میں کی گئی تھی جبکہ حالات حاضرہ سراسر قرآن کے خلاف تھے مگر بعد کے واقعات نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ قرآنی دعوت تاریخ عالم کی بڑی کامیاب دعوت تھی۔

۴۔ چوتھی یہ کہ قرآن کے منجانب اللہ نازل شدہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سب مضامین ومطالب عقل ودانش اور قانون قدرت وآئین فطرت کے عین مطابق ہیں کیونکہ وہ خالق فطرت کا کلام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن ڈیڑھ ہزار سال سے اپنی صداقت کا لوہا منوا رہا ہے اور موجودہ دور کی سائنس بھی اسکی کسی بات کو غلط اور خلاف عقل ثابت نہیں کر سکی۔

۳) ان فی السموات والارض...الآیة

زمین ہو یا آسمان یا جو کچھ ان کے درمیان ہے الغرض پوری کائنات میں خدا کی توحید وقدرت کی نشانیاں ہیں

یہ قرآن مجید کا نہایت پسندیدہ موضوع ہے وہ ہمیشہ اہل علم ودانش اور ایمان وایقان لانے والوں کی توجہ ان مناظر قدرت اور مشاہد فطرت کی طرف مبذول کراتا ہے جو کائنات ارضیٰ وسماوی میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں اور وہ عقلاء روزگار کو ان دلائل وشواہد کی طرف متوجہ کرتا ہے جو انفس وآفاق میں پائے جاتے ہیں انسان کی اپنی خلقت ہو یا اس کی عجیب وغریب ساخت آسمان وزمین کی تخلیق ہو یا ان کی بلندی وپستی۔ زمین میں چلنے پھرنے والے حیوانات ہوں اور ان کا پھیلاؤ شب وروز کی آمد ورفت ہو یا باران کا آسمان سے نزول جس سے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے اور روزی کا بندوبست ہوتا ہے ہواؤں کی گردش ہو یا فضاؤں کی وسعت جن میں تمام دینی ودنیوی، طبعی ونفسیاتی، انسانی وحیوانی اور ہوائی فضائی علوم بھی آ جاتے ہیں یہ سب خداوند عالم کی توحید ویکتائی اس کی قدرت وتمکنت اور علم وحکمت کے دلائل قاطعہ اور شواہد ساطعہ نہیں ہیں تو اور کیا ہیں؟ مگر یہ ضرور ہے کہ یہ دلائل، یہ نشانیاں ہیں صرف ان لوگوں کے لیے ہیں جو دیدۂ بینا، گوش شنوندہ اور سوچنے والا دماغ رکھتے ہیں اور ایمان لانا اور ایقان پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جو اندھے، بہرے اور مورکھ ہوتے ہیں وہ ان آیات بینات سے کوئی فائدہ نہیں حاصل کرتے۔ سچ ہے کہ ع

دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے؟

لا تغنی الآیات و النذر عن قوم لا یومنون۔ مخفی نہ رہے کہ ان آیات بینات کی اکثر دوسرے مقامات کے علاوہ بالخصوص سورہ بقرہ کی آیت ۱۶۴ کی تفسیر میں بقدر ضرورت وضاحت کی جا چکی ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔

۴) تلك آيات الله... الآية

ارشاد قدرت ہے کہ اگر یہ لوگ خدا کے وجود، اس کی وحدانیت ویکتائی اور اس کی قدرت وتوانائی اور حکمت ودانائی پر اس کے اپنے بیان کردہ آیات بینات اور قائم کیے ہوئے دلائل فطرت اور شواہد قدرت کے بعد بھی ایمان نہیں لاتے تو پھر وہ کون سی ایسی بات ہے جس کی وجہ سے وہ ایمان لائیں گے؟ بلکہ اس کا صاف وصریح مطلب یہ ہے کہ وہ جان بوجھ کر ایمان ہی نہیں لانا چاہتے اور اپنے کفر وشرک پر اڑا رہنا چاہتے ہیں جس کا اس کے بعد ذکر کیا جا رہا ہے۔

۵) ویل لکل ... الآیة

کفار کے ایک مخصوص گروہ کے غلط طرز عمل کا تذکرہ

ان آیتوں میں کفار و مشرکین کے ایک مخصوص ٹولے کے طرز عمل کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جس کی بڑی بڑی خصلتیں یہ ہیں۔

۱۔ وہ آیات الٰہیہ کو سنتا ہے مگر ایمان لانے اور ماننے کے لیے نہیں۔

۲۔ بلکہ ان کا تمسخر اور مذاق اڑانے کے لیے۔

۳۔ وہ سن سمجھ کر استکبار اور بڑائی کی وجہ سے کفر و شرک پر اڑا رہتا ہے انسانی نفسیات کے ماہر جانتے ہیں کہ بعض اوقات حق کا اعتراف کرنا اور داعی حق کی دعوت پر لبیک کہنا اپنی مزعومہ بڑائی سے دست بردار ہونے کے مترادف ہوتا ہے کیونکہ وہ شخص اپنے آپ کو بڑا تصور کرتا ہے اور داعی حق کو چھوٹا۔ لہٰذا وہ سمجھتا ہے کہ اگر اس نے حق کا اعتراف کر لیا تو معاملہ برعکس ہو جائے گا یعنی اس کے خیال میں جو بڑا ہے اسے چھوٹے کے سامنے جھکنا پڑ جائے گا۔ اگرچہ وہ اپنی اس متکبرانہ روش کے جواز میں دلیل پیش کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ مگر اس دلیل کی حیثیت ایک کھوٹے سکے اور کھوکھلے الفاظ سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔ ایسے گروہ کو خداوند عالم بڑا جھوٹا افتراء پرداز اور بڑا گناہ گار قرار دیتے ہوئے دردناک عذاب، رسوا کن عذاب، بڑے عذاب کی خبر دیتا ہے اور یہ بھی واضح کرتا ہے کہ ان کے آگے جہنم ہے۔

واضح رہے کہ لفظ وراء اضداد میں سے ہے جس کے معنی آگے کے بھی ہیں اور پیچھے کے بھی۔ اور یہاں وہ آگے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور یہ بھی کہ انہوں نے جو کچھ بھی مال و جائیداد اور احباب و اولاد کمائی ہے ان میں سے کوئی چیز بھی مشکل وقت میں ان کے کام نہ آئے گی۔ نیز اللہ کو چھوڑ کر ان لوگوں نے جو ایسے ولی اور کارساز بنا رکھے ہیں وہ بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔

۶) ھذا ھدی ... الآیة

یہ قرآن اور اسلام سراپا اور مجسم ہدایت ہے جو اس سے نور ہدایت حاصل کرنا چاہے گا وہ ہدایت یافتہ ہو جائے گا لیکن جو بدبخت آیات الٰہیہ کا انکار کریں گے ان کے لیے سخت قسم کا عذاب ہے۔

آیات القرآن

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ
فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۲ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی
الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۳ قُلْ
لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا
كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝۱۴ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ
فَعَلَیْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۱۵ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ
الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَی
الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۶ وَاٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ
مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ
الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۷ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ
الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۱۸ اِنَّهُمْ لَنْ
یُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۚ
وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝۱۹ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ
یُّوْقِنُوْنَ ۝۲۰ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ
كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ
مَا یَحْكُمُوْنَ ۝۲۱

ترجمۃ الآیات

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کردیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل (رزق) تلاش کرو۔ اور تاکہ تم شکر کرو (۱۲) اور اس نے آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کردیا ہے۔ بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے (خدا کی قدرت وحکمت کی) نشانیاں ہیں (۱۳) (اے رسولؐ) ایمان والوں سے کہیے! کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے (خاص) دنوں کی امید نہیں رکھتے تاکہ اللہ ایک قوم کو اس کے ان سارے اعمال کا بدلہ دے جو وہ کیا کرتے تھے (۱۴) جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے فائدہ کے لیے کرتا ہے اور جو کوئی برائی کرتا ہے اس کا وبال بھی اسی پر پڑتا ہے پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۱۵) اور یقینا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائی اور ان کو پاکیزہ رزق عطا فرمایا اور ان کو دنیا جہان والوں پر فضیلت عطا کی (۱۶) اور ہم نے انہیں دین کے معاملہ میں کھلے دلائل عطا کیے پس انہوں نے اس میں اختلاف نہیں کیا مگر علم آ جانے کے بعد محض باہمی ضد اور ظلم کی وجہ سے بے شک قیامت کے دن آپ کا پروردگار ان کے درمیان فیصلہ کرے گا جن چیزوں میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے (۱۷) (اے رسولؐ) پھر ہم نے آپ کے دین کو ایک واضح شریعت پر قائم کیا ہے پس آپ اس کی پیروی کیجیے! اور ان لوگوں کی خواہش کی پیروی نہ کیجیے جو علم نہیں رکھتے (۱۸) وہ اللہ کے مقابلہ میں آپ کو ہرگز کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔ یقینا ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہوتے ہیں اور اللہ تو پرہیزگاروں کا ساتھی (اور پشت پناہ) ہے (۱۹) یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بصیرتوں کا سرمایا اور یقین رکھنے والوں کے لیے ہدایت ورحمت کا باعث ہے (۲۰) کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کی مانند قرار دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے؟ ان کا جینا اور مرنا یکساں ہوجائے گا؟ بہت برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کررہے ہیں (۲۱)

تشریح الالفاظ

(۱) **یغفروا**۔ مغفرت اور غفران کے معنی بخشنے کے ہیں یہاں درگزر کرنا مراد ہے۔ (۲) **شریعة**

کے لغوی معنی گھاٹ کے ہیں اور کھلا رستہ اور یہاں خدائی احکام مراد ہیں (۳) اھواء یہ ھویٰ کی جمع ہے جس کے معنی خواہشات کے ہیں (۴) اجترحوا۔ اجتراح کے معنی ارتکاب کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۷) الله الذی... الآیة

سمندر کو ہمارے لیے مسخر کرنا بھی خدا کی قدرت کا ایک کرشمہ ہے

خدا کی قدرت کے گونا گوں کرشموں سے کائنات بھری پڑی ہے مگر خداوند عالم اپنے بعض بڑے بڑے کرشموں کا کبھی کبھی تذکرہ کرتا ہے۔ چنانچہ منجملہ ان کے یہاں سمندر کے مسخر کرنے کا تذکرہ کیا ہے کہ باوجودیکہ پانی کا کام کسی چیز کو ڈبونا ہے مگر خالق نے اسے اس طرح قانون فطرت کا پابند بنایا ہے کہ بڑی بڑی کشتیاں اور بڑے بڑے جہاز اس پر رواں دواں ہیں اور ہزاروں من تجارتی مال وغیرہ لے کر پوری حفاظت سے دوسری طرف پہنچ جاتے ہیں اسی طرح خدائے کریم نے پوری کائنات انسان کے لیے مسخر کردی ہے اس لیے وہ ہواؤں اور فضاؤں میں اڑتا پھرتا ہے۔

الغرض یہ چیزیں ہمارے ارادہ کے تحت ہیں یہ الگ بات ہے کہ ہم اپنے علم وعقل کی کمی کی وجہ سے ان چیزوں سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں دو مقامات پر مع تفسیر گزر چکی ہے ایک سورہ اسراء آیت ۶۶ اور دوسری سورہ روم آیت ۴۶۔ فراجع

۸) وسخر لکم ما فی السموات... الآیة

ابھی اوپر واضح کیا جا چکا ہے کہ خالق علیم وحکیم نے صرف سمندر ہی نہیں بلکہ جو کچھ زمین وآسمان میں ہے وہ سب کا سب اپنے فضل وکرم سے انسان کے لیے مسخر اور اس کے تابع کر دیا ہے کہ انسان جس طرح چاہے ان چیزوں کو اپنے دینی اور دینوی فائدے کے لیے استعمال کرسکتا ہے اور اسی وجہ سے وہ آج نہ صرف زمین پر بلکہ عالم بالا کی فضاؤں میں نہ صرف بہترین مکانات بلکہ شاندار تمدن، تعمیر کرنے کی منصوبہ بندیاں کررہا ہے۔

واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت مع مکمل تفسیر کے سورہ لقمان آیت ۲۰ میں گزر چکی ہے۔ اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے آیات آفاقیہ میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آج سائنسدان جو نئی نئی ایجادات کررہے ہیں اور محیر العقول کارنامے انجام دے رہے ہیں وہ اسی قدرت کے نظام تسخیر وخدمت

گزاری سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور قدرت کی مخفی قوتوں کو آشکار کر رہے ہیں اور ہم مسلمان مجسم حیرت بن کر دور سے یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں مگر اس کام میں شرکت کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

حالانکہ بحیثیت مسلمان ہونے کے ہمیں اس قافلہ کا سالار ہونا چاہیے تھا۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۹) قل للذین آمنوا یغفروا ... الآیۃ

داعیان حق کو عفو و درگزر کرنے کی تلقین

اللہ کے وہ مخصوص نعمت ونقمت والے تاریخی دن مراد ہیں جن میں وہ اپنے اولیاء کو نوازتا ہے اور اعداء کو روک دیتا ہے یہ آئین فطرت ہے کہ جن لوگوں یعنی مشرکوں کے عذاب اور اس کے سخت فیصلے کے کسی دن کی آمد کا یقین نہیں ہوتا وہ گناہ وعصیاں کرنے اور مخلوق خدا پر ظلم و ستم کرنے میں بڑے جری وجسور ہوتے ہیں اور داعیان حق اور ان کے سچے پیروکاروں کو اذیت پہنچاتے اور ستانے میں کسی ضابطہ اخلاق کو مدنظر نہیں رکھتے۔ ظاہر ہے کہ ان کی اس جارحانہ روش ورفتار کے مقابلہ میں اہل حق کے دلوں میں بھی جذبہ انتقام پیدا ہوتا ہے اس لیے اہل ایمان وایقان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے عفو و درگزر سے کام لیں، یہاں تک کہ اگر ہو سکے تو ان کے حق میں بددعا بھی نہ کریں اور ان سے انتقام اور بدلہ لینے کا معاملہ احکم الحاکمین کے حوالے کر دیں کیونکہ وہی حقیقی جزا وسزا دینے والا ہے اور اپنی تمام توجہ ایمان وعمل اور تبلیغ حق پر مرکوز رکھیں گویا کہ وہی ادفع بالتی ھی احسن والی تعلیم دہرائی جا رہی ہے جس کی پوری وضاحت اسی آیت کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

۱۰) من عمل صالحا ... الآیۃ

اس آیت کا مفہوم بالکل واضح ہے اور یہ آیت قریباً انہی الفاظ کے ساتھ قبل ازیں کئی بار مع تفسیر گزر چکی ہے جیسے سورہ انعام آیت ۱۰۴ اور سورہ حم السجدہ آیت ۴۶ وغیرہ۔ فراجع

۱۱) ولقد اتینا بنی اسرائیل ... الآیۃ

بنی اسرائیل کو کتاب یعنی تورات اور حکم یعنی حکمت اور دین کا فہم اور اس کی معرفت اور بقولے جناب داؤد وسلیمان کے وقت میں حکومت اور نبوت عطا کیے جانے اور بعض امور میں اپنے زمانہ کے لوگوں پر ان کی

فضیلت وفوقیت اور پھران کی کفران نعمت اور باہمی حسد وزیادتی سے آپس میں اختلاف کرنے اوراس کی پاداش میں بے وقار ہونے کا تذکرہ کئی جگہ کیا جاچکا ہے۔

۱۲) فما اختلفوا... الآية

اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں کئی بار آ چکی ہے منجملہ ان مقامات کے ایک سورہ شوری کی آیت ۱۴ بھی ہے ما تفرقوا الا من بعد ما جاءهم العلم بغيا بينهم جس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کا باہمی اختلاف وافتراق کسی جہالت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ انہوں نے یہ اختلاف نبیوں کے توسط سے صحیح علم آ جانے کے بعد محض باہمی ضد وحسد اور ظلم وتعدی اور اپنی چودہراہٹ کو قائم رکھنے کے باعث جان بوجھ کر کیا تھا جس کی پاداش میں وہ ذلیل وخوار ہوئے۔ اللہ قیامت کے دن ان کے اختلاف کا فیصلہ کر کے زیادتی کرنے والوں کو سزا دے گا۔

۱۳) ثم جعلناك... الآية

شریعت بنانا خدا کا کام ہے

قبل ازیں سورہ شوریٰ کی آیت ۱۳ شرع لكم من الدين ۔ الآية کی تفسیر میں ہم بڑی تفصیل سے واضح کر چکے ہیں کہ دین کے اصول ہوں یا فروع یعنی عقائد ہوں یا احکام ان کا وضع کرنا اور بنانا مالک الملک اور خالق الخلق کا کام ہے۔ نبی ورسول اس کے اس دین کو لوگوں تک پہنچاتے اور اپنے قول وفعل سے اس کی تبلیغ فرماتے ہیں۔ چنانچہ خدا یہاں بھی اور سورہ شوریٰ میں بھی اپنے رسول اعظم کو اسی شریعت کی اتباع کرنے اور لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ ولا تتبع اهوا الذين لا يعلمون! یعنی ان لوگوں کی خواہش کے مطابق دین میں کسی قسم کا کوئی ردوبدل نہ کرو۔ ورنہ یہ لوگ آپ کو خدائی مواخذہ ومحاسبہ سے نہیں چھڑا سکیں گے جیسا کہ پہلے بنی اسرائیل اپنی کتاب توراۃ میں حسب دلخواہ تحریفات کر کے اپنی عالمی حیثیت کھو چکے ہیں۔ الغرض دینی تعلیمات پر عمل کرنے سے امت میں وحدت پیدا ہوتی ہے مگر جب عالم نما جاہل دین میں تحریف کرتے اور اس میں ردوبدل اور کمی بیشی کرتے ہیں تو اس سے اختلاف وافتراق پیدا ہوتا ہے اور پھر ہر اضافہ کرنے والا اپنے اضافے کی تائید اور دوسرا اس کی تردید کرتا ہے۔ یہیں سے فرقے اور مسالک بنتے ہیں اس طرح اصلی دین کی صورت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔

۱۴) ام حسب الذين... الآية

نیکوکاروں اور بدکاروں کا جینا اور مرنا اور انجام ایک جیسا نہیں ہوسکتا

یعنی کبھی بدکردار لوگ ایماندار اور نیکوکار لوگوں کے مانند نہیں ہوسکتے کیونکہ ایسا کرنا اللہ کے نظام عدل کے خلاف ہے۔ ھل یستوی الظلمات والنور کیونکہ ایسا کرنا صریح ظلم ہے اور خدا تو ظلم کرنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔ لہٰذا ع

شاہین کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور ؟

آیات القرآن

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٢﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَقَالُوْا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾

ترجمۃ الآیات

اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق و حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ دیا جائے اور ان پر (ہرگز) ظلم نہیں کیا جائے گا (۲۲) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اور اللہ نے باوجود علم کے اسے گمراہی

میں چھوڑ دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے اللہ کے بعد کون ایسے شخص کو ہدایت کر سکتا ہے؟ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے (۲۳) اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو بس یہی دنیوی زندگی ہے۔ یہیں ہم مرتے ہیں اور یہیں جیتے ہیں اور ہمیں صرف گردش زمانہ ہلاک کرتی ہے حالانکہ انہیں اس (حقیقت) کا کوئی علم نہیں ہے وہ محض گمان کی بنا پر ایسا کہتے ہیں (۲۴) اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی ہوئی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے پاس کوئی حجت اور دلیل نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر کے) لاؤ (۲۵) آپ کہہ دیجیے! اللہ ہی تمہیں زندہ رکھتا ہے وہی تمہیں موت دیتا ہے پھر وہی تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) جانتے نہیں ہیں (۲۶)

تشریح الالفاظ

(۱) غشاوہ۔ کے معنی پردہ کے ہیں۔ (۲) اضلہ اللہ علی علم کا مطلب ہے جان بوجھ کر گمراہ ہونا۔ (۳) تذکرون۔ تذکیر کے معنی نصیحت قبول کرنے کے ہیں (۴) الدھر۔ کے معنی زمانہ کے ہیں جو کہ شب و روز کی آمد و رفت سے بنتا ہے۔

۱۵) خلق اللہ السموات... الآیۃ

زمین و آسمان حق و حکمت کے ساتھ پیدا کیے گئے ہیں

یہ حقیقت کئی بار قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے کہ خدائے علیم و حکیم نے یہ کارگاہ ہستی عبث اور بے مقصد پیدا نہیں کی بلکہ حق و حکمت اور بڑی بلند غرض و غایت کے تحت پیدا کی گئی ہے کیونکہ وہ عبث کام کرنے سے منزہ ہے۔ اور اسی کا یہ تقاضا ہے کہ ایک بدکار اور نیکوکار برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر ایک شخص اس کارخانہ ہستی کی چیزوں کو صحیح عقلی و شرعی طریقہ پر استعمال کرے اور اپنے مالک کی منشا کے مطابق زندگی گزارے اور دوسرا ان چیزوں کو غلط طریقہ پر استعمال کرے اور اپنی زندگی بھی اپنے مالک کے حکم کے مطابق نہ گزارے تو اگر مرنے کے بعد دونوں کا انجام ایک جیسا ہو جائے نہ اچھے کو جزا ملے اور نہ برے کو سزا تو پھر خدا کو کون عادل اور حکیم کہے گا؟ کیونکہ نیکوکار کو جزائے خیر نہ دینا اور برے کو سزا نہ دینا بھی تو ایک قسم کا ظلم ہے اور خدا کا دامن

ربوبیت ظلم و جور سے مبرا ہے چنانچہ فرمایا ہے من یعمل مثقال ذرۃ خیر ایرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شر ایرہ (انزال)

مخفی نہ رہے کہ اس قسم ولتجزی کل نفس بما کسبت ... الآیۃ کی طرح ایک آیت سورہ یونس آیت ۴ پر مع تفسیر گزر چکی ہے۔ ولیجزی الذین آمنوا و عملو الصالحات بالقسط... الآیۃ۔ فراجع

۱۶) افرأیت من اتخذ... الآیۃ

کچھ لوگ اپنی خواہش نفس کو خدا جانتے ہیں

دنیا جہاں کے ملل و مذاہب میں کوئی ایسا دین و مذہب نہیں پایا جاتا کہ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ خواہش نفس خدا ہے تو خدا کے کلام حق ترجمان کا کیا مطلب ہے کہ کیا آپ نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنے نفس کو اپنا خدا بنا رکھا ہے؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ وہ زبان سے ایسا نہیں کہتا مگر اس کا عمل بتاتا ہے کہ اس کا کسی چیز پر ایمان نہیں ہے سوائے خواہش نفس کے اور وہ اپنے نفس کا ایسا غلام بے دام ہے کہ وہ جو کام بھی کرتا ہے تو اپنی خواہش کے مطابق۔ یہاں تک کہ اگر کسی فعل حرام کرنے کی اسے ذاتی خواہش ہو تو اسے وہ کر گزرتا ہے اور اگر نفس کو پسند نہ ہو تو کسی واجب کام کو بھی نہیں کرتا۔

اگر اپنے کسی پیر و فقیر اور مرشد کی اطاعت کرنے لگے تو یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے رہا ہے اندھا دھند اس کی اطاعت کرتا چلا جاتا ہے اور نہ کرنا چاہے تو خدا اور رسول کا حکم بھی نہیں مانتا۔

الغرض وہ خواہش کی اس طرح اطاعت کرتا ہے جس طرح خدا کی کرنی چاہیے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس کی باگ ڈور اس کے نفس امارہ کے ہاتھ میں ہے وہ اسے جدھر کھینچتا ہے یہ ادھر کھچا چلا جاتا ہے۔ ایسے ہی مورکھ کے بارے میں شاعر نے کہا ہے:

زبان سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل؟
بتایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تو نے؟

متعدد حدیثوں میں وارد ہے کہ منجملہ امور مہلکہ کے ایک خواہش نفس کی پیروی کرنا بھی ہے اور قرآن مجید میں ہے و اما من خاف مقام ربہ و نہی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی کہ جو شخص خدا کی بارگاہ میں حاضری سے ڈرے اور نفس کو اس کی خواہش کی پیروی کرنے سے روکے جنت اسی کا ٹھکانہ ہے۔ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جو شخص سوچے سمجھے تو اپنی خواہش کے ساتھ، اگر کوئی کام و

اقدام کرے تو اپنی خواہش کے تحت، تو یہ شخص وہ ہے جس نے گویا خواہش کو خدا بنا رکھا ہے۔

۱۷) واضلہ اللہ... الآیۃ

خدا کسی کو ہرگز گمراہ نہیں کرتا

یہ حقیقت کئی بار واضح کی جا چکی ہے کہ خدا حقیقی ہادی و راہنما ہے وہ ہر ممکن طریقہ سے اپنی مخلوق کی ہدایت و راہنمائی کرتا ہے وہ ہرگز کسی کو گمراہ نہیں کرتا بلکہ گمراہ کرنا شیطان اور اس کے جنی و انسی انصار و اعوان کا کام ہے۔ بنابریں جہاں اس قسم کے کسی فعل کی نسبت خدا کی طرف دی جائے تو اس سے مراد مجاز ہوتا ہے حقیقت مقصود نہیں ہوتی یعنی جو لوگ خداداد صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور خداداد اعضاء و جوارح سے وہ کام نہیں لیتے جس کی خاطر خدا نے یہ اعضاء دیے ہیں بلکہ ان کو بالکل معطل کر دیتے ہیں تو گویا خدا ان سے اپنی توفیق سلب کر کے ان کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور ان کے سننے، دیکھنے اور سوچنے کے اعضاء پر مہر لگا دیتا ہے۔ ارشاد قدرت ہے: فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم واللہ لایھدی القوم الفاسقین (الصّف: ۵) جب وہ خود ٹیڑھے ہو گئے تو خدا نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

ایضاح:

اضلہ اللہ علی علم۔ میں علی علم کا تعلق اللہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ خدا اسے اپنے علم کے مطابق گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور بندہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ باوجود علم اور سوجھ بوجھ کے رکھنے کے گمراہ ہو رہا ہے!۔ فمن یھدیہ من بعد اللہ۔

۱۸) وقالوا ما ھی... الآیۃ

قدیم دھریوں کے نظریہ کا تذکرہ

جاہلی دور میں وسطی اور جنوبی عرب میں ایسے لوگ بکثرت موجود تھے جو کسی مبداء اور معاد یعنی خدا اور آخرت کے قائل نہ تھے۔ بلکہ ان کا نظریہ تھا کہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اور موت و حیات کا جو سلسلہ چل رہا ہے وہ مادی اور طبعی قوانین کے تحت ہو رہا ہے جیسا کہ ان کے کسی ہم مشرب شاعر نے یہ مضمون یوں باندھا ہے:ـ

حیات کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشان ہونا

اور وہ کہتے تھے کہ یہ سب کچھ گردش زمانہ اور گردش لیل ونہار کے ماتحت ہو رہا ہے۔ بالفاظ دیگر اس دور کے بزعم خود روشن خیال وہی کچھ کہتے تھے کہ جو کچھ آج کل بزعم خود مہذب اور فرنگی مآب لوگ کہہ رہے ہیں۔ سچ ہے کہ الکفر ملة واحدة ارشاد قدرت ہے کہ ان لوگوں کے پاس کوئی علم اور علمی دلیل نہیں ہے۔ یہ محض گمان کی بنا پر یہ باتیں کر رہے ہیں گویا ان کے اس انکار کا سرمایا اس وقت بھی لاعلمی تھا اور آج پندرھویں صدی میں بھی یہی لاعلمی ہے۔

ارشاد قدرت ہے کہ اللہ مارتا جلاتا ہے اور زندہ کر کے اٹھاتا ہے۔ اسی لیے حدیث میں وارد لا تسبوا الدھر فان اللہ ھو الدھر کہ زمانہ کو گالی نہ دو۔ کیونکہ خدا ہی زمانہ ہے یعنی یہ لوگ جو کام زمانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے مارنا اور جلانا دراصل ان کا انجام دینے والا خدا ہے۔ ولنعم ما قیل

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
آتش پہ مغوں نے گیت گایا تیرا
دہری نے کیا دھر سے تجھ کو تعبیر
غرض انکار کسی سے بھی نہ بن آیا تیرا

۱۹) و اذا تتلی علیھم ... الآیة

جب ان کے سامنے خدا کی واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لاؤ۔ ان لوگوں کے ان جاہلانہ مطالبات پر ابھی اوپر سورہ دخان کی آیت ۳۶ کی تفسیر میں تبصرہ کیا جاچکا ہے۔ فراجع

۲۰) قل اللہ یحییکم ... الآیة

اللہ ہی تمہیں زندہ رکھے ہوئے ہے اور وہی تمہیں اپنے مقررہ وقت پر موت دے گا اور پھر قیامت کے دن جس کے وقوع پذیر ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں تمہیں اکٹھا کرے گا اور حساب وکتاب لے گا اور نیکوں کو جزا اور بروں کو سزا دے گا۔ ذالك تقدیر العزیز العلیم۔ ولکن اکثر الناس لا یعلمون!!

آیات القرآن

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۲۷ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۸ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ

بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۲۹ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ۝۳۰ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ۝۳۱ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ۝۳۲ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۝۳۳ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۝۳۴ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ۝۳۵ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝۳۶ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝۳۷ۧ

ترجمۃ الآیات

آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی بادشاہی ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل پرست لوگ خسارہ اٹھائیں گے (۲۷) اور آپ دیکھیں گے کہ اس وقت ہر گروہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا اپنے (فیصلے کا منتظر) ہوگا اور ہر گروہ کو اس کی کتاب (صحیفۂ عمل) کی طرف بلایا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا کہ) آج تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے (۲۸) یہ ہماری کتاب (دفتر عمل) ہے جو تمہارے بارے میں حق و سچ کے ساتھ بولتی ہے ہم لکھتے (لکھواتے) رہتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے (۲۹) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کا پروردگار انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہی واضح کامیابی

ہے(۳۰)اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا (ان سے کہا جائے گا) میری آیتیں تمہیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟ مگر تم نے تکبر کیا اور تم مجرم لوگ تھے(۳۱)اور جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ قیامت کیا ہے؟ بس ایک گمان ہے جو ہم کرتے ہیں اور ہمیں اس کا یقین نہیں ہے (۳۲)(اس وقت) ان کے اعمال کی برائیاں واضح ہو جائیں گی اور وہ چیز ان کو گھیرے گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے (۳۳) اور (ان سے کہا) جائے گا کہ آج ہم تمہیں اس طرح نظر انداز کریں گے جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات (حاضری) کو بھلا دیا تھا۔ تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے(۳۴) یہ اس لیے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا تھا اور دنیاوی زندگی نے تمہیں دھوکہ میں مبتلا کیا۔ پس وہ آج نہ تو اس (دوزخ) سے نکالے جائیں گے اور نہ ان کو معذرت (خدا کو راضی کرنے) کا موقع دیا جائے (۳۵) ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بلکہ سارے جہانوں کا پروردگار ہے (۳۶) اسی کے لیے کبریائی ہے اور وہ بڑا غالب (اور) بڑی حکمت والا ہے(۳۷)

تشریح الالفاظ

(۱) جاثیه۔ جثا یجثوا کے معنی دوزانو ہو کر بیٹھنا اور گھٹنوں کے بل گرنا۔ (۲) نستنسخ۔ استنساخ کے معنی لکھنے لکھوانے کے ہیں (۳) بدالھم کے معنی ظاہر ہونے کے ہیں (۴) ننسا کم۔ نسی ینسی کے معنی جہاں بھولنے بھلانے کے ہیں وہاں اس لفظ کا اطلاق نظر انداز کرنے پر بھی ہوتا ہے (۵) ھزوا کے معنی تمسخر اور مذاق اڑانے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۱) ولله ملك السموت... الآية

حیات بعد الموت کی مختصر دلیل

اس پیرایہ میں گویا خدائے علیم و حکیم یہ حقیقت بیان کرنا چاہتا ہے کہ جس قادر مطلق نے اتنے بڑے زمین و

آسمان پیدا کیے اوران کو پیدا کر کے تھکا بھی نہیں ہے (و لم یعی بخلقھن) اور پھر ان پر حکومت بھی کر رہا ہے آیا اس کے لیے یہ کام کوئی مشکل ہے کہ انسان کو دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں لائے تا کہ اسے اس کی اعمال کی جزاو سزادی جاسکے۔ چنانچہ اس دن ایماندار اور نیکوکار فائزالمرام ہوں گے اور باطل پرست خسارہ اٹھائیں گے۔

۲۲) و تری کل امۃ ... الآیۃ

قیامت کے دن لوگ دوزانو گرے ہوئے ہوں گے اور حساب و کتاب اور جزاوسزا کے منتظر ہوں گے

اس عنوان سے روز قیامت کی ہولنا کی اور ہیبت نا کی بیان کی جا رہی ہے کہ اس دن کے سخت محاسبہ ومؤاخذہ کے خوف پھر اپنے انجام کے انتظار اور پھر جزاوسزا کے فیصلے کی بے چینی کی وجہ سے لوگ اس قدر مرعوب اور خوف زندہ ہوں گے کہ ان کے لیے سیدھا کھڑا ہونا مشکل ہو جائے گا۔ چنانچہ بڑے متکبر مزاج سردار گھٹنوں کے بل گرے ہوئے نظر آئیں گے۔ الامان یا رحمن۔

۲۳) کل امۃ تدعی ... الآیۃ

ہر قوم کو اس کی کتاب کی طرف بلایا جائے گا

اس کتاب سے کون سی کتاب مراد ہے؟ اس میں قدرے اختلاف ہے۔ بعض نے اس سے اس دور کی آسمانی کتاب مراد لی ہے اور بعض نے اس سے فرائض والی کتاب مراد لی ہے جو ان پر عائد تھے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد صحیفہ اعمال ہے جس کے لکھوانے کا خالق حکیم نے کراماً کاتبین کے ذریعہ سے اہتمام کیا ہے جس کا اس سے اگلی آیت میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ جو حق و سچ کے ساتھ شہادت دے گا۔ ایک اور جگہ ارشاد قدرت ہے ووضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ الآیۃ (الکہف : ۴۹/ لوگوں کے اعمال والی کتاب سامنے رکھی جائے گی اور تم مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ اس میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اسے دیکھ کر خوف زدہ ہوں گے اور کہیں گے کہ اس کتاب نے تو ہمارا کوئی چھوٹا یا بڑا عمل نہیں چھوڑا۔ سب کو قلم بند کر دیا ہے اسی جگہ یعنی سورہ کہف کی آیت ۴۹ کی تفسیر میں اس موضوع کی مزید وضاحت کی جا چکی ہے۔ الغرض پھر اسی نامہ اعمال کی تحریر کے مطابق عادل حقیقی فیصلہ فرمائے گا۔ اور اگر کوئی اس تحریر کا انکار کرے گا تو پھر اس کے اعضاء سے گواہی دلوائی جائے گی۔

۲۴)فاما الذین آمنوا ...الآیۃ

ایمانداروں اورنیکوکاروں کے انجام بخیر کا تذکرہ

یہاں روز عدل کے عادلانہ فیصلوں اورمختلف گروہوں کی انجام خیر وبد کی تفصیل بیان کی جارہی ہے کہ جو دار دنیا میں ایمان لائے تھے اور نیک عمل بھی کیے تھے اور صراط مستقیم پر قائم رہے تھے ان کو خدا اپنی رحمت میں داخل کرے گا جس کا کامل مظہر جنت الفردوس ہے هم فیها خالدون ذالك هو الفوز العظیم اور جو کافر لوگ ہوں گے اور بدکار واشراران سے منجانب اللہ جو بات چیت ہوگی۔ وہ آیت ۳۱ سے لے کر ۳۴ تک مذکور ہے اور پھر اسی آیت ۳۴ میں ان کا انجام بد بھی مذکور ہے کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس سے وہ نہ کبھی نکل سکیں گے اور نہ ہی اب ان کو توبہ وانابہ کر کے خدا کو راضی کرنے کی مہلت دی جائے گی۔هم فیها خالدون... و ذالك هو الخسران المبین۔آخر میں خداوند عالم نے جو ان کی اس برے انجام پر فلله الحمد رب السموات والارض رب العالمین کہہ کر حمد وشکر کا اظہار کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا وجود انسانیت کے دامن پر کس قدر بدنما دھبہ تھا اور وہ کس قدر سزا کے لائق تھے؟

۲۵)وله الکبریاء...الآیۃ

کائنات ارضی وسماوی بہت عظیم ہے تو اسی سے پتہ چلتا ہے کہ جو ہستی اس کائنات کی خالق و مالک ہے وہ کس قدر عظیم ہوگی؟ کبریائی اور بڑائی اور ہر قسم کی تعریف وتوصیف کی مستحق بھی وہی ہوگی۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہے کہ خدا فرماتا ہے الکبریاء ردائی والعظمة اذاری فمن نازعنی فی واحدة منهما القیه فی ناری۔ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری تہمند۔ پس جو شخص ان چیزوں میں سے کسی میں بھی میرے ساتھ نزاع کرے گا۔اسے دوزخ میں ڈال دوں گا۔(کواکب مضیۂ ترجمہ وشرح الجواہر السنیۃ)

والحمدللہ۔آج بتاریخ ۲۲ اگست ۲۰۰۳ء بمطابق ۳ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ پارہ ۲۵ کا ترجمہ اور تفسیر بخیر وخوبی اپنے اختتام کو پہنچی۔والحمد للہ رب العالمین

سورہ احقاف کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کی آیت ۲۱ میں لفظ احقاف مذکور ہے اذا نذر قومه بالا حقاف۔اسی سے اس سورہ کا یہ نام تجویز ہوا ہے۔اس سورہ میں قوم عاد کا محل قیام کے لحاظ سے تعارف کرایا گیا ہے کہ وہ احقاف میں یعنی ریت کے ٹیلوں میں رہتے تھے

عہد نزول:

قرائن وشوائد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورہ حضرت پیغمبر اسلامؐ کی مکی زندگی کے آخری دور یعنی ۱۰ھ کے اواخر یا ۱۱ھ کے اوائل میں مکہ میں نازل ہوئی ہے وہ سورتیں جن کے آغاز میں حم موجود ہے اور سب کا مضمون باہم ملتا جلتا ہے یہ اس سلسلہ کی آخری سورہ ہے مضامین ومضوعات کی مماثلت بتاتی ہے کہ یہ سورہ بھی انہی سورتوں کا مثنیٰ ہے۔

سورہ احقاف کے مطالب ومضامین کی اجمالی فہرست

۱۔ یہ قرآن خالق کائنات کا کلام حق ترجمان ہے کسی بندہ کی تصنیف نہیں ہے۔

۲۔ لوگوں کے خودساختہ شریکوں کی بے بسی اور عاجزی سے خالق قدیر کی توحید پر استدلال

۳۔ یہ کائنات عبث اور بے کار پیدا نہیں کی گئی بلکہ ایک عظیم مقصد کی خاطر پیدا کی گئی ہے۔

۴۔ کفار ومشرکین کو ان گمراہیوں کے نتائج وعواقب سے آگاہ کیا گیا ہے جن میں وہ مبتلا تھے۔

۵۔ کفار کا رسالت کے بارے میں غلط تصور اور اس کا ازالہ اور صحیح تصور رسالت کا تذکرہ۔

۶۔ کفار کے اس ایراد کا جواب کہ اسلام کو چند غرباء و مساکین نے تسلیم کیا ہے جبکہ اکابر اور قبائلی سرداروں نے اسے قبول نہیں کیا۔

۷۔ جنات کے بارگاہ رسالت میں حاضری اور حضوری کا تذکرہ۔

۸۔ پیغمبر اسلامؐ کے سفر طائف کا تذکرہ

۹۔ تصدیق وتکذیب قرآن کرنے والوں کا تذکرہ۔

۱۰۔ قوم عاد کے انجام سے اہل مکہ کو ڈرایا گیا ہے۔

۱۱۔ ایک خدا کے علاوہ کسی دوسرے خدا کی قدرت کے آثار موجود نہیں ہیں۔
۱۲۔ معبودان باطل کا قیامت کے دن اپنے پجاریوں کی کوئی مدد نہ کرنا۔
۱۳۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکیمانہ حکم۔
۱۴۔ اقل حمل اور دودھ پلانے کی مدت کا تذکرہ
۱۵۔ پیغمبر اسلامؐ کے کسی انوکھے اور نئے پیغام نہ لانے کا تذکرہ۔
۱۶۔ حق پر ثابت قدم رہنے کی تعرتف
۱۷۔ پیغمبر اسلام کو صبر وعزیمت اختیار کرنے کا حکم اور کفار کو تہدید وغیرہ وغیرہ

سورہ احقاف کی تلاوت کا ثواب

۱۔ حضرت پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ احقاف کی تلاوت کرے گا تو اسے دنیا کی ریت کے ہر ذرہ سے دس گنا زیادہ اجر وثواب عطا کیا جائے گا (مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص ہر شب میں یا ہر روز جمعہ میں سورہ احقاف کی تلاوت کرے گا اسے دنیا میں کبھی کوئی گھبراہٹ لاحق نہیں ہوگی اور خدا اسے قیامت کے جزع وفزع سے محفوظ رکھے گا۔ انشاء اللہ (ثواب الاعمال)

سورہ احقاف مکی ہے اور اس کی ۳۵ آیات ہیں اور ۴ رکوع ہیں

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَرُوۡنِیۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَہُمۡ شِرۡکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیۡتُوۡنِیۡ بِکِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ ہٰذَاۤ اَوۡ اَثٰرَۃٍ مِّنۡ عِلۡمٍ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۴﴾ وَ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ یَّدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَنۡ لَّا

يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝۵ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۶ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۸ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰

ترجمۃ الآیات

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے حا۔میم (۱) (یہ) کتاب عزیز وحکیم (غالب اور بڑے حکمت والے خدا) کی طرف سے نازل کی گئی ہے (۲) ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو پیدا نہیں کیا مگر حق وحکمت کے ساتھ اور ایک مقررہ مدت تک اور جو کافر لوگ ہیں وہ جس چیز سے ڈرائے جاتے ہیں وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں (۳) آپ کہہ دیجیے! کہ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں سے کیا پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کی کچھ شرکت ہے؟ میرے پاس پہلے کی کوئی کتاب لاؤ! یا کوئی علمی روایت (اور علمی ثبوت) لاؤ اگر تم سچے ہو (۴) اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اس کو جواب نہیں دے سکتے بلکہ وہ ان کی دعا و پکار سے غافل ہیں (۵) اور جب سب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ (معبود) ان کے دشمن ہوں گے اور ان

کی عبادت کا انکار کریں گے (٦) اور جب ان کو ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو (یہ) کافر لوگ حق کے بارے میں کہتے ہیں جبکہ ان کے پاس آ گیا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے (۷) کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (رسول) نے اسے خود گھڑ لیا ہے؟ آپ کہیے کہ اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو تم لوگ اللہ کے مقابلہ میں میرے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے (ذرا بھی مجھے نہیں بچا سکتے) (قرآن کے متعلق) تم جن باتوں میں مشغول ہو وہ (اللہ) ان کو خوب جانتا ہے اور وہی میرے اور تمہارے درمیان بطور گواہ کافی ہے اور بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۸) آپ کہہ دیجیے کہ رسولوں میں سے میں کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں (از خود) نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا اور میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھے وحی کی جاتی ہے اور میں نہیں ہوں مگر کھلا ہوا ڈرانے والا (۹) آپ کہیے کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ اگر وہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہوا اور تم نے اس کا انکار کیا درآنحالیکہ تم بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس جیسی (کتاب پر) گواہی دے چکا اور ایمان بھی لا چکا مگر تم نے تکبر کیا؟ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (۱۰)

تشریح الالفاظ

(۱) اثارۃ کے معنی علم، موروثی شرافت اور پسندیدہ عمل کے ہیں (۲) بما تفیضون فیه فاض واستفاض فی الحدیث کے معنی ہیں بات میں مشغول ہونا (۳) بدعاً اسکے معنی انوکھے کے ہیں (۴) کافرین کے معنی منکرین کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) حم... الآیة

سورہ بقرہ کے اوائل سے لے کر سورہ جاثیہ کے اوائل تک کئی بار اس حقیقت کا اظہار کیا جا چکا ہے کہ یہ حروف مقطعات ان متشابہات میں سے ہیں کہ جن کی حقیقی تاویل خدا کے علاوہ راسخون فی العلم ہی جانتے ہیں۔

۲) تنزیل الکتاب من الله... الآیة

سورہ جاثیہ کے آغاز میں بھی یہی آیت موجود ہے اور وہیں اور اس سے پہلے سورہ زمر کے آغاز میں

قرآن مجید کے کتاب مبین ہونے پر بقدر ضرورت تبصرہ کیا جاچکا ہے۔لہٰذا وہاں رجوع کیا جائے۔

۳) ما خلقنا السموات... الآیۃ

اس قسم کی ایک آیت سورہ روم آیت ۸ وغیرہ میں گزر چکی ہے اور وہاں اور دیگر کئی مقامات پر یہ حقیقت واضح کی جا چکی ہے کہ خدائے علیم وحکیم نے یہ کائنات عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کی۔ بلکہ بڑی حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت پیدا کی گئی ہے۔اور یہ بھی واضح کیا جاچکا ہے کہ آسمان وزمین یا جو چیزیں ان کے درمیان موجود ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی دائمی اور ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے۔ ان کی ظاہری مضبوطی اور پائیداری کو دیکھ کر کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ یہ چیزیں ہمیشہ رہیں گی ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سب چیزیں ایک مقررہ وقت تک کے لیے پیدا کی گئیں ہیں۔فنا ان کا مقدر ہے۔**کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام**۔

۴) قل ارائیتم ما تدعون... الآیۃ

بتوں کے پجاریوں سے ایک سوال

عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ توحید کے اثبات پر دلائل قائم کیے جاتے ہیں جو کہ ایک فطری امر ہے مگر قرآن شرک پر دلیل کا مطالبہ کررہا ہے چنانچہ خداوند عالم مشرکین سے فرمارہا ہے کہ تم جو خدا کو چھوڑ کر دوسری ہستیوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان سے دعائیں والتجائیں بھی کرتے تھے اور ان کی پوجا پاٹ بھی کرتے تھے ان کو ایسا سمجھنے اور ان کی عبادت کرنے کی آخر کوئی وجہ بھی تو بتاؤ۔آیا انہوں نے زمین میں سے کوئی چیز پیدا کی ہے؟ یا آسمان کی تخلیق میں ان کی کوئی شرکت یا حصہ داری ہے؟ اور اگر فی الواقع ایسا ہے تو اس کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل پیش کرو عقلی اس طرح کہ مجھے دکھاؤ کہ تمہارے مزعومہ شرکاء نے زمین میں سے کیا چیز پیدا کی ہے؟ یا اس کی تخلیق میں ان کا کیا حصہ ہے؟ اور نقلی اس طرح کہ قرآن (جسے تم مانتے نہیں ہو) سے یا پہلے کسی کتاب جیسے توراۃ وانجیل وغیرہ سے خدا کا کوئی فرمان دکھاؤ جس میں اس نے ان ہستیوں کا زمین وآسمان کی آفرینش میں حصہ دار ہونے کا اقرار کیا ہو یا پھر اگر تمہارے پاس انبیاء واوصیاء اور اولین کے فضلاء وعقلاء کے علوم کا کوئی بقیہ حصہ موجود ہے تو اس کی روشنی میں ثابت کرو کہ تمہارے ان معبودوں کا اس کائنات کی تخلیق میں کوئی حصہ ہے اور جب ایسا کچھ بھی نہیں ہے بلکہ تمام آسمانی کتابیں اور تمام اولین وآخرین کے علوم اس حقیقت پر متفق ہیں کہ اللہ واحد و یکتا ہے اور وہی ساری کائنات کا خالق، مالک اور پالک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں تو پھر تمہارے اس عمل کا جواز کیا

ہے؟؟ آخر علم دو ہی قسم کا ہوتا ہے ایک الہامی علم جو پیغمبروں کے ذریعہ سے لوگوں تک پہنچتا ہے اور دوسرا تحقیقی و تجرباتی علم اور جب دونوں قسم کے علم متفق ہیں کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے تو پھر انسان کا مشرکانہ عقیدہ و عمل کس طرح درست ہوسکتا ہے؟

مخفی نہ رہے کہ قبل ازیں سورہ فاطر میں بالکل اسی قسم کی ایک آیت نمبر ۴۰ پر مع تفسیر گزر چکی ہے اور اس سے پہلے نمبر ۱۴ پر بھی۔ ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۵) و من اضل... الآیۃ

اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کو چھوڑ کر غیروں کو پکارتا ہے؟

یہاں آیت ۵، ۶ میں جو حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اس بدبخت سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو خدا کو چھوڑ کر خانہ خدا میں ۳۶۰ نصب شدہ معبودوں کی پرستش کرتا ہے اور ان سے دعا و پکار کرتا ہے جبکہ وہ ایسے غافل و بے خبر اور ایسے عاجز و بے بس ہیں کہ قیامت تک ان کی آواز پر لبیک بھی نہیں کہہ سکتے اور قیامت کے دن وہ ان پجاریوں اور انہیں پکارنے والوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش کرنے کے انکاری ہوں گے۔ یہی کچھ سورہ یونس کی آیت ۲۸، ۲۹ میں بیان کیا گیا ہے اور ہم اسی مقام پر ان باتوں کی مکمل تشریح و توضیح کر چکے ہیں تفصیل کے خواہش مند حضرات اس مقام کی طرف رجوع کریں۔

۶) و اذا تتلی علیہ... الآیۃ

کفار مکہ کی ضد وہٹ دھرمی کا بیان

ارشاد قدرت ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کی واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ اپنی مادری زبان کے ادبی ذوق کی وجہ سے محسوس کرتے ہیں کہ اس کلام کی سطح انسانی کلام و بیان سے بدرجہا بلند ہے۔ اور وہ کسی شاعر، ادیب اور فاضل مصنف کی تصنیف نہیں ہے۔ اب عقل، علم اور انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ صاف صاف اقرار کرتے کہ یہ خدائے دوجہاں اور خالق زمین و آسمان کا کلام حق ترجمان ہے۔ اور پھر اس کی تعلیمات پر عمل کر کے زندگی گزارتے اور اپنی دنیا و آخرت سنوارتے مگر وہ بے شرم و بے حیاء الٹا اسے جادو اور اس کے لانے والے پیغمبر برحق کو جادوگر کہتے ہیں اور قرآن کو خدا کی نازل کردہ کتاب مبین کہنے کی بجائے اسے پیغمبر اسلامؐ کی من گھڑت تصنیف قرار دیتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس سے آگے ان لوگوں کے اس خیال محال کا ابطال کیا گیا ہے قل ان افتریتہ فلا تملکون لی

من اللہ شیئا ... الآیۃ

عام دستور ہے کہ جب بحث میں دوسرا فریق ضد پر اتر آئے اور کوئی معقول بات ماننے پر تیار نہ ہو تو اس وقت سنجیدہ اور شریف انسان مزید بحث نہیں کرتا بلکہ وہ یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے کہ میرا تمہارا معاملہ خدا کے حوالے ہے تاکہ اگر اس کے اندر آدمیت کی کوئی رمق ہے تو وہ ضرور سوچے گا کہ حق بات کیا ہے؟ یا اس نے کیا کہا ہے؟

۷) ما کنت بدعا من الرسل ... الآیۃ

میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں

جب پیغمبر اسلامؐ نے پروردگار کے حکم کے تحت اعلان نبوت کیا تو کفار نے آپ پر بڑے عجیب و غریب اور بودے ایرادات کیے مثلاً یہ کہ آپ بشر ہیں بال بچے دار ہیں، کھاتے پیتے ہیں اور بازار سے سودا سلف خرید کر لاتے ہیں اور آپ غریب و نادار ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا آپ اللہ کے پیغمبر کس طرح ہو سکتے ہیں؟ پیغمبر تو کوئی آسمانی فرشتہ ہونا چاہیے یا پھر کوئی بڑا دولت مند اور سرمایہ دار۔ ایسے لوگوں کے انہی رکیک اور بودے ایرادات کے جواب میں کہا جا رہا ہے کہ میں کوئی انوکھا اور نرالا نبی نہیں ہوں۔ بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول آ چکے ہیں جن میں سے بعض کو تم جانتے اور مانتے بھی ہو۔ تو پھر مجھ پر یہ ایرادات کیوں؟ اور نہ ماننے کے لیے یہ عذر بہانے کیوں؟ اور میری نبوت جانچنے کے لیے نئے نئے میزان اور پیمانے کیوں؟

۸) ما ادری ما یفعل ... الآیۃ

میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا؟ کا مفہوم کیا ہے؟

مستقبل کے حالات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک آخرت کے حالات، دوسرے دنیوی حالات جہاں تک مستقبل کے حالات کا تعلق ہے۔ تو پیغمبر اسلامؐ کو ان کا تو مکمل علم تھا کہ ان کا اور ان کے پیروکاروں کا مستقبل روشن و تابناک ہے کیونکہ جنت ان کی منتظر ہے اور ان کے مخالفین و مکذبین کا مستقبل تاریک و تباہ ہے کیونکہ سقر ان کا مقر اور ہاویہ ان کا زاویہ ہے مگر جہاں تک اپنے یا دوسرے لوگوں کے دنیوی مستقبل کے حالات کا تعلق ہے کہ خود ان کو آئندہ کیا پیش آئے گا اور ان کے مخالفین کا انجام کیا ہوگا؟ اس کا آپ کو بذات خود کوئی علم نہیں ہے اور اس میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے کیونکہ آپ عالم الغیب نہیں ہیں کہ ان کا اپنا یا دوسروں

کا حال و استقبال ان پر واضح و عیاں ہو۔ اس لیے فرمایا کہ میں تو بس اسی کی اتباع کرتا ہوں جس کی مجھے وحی کی جاتی ہے اور میں نہیں ہوں مگر صرف ڈرانے والا یعنی میں نے کب یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں عالم الغیب ہوں اور تمہارے ماضی، حال اور مستقبل کے حالات جانتا ہوں اور ایک رسول کا یہ منصب کب ہے کہ وہ لوگوں کو غیب کی خبریں بتائے اور فال نکالے کہ تمہارے ہاں بیٹا ہوگا یا بیٹی؟ تمہارا بیمار تندرست ہوگا یا مر جائے گا اور تمہیں مقدمہ میں فتح ہوگی یا شکست؟ لو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء (مجمع البیان وتفسیر کاشف)

ایضاح

مخفی نہ رہے کہ انبیاء وآئمہ علیہم السلام کے علم غیب کے بارے میں قبل ازیں سورہ آل عمران آیت ۱۷۹ کی تفسیر میں بڑی تفصیل جمیل سے گفتگو کی جا چکی ہے۔ طالبان تحقیق اس مقام کی طرف رجوع کریں۔

۹) قل ارائیتم ان کان... الآیۃ

عام مفسرین ومحدثین نے یہی لکھا ہے کہ اس شخص سے جس نے قرآن جیسی کتاب کی صداقت کی گواہی دی اور اس پر ایمان بھی لایا" عبداللہ بن سلام مراد ہے جو بنی اسرائیل کے علماء میں سے ایک نامی گرامی عالم تھا اور وہ اسلام لایا تھا۔ (مجمع البیان، صافی، بخاری، مسلم اور نسائی)

مگر اس پر یہ ایراد کیا جاتا ہے کہ یہ سورہ مکی ہے اور عبداللہ بن سلام کے اسلام لانے کا واقعہ ہجرت نبوی کے بعد مدینہ کا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک یہ سورۃ مکی ہے مگر یہ آیت مدنی ہے (تفسیر الکاشف) اور بعض مکی سورتوں میں مدنی آیتوں کا داخل ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ جس کی کئی مثالیں قرآن وسنت میں موجود ہیں اور تفصیلات تفسیر درمنثور، تفسیر اتقان اور تفسیر ماجدی وغیرہ میں موجود ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس سے عبداللہ بن سلام مراد نہیں ہے تو پھر اس سے کون مراد ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مفسرین نے اس سے حضرت موسیٰ مراد لیے ہیں کیونکہ توراۃ مثیل قرآن ہے اور خود حضرت موسیٰ مثیل پیغمبر اسلامؐ ہیں۔ لہٰذا وہ اس کتاب پر ایمان لائے تھے جس میں پیغمبر اسلامؐ کا تذکرہ موجود ہے اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ اس سے بنی اسرائیل کا کوئی مومن مراد ہے کہ جس کا ایمان بیان کیا گیا ہے مگر نام نہیں لیا گیا ہے۔ الغرض مکذبین قرآن سے کہا جا رہا ہے کہ اگر قرآن فی الواقع کلام خدا ہو تو پھر سوچو کہ تمہارے اس انکار کا انجام کیا ہوگا؟

مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک آیت سے مع تفسیر قبل ازیں سورہ حم السجدہ میں آیت ۵۲ میں گزر چکی ہے۔(فراجع)

آیات القرآن

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَیْهِؕ وَاِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِیْمٌ ⑪ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةًؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِیْنَ ⑫ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ⑬ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ⑭ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًاؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًاؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًاؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةًۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚۖ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ⑮ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ⑯ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْۚ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖۗ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ⑰ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ

قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور کافر لوگ ایمان لانے والوں کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر وہ (قرآن واسلام) کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم پر سبقت نہ لے جاتے اب چونکہ انہوں نے اس (قرآن) سے ہدایت نہیں پائی تو وہ ضرور کہیں گے کہ یہ تو پرانا جھوٹ ہے (۱۱) حالانکہ اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب (توراۃ) بھی راہنما و رحمت تھی اور یہ کتاب (قرآن) تو اس کی تصدیق کرنے والی ہے (اور) عربی زبان میں ہے تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکوکاروں کے لیے خوشخبری ہے (۱۲) بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اس (اقرار) پر ثابت و برقرار رہے تو انہیں کوئی خوف نہیں ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے (۱۳) یہی لوگ بہشتی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ صلہ ہے ان کے ان اعمال کا جو وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے (۱۴) اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس کی ماں نے زحمت کے ساتھ اسے پیٹ میں رکھا اور زحمت کے ساتھ اسے جنم دیا اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینوں میں ہوا۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچا (جوان ہوا) اور پورے چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے کہا اے میرے پروردگار! تو مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور یہ کہ میں ایسا نیک عمل کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور میرے لیے میری اولاد میں بھی صالحیت پیدا فرما میں تیری بارگاہ میں توبہ (رجوع) کرتا ہوں اور میں مسلمانوں (فرمانبرداروں) میں سے ہوں (۱۵) یہی وہ لوگ ہیں جن کے بہترین اعمال کو ہم قبول کرتے ہیں اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں

یہ بہشتیوں میں ہوں گے اس سچے وعدہ کی بنا کی پر جو برابران سے کیا جا تا رہا ہے (١٦) اور جس نے اپنے والدین سے کہا تف ہے تم پر کیا تم دونوں مجھ سے وعدہ کرتے ہو کہ میں (دوبارہ قبر سے) نکالا جاؤں گا۔ حالانکہ مجھ سے پہلے کئی نسلیں گزر چکی ہیں (اور کوئی ایک بھی زندہ نہ ہوا) اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) وائے ہو تجھ پر ایمان لے آ۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے (مگر) وہ کہتا ہے کہ یہ سب اگلے لوگوں کی (پرانی) کہانیاں ہیں (١٧) یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کے قول (عذاب) کا فیصلہ نافذ ہو چکا ہے۔ ان گروہوں کے ساتھ جو جنوں اور انسانوں میں سے پہلے گزر چکے ہیں۔ یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں تھے (١٨) اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے مطابق درجے ہوں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ مل جائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (١٩) اور جس دن کافروں کو دوزخ کے سامنے لایا جائے گا (تو ان سے کہا جائے گا کہ) تم اپنے حصے کی نعمتیں دنیاوی زندگی میں لے چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا بوجہ اس کے کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے تھے اور نافرمانیاں کرتے تھے (٢٠)

تشریح الالفاظ

(١) حمله۔ حمل کے معنی اٹھانے کے ہیں۔ (٢) فصاله فصال کے معنی چھڑانے کے ہیں۔ (٣) اوزعنی کے معنی ہیں توفیق عطا فرما (٤)۔ اساطیر یہ اسطورہ کی جمع ہے جس کے معنی فرسودہ قصہ کے ہیں (٥) تفسقون۔ فسق کے معنی نافرمانی کرنے کے ہیں۔

تفسیر آلایات

١٠) وقال الذين كفروا ... الآية

کافر کہتے ہیں کہ اگر قرآن و اسلام میں کوئی بہتری ہوتی تو یہ لوگ ہم پر سبقت نہ لے جاتے

اوائل اسلام میں اسلام لانے والے اکثر لوگ غریب و نادار اور کمزور طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جیسے

بلال، یاسر، عمار اور صہیب رضی اللہ عنہم وغیرہ تو آنحضرت کے مخالفین حقارت کی نظر سے کہا کرتے تھے کہ اگر قرآن و اسلام میں کوئی اچھائی و بھلائی ہوتی تو یہ لوگ کس طرح ہم پر سبقت لے جاتے۔ ارشاد قدرت ہے کہ جب یہ لوگ قرآن کے چشمہ فیض سے ہدایت حاصل نہ کر سکے تو کہنے لگے کہ یہ تو پرانا جھوٹ ہے (العیاذ باللہ)

۱۱) و من قبله کتاب موسیٰ... الآیة

قرآن سے پہلے توراۃ راہنما اور رحمت تھی

قرآن بھی توراۃ کی مانند ہے کہ دونوں کتابیں راہنما اور کتاب رحمت و ہدایت ہونے میں ایک جیسی ہیں جو حق و حقیقت کی طرف راہنمائی کرتی ہیں اور اپنے اوپر ایمان لانے اور عمل کرنے والوں کے لیے باعث رحمت ہیں جبکہ توراۃ پیغمبر اسلامؐ کی بشارت دیتی ہے الذی یجدونه مکتوباً عندھم فی التوراۃ و الانجیل یا مر ھم بالمعروف و ینھا ھم عن المنکر اور قرآن توراۃ کی تصدیق کرتا ہے بدکاروں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے اور نیکوکاروں کو بشارت دیتا ہے مگر تم قرآن کو کبھی جادو کہتے ہو اور کبھی اساطیر الاولین مگر توراۃ کے بارے میں ایسا نہیں کہتے؟ ما لکم کیف تحکمون؟

واضح رہے کہ قرآن کی صداقت و حقانیت کے بہت سے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ سابقہ آسمانی کتابیں اس کی پیشگوئی کرتی رہی ہیں جو آج بھی توراۃ اور انجیل میں موجود ہیں اور قرآن ان کا مصدق بن کر آیا ہے جو ان کتابوں کی پیشن گوئی کو سچ کر دکھا رہا ہے اور یہ بات اس کے خدائی و ربانی کتاب ہونے کی ایک ناقابل رد دلیل ہے۔

۱۲) ان الذین قالوا ربنا الله... الآیة

خدا کو اپنا پروردگار تسلیم کر کے اس پر ثابت رہنے والوں کو بشارت

یہ آیت قریباً انہی الفاظ کے ساتھ سورہ حم السجدہ میں نمبر ۳۰ پر گزر چکی ہے اور وہیں ہم پوری شرح و بسط کے ساتھ اللہ کو اپنا پروردگار کہنے کا مفہوم، پھر اس پر برقرار اور ثابت رہنے کا مطلب اور ان کی بشارت کا مقصد واضح کر آئے ہیں۔ اولئك اصحاب الجنة یہی بہشتی لوگ جو اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ ان کے ان اچھے اعمال کا صلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔ لہٰذا اسی مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۳) و وصینا الانسان بوالدیه... الآیة

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم

انسانی نسل کی بقا اور اس کے جاری رہنے کا فطری وقدرتی طریقہ یہ ہے کہ آدمی ماں باپ کے ذریعہ سے وجود میں آتا ہے جو تعلیم وتربیت کر کے اسے بڑا بناتے اور پروان چڑھاتے ہیں یہ انسان کے پیدا ہونے اور اس کے پروان چڑھنے کا ایک فطری نظام ہے جو خالق فطرت نے جاری کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن خالق و مالک کائنات کے فرائض بندگی ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ والدین سے حسن سلوک اور بھلائی کرنے کا حکم کئی بار دیا جا چکا ہے۔ جیسے سورہ بقرہ آیت ۸۳، سورہ نساء آیت ۳۵، سورہ انعام آیت ۱۵۱ اور سورہ اسراء آیت ۲۳۔ تفصیلات کے خواہش مند حضرات ان مقامات کی طرف رجوع کریں۔

الغرض جو خوش قسمت لوگ اپنے والدین اور پھر اپنے خالق و مالک کے حقوق کو پہچانیں گے اور پھر ادا کریں گے وہی لوگ خدا کی ابدی نعمتوں ورحمتوں کے مستحق قرار پائیں گے۔

۱۴) حملته امه کرها... الآیة

ماں کا حق باپ کے حق پر بھی فائق ہے

اگرچہ والدین کا احترام اور ان کے حقوق کی ادائیگی واجب ولازم ہے اور ان کے عاق کی بخشش کا کوئی امکان نہیں ہے مگر بعض آیات وروایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماں کا حق باپ کے حق پر فائق ہے اور اس کے ادب واحترام کی زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں کس سے نیکی کروں؟ فرمایا ماں سے عرض کیا پھر کس سے؟ فرمایا ماں سے۔ پھر عرض کیا پھر کس سے؟ فرمایا ماں سے۔ عرض کیا پھر کس سے؟ فرمایا باپ سے۔ (جامع السعادات نراقی وغیرہ)

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اولاد کے جنم دینے کے سلسلے میں حمل سے لے کر وضع حمل تک اور اس کی بچپن کی تعلیم وتربیت سے لے کر اسے پروان چڑھانے تک ماں کی محنت ومشقت باپ سے کئی گنا زیادہ ہے اس لیے وہ اس بات کی مستحق ہے کہ اس کے حقوق کی پاسداری باپ سے بھی بڑھ کر کی جائے۔

اس آیت کی شان نزول؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جب جناب خاتون قیامت حضرت امام حسینؑ سے حاملہ تھیں تو جبرائیل امین نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ عنقریب حضرت فاطمہؑ کے ہاں ایک

بچہ پیدا ہوگا جسے آپ کی امت شہید کرے گی چنانچہ یہ خبر سن کر جناب فاطمہؑ غمگین ہوگئیں اور زحمت سے حمل اور وضع حمل کو برداشت کیا۔

حالانکہ دنیا میں کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی گئی جو بچہ کا حمل اٹھائے تو ناپسندیدگی سے اور وضع حمل کرے تو ناپسندیدگی سے یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ آپ کو مولود کی شہادت کی خبر دی گئی تھی۔(تفسیر صافی بحوالہ اصول کافی)

۱۵) وحملہ وفصالہ ثلاثون... الآیۃ

حمل اور دودھ چھڑانے کی مجموعی مدت تیس ماہ ہے

قرآن مجید کے ایک دوسرے مقام پر دودھ پلانے کی مدت پورے دو سال مقرر کی گئی ہے۔ والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین۔ کہ مائیں پورے دو سال تک اپنی اولاد کو دودھ پلائیں۔ اور تیس ماہ سے جب دو سال یعنی چوبیس ماہ نکال لیے جائیں تو باقی چھ ماہ بچتے ہیں۔ اسی سے فقہاو علماء نے یہ استنباط کیا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ بناء بریں جب شادی کے بعد چھ ماہ گزر جائیں اور عورت کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو تو وہ اسی شوہر کا متصور ہوگا۔

علامہ سید علی نقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''یہ بات اولین میں حضرت یحییٰ کے لیے تھی کہ وہ ماں کے پیٹ میں بس چھ مہینے رہے۔ اور اس امت میں یہ چیز حضرت امام حسینؑ کے لیے ہوئی کہ آپ بطن مادر میں چھ مہینے رہے اس لیے بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ یہ آیت حضرت امام حسینؑ کی شان میں اتری ہے اور یہ بھی ایک آیت ہے ان آیات میں سے جن سے ان کی آنکھیں کھلنا چاہئیں جو آئمہ معصومین کے بحیثیت انسان تذکرہ پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں وہ دیکھیں کہ قرآن ان کا تذکرہ انسان کہہ کر ہی کرتا ہے۔(فصل الخطاب ج ۷، ص ۱۲)

ایک مشہور تاریخی واقعہ

شیخ مراغی مصری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اول من استنبط ھذا الحکم علی کرم اللہ وجھہ کہ سب سے پہلے جس نے یہ حکم اس آیت سے استنباط کیا وہ حضرت علی تھے اور پھر سیرت نگار محمد بن اسحاق کی سیرت ابن اسحاق کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جناب عثمان کے دور خلافت میں ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی جس نے چھ ماہ گزرنے پر ایک بچہ کو جنم دیا تو شوہر نے دربار خلافت میں شکایت کی۔ حکومت نے اس عورت کو طلب کیا اور بچہ کی ولادت کی تصدیق ہونے پر اسے سنگسار کرنے کا حکم صادر کیا۔ جب حضرت علیؑ کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو

آپ دربار میں تشریف لے گئے اور خلیفہ سے کہا کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ کہا کیوں نہیں! فرمایا آپ نے یہ نہیں پڑھا کہ خدا فرماتا ہے۔ **وحمله و فصاله ثلاثون شهراً** ۔ اور دوسرے مقام پر فرماتا **والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین** یعنی حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ اور دودھ پلانے کی مدت دوسال ۔فرمایا جب تیس ماہ سے دوسال نکالے جائیں تو باقی چھ ماہ بچتے ہیں جو حمل کی اقل مدت ہے۔ اس پر جناب عثمان نے کہا بخدا میں یہ نہیں سمجھ سکا پھر حکم دیا کہ اس عورت کو حاضر کیا جائے مگر جب آدمی پہنچے تو حکومتی غلط فیصلے کے نتیجے میں اس عورت کا کام تمام ہو چکا تھا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون** ۔

۱۶) حتی اذا بلغ اشدہ... الآیة

جب اپنی پوری طاقت کو پہنچا۔ احادیث میں اس سے ۳۳ سال کی عمر مراد لی گئی ہے اور چالیس سال کی عمر میں تو تمام عقلی وجسمانی قویٰ اپنے کمال کو پہنچ جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سب انبیاء چالیس سال کے بعد مبعوث ہوئے ہیں سوائے جناب یحییٰ وعیسیٰ کے اور یہ آیت مع تفسیر سورہ نمل کی آیت ۱۹ میں گزر چکی ہے وہاں رجوع کیا جائے

۱۷) والذی قال لوالدیه... الآیة

اپنے مسلمان والدین سے یہ گستاخانہ اور کافرانہ گفتگو کرنے والا بیٹا کون تھا؟

ایسا گستاخ اور کافر بیٹا کون تھا جس نے اپنے مسلمان والدین سے اس کافرانہ اور گستاخانہ لب ولہجہ میں گفتگو کی؟ جب اس سلسلہ میں قرآن خاموش ہے اور کسی مستند تاریخی روایت میں اس کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی اور جن بعض روایتوں میں ایک دونام ملتے ہیں وہ غیر مستند ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں ہیں تو پھر کس طرح کسی خاص شخصیت کا نام لیا جا سکتا ہے؟

بہرحال یہ آیت اس کافر اور گستاخ بیٹے پر صادق آتی ہے جس کے ماں باپ مومن ہوں اور پوری سعی وکوشش سے اپنے ناخلف بیٹے کو راہ راست پر لانا چاہتے ہوں۔ مگر وہ بزعم خود اپنی روشن خیالی کی بناء پر حیات بعد الموت اور اخروی حقائق کو اساطیر الاولین کہہ کر رد کردے اور کہے کہ صدیاں بیت گئیں اور نسلیں گزر گئیں مگر کوئی مردہ زندہ ہوتے نہ دیکھا ہے اور نہ سنا ہے ایسی اولادیں جس طرح پہلے دور میں تھیں اسی طرح آج بھی مسلمان گھرانوں میں مل جاتی ہیں۔

۱۸) ولکل درجات... الآیۃ

جنوں اور انسانوں میں جو نیکوکار ہوں گے ان کے اعمال کے درجات مختلف ہوں گے یعنی کسی کا درجہ بلند اور کسی کا بلندتر اور بدکاروں کے درجات بھی مختلف ہوں گے کسی کا درجہ پست اور کسی کا پست تر اور بقولے یہ صرف ایمانداروں اور نیکوکاروں کے درجوں کے اختلاف تک محدود ہے۔

بہرحال چونکہ خدا عادل ہے وہ کسی پر ہرگز ظلم نہیں کرے گا نہ کسی نیکوکار کو اس کی نیکی سے کم اجر دے گا اور نہ کسی بدکار کو اس کی برائی سے زیادہ سزا دے گا۔

البتہ جن لوگوں نے ناحق زمین میں تکبر کیا اور سرکشی کی اور دل کھول کر نافرمانیاں کیں ان کو ذلت آمیز سزا دے کر ان کے غرور و پندار کو خاک میں ملائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنے حصے کی نعمتیں اور دولتیں اپنی دنیاوی زندگی میں ختم کر چکے اور ان سے لطف اندوز بھی ہو چکے۔ اب تمہارے تکبر اور فسق و فجور کی پاداش میں تمہارے لیے ذلت کے عذاب کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

آیات القرآن

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ٘ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا

لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖؗ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا یَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ) قوم عاد کے بھائی (جناب ہودؑ) کا ذکر کیجیے جبکہ انہوں نے اپنی قوم کو مقام احقاف (ریت کے ٹیلوں والی بستی) میں ڈرایا تھا جبکہ بہت سے ڈرانے والے ان سے پہلے بھی گزر چکے اور ان کے بعد بھی (جناب ہودؑ نے کہا کہ) اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو (ورنہ) مجھے تمہارے متعلق ایک بڑے (ہولناک) دن کے عذاب کا اندیشہ ہے (۲۱) ان قوم والوں نے کہا کہ کیا تم اس لیے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمیں اپنے معبودوں سے منحرف کر دو۔ لاؤ ہمارے پاس وہ (عذاب) جس کی دھمکی تم ہمیں دیتے ہو اگر تم سچے ہو (۲۲) جناب ہود نے کہا اس (نزول عذاب) کا علم تو بس اللہ کے پاس ہے میں تو صرف تم تک وہ (پیغام) پہنچا رہا ہوں جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ لیکن میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم بالکل جاہل قوم ہو (۲۳) پس جب انہوں نے (عذاب) کو ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل تو ہم پر برسنے والا ہے بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے (یہ تند و تیز) ہوا ہے جس میں دردناک عذاب ہے (۲۴) وہ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دے گی۔ چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے مکانوں کے سوا وہاں کچھ نظر نہیں آتا تھا ہم مجرم قوم کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں (۲۵) ہم نے ان لوگوں کو ان کاموں کی قدرت دی تھی جو تمہیں بھی نہیں دی اور ہم نے ان کو کان، آنکھیں اور دل دیئے تھے مگر ان کے کانوں اور آنکھوں اور دلوں نے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچایا کیونکہ وہ آیات الٰہیہ کا انکار کیا کرتے تھے اور ان کو اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے (۲۶)

تشریح الالفاظ

(۱) بالاحقاف۔ یہ حقف کی جمع ہے جس کے معنی ریت کے ٹیلہ کے ہیں (۲) لتافکنا۔ یہ افک سے مشتق ہے جس کے معنی جھوٹ کے ہیں اور چونکہ اس کا صلہ عن ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ افک انحراف اور پھیرنے کے معنی کو متضمن ہے یعنی تو اپنی جھوٹی نبوت منوانا اور ہمیں اپنے معبودوں سے منحرف کرنا چاہتا ہے (۳) عارض کے معنی بادل، رخسارہ اور مانع کے ہیں۔ (۴) حاق بھم کے معنی احاطہ کرنے اور گھیرنے کے ہیں۔

تفسیر آلایات

۱۹) واذکر اخاعاد... الآیة

وہ مقامات جہاں جناب ہود اوران کی قوم عاد کا تذکرہ موجود ہے

قبل ازیں متعدد مقامات پر جناب ہودؑ اوران کی قوم عاد کا تذکرہ کیا جا چکا ہے جیسے سورہ اعراف آیت ۶۵۔ ۷۲ سورہ ہود آیت ۵۰۔ ۶۰ سورہ الشعراء آیت ۱۲۳۔ ۱۴۰ وغیرہ۔ یہاں ایک بار پھر ان کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہاں جو قابل ذکر اضافہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اس سورہ میں اس قوم کے محل قیام یا وطن کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ مقام احقاف میں آباد تھے احقاف جو حقف کی جمع ہے اور حقف کے معنی ریت کے ٹیلے کے ہیں یعنی ریت کے ٹیلوں والی بستی کے رہنے والے۔ اور یہ مقام جنوبی عرب کے اس علاقہ میں واقع ہے جسے اب ''الربع الخالی'' کہا جاتا ہے۔ ابن اسحاق اور یاقوت حموی کے بیان کے مطابق یہ علاقہ عمان سے یمن کے علاقہ حضرموت تک پھیلا ہوا تھا یہ لوگ اپنے اصلی وطن احقاف سے نکل کر جہاں قرب و جوار کے ممالک میں پھیلے وہاں کمزور قوموں اوران کے علاقوں پر چھا گئے اور قابض ہو گئے۔

الغرض اس قوم نے کافی ترقی کی مگر اس کی اس دنیوی ترقی نے انہیں غفلت اور تکبر میں مبتلا کر دیا۔ اور جب خالق مہربان نے اس قوم کی ہدایت و راہنمائی کے لیے جناب ہودؑ کو نبوت کے منصب پر فائز کیا اور انہوں نے دوسرے انبیاء کی طرح جو ان سے پہلے گزر چکے تھے اور جو ان کے بعد آئے۔ اپنی قوم کو خدا کی عبادت کرنے کا حکم دیا اور اس کے سوا دوسروں کی پوجا پاٹ کرنے سے منع کیا اور اس کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں خدا کے عذاب و عقاب سے ڈرایا۔ مگر اس بدبخت قوم نے کوئی اثر لینے اور اپنی اصلاح کرنے سے انکار کر دیا

اور جہالت آمیز سلوک سے اپنے نبی کا استقبال کیا۔ ہر چند کہ جناب ہودؑ نے شرک جیسے سنگین جرم سے باز نہ آنے کی صورت میں ہولناک دن کے عذاب کی دھمکی دی مگر قوم نے اس کے جواب میں کہا کہ آپ ہمیں اپنے معبودوں سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں جس کے لیے ہم آمادہ نہیں ہیں انجام کار وہ قوم خدا کے سخت عذاب کی گرفت میں آ گئی۔ خدا نے عذاب کا بادل بھیجا، قوم اسے بارش کا بادل سمجھی۔ مگر اس میں بارش نہیں بلکہ تیز و تند ہوا کا عذاب تھا۔ اس آندھی نے ان بستیوں میں داخل ہو کر ان کو بالکل کھنڈر بنا دیا۔ سورہ حاقہ میں تفصیل مذکور ہے کہ وہ تند و تیز ہوا سات راتوں اور آٹھ دنوں تک ان لوگوں پر مسلط رہی جس کی وجہ سے مکانوں کے کھنڈرات کے سوا اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔ کذالك نجزی القوم المجرمین۔

۲۰) ولقد مکناھم ... الآیۃ

اکابر قریش اور ان کے سرداروں کو اپنی بڑائی کا بڑا زعم تھا اور وہ اپنے تئیں بڑا طاقت ور اور ناقابل تسخیر جانتے تھے اور اسی زعم نے انہیں متکبر و سرکش بنا دیا تھا۔ خداوند عالم ان کے اس پندار کے طلسم کو توڑنے کی خاطر انہیں قوم عاد کا قصہ سنا رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ ہم نے اس قوم کو وہ اقتدار عطا کیا تھا اور وہ قوت و طاقت بخشی تھی جو تمہیں بھی نہیں دی۔ مگر جب ان کے کفران نعمت اور سرکشی کی پاداش میں عذاب کا فیصلہ ہوا تو ان کا سب اقتدار و وقار خاک میں مل گیا ان کی سب قوت و طاقت غارت ہو کر رہ گئی اور جن چیزوں کا انہوں نے سہارا لے رکھا تھا عذاب نازل ہونے پر کوئی سہارا کارگر ثابت نہ ہوا۔

۲۱) وجعلنا لھم سمعاً ... الآیۃ

آیات الٰہیہ اور قدرت خدا میں غور و فکر کرنے کے اعضاء کا تذکرہ

کان، آنکھ اور دل و دماغ ہی وہ اعضاء ہیں جن سے ایک انسان آیات الٰہیہ اور خدا کی قدرت و حکمت کے کرشموں میں غور و فکر کر کے کسی نتیجے اور فیصلے تک پہنچتا ہے۔

الغرض کسی بھی حقیقت کے ادراک کے فطری ذرائع یہی ہیں کہ آدمی کان سے سنتا ہے، آنکھ سے دیکھتا ہے اور سنی اور دیکھی ہوئی چیزوں کو دل و دماغ پر پیش کرتا ہے اور وہ غور و فکر کر کے صحیح فیصلہ کرتا ہے۔ ارشاد قدرت ہے کہ ہم نے قوم عاد کو یہ اعضاء و جوارح بھی عطا کیے تھے مگر ان بدبخت مورکھوں نے ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ اس لیے عذاب الٰہی کے مستحق قرار پا کر ہلاک و برباد ہو گئے اور آنے والوں کے لیے نشان عبرت بن گئے۔ لہٰذا سرداران قریش کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر تم نے اپنی موجودہ روش تبدیل نہ کی تو تمہارا انجام بھی قوم عاد سے مختلف نہ ہوگا۔

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

آیات القرآن

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ صَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ
یَرْجِعُوْنَ﴿۲۷﴾ فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةًؕ
بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ﴿۲۸﴾ وَ اِذْ صَرَفْنَاۤ
اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْۤا
اَنْصِتُوْاۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ﴿۲۹﴾ قَالُوْا یٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا
سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَى
الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴿۳۰﴾ یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ
یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ﴿۳۱﴾ وَ مَنْ لَّا یُجِبْ
دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُؕ
اُولٰٓىٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴿۳۲﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضَ وَ لَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰىؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى
كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴿۳۳﴾ وَ یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِؕ اَلَیْسَ
هٰذَا بِالْحَقِّؕ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَاؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ
تَكْفُرُوْنَ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا
تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْؕ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَۙ لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا
سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍؕ بَلٰغٌۚ فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ﴿۳۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے تمہارے اردگرد کی کئی بستیوں کو ہلاک و برباد کر دیا اور ہم نے اپنی (قدرت کی) نشانیاں پھیر پھیر کر (مختلف انداز سے) پیش کیں تاکہ وہ باز آ جائیں (۲۷) تو انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی جن کو انہوں نے خدا کے تقرب کے لیے معبود بنا رکھا تھا بلکہ وہ تو ان سے غائب ہو گئے یہ تھا ان کا جھوٹ اور ان کا بہتان جو وہ باندھتے تھے (۲۸) اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے جنات کے کچھ افراد کو آپ کی طرف متوجہ کیا تاکہ وہ غور سے قرآن سنیں۔ پس وہ اس جگہ پہنچے (جہاں قرآن پڑھا جا رہا تھا) تو (آپس میں کہنے لگے) خاموش ہو کر سنو پس جب (قرآن) پڑھا جا چکا تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے بن کر لوٹے (۲۹) انہوں نے کہا اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے (اور جو) حق اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہے (۳۰) اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت پر لبیک کہو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا (۳۱) اور جو کوئی اللہ کی طرف بلانے والے کی آواز پر لبیک نہیں کہے گا تو وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتا (اس کے قابو سے باہر نہیں نکل سکتا) اور نہ اللہ کے سوا اس کے لیے کوئی مددگار و سازگار رہے ایسے لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں (۳۲) کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں ہے وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔ ہاں بے شک وہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھتا ہے (۳۳) اور جس دن کافر دوزخ کے سامنے پیش کیے جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کہ ہاں ہمیں قسم ہے اپنے پروردگار کی! ارشاد ہو گا اپنے کفر و انکار کی پاداش میں عذاب کا مزہ چکھو (۳۴) (اے رسول) آپ اسی طرح صبر کریں جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے اور ن کے لیے جلدی نہ کریں جس دن وہ دیکھیں گے (وہ عذاب) جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو وہ محسوس کریں گے کہ وہ (دنیا میں) دن کی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے۔ بس یہ پیغام پہنچا دینا ہے۔ انجام کار ہلاک و برباد وہی ہوں گے جو فاسق و فاجر ہیں (۳۵)

تشریح الالفاظ

(۱)صرفنا۔ صرف کے معنی پھیرنے کے ہیں اور جب اس کا صلہ الی ہوتو اس کے معنی متوجہ کرنے اور لے آنے کے ہوتے ہیں (۲)انصتوا۔ یہ انصات سے ہے جس کے معنی خاموش رہنے کے ہیں (۳)ولم یعی، عی یعی کے معنی تھکنے کے ہیں (۴)بلاغ یہ مبتدائے محذوف کی خبر ہے کہ یہ سب وعظ ونصیحت صرف پہنچانا ہے۔

تفسیر آلایات

۲۲)ولقد اھلکنا ...الآیة

اہل مکہ کو تنبیہ

کفار مکہ کو تنبیہ کی جارہی ہے اور انہیں درس عبرت دیا جارہا ہے کہ تمہارے گردو پیش میں کئی بستیاں تھیں جن کے باشندوں کے کفر وشرک اور تکذیب رسل کی وجہ سے ہم نے ان کو ہلاک و برباد کردیا جیسے قوم ہود کی بستیاں جو یمن میں تھیں، قوم صالح کی بستیاں جو مقام حجر میں تھیں اور قوم لوط کی بستیاں جو شام کے راستہ پر تھیں جہاں سے حجاز والوں کے تجارتی قافلے گزرتے تھے اور ان بستیوں کے کھنڈرات کو دیکھتے تھے۔ ارشاد قدرت ہے کہ ہم اپنی قدرت کی نشانیاں مختلف انداز سے پھیر پھیر کر ان لوگوں کو دکھائیں گے یعنی کبھی معجزہ کی شکل میں، کبھی ہلاکت کی صورت میں، کبھی نعمتوں کی بھرمار کے رنگ میں اور کبھی مصیبتوں اور تکلیفوں کے روپ میں، کبھی نیکوں کی تعریف کرکے تاکہ ان کی پیروی کی جائے اور کبھی بروں کی مذمت کرکے تاکہ ان کی اتباع کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ یہ سب کچھ کیوں؟ محض اس لیے کہ وہ لوگ کفر وشرک اور گناہ وعصیاں سے باز آجائیں مگر افسوس کہ ان بدبخت لوگوں نے ان نشانیوں سے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔ سچ ہے کہ لا تغنی الایات والنذر عن قوم لا یؤمنون اور انجام کار وہ لوگ حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹادیئے گئے۔

۲۳)فلولا نصرھم الذین ...الآیة

مشکل وقت میں مشرکین کے شفعاء نے ان کی کوئی مدد نہ کی

مشرکین عرب اپنے خودساختہ معبودوں کو اپنے بڑے خدا تک رسائی اور اس کا تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔ وما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی اور ان کو ایسا شفیع جانتے تھے کہ وہ

مشکل وقت آنے پر خدا کی بارگاہ میں سفارش کر کے اپنے پجاریوں کو اس مشکل سے نجات دلائیں گے اور عذاب سے چھڑائیں گے۔ ھؤلا شفعائنا عند اللہ ارشاد قدرت ہے کہ مشکل وقت آنے پر انہوں نے ان کی کوئی مدد نہ کی بلکہ غائب ہو گئے اور پوجا پاٹ کرنے والوں کی خبر تک نہ لی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا ان بتوں کو شفیع بنانا اور ذریعہ تقرب قرار دینا محض جھوٹ تھا اور صرف بہتان تھا اور جو وہ باندھا کرتے تھے۔

۲۴) و اذصرفنا الیك نفرا من الجن... الآیة

جنات اللہ کی ایک مکلف مخلوق ہے جو موجود ہے

اگر چہ جنات نظر نہیں آتے مگر قرآن وسنت کی تصریحات شاہد ہیں کہ وہ ایک ایسی ناری مخلوق ہے جس کی خلقت میں ناری عنصر غالب ہے اور وہ انسان کی طرح شرعی تکلیف کی مکلف ہے اور انسانوں کی طرح ان میں کافر بھی ہیں اور مسلمان بھی، نیکوکار بھی ہیں اور بدکار بھی۔ مختلف مقامات پر ان کا تذکرہ کیا گیا ہے مثلاً غرض خلقت کے بیان میں و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون خود شیطان کی خلقت کے بارے میں و کان من الجن اس موضوع کی مزید تشریح سورہ جن کی تفسیر میں کی جائے گی۔ انشاء اللہ

نیز مخفی نہ رہے کہ قرآن وسنت کی نا قابل تاویل تصریحات سے ثابت ہے کہ جنات بھی پیغمبر اسلامؐ کے دائرہ نبوت میں داخل ہیں اور آپ کی امت دعوت میں شامل ہیں۔

اس آیت کی شان نزول

بعثت کے دسویں سال جبکہ پیغمبر اسلامؐ کے حالات سخت خراب ہو چکے تھے اور روز بروز بد سے بدتر ہو رہے تھے تو آپ وہاں کے لوگوں سے مایوس ہو کر طائف تشریف لے گئے جو جزیرۃ العرب میں مکہ کے بعد دوسرا بڑا شہر تھا کہ شاید وہاں کے لوگوں پر اسلام کا کچھ اثر ہو اور کچھ مخلص ساتھی مل جائیں مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہاں کے لوگوں نے بھی آپ کا بہت برا استقبال کیا۔ واپسی پر بمقام بطن نخلہ اور (بقولے مجنۃ) شب باشی فرمائی۔ اور آپ نماز شب میں اور (بقولے نماز عشاء یا نماز صبح میں) قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنوں کے ایک گروہ نے جنکی تعداد ایک روایت میں نو بتائی گئی ہے قرآن کو غور سے سنا اور ان پر اس کا اتنا خوشگوار اثر ہوا کہ اسی وقت نہ صرف یہ کہ خود قرآن و اسلام اور پیغمبر اسلامؐ پر ایمان لے آئے بلکہ اسلام کے داعی اور مبلغ بن کر اپنی قوم کی طرف واپس لوٹے اور جس انداز سے اپنی قوم کو تبلیغ کی وہ قرآن مجید کی اس سے اگلی چار آیتوں میں مذکور ہے (قمی، صافی، قرطبی، تذکیر وغیرہ)

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنات کا یہ پہلا وفد تھا جو بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور ایمان لایا اور

اس کے بعد بھی ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد ان کے کئی وفود بارگاہ مصطفیٰ میں حاضر ہوئے اور مشرف با سلام ہوئے۔ نیز ان کے اس قول انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسیٰ ... الآیۃ سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ سابق آسمانی کتابوں کی تعلیمات سے آگاہ تھے بلکہ ایمان لائے ہوئے تھے اسی لیے جب قرآن اور ان کتابوں کی تعلیم میں مماثلت محسوس کی تو اس پر ایمان لے آئے۔

۲۵) اولم یروا ۔ الآیۃ

آسمان وزمین کے خالق پر انسان کا دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے؟

کئی بار اس حقیقت کا اظہار کیا جا چکا ہے کہ مشرکین عرب خدا کے وجود کے منکر نہ تھے بلکہ نہ صرف اس کے وجود کے قائل تھے بلکہ اسے زمین وآسمان کا خالق و مالک بھی جانتے تھے۔ (یہ اور بات ہے کہ وہ مشرک فی العبادت تھے)

بہر حال ان کو انکار تھا تو خدا کی توحید کا تھا اور اشکال تھا تو حیات بعد الموت پر۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ جب انسان خاک میں خاک ہو جائے گا اور گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا تو دوبارہ کیونکر زندہ ہو گا۔ اس لیے قرآن ان کے اس اشکال کو رفع کرنے کے لیے بار بار ابتدائی خلقت کا تذکرہ کر رہا ہے کہ جو پہلی بار پیدا کر سکتا ہے وہ دوسری بار کیوں نہیں کر سکتا؟ بھلا جو قادر مطلق زمین وآسمان جیسی عظیم اور وسیع وعریض کائنات پیدا کر سکتا ہے اور بڑے سلیقے اور طریقے سے ان کا نظام چلا سکتا ہے اور یہ سب کچھ کر کے تھکا بھی نہیں ہے کیا وہ انسان کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔ ما لکم کیف تحکمون؟؟

۲۶) یوم یعرض الذین ... الآیۃ

جب قیامت کے دن خدائے قہار کفار کو جہنم پر پیش کر کے پوچھے گا کہ بتاؤ وہ جہنم جس کا تم انکار کرتے تھے وہ حقیقت ہے یا نہ؟ تو وہ جواب دیں گے ہاں ہمیں قسم ہے اپنے پروردگار کی کہ وہ حقیقت ہے۔ الکاشف کے فاضل مصنف نے یہاں بڑے پتے کی بات کی ہے کہ "انکر و افی الدنیا حیث یضرھم الانکار و اقروا فی الاخرۃ حیث لا ینفعھم الاقرار

کہ ان بدبختوں نے دنیا میں اس حقیقت کا انکار کیا جبکہ انکار نقصان دہ تھا اور آخرت میں اقرار کیا جبکہ اقرار فائدہ مند نہ تھا"

ایک دوسرے مقام پر اسی حقیقت کا یوں اظہار کیا گیا ہے ولو تری اذ وقفوا علی ربھم قال الیس ھذا بالحق قالوا بلی و ربنا قال فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون (سورہ انعام: ۳۰)

۲۸)فاصبر کما صبر اولو العزم ...الآیۃ

اولوالعزم کی طرح صبر کرو۔اولوالعزم کامفہوم اوراس کے مصداق کی تعیین

اگر چہ ہرداعی حق کوصبر وضبط سے کام لینا پڑتا ہےاورجن کودعوت حق دی جائے ان کی ایذارسانیوں کو برداشت کرنا پڑتا ہےاور ہرحال میں ایک مخلص ومشفق طبیب وحکیم کی طرح داعی حق کوروحانی مریض کا خیرخواہ ہونا اوراس کے ہرقسم کے ناخوشگوار ردعمل کوگوارا کرنا پڑتا ہے۔لہٰذا سب نبی صابر ہوتے ہیں مگران میں سے بعض انبیاء نے غیرمعمولی عزیمت واستقامت اوراس سلسلہ میں واردشدہ مصائب وشدائد پرغیرمعمولی تحمل وبرداشت اور بلند حوصلگی کا ثبوت پیش کیا ہےانہی حضرات کواولوالعزم کہا جاتا ہےاوراصطلاح شریعت میں اسےاولوالعزم نبی کہا جاتا ہے جومستقل شریعت کا حامل ہواوراس کی شریعت سابقہ شریعت کی ناسخ ہواورایسے بزرگوار پانچ ہیں۔

۱۔حضرت نوحؑ ۲۔حضرت ابراہیمؑ

۳۔حضرت موسیٰؑ ۴۔حضرت عیسیٰؑ

۵۔اورحضرت محمد مصطفیٰؐ واحمد مجتبیٰؐ جن کی شریعت تمام سابقہ شرائع کی ناسخ ہےاورصبح قیامت کے طلوع ہونے تک باقی رہنے والی ہے حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ حلال محمد حلال الی یوم القیامه,وحرامه حرام الی یوم القیامء (اصول کافی)

ارشادقدرت ہے۔شرع لکم من الدین ما وصی به نوحاً والذی اوحینا الیك و ما وصینا به ابراهیم و موسیٰ و عیسیٰ (سورہ شوریٰ:۱۳)

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام فرماتے ہیں''سادۃ الانبیاء خمسۃ وھم اولوالعزم من الرسل وعلیھم دارت الرحیٰ نوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ومحمد صلوات اللہ علیہ والہ وعلیھم وعلی جمیع الانبیاء(تفسیر صافی بحوالہ اصول کافی)

تمام انبیاء کےسردار پانچ بزرگوار ہیں اورانہی کےاردگردآسیائے نبوت گھومتی ہےاوروہ یہ ہیں۔

۱۔حضرت نوحؑ ۲۔حضرت ابراہیمؑ

۳۔حضرت موسیٰؑ ۴۔حضرت عیسیٰؑ ۵۔اورحضرت محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بعونہ وفضلہ

سورہ احقاف کا ترجمہ وتفسیر ۲۸ اگست ۲۰۰۳ءبروز جمعرات ۴ بجے دن بخیروخوبی اختتام پذیرہوئی۔والحمدللہ

سورہ محمدؐ کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ کی دوسری آیت میں حضرت پیغمبر اسلامؐ کا اسم گرامی مذکور ہے "وآمنوا بما نزل علی محمد" اس سے اس سورہ کا یہ نام ماخوذ ہے۔

عہد نزول:

چونکہ سورہ احقاف پر سات مکی سورتیں جو حوامیم سبعہ کہلاتی ہیں تمام ہوگئیں اب مدنی سورتیں شروع ہوتی ہیں۔ اگرچہ اہل مکہ کی مسلسل ایذا رسانیوں اور ان کے ظلم وستم سے مجبور ہو کر پیغمبر اسلامؐ مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ مگر اہل مکہ نے یہاں بھی آپ کو سکون کا سانس نہیں لینے دیا بلکہ اپنی شرارتوں کا سلسلہ بدستور جاری رکھا انکے آدمی مدینہ آتے اور مسلمانوں کے مال مویشی لوٹ کر لے جاتے اور اگر کوئی اکا دکا مسلمان مل جاتا تو اسے قتل کر دیتے ان حالات میں مسلمانوں کے لیے دو ہی راستے تھے۔

۱۔ ایک یہ کہ حمیت وغیرت چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر گھروں میں بیٹھے رہیں۔ بے شک مکہ والے ان کو اور خود اسلام کو ختم کر دیں۔

۲۔ دوسرا یہ کہ اپنے مال اور اپنی جان اور بالخصوص اسلام کی حفاظت کی خاطر شمشیر بکف اور کفن بردوش ہو کر میدان کارزار میں قدم رکھیں۔

چنانچہ پہلے سورہ حج کی آیت ۲۹ میں مسلمانوں کو دفاعی جہاد کرنے کی اجازت ملی۔ اذن للذین یقاتلون بأنهم ظلموا ... الآیة اور سورہ بقرہ کی آیت ۲۹۰ میں کفار سے جہاد کرنے کا حکم ملا۔ و قاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلو نکم و لا تعتدوا ان الله لا یحب المعتدین۔ اس کے باوجود مسلمانوں کی افرادی تعداد قلیل تھی اور مالی حالت قابل رحم حد تک کمزور تھی۔ لہٰذا وہ جہاد وقتال کے سلسلہ میں تذبذب کا شکار تھے۔ مگر اس سورہ کے نزول نے جو جنگ بدر سے کچھ عرصہ پہلے نازل ہوئی جس میں کفار سے جہاد کر کے ان کو تہس نہس کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسیران جنگ کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے اس کے قواعد و ضوابط بتا دیئے گئے ہیں اور خدا نے اپنی غیبی تائید ونصرت کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ مسلمانوں کے حوصلے بلند کر دیے اور ہمت بڑھا دی۔

سورہ محمدؐ کے مطالب ومضامین کی مختصر فہرست

۱۔ کفار ومشرکین سے جہاد کرنے کے متعلق مسلمانوں کو جنگی ہدایات دی گئی ہیں۔

۲۔ راہ حق میں جان قربان کرنے والے شہیدوں کو اچھے انجام کی بشارتیں۔

۳۔ اہل ایمان کو خدا کی یعنی خدا کے دین کی مدد کرنے کا حکم اور یہ بشارت کہ خدا ان کی مدد کرے گا اور انہیں ثابت قدم رکھے گا۔

۴۔ منافقین کی حالت زار کا بیان اور حکم جہاد سن کر ان کی کیفیت کا بیان

۵۔ اقتدار حاصل ہونے کے بعد ایک مسلمان کا کردار کیا ہونا چاہیے اس کا بیان

۶۔ پیغمبر اسلامؐ کے خطبہ کے دوران بعض حاضرین کی حالت کا تذکرہ۔

۷۔ میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے والوں کی مذمت۔

۸۔ قرآن مجید میں غور وفکر کرنے کا حکم

۹۔ خدا اور رسول کے ہر حکم کی اطاعت کا حکم۔

۱۰۔ خدا ایمان والوں کا سرپرست ہے۔

۱۱۔ ہدایت یافتہ اور گمراہ برابر نہیں ہوسکتے۔

۱۲۔ بہشت ودوزخ کا تذکرہ۔

۱۳۔ استغفار کرنے کا حکم

۱۴۔ آخر میں مسلمانوں کو بدنی جہاد کے علاوہ مالی جہاد یعنی راہ خدا میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

سورہ محمد کی تلاوت کرنے کا ثواب

۱۔ حضرت رسول خداؐ سے منقول ہے فرمایا جو شخص سورہ محمدؐ کی تلاوت کرے گا تو خدا پر لازم ہوگا کہ اسے جنت کی نہروں سے سیراب کرے۔ (مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ محمدؐ کی تلاوت کرے گا وہ دین کے معاملہ میں کبھی شک میں مبتلا نہیں ہوگا اور اپنی موت تک کفر وشرک سے محفوظ رہے گا اور جب مرے گا تو خدا ایک ہزار فرشتہ مقرر کرے گا جو اس کی قبر میں نماز پڑھیں گے اور ثواب اسے ملے گا اور بروز

قیامت وہ اس کی مشایعت کریں گے اور اسے مقام امن میں کھڑا کریں گے اور وہ خدا اور رسول کی امان میں ہوگا۔(ثواب الاعمال)

(سورہ محمد مدنی ہے اس کی ۳۸ آیات ہیں اور ۴ رکوع ہیں)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ﴿۱﴾ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ‌ۙ كَفَّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَاَصۡلَحَ بَالَهُمۡ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الۡبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الۡحَـقَّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ‌ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمۡثَالَهُمۡ ﴿۳﴾ فَاِذَا لَقِيۡتُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَضَرۡبَ الرِّقَابِؕ حَتّٰٓى اِذَاۤ اَثۡخَنۡتُمُوۡهُمۡ فَشُدُّوا الۡوَثَاقَۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الۡحَـرۡبُ اَوۡزَارَهَا ۛۚ ذٰلِكَ ۛؕ وَلَوۡ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانۡـتَصَرَ مِنۡهُمۡ وَلٰكِنۡ لِّيَبۡلُوَا۟ بَعۡضَكُمۡ بِبَعۡضٍ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَلَنۡ يُّضِلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ﴿۴﴾ سَيَهۡدِيۡهِمۡ وَيُصۡلِحُ بَالَهُمۡ‌ۚ ﴿۵﴾ وَيُدۡخِلُهُمُ الۡجَـنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمۡ ﴿۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ ﴿۷﴾ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَتَعۡسًا لَّهُمۡ وَاَضَلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ﴿۸﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَرِهُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاَحۡبَطَ اَعۡمَالَهُمۡ ﴿۹﴾ اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ‌ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ‌ۖ وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡثَالُهَا ﴿۱۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوۡلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاَنَّ

الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ⑪

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسرے لوگوں کو بھی) اللہ کے راستے سے روکا اس (اللہ) نے ان کے اعمال کو رائیگاں کر دیا (۱) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بھی کیے اور اس (قرآن) پر بھی ایمان لائے جو (حضرت) محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے جو کہ ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو اللہ نے ان کی برائیوں کا کفارہ ادا کر دیا (برائیاں دور کر دیں) اور ان کی حالت کو درست کر دیا (۲) یہ اس لیے ہوا کہ جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے باطل کی پیروی کی اور جو ایمان لائے انہوں نے اپنے پروردگار کی طرف سے حق کی پیروی کی اسی طرح خدا لوگوں کے حالات واوصاف بیان کرتا ہے (۳) پس جب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے تو ان کی گردنیں اڑاؤ۔ یہاں تک کہ جب خوب خون ریزی کر چکو (خوب قتل کر لو) تو پھر ان کو مضبوط باندھ لو اس کے بعد (تمہیں اختیار ہے) یا تو احسان کرو (رہا کر دو) یا فدیہ لے لو یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے (یہ حکم) اسی طرح ہے اور اگر خدا چاہتا تو خود ہی ان سے انتقام لے لیتا لیکن وہ تم لوگوں کو بعض کو بعض سے آزمانا چاہتا ہے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے تو اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا (۴) اور (منزل مقصود کی طرف) ان کی راہنمائی کرے گا اور ان کی حالت کو درست کرے گا (۵) اور ان کو بہشت میں داخل کرے گا جس کا وہ ان سے تعارف کرا چکا ہے (۶) اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا (۷) اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا تو ان کے لیے ہلاکت ہے اور اللہ نے ان کے اعمال کو رائیگاں کر دیا (۸) یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اسے ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ پس اس (اللہ) نے ان کے سب اعمال اکارت کر دیے (۹) کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کافروں کے لیے بھی ایسے ہی انجام ہیں (۱۰) یہ اس لیے ہے کہ اللہ اہل ایمان کا سرپرست ہے اور جو کافر ہیں ان کا کوئی سرپرست اور کارساز نہیں ہے (۱۱)

تشریح الالفاظ

(۱) صدوا۔ صد لازم اور متعدی دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے یہاں متعدی معنی مراد ہیں (۲) بالھم۔ بال کے معنی چال کے ہیں۔(۳) امثال۔ مثل کی جمع ہے جس کے معنی صفت اور وصف کے ہیں (۴) اثخنتموھم۔ اثخان سے مشتق ہے جس کے معنی بڑی خونریزی کے ہیں (۵)۔اوزارھا یہ وزر کی جمع ہے جس کے معنی وبال اور ہتھیار کے ہیں۔(۶) فتعساً۔ تعس کے معنی ہلاکت کے ہیں۔

تفسیر آلایات

۱) الذین کفروا ...الآیۃ

کفار و مشرکین کے اعمال شرط قبولیت یعنی ایمان کے فقدان کی وجہ سے رائیگاں ہیں

قدیم عرب کے لوگ اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی امت سمجھتے تھے اور انہیں خانہ کعبہ کے متولی ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ حجاج کرام کی خدمت، قرابتداروں سے صلہ رحمی اور مہمان نوازی کا شرف بھی انہیں حاصل تھا اور کسی نہ کسی شکل میں ان کے ہاں نماز، روزہ اور حج کا رواج بھی تھا مگر ارشاد قدرت ہے کہ جن لوگوں نے خود کفر کیا اور دوسروں کو بھی سیدھے راستے سے روکا اللہ نے ان کے اعمال کو رائیگاں کر دیا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ بعض حضرات نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ انہوں نے یہ اعمال غلط طور پر انجام دیئے تھے یعنی اگر خیرات کی تو کفار و مشرکین پر اور نماز پڑھی تو غلط طریقہ پر اور حج کیا تو غیر صحیح طور پر۔ مگر یہ توجیہہ غلط ہے فرض کریں کہ وہ خیرات اہل ایمان پر کرتے، یا بالفرض وہ نماز صحیح طریقہ پر پڑھتے اور حج صحیح طور پر بجالاتے تو کیا پھر ان کے اعمال قبول ہو جاتے؟ حاشا وکلا۔ تو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اعمال کی قبولیت کی اولین شرط ایمان ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے کہ و من یعمل من الصالحات من ذکر او انثی و ھو مؤمن۔ جو کوئی مرد یا کوئی عورت نیک عمل بجالائے بشرطیکہ وہ مومن ہو تو اس کا عمل قبول ہوگا اور اسے اجر و ثواب عطا کیا جائے گا اور چونکہ کفار میں یہ شرط نہیں پائی جاتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر و شرک کی حالت میں ادا کیے ہوئے اعمال کو اکارت کر دیا ہے۔ کیونکہ اذا فات الشرط فات المشروط اس سے معلوم ہوا کہ اعمال کی قبولیت ہو یا

نجات اخروی کا حصول وہ اللہ، رسول اور یوم آخرت پر ایمان لانے پر موقوف ہے اور ظاہر ہے کہ ایمان باللہ میں اس کی عدالت اور ایمان بالرسول میں ایمان بالا مام بھی داخل ہے۔

ایضاح:

واضح رہے کہ اعمال کے نامقبول ہونے کے لیے صرف کفر ہی کافی ہے یہ دوسروں کو راہ راست سے روکنا اس کے ساتھ شرط نہیں یہ جملہ یہاں صرف حقیقت حال بیان کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔

۲) والذین آمنوا و عملوا ...الآیۃ

نیکوکار اہل ایمان کے بہترین انجام کا بیان

جو لوگ اپنے وقت کے نبی پر جان پہچان کر ایمان لائے اور نیک عمل کر کے اپنے سچا دیندار ہونے کا ثبوت بھی پیش کیا وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں نہ صرف قابل انعام بلکہ دنیا و آخرت میں لائق مدح و ستائش بھی قرار پائے۔

ایضاح:

یہاں **والذین آمنوا و عملوا الصالحات** کے بعد مزید کہا گیا **و آمنوا بما نزل علی محمد** اس کی ضرورت کیا ہے؟ کیونکہ پیغمبر اسلامؐ پر ایمان لانے میں قرآن اور اس کی تعلیمات پر ایمان لانا داخل ہے؟ تو اس کا جواب تو یہ ہے والذین آمنوا میں تو وہ لوگ بھی داخل ہو سکتے ہیں جو خدا اور قیامت اور سابقہ انبیاء اور ان کی کتابوں پر ایمان لائے ہوں تو یہاں **وامنوا بما نزل علی محمد** کہہ کر یہ وضاحت کی جارہی ہے کہ جب تک پیغمبر اسلامؐ اور ان پر نازل شدہ کتاب اور اس کی تعلیمات پر مکمل ایمان نہ لایا جائے تب تک خدا اور یوم آخرت اور سابقہ نبیوں اور ان کی کتابوں پر ایمان لانا مفید نہیں ہے۔ اور دوسرا جواب وہ ہے جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا **بما نزل علی محمد** کا مطلب یہ ہے کہ **مانزل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فی علی علیہ السلام** یعنی اس چیز پر ایمان لانا جو پیغمبر اسلامؐ پر حضرت علیہ السلام کے بارے میں نازل کی گئی ہے۔ (تفسیر قمی)

یعنی **یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ** (مائدہ:۶۷)

وہ انعام کیا ہے جو خداوند عالم نیکوکار اہل ایمان کو عطا کرتا ہے؟

یہاں دو قسم کے انعامات ذکر کیے گئے ہیں ایک کفر عنھم سیاتھم ان کی برائیاں اور گناہ جو جہالت وضلالت کی وجہ سے ان سے سرزد ہو چکے ہیں وہ دور کر دیئے اور ان سے درگزر فرمایا اور دوسرا یہ کہ دنیا و آخرت میں ان کے حالات اور عادات کی اصلاح کر دی۔ لہٰذا اب نہ ان کے ذمے کوئی گناہ ہے اور نہ کوئی اخلاقی کمزوری باقی ہے۔

۳) ذلك بان الذين كفروا ... الآية

اہل کفر اور اہل ایمان کے ساتھ علیحدہ علیحدہ سلوک کی وجہ بیان کی جا رہی ہے کہ چونکہ پہلا گروہ باطل کا پرستار ہے لہٰذا وہ زیاں کار ہے اور دوسرا حق پرست ہے لہٰذا وہ کامیاب و کامران ہے کذلك يضرب الله للناس امثالهم۔ امثال، مثل کی جمع ہے جس کے معنی صفت کے ہیں جیسے مثل الجنة التي وعد المتقون۔ مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم اسی طرح لوگوں کے لیے ان کے اوصاف بیان کرتا ہے اور حق پرستوں کی برائیوں کو دور کر کے ان کے حالات کی اصلاح کر دیتا ہے وذلك فضل الله۔

۴) فاذا لقيتم الذين كفروا ... الآية

اسلامی جہاد کا ذکر اور اس کا فلسفہ

ہم قبل ازیں سورہ بقرہ آیت وقاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين اور سورہ حج کی آیت ۱۲۹ اذن للذين يقاتلون بأنهم ظلموا... الآية کی تفسیر میں اسلامی جہاد کے اقسام اور ان کے احکام بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں اور یہ کہ اسلام جارحیت کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا ان امور کی تفصیل کے خواہشمند حضرات ان مقامات کی طرف رجوع فرمائیں اور جو آیت یہاں موجود ہے بالکل اس جیسی ایک آیت قبل ازیں سورہ انفال آیت ٦٧ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔ ما كان لنبي ان يكون له اسرى حتى يثخن في الارض... الآية اور ہم وہاں بڑی تفصیل سے وضاحت کر چکے ہیں کہ اس اثخان اور خونریزی سے اسلام کا مقصد جوع الارض نہیں ہے اور نہ ہی اس کا مقصد ہوس زر۔ اور اقتدار کا حاصل کرنا ہے بلکہ اس کی غرض وغایت فتنہ وفساد کی جڑ کاٹنا اور کفر وشرک کا منہ کالا کر کے اللہ کے دین کا بول بالا کرنا اور بندگان خدا سے طاغوت کی پرستش چھڑا کر خدا کی عبادت کرانا ہے اور یقیناً یہ بڑا عظیم مقصد ہے۔

لہٰذا اسلام یہ حکیمانہ حکم دیتا ہے کہ جب ظالم دشمن حملہ آور ہو اور تمہاری اس سے مڈبھیڑ ہو جائے تو دشمنوں کی گردنیں اڑادو اور انہیں تہس نہس کردو اور جو قتل سے بچ جائیں انہیں مضبوطی سے باندھ لو یعنی قید کرلو۔

۵) فاما منا بعد... الآیۃ

اسلام میں دشمن کے جنگی قیدیوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جب جنگ ہتھیار ڈال دے یعنی جنگ ختم ہو جائے تو جنگی قیدیوں کے بارے میں اسلام کا فیصلہ یہ ہے کہ حاکم اسلام کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ حالات حاضرہ کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر کوئی فیصلہ کرے اور کوئی مناسب طریقہ کار اختیار کرے اور یہ فیصلہ چند قسم کا ہوسکتا ہے۔

۱۔ احسان اور مروت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دیا جائے۔

۲۔ فدیہ اور معاوضہ لے کر آزاد کردیا جائے۔

۳۔ انہیں غلام بنالیا جائے۔

۴۔ انہیں قتل کردیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ

اسلامی غزوات میں ان مختلف طریقوں پر عمل درآمد ہو چکا ہے۔

۶) ولو یشاء اللہ... الآیۃ

جہاد کی ایک حکمت کا تذکرہ

ارشاد قدرت ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو وہ خود بھی عذاب نازل کر کے کافروں سے انتقام لے لیتا مگر ایسا کرنے سے ایک تو جان لڑا کر لڑنے والے مومن اور جان چھڑانے والے منافق میں امتیاز نہ ہوتا اور دوسرا کفار کو حق کے قبول کرنے کا موقع نہ ملتا۔ لہٰذا مصلحت ایزدی کا تقاضا یہ تھا کہ ان لوگوں سے یہ بدلہ جہاد کے ذریعہ سے لیا جائے۔

۷) والذین قتلوا... الآیۃ

شہید کی شہادت کا فائدہ صرف زندوں کو ہی نہیں بلکہ خود شہید کو بھی ہوتا ہے

خدائے حکیم یہاں یہ حقیقت واضح کرنا چاہتا ہے کہ شہید کی موت سے زندوں کو تو فائدہ ہوتا ہی ہے کیونکہ

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

مگراس سے خود شہید راہ خدا کو بھی بہت فائدہ پہنچتا ہے مثلاً ایک فائدہ یہ ہے کہ

الف۔ اللہ اس کے اعمال کو اکارت نہیں کرے گا یعنی اس کی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی بلکہ اس پر دوررس نتائج مرتب ہوں گے۔

ب۔ اللہ اس کی راہنمائی کر کے اسے منزل مقصود یعنی جنت تک پہنچائے گا۔

ج۔ اللہ اس کے حالات کی اصلاح فرمائے گا اور اسے ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کرے گا

د۔ اس کی جانی پہچانی ہوئی جنت میں اسے داخل کیا جائے گا۔

ولنعم ما قیل ع

صلہ شہید کیا ہے؟ تب و تاب جاودانہ

۸) یا ایھا الذین آمنوا ... الآیة

تم اللہ کی یعنی اس کے دین کی مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ کائنات کا حقیقی مددگار اور تمام واقعات کو ظہور میں لانے والا خدا ہے۔ اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے مگر وہ واقعات کو جب ظاہر کرتا ہے تو عموماً ظاہری اسباب وآلات کے پردہ میں کرتا ہے۔ یہی حال دین کا ہے کہ خدا یہ ضرور چاہتا ہے کہ اس کا پرچم بلند ہو اور اسے غلبہ حاصل ہو اور باطل کا زور ٹوٹے اور اس کا پرچم سرنگوں ہو۔ مگر اس چیز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کچھ افراد درکار ہیں جو دین کی سربلندی اور کفر کی سرنگونی کا سبب بنیں۔ لہٰذا اللہ کی مدد سے مراد یہی اللہ کے دین کی مدد ہے یہ الگ بات ہے کہ یہ مدد الگ الگ ہے کبھی میدان کارزار میں دادِ شجاعت دینے سے کی جاتی ہے اور کبھی اس کی تبلیغ اور نشر واشاعت میں جدوجہد کرنے سے اور کبھی دین کے مخالفین کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کا علمی دلائل سے ازالہ کر کے۔ بہرحال جو ایسا کرے گا تو خدا فرماتا ہے کہ اللہ اس کی مدد کرے گا اور اسے ہر میدان میں عموماً اور اسلامی فرائض اور فریضہ جہاد کی ادائیگی میں خصوصاً ثبات قدم عطا فرمائے گا۔ کیونکہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

۹) والذین کفروا ... الآیة

کافروں کے برے انجام کا بیان

اہل ایمان کے خوشگوار اور قابل رشک انجام کے بیان کے بعد اب کافروں کے برے انجام کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ

الف۔ انجام کے اعتبار سے ان کے لیے تباہی و بربادی ہے۔
ب۔ ان کے اعمال اکارت ہو گئے ہیں۔
ج۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ دین کو ناپسند کیا ہے اور اپنی جاہلی رسوم ورواج اور اپنے مشرکانہ اوہام کو ترجیح دی ہے۔
د۔ پس اللہ نے ان کے اعمال کو رائیگاں کر دیا ہے۔

۱۰) افلم یسیروا فی الارض...الآیة

خدا بار بار زمین میں چلنے پھرنے اور بدکاروں کے برے انجام سے درس عبرت حاصل کرنے کا حکیمانہ حکم دیتا ہے تا کہ لوگ اس سے درس حاصل کریں اور اس حقیقت کو سمجھیں کہ **وللکافرین امثالھا** کہ ان کافروں کے لیے بھی ایسے ہی انجام ہیں۔
مخفی نہ رہے کہ یہاں یہ مثلیت عذاب کے واقع ہونے کے اعتبار سے ہے عذاب کی نوعیت و کیفیت کے لحاظ سے نہیں ہے۔ الغرض یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ ایمان والوں کا سرپرست اور کارساز اللہ ہے اور کافروں کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے۔
مروی ہے کہ جنگ احد میں پیغمبر اسلامؐ زخمی حالت میں ایک گھاٹی میں موجود تھے کہ ابوسفیان نے نعرہ لگایا لنا عزی ولا عزی لکم ہمارے پاس تو عزیٰ (نامی بت) ہے مگر تمہارا کوئی عزی نہیں ہے اس پر پیغمبر اسلامؐ نے جواب دیا **اللہ مولانا و لا مولی لکم** ہمارا حامی و کارساز اللہ ہے مگر تمہارا کوئی حامی و کارساز نہیں ہے۔ (تاریخ اسلام)

آیات القرآن

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ⑫ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ⑭ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ

لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِى النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۟ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ (دنیا میں) بہرہ مند ہو رہے ہیں (عیش کر رہے ہیں) اور اس طرح کھا رہے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور (ان کا آخری) ٹھکانہ دوزخ ہے (۱۲) اور کتنی ہی ایسی بستیاں تھیں جو تمہاری اس بستی سے زیادہ طاقت ور تھیں جس نے تمہیں نکالا ہے کہ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا پس ان کا کوئی مددگار نہ تھا (۱۳) کیا وہ جو اپنے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل پر ہے اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی بدعملی اس کی نگاہ میں خوشنما بنا دی گئی ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں (۱۴) وہ جنت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جس میں تغیر نہیں ہوتا اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلتا اور ایسے شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور ایسے شہد کی نہریں ہیں جو

صاف شفاف ہے اور ان کے لیے وہاں ہر قسم کے پھل ہیں اور ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے کیا ایسے (پرہیزگار) لوگ ان لوگوں جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ان کو ایسا گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا (۱۵) اور ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو (بظاہر) تمہاری طرف کان لگا کر (بات سنتے ہیں) یہاں تک کہ جب آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان (خاص) لوگوں سے پوچھتے ہیں جن کو علم عطا کیا گیا ہے کہ انہوں (رسولؐ) نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں (۱۶) اور جن لوگوں نے ہدایت طلب کی ہے اللہ ان کی ہدایت میں اور اضافہ کرتا ہے اور ان کو (ان کے حصے کی) پرہیزگاری عطا کرتا ہے (۱۷) سو یہ لوگ تو بس اب قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ اچانک ان پر آ جائے تو اس کے آثار و علامات تو آ ہی چکے ہیں اور جب وہ آ جائے گی تو پھر ان کو نصیحت حاصل کرنے کا موقع کہاں رہے گا؟ (۱۸) (اے رسولؐ) خوب جان لیں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور خدا سے اپنے ذنب اور مومن مردوں اور مؤمن عورتوں کی مغفرت طلب کریں۔ اللہ تمہاری گردش (چلنے پھرنے) کی جگہ کو اور تمہارے ٹھکانے کو جانتا ہے (۱۹)

تشریح الالفاظ

(۱) مثوی اس کے معنی ٹھہرنے کی جگہ یعنی ٹھکانے کے ہیں (۲) آسن اس پانی کو کہتے ہیں جس کا رنگ مزہ یا بو بدل جائے۔ (۳) امعاءھم یہ معی کی جمع ہے جس کے معنی آنت کے ہیں (۴) اشراطھا یہ شرط کی جمع ہے جس کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں۔ (۵) لذنبك ذنب کے معنی گناہ کے ہیں عام اس سے کہ خالق کی نگاہ میں ہو یا مخلوق کی نگاہ میں (۶) متقلب کے معنی چلنے پھرنے کی جگہ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۱) ان اللہ یدخل... الآیۃ

آیت کا مطلب بالکل واضح ہے اور متعدد آیات میں یہ حقیقت واضح و آشکار کی جا چکی ہے کہ جو مخلص اہل ایمان ہوں گے اور جنہوں نے نیک کام بھی کیے ہوں گے وہ ابدی جنت الفردوس کے مزے لوٹیں گے اور

اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیےعیش وآرام سے زندگی گزاریں گے۔لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون۔

۱۲)والذین کفروا ...الآیة

کافروں کی زندگی چوپایوں جیسی ہے

اس آیت میں کفار کی زندگی کو چوپایوں کی زندگی کی مانند قرار دیا جارہا ہے وہ چندروزہ زندگی میں عیش کر رہے ہیں اور چوپایوں کی طرح کھاپی رہے ہیں۔ظاہر ہے کہ ایک جانور کا کھانے سے پیٹ بھرنے کےعلاوہ کوئی مقصد نہیں ہوتا اس کی بلا جانے کہ اس کھانے پینے کے حدود و قیود کیا ہیں؟ حلال کیا ہے؟ حرام کیا ہے؟ اپنا کیا ہے؟ پرایا کیا ہے؟ رزق کس کا ہے اوراس کے حقوق کیا ہیں؟ وہ چاپایوں کی طرح چونکہ فکرآخرت سے آزاد ہیں اس لیے انہیں ان سوالات اوران کے جوابات سے کوئی غرض نہیں ہے! بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ چوپایوں سے بھی بدتر ہیں جانور کھاتے ہیں، پیتے ہیں اور مزے کر کے مرجاتے ہیں اور مرنے کے بعدان کے لیے نہ کوئی جزااور نہ کوئی سزا۔مگر جوانسان ہوکرحیوانوں کی مانندزندگی گزارکرمرتے ہیں آخرت میں ان کا ٹھکانا آتش دوزخ ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیؑ فرماتے ہیں:

فما خلقت لیشغلنی کالبھیمة المربوطه ھمھا علفھا اوالمرسلة شغلھا تقممھا۔ الخ... میں اس لیے پیدا نہیں کیا گیا ہوں کہ میرا مقصد عمدہ غذائیں کھانا ہو جیسے بندھا ہوا جانور جس کا مقصد چارہ کھانا ہوتا ہے یا کھلا ہوا جانور جس کا مقصد کوڑا کرکٹ کھانا ہوتا ہے۔(نہج البلاغہ)

۱۳)و کاین من قریة ...الآیة

اہل مکہ کو دھمکی دی جارہی ہے کہ تم نے سرور کائنات کو بڑی سختی وسنگدلی کے ساتھ مکہ سے نکال کر اتنے سنگین جرم کا ارتکاب کیا کہ جس کی پاداش میں ایسی کئی بستیاں ہلاک و برباد کی جا چکی ہیں جو قوت و طاقت اورشان وشوکت میں مکہ سے بڑھ کر تھیں۔ظاہر ہے کہ یہ عاد وثموداور قوم لوط کی طرف اشارہ ہے جن کے تذکرے سابقہ سورتوں میں کیے جا چکے ہیں۔لہٰذا اگر تم نے ان ناشائستہ حرکتوں سے توبہ نہ کی اور اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو پھر تمہاراانجام بھی ان بستیوں کے مکینوں سے مختلف نہ ہوگا۔

۱۴)افمن کان علی بینة ...الآیة

خالق فطرت انسانی عقل وفطرت کو جھنجھوڑ کر پوچھ رہا ہے کہ ایک شخص حق پر قائم ہے بصیرت رکھتا ہے اور چراغ حق وہدایت لے کر سفر زندگی طے کر رہا ہے۔آیا وہ اوروہ شخص یکساں ہو سکتے ہیں جو اپنی خواہش نفس کا

غلام ہے وہ حق کو اپنی خواہش کے پیمانہ پر تولتا ہے اور چونکہ وہ نور بصیرت سے محروم ہے اس لیے اس کے برے اعمال اس کی نگاہ بد میں خوشنما بنا دیے گئے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ ان کی دنیا بھی الگ ہے اور آخرت بھی الگ اور پھر انجام بھی الگ ہے۔

ظاہر ہے کہ پہلی قسم کا شخص اپنی زندگی کی تعمیر حقیقت کی بنیاد پر کرتا ہے اور دوسری قسم کا آدمی جو اپنی خواہشات پر کھڑا ہوتا ہے وہ حقیقت سے انحراف کرتا ہے (تفسیر قمی)

تفسیر قمی میں مرقوم ہے کہ افمن کان علی بینۃ سے مراد حضرت امیر علیہ السلام ہیں اور کمن زین لہ سے آپ کے دشمن اور غاصب مراد ہیں۔ واللہ العالم۔

۱۵) مثل الجنۃ التی ... الآیۃ

جنت کی صفت اور اس کی کیفیت کا بیان

مثل کے معنی چونکہ صفت اور وصف کے ہیں اس لیے اس کے معنی یہاں یہ ہوں گے کہ وہ جنت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے۔

بناء بریں اس کے لیے ممثل لہ کی تلاش فضول ہے کہ اس کی مثال کس سے دی جا رہی ہے! یہاں بہشتیوں کی مادی اور روحانی نعمتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ یہاں دنیا میں پینے کے لیے صاف ستھرا پانی کمیاب ہے، پینے کے لیے خالص دودھ اور دوا کے طور پر خالص شہد نایاب ہے مگر وہاں ان چیزوں کی نہریں جاری ہوں گی پانی ایسا جو کبھی سڑے گا نہیں، دودھ ایسا جو کبھی بگڑے گا نہیں اور شراب طہور ایسی جو سراپا لذت ہوگی اور ہر قسم کی تلخی اور خمار سے صاف وشفاف اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک اور کھانے کو ہر قسم کے پھل فروٹ وافر مقدار میں میسر ہوں گے۔ الغرض یہ تو ہوئیں مادی نعمتیں اور "و مغفرۃ من ربھم" مزید برآں روحانی نعمت ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہوگی اور رضامندی کا پروانہ۔ ورضوان من اللہ اکبر یعنی سب سے بڑی نعمت خدا کی خوشنودگی ہوگی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

۱۶) کمن ھو خالد فی النار ... الآیۃ

یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے اصل عبارت یوں ہے امن ھو خالد فی الجنۃ کمن ھو خالد فی النار۔ کیا جو خوش بخت ہمیشہ جنت میں رہنے والا ہے وہ اس بد بخت کی طرح ہے جو ہمیشہ جہنم میں رہنے والا ہے؟ یعنی ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ نیکوکار و بدکار، خوش بخت اور بد بخت اور جنتی اور جہنمی کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔

۱۷) ومنهم من يستمع ... الآية

بزم رسالت میں بیٹھنے والے سب حضرات برابر نہیں تھے

صحابہ کرام کے بارے میں اختلافی امور سے پہلوتہی کرتے ہوئے ہم صرف اس قدر عرض کریں گے کہ یہاں جن حضرات کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ یہود و نصاریٰ اور غیر مسلم لوگ نہیں ہیں بلکہ مسجد نبوی میں اور منبر رسول کے اردگرد بیٹھنے والوں اور پیغمبر اسلامؐ کے خطبات و بیانات سننے والے بظاہر صحابہ کرام کا ہی ذکر ہے کہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو بظاہر کان لگا کر آنحضرتؐ کا کلام حق ترجمان سنتے تھے مگر پلے کچھ نہ پڑتا تھا بلکہ ایسے کورے رہتے تھے کہ جب بزم رسالت برخواست ہوتی اور خطبہ ختم ہوتا اور وہ باہر نکلتے تو ان سے کہتے جن کو علم عطا کیا گیا ہے کہ ابھی آپؐ نے کیا کہا تھا؟ ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان کی اسی کجروی کی وجہ سے خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ بناء بریں پوری جماعت صحابہ کو کس طرح ایک جیسا اور عادل قرار دیا جا سکتا ہے؟؟

صاحب تذکیر القرآن اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''منافق آدمی کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ سنجیدہ مجلس میں بیٹھتا ہے تو بظاہر بہت باادب نظر آتا ہے مگر اس کا ذہن دوسری چیزوں میں لگا رہتا ہے وہ مجلس میں بیٹھ کر بھی بات نہیں سن سکتا چنانچہ جب وہ مجلس سے باہر آتا ہے تو دوسرے اصحاب سے پوچھتا ہے کہ ''حضرت نے کیا فرمایا'' (تذکیر القرآن، ج۲، ص۱ ۵۹)

اور فاضل دریا آبادی اپنی تفسیر ماجدی میں اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''محض صحبت و ہمنشینی بڑے سے بڑے مرشد کے پاس بھی بے اثر رہتی ہے جب تک بیٹھنے والے کے دل میں قصد استفادہ نہ ہو'' (تفسیر ماجدی، ص ۱۰۱۶، حاشیہ نمبر ۱۸)

سچ ہے کہ

ہر کہ روئے بہبود نداشت
دیدن روئے نبی سود نداشت

یعنی

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز دریا میں رہ کے عکس سرو کنار جو کا

بہر کیف اکثر مفسرین اسلام نے یہی لکھا ہے کہ اس سے مراد منافقین ہیں جو مسلمانوں اور صحابہ کی

صفوں میں گھسے ہوئے ضرور تھے مگر درحقیقت نہ مسلمان تھے اور نہ ہی صحابہ کرام تھے۔

۱۸) والذین اھتدوا ...الآیۃ

ہدایت یافتہ لوگ جب مزید کوشش کرتے ہیں تو خدا ان کی ہدایت میں اور اضافہ کر دیتا ہے

ہم سورہ حمد کی آیت اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں واضح کر آئے ہیں کہ ہدایت کے متعدد مدارج و مراتب ہیں۔ لہٰذا جو لوگ خلوص نیت سے ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں خدا ان کو ہدایت دے دیتا ہے اور جو ہدایت یافتہ لوگ اس سلسلہ میں مزید ترقی حاصل کرنا چاہتے ہیں خدا ان کی ہدایت کے مراتب میں اضافہ کر دیتا ہے اور مزید برآں ان کے شایان شان ان کے حصے کا جو تقویٰ ہے اس کے حاصل کرنے کی بھی انہیں توفیق عطا فرماتا ہے۔

سچ ہے کہ

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے؟ ؟

۱۹) فھل ینظرون ... الآیۃ

جس شخص کو آندھی یا زلزلہ کے آنے کی خبر دی جائے مگر وہ چوکس نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ آندھی اور زلزلہ کے آنے کا انتظار کر رہا ہے اسی طرح خدا اور اس کے نمائندے بار بار لوگوں کو قیامت کی آمد کی خبر دے رہے ہیں مگر لوگ ہیں کہ خواب غفلت سے بیدار ہونے کا نام بھی نہیں لیتے تو کیا یہ اس وقت بیدار ہوں گے جب قیامت ایک دم ان کے سر پر ٹوٹ پڑے گی؟ مگر اس وقت کی بیداری کوئی فائدہ نہیں دے گی بلکہ وہ بیداری اور ایمانداری فائدہ دے گی جو پردہ اٹھنے سے پہلے ہوگی اس کے بعد اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ کما لا یخفی

۲۰) فقد جاء اشراطھا ... الآیۃ

بعض اشراط الساعۃ کا بیان

اشراط شرط کی جمع ہے جس کے معنی علامت کے ہیں یعنی وہ آثار و علامات جن کا واقع ہونا بتاتا ہے کہ قیامت قریب ہے اس قسم کی متعدد حدیثیں فریقین کی کتب تفسیر و حدیث میں مذکور ہیں۔

۱۔ چنانچہ ان علائم میں سے ایک بڑی علامت پیغمبر خاتم الانبیاؑ کی بعثت بھی ہے کہ جن کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ان کے بعد آئے گی تو بس قیامت ہی آئے گی۔

۲۔ بہت سارے جھوٹے مدعیان نبوت کا ظہور ہے کہ کئی دعویٰ کر چکے ہیں اور ابھی کئی اور کریں گے۔

۳۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا جب لوگ نجوم پر یقین رکھیں گے اور قضا و قدر کو جھٹلائیں گے۔(خصال شیخ صدوق)

۴۔ نیز انہی جناب سے مروی ہے فرمایا قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ فالج کی بیماری عام ہو جائے گی اور ناگہانی موتیں زیادہ ہوں گی۔(الکافی)

۵۔ پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے کہ قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور جہالت عام ہو جائے گی شراب پی جائے گی اور زنا کاری عام ہو جائے گی۔مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی یہاں تک کہ ایک اور پچاس کی نسبت ہو گی۔(روضۃ الواعظین)

۶۔ پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے کہ آپ نے اشراط الساعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ''جب مال غنیمت کو باہم بانٹ دیا جائے گا اور امانت کو لوٹ کا مال سمجھا جائے گا اور زکوٰۃ کو تاوان خیال کیا جائے گا اور دنیوی مقاصد کے لیے دینی تعلیم حاصل کی جائے گی۔جب مرد اپنی بیوی کا فرمانبردار ہو گا اور اپنی ماں کا نافرمان بن جائے گا جب وہ اپنے دوست کو قریب کرے گا اور اپنے باپ کو دور بھگا دے گا، جب مسجدوں میں طرح طرح کی آوازیں بلند ہونے لگیں گی، جب فاسق قوم کا سردار بن جائے گا، جب رزیل شخص قوم کا قائد ہو گا، جب کسی شخص کی عزت اس کی نیکی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے شر سے بچنے کے لیے کی جائے گی، جب گانے والیاں اور گانا بجانا عام ہو جائے گا، جب کھلے بندوں شراب پی جائے گی جب بعد میں آنے والے پہلے حضرات پر لعنت بھیجیں گے اس وقت سرخ آندھی کا زلزلہ اور خسف و مسخ کا انتظار کرو۔(ضیاء القرآن ج ۴، بحوالہ ترمذی)

اس سلسلہ کی طویل ترین حدیث وہ ہے جو جناب سلمان محمدی کے سلسلہ سند سے حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے جو ہماری تفسیر قمی و صافی وغیرہ میں اور برادران اسلامی کی کتاب محاضرۃ الابرار و مسامرۃ الاخیار وغیرہ میں مذکور ہے جس میں مذکور ہے کہ نمازوں کو ضائع کیا جائے گا، شہوتوں کی پیروی کی جائے گی۔صاحبان مال کی تعظیم کی جائے گی دین کو دنیا کے عوض فروخت کر دیا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

اس سے زیادہ علائم و آثار کے یہاں درج کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور یہ بھی مدنظر رہے کہ اس قسم کی

عمومی علامات صدیوں سے روز بروز ظاہر ہوتی آ رہی ہیں۔ لہٰذا ان کو سامنے رکھ کر قرب قیامت کا کوئی پیمانہ اور کوئی خاص زمانہ مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ علمها عند ربی۔

۲۱) فاعلم انه... الآیة

اسی قسم کے الفاظ سے علم کلام کے علماء اعلام نے یہ حکم مستنبط کیا ہے کہ توحید ہو یا دوسرے عقائد حقہ ان میں علم و یقین حاصل کرنا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ تقلید سے علم و یقین حاصل نہیں ہوتا اس لیے اصول عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے۔ بلکہ آیات محکمات، روایات متواترات اور عقلی مسلمات سے علم و یقین حاصل کرنا واجب و لازم ہے۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مرے کہ وہ جانتا ہو کہ لا الہ الا اللہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مجمع البیان)

یہ بھی مروی ہے کہ فرمایا من کان اخر کلامه لا اله الا الله دخل الجنة۔ جس شخص کا آخری کلام کلمہ توحید ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۲۲) واستغفر لذنبك... الآیة

جب پیغمبر اسلامؐ بالاتفاق معصوم ہیں تو پھر مغفرت طلب کرنے کا مطلب کیا ہے؟

اس کے شیعہ اور سنی علماء کرام نے کئی جوابات دیے ہیں مثلاً یہ کہ:

۱۔ درگاہ الٰہی میں اپنے کو گناہگار قرار دیتے ہوئے دعائے مغفرت کرنا تقاضائے عبودیت ہے وقوع گناہ پر موقوف نہیں ہے۔ (فصل الخطاب ج ۷)

۲۔ "قیل له ذالك مع عصمته لتستن به امته" باوجود حضرت رسول خداؐ کے معصوم ہونے کے آپ کو طلب مغفرت کا اس لیے حکم دیا گیا ہے تا کہ آپ کی امت اس طریقہ کی پیروی کرے" (تفسیر جلالین، کذافی مجمع البیان الخطاب له والمراد به الامته)

۳۔ ایک اصولی بات ہمیشہ یاد رہے کہ ذنب معصوم کے سلسلہ میں جب بھی آئے گا مراد اس سے صرف ذنب صوری ہوگا۔ تفسیر ماجدی)

۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجات میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا رہتا ہے اوپر والے درجہ پر پہنچ کر جب نیچے والے درجے پر نگاہ پڑتی تو موجودہ رفعت کے مقابلہ میں وہ قصور محسوس ہوتا اس لیے حضور

کثرت سے استغفار کیا کرتے تھے۔ (ضیاء القرآن؛ بحوالہ روح المعانی) تفسیر مجمع البیان میں خود حضرت رسول خدا سے مروی ہے فرمایا انی لا ستغفر اللہ فی الیوم مائۃ مرۃ)

۵۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس قدر کسی انسان کے دل و دماغ میں اپنے پروردگار کی عظمت وجلالت اور اس کے احسان و انعام کی کثرت کا شدید احساس ہوگا تو پھر وہ اسی شدت سے اس کی سرکار میں توبہ و استغفار کرے گا اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں اپنے قصور کا اعتراف کرے گا اور اس کی درگاہ میں عفو و درگزر کی درخواست کرے گا۔

ایضاح

یہاں جو جوابات پیغمبر اسلامؐ کی توبہ و استغفار کے بارے میں پیش کیے گئے ہیں یہی آئمہ اطہار کی توبہ و انابہ اور ان کے استغفار کرنے کے بارے میں سمجھے جائیں گے۔

کما لا یخفی علی اولی الابصار
واللہ العالم بالحقائق والاسرار

آیات القرآن

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ

الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰی لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور جولوگ ایمان لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ (جہاد کے بارے میں) کوئی سورہ کیوں نازل نہیں کی جاتی؟ پس جب ایک محکم سورہ نازل کی جاتی ہے اور اس میں قتل وقتال کا ذکر ہوتا ہے تو آپ ان لوگوں کو دیکھئے گا کہ جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی غشی طاری ہو (۲۰) ان کے لیے بہتر تو یہ تھا کہ اطاعت کرتے اور اچھی بات کہتے اور جب (جہاد کا) قطعی فیصلہ ہو جاتا تو اگر یہ اللہ سے (اپنے عہد میں) سچے ثابت ہوتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا (۲۱) پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ (تمہیں اقتدار مل جائے) تو تم زمین میں فساد برپا کرو۔ اور اپنی قرابتوں کو قطع کرو (۲۲) یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور انہیں بہرا بنا دیا ہے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے (۲۳) کیا یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں (۲۴) جو لوگ پیٹھ پھیر کر (کفر کی طرف) پیچھے پلٹ گئے بعد اس کے کہ ان پر ہدایت واضح ہو گئی تھی۔ شیطان نے انہیں فریب دیا اور انہیں دور دور کی سجھائی (۲۵) یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ کی نازل کردہ (کتاب) کو ناپسند کرتے ہیں کہ ہم بعض معاملات میں تمہاری بات مان لیں گے اللہ ان کی رازداری کو جانتا ہے (۲۶) اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہوں گے (۲۷) یہ سب اس وجہ سے ہوگا کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جو اللہ کی ناراضی کا باعث تھی اور اس کی خوشنودی کو ناپسند کیا پس اللہ نے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا (۲۸)

تشریح الالفاظ

(۱)سول لهم تسویل کے معنی گمراہ کرنے اور غلط بات کو مزین کر کے پیش کرنے کے ہیں (۲) املی لهم ... املاء کے معنی ڈھیل دینا اور لمبی لمبی آرزوئیں کرنے کے ہیں (۳)اسخط الله۔ سخط کے معنی ناراضی کے ہیں۔(۴)احبط اعمالهم احباط کے معنی رائیگاں کرنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۳)ویقول الذین آمنوا ...الآیة

اس آیت کی شان نزول

ہجرت سے پہلے کفار نے مسلمانوں پر مظالم کے جو پہاڑ گرائے وہ تاریخ کا ایک حصہ بن چکے۔ یہاں تک کہ خدا نے مسلمانوں کو وہاں سے ہجرت کرنے کا حکم دیا اور اب مسلمان قریبا تین سو میل دور مدینہ پہنچ گئے۔ عام خیال یہ تھا کہ اب وہ یہاں آرام وسکون سے زندگی گزار سکیں گے اور نہ صرف یہ کہ اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کریں گے بلکہ اسلامی اقدار کا پرچار بھی کر سکیں گے اور اسلام کو پھیلا بھی سکیں گے مگر کفار مکہ کی شرارتیں اور ان کی ایذا رسانیاں یہاں بھی ختم نہ ہوئیں۔ جیسا کہ اس سورہ کے تعارف میں بیان کیا جا چکا ہے کہ ان کے آدمی یہاں آتے اور مسلمانوں کا مال مویشی لوٹ کر لے جاتے اور جو اکا دکا مسلمان ملتا اسے قتل کر دیتے۔

ان حالات میں مسلمان یہ چاہتے تھے کہ ہمیں جہاد کی اجازت مل جائے اور بڑی بے چینی کے ساتھ کہتے تھے کہ کوئی ایسی سورۃ نازل کیوں نہیں ہوتی جس میں انہیں جہاد کرنے کا اذن دے دیا جائے تا کہ ظالم کافروں سے دو دو ہاتھ ہو جائیں اور انہیں ان کے ظلم وستم کا مزہ چکھایا جائے اور اس سلسلہ میں منافقین بھی بڑے بلند بانگ دعوے کرتے تھے کہ اگر جہاد کا اذن مل گیا تو ہم یہ کریں گے اور وہ کریں گے۔

مومن ومنافق کا امتیازی فرق

مومن اور منافق میں بنیادی فرق یہ ہے کہ منافق گفتار کا غازی ہوتا ہے باتوں میں سب سے آگے مگر عمل کے میدان میں سب سے پیچھے۔ لہٰذا وہ جہاد سے پہلے تو اس کی بہت باتیں کرے گا مگر جب اس کا وقت آئے گا تو پھر بھاگ کھڑا ہوگا۔ مگر جو مومن ہوتا ہے وہ کردار کا غازی ہوتا ہے وہ ہر وقت شرع انور کے احکام سننے

اوران کی تعمیل کرنے کے لیے تیار و آمادہ کا رہوتا ہے اور جب جہاد جیسے کسی سخت کام کے لیے اقدام کرنے کا فیصلہ ہو جائے تو وہ اپنے عمل و کردار سے ثابت کر دکھاتا ہے کہ وہ خدا سے کیے ہوئے عہد و پیمان پر قائم ہے۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہو رہا ہے کہ جب کوئی ایسی محکم سورہ نازل ہوتی ہے جس میں قتل وقتال کرنے کا ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں نفاق والا روگ ہے وہ پیغمبر اسلام کی طرف اس طرح بھیانک نظروں سے دیکھتے ہیں جیسے ان پر سکرات موت کی کیفیت اور موت کی غشی طاری ہو۔ حالانکہ ان کے لیے بہتر یہ تھا کہ جب جہاد کا قطعی فیصلہ ہو جاتا تو ثابت قدمی سے جہاد کر کے اپنے صادق العہد ہونے کا ثبوت پیش کرتے۔

۲۴) فاولی لهم ... الآیة

اولیٰ لهم کے مفہوم کی تعین؟

اولی لهم کے معنی و مفہوم میں مترجمین اور مفسرین میں خاصا اختلاف نظر پایا جاتا ہے ایک یہ کہ اس لفظ (اولیٰ) کے وہی معنی ہیں جو اس سے عموماً سمجھے جاتے ہیں **اولی** یعنی **الیق و احق** یعنی زیادہ مناسب و بہتر یہ ہے۔ چنانچہ یہ لفظ اردو میں اسی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

بناء بریں مفہوم یہ ہوگا کہ ان لوگوں کے لیے مناسب اور بہتر یہ تھا کہ اطاعت کرتے اور اچھی بات کہتے۔ چنانچہ ہم نے اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے دوسرا یہ کہ اس لفظ (اولی) کے معنی ویل کے ہیں یعنی ویل کے لفظ کو قلب کر کے اسے افعل کے وزن پر اولیٰ بنایا گیا ہے۔ بنا بریں اس کے معنی ہلاکت و بربادی کے ہیں یعنی **قاربه ما یهلکه** کہ اسے ہلاک کرنے والی چیز قریب ہے یعنی ان کی شامت آنے والی ہے۔

پس پہلے معنی کی بنا پر **اولی لهم متبداء** ہے جس کی خبر **طاعة و قول معروف** ہے۔ بناء بریں نہ **اولیٰ لهم** پر آیت کے مکمل ہونے کا نشان ہونا چاہیے اور نہ ہی ج یعنی وقف مجوز کی علامت بلکہ وصل لازم ہونا چاہیے کیونکہ یہ مبتداء اور خبر ہیں اور اگر ویل کے دوسرے معنی کیے جائیں تو یہ سب کچھ جائز ہے اور **طاعة و قول** جملہ مستانفہ ہے یعنی یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے جو "خیر" یا "امثل" ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آیات اوقاف کی علامتیں قرار دینے والوں نے اپنے تفسیری تصورات اور ترجیحات کی بنیاد پر یہ علامتیں قرار دی ہیں۔ لہٰذا ہر مفسر کو ان بندشوں سے آزاد ہو کر قرآنی دلائل، حدیثی شواہد اور عقلی براہین کی روشنی میں تفسیر کرنی چاہیے۔ واللہ الموفق

۲۵) فهل عسیتم ... الآیة

ان لوگوں کا تذکرہ جو اقتدار میں آ کر فساد پھیلائیں گے اور قطع رحمی کریں گے

اس قسم کی ایک آیت سورہ بقرہ میں آیت نمبر ۲۰۵ میں گزر چکی ہے **و اذا تولی سعی فی الارض ... الآیۃ** چونکہ تولی کے ایک معنی روگردانی کرنے اور منہ پھیرنے کے ہیں اور دوسرے حاکم اور صاحب اقتدار ہونے کے۔ اسی بنا پر مترجمین اور مفسرین نے اس لفظ کے معنی الگ الگ بیان کیے ہیں۔

بہر حال آیت کے سیاق وسباق پر نظر کرنے اور دوسرے شواہد کی بنا پر راجح یہ ہے کہ یہاں تولیتم کے معنی صاحب اقتدار اور صاحب حکومت ہونے کے ہیں گویا خداوند عالم یہاں کچھ ایسے کمزور اہل اسلام کا ذکر کر رہا ہے کہ اگر ان کو مستقبل میں اقتدار مل گیا تو وہ دو کام کریں گے۔

۱۔ پہلا یہ کہ وہ زمین میں فتنہ وفساد پھیلائیں گے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ اپنی نسبی قرابتوں اور ایمانی رشتہ داریوں کے سلسلے قطع کریں گے جن کے وصل کرنے اور جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔

اور یہ دونوں کام یعنی زمین میں فساد برپا کرنا اور قطع رحمی کرنا شریعت اسلامیہ میں نہ صرف حرام ہیں بلکہ گناہان کبیرہ میں سے ہیں۔ اللہ نے اس کی سزا یہ مقرر کی ہے کہ ان پر لعنت کی ہے اور پھر انہیں ایسا بہرا اور اندھا بنا دیا ہے کہ نہ حق کی آواز ان کو سنائی دیتی ہے اور نہ حق انہیں دکھائی دیتا ہے۔ اب ایسے لوگوں کو پہچاننا کہ ایسے کون لوگ تھے جو اسلام لا کر اور صحبت رسول میں بیٹھ کر بھی قرآن، اسلام اور خدا و پیغمبر اسلامؐ کے فیوض و برکات سے محروم رہے اور جن کے اقتدار پر آنے کے بعد یہ کمزوریاں دکھانے کا امکان ظاہر کیا جا رہا ہے۔ یہ غیر جانبدار دیدہ ور محققین کا کام ہے۔

کردم اشارتے ومکرر نمی کنم؟؟

اور اگر تولیتم کے دوسرے معنی یعنی روگردانی اور منہ پھیرنے کے کیے جائیں تو پھر آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اگرچہ منافق لوگ جہاد سے دامن بچانے کے لیے بظاہر امن پسندی کے بہانے بناتے ہیں مگر ان کا عمل یہ ہے کہ موقع ملنے پر شر وفساد پھیلاتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ اس سلسلہ میں قرابتوں اور رشتہ داریوں کی بھی پروا نہیں کرتے ایسے لوگ خدا کی نگاہ میں ملعون ہیں وہ سننے، دیکھنے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔

۲۷) افلا یتدبرون ... الآیۃ

قرآن کا بار بار اہل دانش و بینش کو قرآن میں غور وفکر کرنے کی دعوت دینا اور تدبر و تفکر نہ کرنے پر ان کی سرزنش کرنا اس بات کی نا قابل رد دلیل ہے کہ ظواہر قرآن حجت ہیں اور یہ کہ فی الجملہ فہم قرآن ممکن ہے ہاں البتہ اگر کسی مجمل آیت کا مفہوم متعین کرنا ہو تو اگر تفسیر معصوم مل کو جائے تو اسے مدنظر رکھنا نہ صرف احسن ہے بلکہ ضروری ہے۔

ہاں بظاہر یہ مذمت منافقین کی کی جارہی ہے کیونکہ اس سے پہلے اور اس کے بعد انہی کا تذکرہ موجود ہے کہ وہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے تاکہ واجبی حقوق کو سمجھ کر ادا کرسکیں۔

۲۸) ان الذین ارتدوا ... الآیۃ

ارتداد شرعاً حق پر ایمان لانے کے بعد انکار کرنے کو کہا جاتا ہے۔ یہاں اس سے کیا مراد ہے؟ بظاہر اس سے مراد منافقین ہیں کیونکہ ان کا حق کو پہچاننا بمنزلہ اس پر ایمان لانے کے ہے اور پھر ان کا حق کو ناپسند کرنا بمنزلہ اس کے انکار کے ہے حق و حقیقت کے واضح ہوجانے کے بعد ان کا اسے دل و جان سے تسلیم نہ کرنے کا باعث شیطان ہے جو دو طرح سے ان کو ورغلاتا ہے ایک ان میں نیکی اور بدی میں امتیاز کرنے کی صلاحیت ختم کر کے اور دوسرا انہیں لمبی لمبی امیدوں اور تمناؤں کا دلدادہ اور ان پر فریفتہ کر کے۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے اپنے دنیوی مفادات کے تحفظ کی خاطر ارتداد کی راہ اختیار کی ہے۔ (مجمع البیان وتفسیر الکاشف)

۲۹) ذالك بانهم قالوا ... الآیۃ

اس لیے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ کی نازل کردہ کتاب کو ناپسند کرتے ہیں کہ ہم بعض معاملات میں تمہاری بات مانیں گے؟

اب قابل غور بات یہ ہے کہ وہ مخصوص لوگ کون ہیں جو ما انزل اللہ کو ناپسند کرتے ہیں؟ اگرچہ اس میں فی الجملہ اختلاف ہے۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ ان مرتدین و منافقین اور یہود کی باہمی ساز باز کا تذکرہ ہے یعنی منافقین (جن کو مرتد کہا گیا ہے) مدینہ کے یہودیوں سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ جزوی اشتراک کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ کے خلاف تمہاری خفیہ سازش میں ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ اس کے علاوہ ہمارے اور تمہارے راستے جدا جدا ہیں اور ہمارے حالات ہمیں کفر کا اعلان کرنے اور کھل کر جنگ وغیرہ میں تمہارا ساتھ دینے کی اجازت نہیں دیتے۔ ارشاد قدرت **واللہ یعلم اسرارھم** اللہ ان کے ان اندرونی راز و نیاز اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔

واضح رہے کہ ایک روایت میں جو امامین سے مروی ہے اس الذین کرھوا ما نزل اللہ سے بنی امیہ مراد لیے گئے ہیں جو حضرت امیر علیہ السلام کی نازل شدہ ولایت کو ناپسند کرتے تھے۔ (مجمع البیان، نورالثقلین) واللہ العالم

۳۰) فکیف اذا ... الآیۃ

فرشتے کفار کی روحیں قبض کرتے وقت ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں

منافق جب سامنے آتے ہیں تو منافقت لے کر اور جب واپس جاتے ہیں تو سازش کے ارادہ کے ساتھ اس لیے موت کے وقت فرشتے ان کے چہروں اور پشتوں پر کاری ضربیں لگاتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ یہ لوگ ان باتوں کی پیروی کرتے ہیں جو اللہ کو ناراض کرتی ہیں اور اس کی خوشنودی کے کاموں کو ناپسند کرتے ہیں اس لیے اللہ نے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا ہے اس بیان سے واضح وعیاں ہوتا ہے کہ انسانی اعمال وافعال کی بربادی کا سبب دو چیزیں ہیں ایک آدمی کا ان باتوں کو اختیار کرنا جو خدا کی ناراضی کا باعث ہوں اور دوسرا انسان کا ان باتوں کو ناپسند کرنا جو خدا کی خوشنودی کا موجب ہوں۔ لہٰذا ان دو بری خصلتوں سے اجتناب کرنا لازم ومحتم ہے تاکہ انسان کے اعمال ضائع ہونے سے محفوظ ہو جائیں۔

آیات القرآن

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ اَنۡ لَّنۡ یُّخۡرِجَ اللّٰهُ اَضۡغَانَهُمۡ ﴿۲۹﴾ وَلَوۡ نَشَآءُ لَاَرَیۡنٰکَهُمۡ فَلَعَرَفۡتَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ ؕ وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِیۡ لَحۡنِ الۡقَوۡلِ ؕ وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ اَعۡمَالَکُمۡ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ حَتّٰی نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَالصّٰبِرِیۡنَ ۙ وَنَبۡلُوَا۠ اَخۡبَارَکُمۡ ﴿۳۱﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الۡهُدٰی ۙ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیۡئًا ؕ وَسَیُحۡبِطُ اَعۡمَالَهُمۡ ﴿۳۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَلَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَکُمۡ ﴿۳۳﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوۡا وَهُمۡ کُفَّارٌ فَلَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوۡا وَتَدۡعُوۡۤا اِلَی السَّلۡمِ ۖ

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝۳۵ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ۝۳۶ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ۝۳۷ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَاۤءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ۝۳۸

ترجمۃ الآیات

کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ کبھی ان کے (سینوں) کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا (۲۹) اگر ہم چاہیں تو وہ لوگ آپ کو دکھا دیں اور آپ انہیں علامتوں سے پہچان لیں اور (خاص کر) آپ انہیں ان کے انداز گفتگو سے تو ضرور پہچان لیں گے اور اللہ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے (۳۰) اور ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائیں گے تاکہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم (ممیز) کریں اور تمہارے حالات کو جانچ کر لیں (۳۱) بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (دوسرے لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا اور پیغمبر کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی وہ اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے (ہاں البتہ) اللہ ان کے اعمال کو اکارت کر دے گا (۳۲) اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور (ان کی مخالفت کر کے) اپنے اعمال کو برباد نہ کرو (۳۳) بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکا اور پھر وہ کفر ہی کی حالت میں مر گئے اللہ ان کو کبھی نہیں بخشے گا (۳۴) پس تم کمزور نہ پڑو (اور ہمت نہ ہارو) اور (دشمن کو) صلح کی دعوت نہ دو حالانکہ تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے اعمال (کے ثواب) میں ہرگز کمی نہیں کرے گا (۳۵) یہ دنیا کی زندگی تو بس کھیل اور تماشا ہے اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو وہ

(خدا) تمہیں تمہارے اجر عطا کرے گا اور تم سے تمہارے مال نہیں مانگے گا (۳۶) اور اگر وہ تم سے وہ (مال) مانگے اور پھر اصرار بھی کرے تو تم بخل کرو گے اور وہ تمہارے دلی کینوں (اور دلی ناگواریوں) کو ظاہر کر دے گا (۳۷) ہاں تم ہی ایسے لوگ ہو کہ تمہیں دعوت دی جاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے کچھ لوگ بخل کرنے لگتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے وہ (دراصل) اپنے ہی نفس سے بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے البتہ تم (اس کے) محتاج ہو اور اگر تم روگردانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے (۳۸)

تشریح الالفاظ

(۱) اضغانھم۔ یہ ضغن کی جمع ہے جسکے معنی کینہ اور ناگوار بات کے ہیں۔ (۲) سیماھم۔ سیما کے معنی علامت، شکل وہیئت اور نشان کے ہیں (۳) لحن القول کا مفہوم ہے انداز گفتگو (۴) سلم۔ کے معنی صلح وآشتی کے ہیں۔ (۵) فیحفکم۔ احفاء کے معنی اصرار کرنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۳) ام حسب الذین ... الآیۃ

منافقین کو دھمکی

چونکہ منافقین کے سینوں میں اسلام، مسلمانوں اور خود پیغمبر اسلامؐ کے متعلق کینہ تھا اگر چہ وہ ظاہر داری اور ریا کاری سے یہ چاہتے تھے کہ ان کے نفاق کا پردہ چاک نہ ہو بلکہ ان کی منافقت پر پردہ پڑا رہے مگر ان کے قول وفعل اور ان کی حرکات وسکنات سے ظاہر ہو ہی جاتا تھا کہ ان کے اندر کیا ہے؟

سچ ہے کہ

مھما تکن عندا مرء من خلیقۃ
وان خالھا تخفی علی الناس تعلم

اس لیے خدا فرما رہا ہے کہ اگر وہ ایسا خیال کرتے ہیں تو ان کی خام خیالی ہے۔ اللہ ضرور ان کے نفاق کا پردہ چاک کر کے رہے گا۔

۳۲) ولو نشاء ... الآیۃ

ارشاد قدرت ہے کہ اگر ہم چاہیں تو آپ کو تعیین کے ساتھ نام بنام دکھا دیں کہ کون کون منافق ہیں ویسے بھی آپ ان کو ان کی مخصوص علامتوں اور نشانیوں سے پہچان لیں گے اور بالخصوص ان کے انداز گفتگو سے پہچان جائیں گے کہ کون کون منافق ہیں۔ الغرض ان کا مصنوعی لہجہ اور سوز و گداز اور درد سے خالی آواز بتا دیتی تھی کہ ان کا اسلام سے تعلق محض دکھاوے کا ہے قلبی نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں **المرء مخبو تحت لسانہ** ہر آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ (نہج البلاغہ) یعنی

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

وہ بارگاہ رسالت میں اپنی وفاداریوں اور کارگزاریوں کے متعلق ڈینگیں تو بہت مارتے تھے مگر جب عمل کا وقت آتا بالخصوص جہاد کا تو راہ فرار اختیار کرنے میں اپنی سلامتی سمجھتے تھے اور ان کے اس طرز عمل سے واضح ہو جاتا تھا کہ ان کی اصلی ہمدردیاں کن کے ساتھ ہیں؟ مسلمانوں کے ساتھ یا کافروں کے ساتھ۔ اسی بنا پر بعض صحابہ و تابعین سے منقول ہے کہ **ما خفی علی النبی بعد ھذہ۔ الآیۃ احد من المنافقین** کہ اس آیت کے بعد آنحضرت پر کوئی منافق مخفی نہیں رہا تھا۔

۳۳) ولنبلونکم حتی نعلم ... الآیۃ

جب اللہ کو مجاہدین و صابرین کا پہلے سے علم ہے تو پھر امتحان کے کیا معنی ہیں؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ کو امتحان و آزمائش سے پہلے ہی معلوم ہے کہ حقیقی مجاہدین کون ہیں اور صابرین کون؟ تو پھر اس آزمائش کا کیا مقصد ہے؟ تو اس سوال کا جواب بالکل واضح ہے (جو کئی بار دیا بھی جا چکا ہے) کہ امتحان لینے کا ہمیشہ یہ مقصد نہیں ہوتا کہ ممتحن کو پتہ چل جائے کہ اہل کون ہے اور نا اہل کون ہے؟ بلکہ بعض دفعہ اس شخص کی اہلیت و صلاحیت کا دوسروں پر ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے جس کا امتحان لیا جا رہا ہے تاکہ ان کو بھی معلوم ہو جائے کہ وہ شخص اس عہدہ و منصب اور اس اجر و ثواب کا صحیح مستحق ہے اور یہاں یہی مقصود و مطلوب ہے۔ کما لا یخفی۔

اہل ایمان کو زندگی میں بہت سے ایسے واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اس سے تقاضا کرتے ہیں کہ وہ مالی و جانی قربانی پیش کر کے اپنے مومن ہونے کا ثبوت پیش کرے چنانچہ جو مومن ہوتا ہے وہ اپنے

مفادات قربان کر کے، مال خرچ کر کے اور بدنی وجانی قربانی اور لوگوں کی ایذا رسانی برداشت کر کے اپنے مومن کامل ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور جو مومن نہیں ہوتا بلکہ صرف زبانی جمع خرچ کرنے والا ہوتا ہے وہ ایسے مقامات پر ناکام ہو جاتا ہے اور اس کی ایمانی کمزوری کا سب کو پتہ چل جاتا ہے۔

۳۴) ان الذین کفروا ... الآیة

کچھ بدبخت لوگوں کا تذکرہ

۱۔ جن لوگوں نے کفر کیا۔ ۲۔ دوسروں کو راہ راست سے روکا۔
۳۔ اور رشد وہدایت کے واضح وآشکار ہو جانے کے بعد بھی رسول خدا کی مخالفت کی۔

ان کی اس کاروائی سے خدا کا کوئی نقصان نہیں ہوگا بلکہ ان کے تمام ابلیسی منصوبے ناکام ہو جائیں گے اور وہ لوگ کبھی اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہوں گے اور وہ سب اعمال جو انہوں نے بخیال خویش نیک عمل سمجھ کر انجام دیے تھے وہ سب ضائع واکارت ہو جائیں گے اور انہیں ہرگز کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا اس سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عمل وکردار کی قبولیت اور اس کے نتیجہ خیز ہونے کا دارومدار خدا اور رسول کی اطاعت پر ہے ان کی اطاعت سے ہٹ کر اگر کوئی من پسند عمل کیا جائے تو وہ نہ عمل خیر قرار پاتا ہے اور نہ ہی اس کا عامل کسی اجر وثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

۳۵) یا ایھا الذین آمنوا ... الآیة

اسی لیے اہل ایمان کو بار بار حکم دیا جاتا ہے کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی مخالفت کر کے اور خدا کی مقرر کردہ اور رسول کی پیش کردہ اور عمل کردہ شریعت مقدسہ سے ہٹ کر کوئی عمل کر کے اسے ضائع نہ کرو۔

الغرض اللہ کی عبادت اس طرح کرنی چاہیے جیسے وہ فرمائے اور رسول کی اتباع اس طرح کرنی چاہیے جس طرح خود رسول عمل کر کے دکھائے ؏

ورنہ در ہر طریق گمراہی

۳۶) فلا تھنوا و تدعوا ... الآیة

اسلام میں جنگ بھی ہے اور صلح بھی

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس میں جنگ بھی ہے اور صلح بھی۔ مگر اسلامی جنگ کسی

اشتعال یا جوع الارض کی بنا پر نہیں ہوتی بلکہ اسلامی اصولوں اور انسانی اقدار اعلیٰ کی نشر و اشاعت اور کفر و شرک اور گناہ و عصیاں کی بیخ کنی کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اسی طرح اسلامی صلح کم ہمتی اور بزدلی کے تحت نہیں ہوتی بلکہ کچھ بلند مقاصد کے تحفظ، امن پسندی اور اتمام حجت کی بنا پر ہوتی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ **وان جنحوا للمسلم فاجنح لها** کہ اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکاؤ کریں تو تم بھی جھکاؤ کرو۔ فاضل کاشانی نے موجودہ آیت وتدعوا الی السلم کو اس آیت (ان جنحوا ...... الآیۃ) کا ناسخ قرار دیا ہے جو بظاہر صحیح نہیں ہے بلکہ یہ دونوں حکم الگ الگ ہیں اور دونوں آیتیں محکم ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کفار تھک ہار کر اور بزدلی دکھا کر مسلمانوں سے صلح کی درخواست کریں تو اسے قبول کر لو کیونکہ اس میں مسلمانوں کی سربلندی اور امن پسندی کا ثبوت ہے۔ مگر چونکہ تم مسلمان ہو اس لیے کبھی ہمت ہار کر اور بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفار سے صلح کی درخواست نہ کرو۔ سچ ہے کہ ع

ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد!

لہٰذا اگر دونوں کام سوچ سمجھ کر اور کسی منصوبہ بندی کے تحت کیے جائیں تو نتیجہ خیز بھی ہو سکتے ہیں اور مفید بھی اور اگر سوچے سمجھے بغیر محض جذباتی طور پر اور عجلت میں کیے جائیں تو پھر نہ صرف یہ کہ مفید نہیں ہوتے بلکہ ضرر رساں بھی ہوتے ہیں۔ اے مسلمانو! **انتم الاعلون** تم برتر اور سربلند اور غالب ہو۔ مگر ایسی صورت میں جب تمہاری صفوں میں اتحاد ہوگا، قول و فعل میں ہم آہنگی ہوگی اور عمل و کردار میں بلندی ہوگی اور افتراق و اختلاف سے کنارہ کشی کرو گے اور نفاق و شقاق کو قریب نہیں آنے دو گے۔ جیسا کہ ہم آیت **انتم الاعلون ان کنتم مومنین** کی تفسیر میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

(۳۷) انما الحیوۃ الدنیا ... الآیۃ

دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا ہے

یہ حقیقت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ ایمان لانے، تقویٰ اختیار کرنے اور مومنانہ زندگی گزارنے میں عموماً دنیوی مفادات اور دنیا کی چند روزہ چمک دمک رکاوٹ بنتی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ عاقبت سنوارنے کا طریقہ کیا ہے مگر دنیوی اور وقتی مصلحتیں وہ طریقہ کار اختیار نہیں کرنے دیتیں اور آدمی جان بوجھ کر بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے اور دنیا کی اصلاح کرتے کرتے اپنی آخرت تباہ کر دیتا ہے۔ تو خداوند عالم انسانوں کو خواب غفلت سے جگانے کے لیے فرما رہا ہے کہ یہ دنیا اور اس کی زندگی کیا ہے؟ ایک کھیل تماشا ہے جو چند لمحوں

کے بعد ختم ہو جائے گی۔لہٰذا اس کی خاطر اپنی ابدی آخرت کو خراب و برباد کرنا دانش مندی نہیں ہے۔

۳۸) ولا یسئلکم اموالکم ... الآیة

اگر خدا بندوں سے سارا مال مانگتا تو وہ بخل کرتے

ارشاد قدرت ہے کہ اگر اللہ تم سے سوال کرتا کہ تم اپنا سارا مال میری راہ میں خرچ کر دو تو تم اس سخت حکم کی تعمیل نہ کر سکتے اور بخل سے کام لیتے اس لیے وہ تم سے اتنا بڑا مطالبہ نہیں کرتا۔ جو بندوں کے لیے نا قابل برداشت ہو اور بشری کمزوریاں کھل جائیں۔لہٰذا وہ کہیں مال کا پانچواں حصہ، کہیں دسواں حصہ، کہیں بیسواں اور کہیں چالیسواں حصہ طلب کرتا ہے۔جس کی ادائیگی چنداں مشکل نہیں ہے بلکہ بالکل آسان ہے سچ ہے کہ یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ۔

۳۹) والله الغنی ... الآیة

بے شک اللہ ساری کائنات سے بے نیاز ہے وہ کسی بھی ہستی کا محتاج نہیں ہے اور ساری کائنات اور سب مخلوقات اس کی محتاج اور نیاز مند ہے۔ سچ ہے کہ

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

۴۰) وان تتولوا ... الآیة

چونکہ وہ بے نیاز ہے لہٰذا وہ موجودہ عرب قوم اور مسلمانوں کا بھی محتاج نہیں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم نے منہ موڑا تو اللہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم لے آئے گا جو تمہاری طرح نافرمان نہ ہوگی۔ بے شک اسلام خدا کا دین ہے وہی اس کا حقیقی ناشر و محافظ ہے مگر نظر بظاہر حالات اس کی نشر و اشاعت اور اس کی حفاظت و حراست کرنا مسلمانوں کا کام ہے۔ اگر وہ اپنا یہ فریضہ خوش اسلوبی سے انجام دیں گے تو خود سرخرو ہوں گے اور ان کی قدر و قیمت بڑھے گی اور اگر انہوں نے یہ فریضہ انجام نہ دیا تو پھر خدا کسی اور قوم کو اس کار خیر کی توفیق دے گا اور وہ یہ سعادت حاصل کرے گی اور اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

ایک روایت میں وارد ہے کہ کچھ صحابہ کرام نے اس آیت کے نزول کے بعد حضرت رسول خداؐ سے پوچھا کہ وہ کون سی قوم ہے جس کے لانے کا خدا نے یہاں تذکرہ کیا ہے؟ اس وقت جناب سلمان محمدی بھی موجود تھے۔ آنحضرتؐ نے ان کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا هذا و قومه وہ یہ اور ان کی عجمی قوم ہے۔ پھر فرمایا والذی نفسی بیدہ لو کان

الایمان منوطاً بالثریا لتناوله رجال من فارس مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر بھی موجود ہو تو اسے فارس کے کچھ لوگ وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔ (تفسیر مجمع البیان)

اور حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول روایت میں اس قوم سے موالی مراد لیے گئے ہیں اور یہ قوم پہلی قوم سے بہتر ہوگی۔ (ایضاً)

واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورہ ابراہیم کی آیت ۱۹ اور سورہ فاطر آیت ۱۶ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔ فراجع

لمحہ فکریہ

قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے ارشادات میں موالی اور عجمیوں کی کس قدر مدح و ثنا وارد ہوئی ہے۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ فریقین کے زیادہ تر علماء اعلام اور مصنفین عظام عجمی ہوئے ہیں حتیٰ کہ برادران اسلامی کی صحاح ستہ کے چھ مولفین اور ہماری کتب اربعہ کے تین مولفین سب کے سب اعاجم میں سے تھے اور جمیوں کے دینی و مذہبی اس قدر خدمات ہیں کہ عرب مسلمان و علماء کرام بھی ان پر رشک کرتے تھے اور یہ سلسلہ پہلی صدی کے اواخر میں شروع ہو گیا تھا جس کے خلاف بنی امیہ نے عرب قومیت کے جذبہ تعصب کو ابھارا اور عجمیوں کے خلاف پروپیگنڈا کیا جس کے آثار اب تک عالم اسلام میں پائے جاتے ہیں چنانچہ بعض جدید مصنفین اور خانہ زاد محققین عجمیوں کو بہت کوستے اور ان پر اسلام کو مسخ کرنے کا الزام اور اتہام لگاتے اور اپنا جدید اسلام پیش کرتے ہوئے موجودہ اسلام کو عجمیوں کی سازش قرار دیتے ہوئے "اصلی اسلام اور عجمی اسلام" نامی زہر آلودہ کتابیں لکھ کر فضا کو مکدر کرنے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں جن لوگوں کا اپنا اسلام ہی محل نظر ہے اور وہ اسلام اور مسلمانوں پر عجمی سازش کا الزام لگا رہے ہیں اور اپنے خود ساختہ ماڈرن اسلام کو اصلی اور حقیقی اسلام ٹھہرا رہے ہیں

بت کریں دعویٰ خدائی کا
شان ہے تیری کبریائی کا

ع

کر دم اشارتے و مکرر نمی کنم

بعونہ وفضلہ

سورہ محمد کا ترجمہ اور اس کی تفسیر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ والحمدللہ

یکم ستمبر ۲۰۰۳

سورہ فتح کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ کی پہلی آیت میں لفظ فتح موجود ہے انا فتحنا لك فتحاً مبيناً۔ اس سے اس سورہ کا نام سورہ فتح تجویز ہوا اور اس کے مطالب کا عنوان بھی فتح مکہ کے واقعات ہیں۔

عہد نزول:

بالاتفاق یہ سورہ ذی القعدہ ۶ ھ میں اس وقت نازل ہوئی جب حضرت رسول خداؐ صلح حدیبیہ کے بعد واپس مدینہ تشریف لے جا رہے تھے۔ اس سورہ کے تاریخی پس منظر اور فتح مکہ کے واقعات کی تفصیل اس سورہ کی تفسیر کے دوران بیان کی جائے گی۔ انشاء اللہ۔

سورہ فتح کے مضامین و مطالب کی اجمالی فہرست

۱۔ حضرت رسول خداؐ کو بشارت دی گئی ہے کہ صلح کی صورت میں آپ کو فتح مبین حاصل ہوئی ہے۔

۲۔ آنحضرتؐ کے اگلے پچھلے ذنوب کی بخشش کا تذکرہ اور اس کا مفہوم

۳۔ پیغمبر اسلامؐ کا شاہد اور بشیر و نذیر بن کر تشریف لانے کا تذکرہ۔

۴۔ پیغمبر اسلامؐ کی تعظیم و تکریم کا حکم

۵۔ منافقین کی جھوٹی عذر و معذرت کا تذکرہ۔

۶ پیغمبر اسلامؐ کی بیعت کرنا اللہ کی بیعت کرنا ہے۔

۷۔ بیعت رضوان اور اہل ایمان سے اللہ کی خوشنودی کا اعلان

۸۔ ان معذوروں کی معذرت کی قبولیت کا اعلان جو کسی عذر کی بنا پر جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔

۹۔ قوم قریش کی اخلاقی شکست اور مسلمانوں کی اخلاقی فتح کا بیان

۱۰۔ پیغمبر اسلامؐ کے رویا کی تصدیق اور تعبیر کے ظاہر ہونے میں تاخیر کی وجہ

۱۱۔ صلح حدیبیہ پر غیر مطمئن حضرات کو مطمئن کرنے کی کوشش

۱۲۔ دین اسلام کے تمام ادیان عالم پر غالب آنے کا بیان وغیرہ وغیرہ

سورہ فتح کی تلاوت کا ثواب

۱۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ فتح کی تلاوت کرے وہ (اجر و ثواب میں) ایسا ہے کہ گویا فتح مکہ میں پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ شامل تھا۔ (مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے فرمایا اپنے مال، عورتوں اور کنیزوں کی تلف ہونے سے سورہ فتح کی تلاوت کر کے حفاظت کرو۔ نیز فرمایا جب کوئی شخص اس سورہ کی ہمیشہ تلاوت کرے گا تو اسے قیامت کے دن ایک منادی (منجانب اللہ) ندا دے گا کہ تو میرے مخلص بندوں میں سے ہے۔ اسے میرے صالح بندوں میں شامل کر دو اور اسے جنت النعیم میں داخل کرو۔ (مجمع البیان و ثواب الاعمال)

(سورہ فتح مدنی ہے اس کی ۲۹ آیات ہیں اور ۴ رکوع ہیں)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَـغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًا ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ السَّكِيۡنَةَ فِىۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ لِيَزۡدَادُوۡۤا اِيۡمَانًا مَّعَ اِيۡمَانِهِمۡ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۙ﴿۴﴾ لِّيُدۡخِلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَيُكَفِّرَ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنۡدَ اللّٰهِ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ۙ﴿۵﴾ وَّيُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡمُشۡرِكِيۡنَ وَالۡمُشۡرِكٰتِ الظَّآنِّيۡنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوۡءِ ؕ عَلَيۡهِمۡ دَآئِرَةُ السَّوۡءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ وَلَعَنَهُمۡ وَاَعَدَّ لَهُمۡ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا ﴿۶﴾ وَلِلّٰهِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ﴿۷﴾ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝٨ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝٩ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝١٠

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے (اے رسولؐ) بے شک ہم نے آپ کو ایک فتح مبین (نمایاں فتح) عطا کی ہے (۱) تا کہ اللہ ان (لوگوں کی نظر میں) آپ کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور تم پر اپنی نعمت تام وتمام کرے اور آپ کو منزل مقصود تک پہنچائے (۲) اور تا کہ اللہ آپ کی زبردست مدد کرے (۳) وہ (اللہ) وہی ہے جس نے اہل ایمان کے دلوں میں سکون واطمینان اتارا تا کہ وہ اپنے (پہلے) ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بڑھ جائیں اور آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ بڑا جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے (۴) (یہ اس لیے ہے) تا کہ وہ مؤمن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور تا کہ ان کی برائیاں ان سے دور کردے (ان کا کفارہ کردے) اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے (۵) اور تا کہ وہ (اللہ) منافق مردوں اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں برے گمان کرتے ہیں برائی کی گردش انہی پر ہے اللہ ان پر غضبناک ہے اور ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت برا انجام ہے (۶) اور آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر اللہ ہی کے ہیں اور خدا (سب پر) غالب اور بڑا حکمت والا ہے (۷) (اے رسولؐ) بے شک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (۸) تا کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی مدد کرو اور اس کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اس (اللہ) کی تسبیح کرو (۹) (اے رسولؐ) جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ (دراصل) اللہ

کی بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے پس جو (اس عہد کو) توڑے گا تو اس کے توڑنے کا وبال اسی کی ذات پر ہوگا اور جو اس عہد کو پورا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے تو اللہ اسے بڑا اجر عطا کرے گا (۱۰)

تشریح الالفاظ

(۱) السکینہ ۔ سکینہ کے معنی سکون اور اطمینان کے ہیں (۲) **جنود السماوات** یہ جند کی جمع ہے جس کے معنی فوج اور لشکر کے ہیں (۳) دائرۃ السوء کے معنی برے گھیرے اور بری گردش کے ہیں (۴) **و تعزروہ**۔ **عزر یعزر** کے معنی مدد کرنے کے ہیں (۴) **فمن نکث**۔ **نکث** کے معنی عہد شکنی کے ہیں۔

تفسیر آلایات

۱) انا فتحنالك... الآية

اس فتح مبین سے کیا مراد ہے؟

چونکہ عام لوگوں کے ذہن میں بشمول بعض مفسرین فتح کے معنی طاقت سے طاقت کو شکست دینے اور کسی ملک کو مفتوح اور زیرنگیں کرنے کے جاگزین ہیں اس لیے وہ اس فتح مبین سے کبھی فتح مکہ اور کبھی جنگ خیبر وغیرہ کی فتح مراد لیتے ہیں۔ مگر راجح اور صحیح قول یہ ہے کہ اس فتح سے جسے خالق اکبر نے فتح مبین کہا ہے صلح حدیبیہ مراد ہے کیونکہ بالاتفاق یہ سورہ صلح حدیبیہ سے واپسی پر راستے میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ سے منقول ہے کہ جب ہم مناسک عمرہ ادا کیے بغیر صلح حدیبیہ کر کے حزن وملال کے عالم میں واپس مدینہ آ رہے تھے تو خداوند عالم نے **انا فتحنالك فتحاً مبینا** نازل فرمائی اور پیغمبر اسلامؐ نے خوش ہو کر فرمایا **لقد انزلت علی ایۃ ھی احب الی من الدنیا کلھا** خدا نے مجھ پر ایک ایسی آیت نازل کی ہے جو مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ (مجمع البیان)

زہری کا قول ہے کہ صلح حدیبیہ سے بڑھ کر کوئی فتح (مسلمانوں کو نصیب نہیں ہوئی) اس کی وجہ سے مشرکین مسلمانوں کے ساتھ گھل مل گئے اس لیے انہوں نے مسلمانوں کا کلام و پیغام سنا جو ان کے دلوں میں اتر گیا اور ان تین سالوں میں بہت سے لوگ اسلام لائے جس سے مسلمانوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوا۔ (مجمع البیان)

یہی وجہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے وقت صرف چودہ سو صحابہ کرام پیغمبر اسلامؐ کے ہمراہ تھے اور صرف دو

سال کے بعد فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار مسلمانوں کا جم غفیر پیغمبر اسلامؐ کے ہمرکاب تھا۔ (تفسیر قرطبی)

صلح حدیبیہ کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کی وجہ؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس معاہدہ کی رو سے کفار اور مسلمانوں کے مقابلہ کا میدان بدل گیا تھا یعنی اس سے پہلے یہ مقابلہ میدان جنگ میں ہوتا تھا جس میں عموماً فریق مخالف کو مادی برتری حاصل ہوتی تھی اب مقابلہ نظریہ کے میدان میں ہونے لگا اور ظاہر ہے کہ نظریہ کے میدان میں شرک وکفر کے مقابلہ میں اسلام اور توحید کو واضح فوقیت اور برتری حاصل تھی جس کی بنا پر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر کے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ گویا اس طرح اسلام کو کفر وشرک پر روحانی فتح ہوئی اور اسی روحانی فتح نے آئندہ فتح مکہ اور دوسرے غزوات میں مسلمانوں کی مادی کامیابی کی راہ ہموار کی۔

صلح حدیبیہ کا مختصر تعارف

اس واقعہ کی تفصیلات بیان کرنے کے لیے اس تفسیر کے اوراق متحمل نہیں ہیں۔ لہٰذا انہیں نظرانداز کرتے ہوئے اس واقعہ کا اجمالی خاکہ پیش کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

پیغمبر اسلامؐ اور مسلمانوں کو مکہ چھوڑے ہوئے چھ سال گزر چکے تھے اس لیے اس کی زیارت اور خانہ خدا کا طواف اور عمرہ کرنے کے لیے بے قرار تھے۔ اسی اثنا میں پیغمبر اسلامؐ نے ایک خواب دیکھا کہ وہ صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ مسجد الحرام میں داخل ہوئے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں یہ خواب سن کر صحابہ کی بے قراری اور بڑھ گئی اور مکہ جانے اور عمرہ بجالانے پر اصرار کیا۔ چنانچہ آنحضرت تیار ہو گئے۔ اور نہ صرف مدینہ بلکہ اردگرد کے لوگوں کو بھی ہمراہ جانے کی دعوت دی۔ مگر کئی بدقسمت لوگ اس سعادت سے محروم رہ گئے اور وہ جھوٹے سچے بہانے پیش کر کے آنحضرتؐ کے ہمراہ نہ گئے۔

آخر کار بناء برمشہور چودہ سو اور بقولے پندرہ سو پچیس افراد آنحضرت کے ہمراہ تیار ہو گئے۔ قربانی کے ستر اونٹ بھی ساتھ لے لیے اور ذی القعدہ کی پہلی تاریخ کو مدینہ سے روانہ ہوئے اور وادی ذی الحلیفہ سے احرام باندھے اور ہتھیار اتار کر رکھ دیے تا کہ قریش کو اطمینان ہو جائے کہ مسلمان جنگ کے ارادہ سے نہیں آ رہے۔ الغرض یہ مختصر سا قافلہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بمقام حدیبیہ پہنچا جو مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ادھر جب قریش کو پیغمبر اسلامؐ اور مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے پہلے کچھ آدمی بھیجے کہ آپ سے گفت وشنید کر کے آپ کو واپس کریں ادھر ادھر سے وفود کا تبادلہ ہوا طویل گفتگو ہوئی مگر قریش کسی طرح بھی

آپؐ کے مکہ کے حدود میں داخل ہونے پر راضی نہ ہوئے۔

بیعت رضوان کا اجمالی تذکرہ

اسی دوران حضرت پیغمبر اسلامؐ نے کفار مکہ سے بات چیت کرنے کے لیے جناب عثمان بن عفان کو مکہ بھیجا اوران کے عقب میں مہاجرین کا بھی ایک وفد بھیجا۔انہوں نے جا کران سے گفتگو کی جوانہوں نے سنی ان سنی کردی۔مزید برآں انہیں واپس بھیجنے کی بجائے وہیں روک لیا۔ادھر مسلمانوں میں افواہ پھیل گئی کہ جناب عثمان اوران کے ساتھی قتل کر دیے گئے ہیں اس بات پر مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور کہنے لگے کہ ہم بدلہ لیے بغیر واپس مدینہ نہیں جائیں گے۔اسی سلسلہ میں آنحضرتؐ نے ببول کے ایک درخت کے نیچے بیعت لی کہ جنگ چھڑ جانے کی صورت میں میدان جنگ سے منہ نہیں موڑیں گے اور پورے ثبات قدم سے دشمن کا مقابلہ کریں گے۔چنانچہ جناب جابر بن عبداللہ کہتے ہیں۔**بایعنا رسول الله علی ان لا نفر**۔کہ ہم نے اس بات پر رسول کی بیعت کی کہ ہم فرار نہیں کریں گے(تاریخ طبری،ج۲،ص۲۷۹)

چنانچہ اسی بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے کیونکہ خداوند عالم نے اس پر اپنی رضا مند کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے۔**لقد رضی الله عن المؤمنین اذیبا یعونك تحت الشیحره**۔جب مومنین درخت کے نیچے آپؐ سے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان کی اس بات سے راضی ہوا جس کا تذکرہ اسی سورہ کی آیت ۱۸ میں آرہا ہے مگر اس کے بعد یہ افواہ غلط ثابت ہوئی اور جناب عثمان اور دوسرے مہاجرین صحیح وسالم واپس پہنچ گئے اوراس طرح جنگ کی نوبت نہ آئی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس کے بعد صلح کی بات طے ہوئی۔ادھر ادھر سے گفتگو کے لیے آدمی مقرر ہوئے۔بڑی ردوقدح کے بعد درج ذیل شرائط پر سمجھوتہ ہوا۔

صلح حدیبیہ کی شرائط

۱۔ اس سال مسلمان عمرہ ادا کیے بغیر واپس چلے جائیں گے۔

۲۔ آئندہ سال عمرہ کے لیے آسکتے ہیں مگر تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں کریں گے۔

۳۔ اپنے ہمراہ تلوار کے سوا کوئی جنگی ہتھیار نہیں لائیں گے اور تلواریں بھی نیام میں رہیں گی۔

۴۔ اگر مکہ والوں کا کوئی آدمی مسلمانوں کے ہاں چلا گیا تو مسلمان پابند ہوں گے کہ اسے واپس کریں اور اگران کا کوئی آدمی قریش کے ہاں چلا آئے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ قبائل عرب میں سے ہر قبیلہ کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس سے چاہے معاہدہ کرے اور معاہدہ کرنے والے قبائل پر بھی ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی۔

۶۔ اس معاہدہ کی پابندی دس برس تک ہوگی اس دوران نہ کسی کو آنے جانے سے روکا جائے گا اور نہ آپس میں کوئی لڑائی ہوگی۔

ظاہر ہے کہ قریب قریب یہ تمام شرائط قریش کے حق میں تھیں لہٰذا ان کا خوش اور مسلمانوں کا ان سے ناخوش ہونا ایک فطری امر تھا اور اس کا ان سے منوانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ ان شرائط کو مسترد کرنے کی صورت میں جنگ ناگزیر تھی اور وہ کسی طرح بھی اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں نہ تھی۔ اس لیے حکیم الامت رسول نے صلح کو جنگ پر ترجیح دی اور بعد میں دنیا نے اس معاہدہ کے دوررس اور خوشگوار آثار و نتائج کو بچشم خود دیکھ لیا جسے خدا نے فتح مبین سے تعبیر کیا۔ (از سیرت امیر المومنین مصنفہ حضرت مفتی جعفر حسین مرحوم مختصراً)

صلح حدیبیہ پر بعض مسلمانوں کا اضطراب

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رقم طراز ہیں۔

''جب یہ شرائط طے ہوگئیں تو عمر بن خطاب سے نہ رہا گیا اور رسول اللہؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نبی برحق نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں! پھر حضرت عمر نے کہا کیا ہم حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ پھر ہم کیوں اس ذلت کو قبول کریں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں ہرگز اس کے حکم کے خلاف نہیں کروں گا...... یا رسول اللہ! آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کے پاس جائیں گے اور طواف کریں گے؟ فرمایا بے شک کہا تھا مگر کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ کام اسی سال ہوگا؟ تو حضرت عمر نے کہا کہ یہ تو آپ نے نہیں فرمایا تھا۔ حضرت عمر خاموش ہو گئے مگر غم و غصہ نہیں گیا آپؐ کے پاس سے حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور اسی گفتگو کا اعادہ کیا جو حضور سے کی تھی۔ غرض حضرت فاروق اعظم کو ان شرائط سے سخت رنج و غم پہنچا خود انہوں نے فرمایا۔ واللہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا مجھے کبھی شک نہیں آیا۔ بجز اس واقعہ کے۔ (رواہ البخاری، تفسیر معارف القرآن، ج ۸، ص ۶۳، طبع کراچی)

حالانکہ ارشاد قدرت ہے ما کان لمومن و لا مومنة اذا قضی اللہ و رسوله امرا ان یکون لهم الخیرہ یعنی جب خدا اور رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن مرد یا مومن عورت کو چوں چراں کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے فاعتبروا یا اولی الابصار؟

پیغمبر اسلامؐ کے معصوم ہونے کے باوجود ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف کرنے کا مفہوم کیا ہے؟

۲) لیغفر لك الله... الآیة

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت رسول خداؐ کے عصمت کبریٰ تاجدار ہونے کے باوجود خدا نے آپ سے کیوں فرمایا واستغفر لذنبک کہ اپنے ذنب کے لیے خدا سے مغفرت طلب کریں۔ (سورہ محمد آیت ۱۹) اس کے پانچ مکمل اور مدلل جوابات اسی آیت کی تفسیر میں پیش کرکے مطلع حقیقت پر جو غبار تھا اسے صاف کیا جا چکا ہے۔ والحمدللہ اور جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے جس میں خداوند عالم اس فتح مبین کے تین اغراض و مقاصد بیان کر رہا ہے کہ

۱۔ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے۔ ۲۔ آپ کو منزل مقصود تک پہنچائے۔

۳۔ آپ کی زبردست مدد فرمائے۔

بعض مفسرین کی پریشان خیالی کا تذکرہ

اس مقام پر بعض مفسرین نے عجیب و غریب چیستانیں رقم کی ہیں۔

۱۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ یہاں خطاب پیغمبرؐ سے ہے مگر مراد آپ کی امت ہے کہ خدا تمہاری امت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔ پھر بعض نے امت سے یہی امت مرحومہ مراد لی ہے اور بعض نے تمام اولین و آخرین کو آنحضرتؐ کی امت قرار دے کر ان سب کے اگلے پچھلے گناہ معاف کرائے ہیں۔

۲۔ بعض نے اس سے شیعان حیدر کرار کو گناہوں کی بخشش کی نوید سنائی ہے کہ جو شیعہ علی کہلاتے ہیں خدا نے ان کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں۔

۳۔ بعض نے اس سے پیغمبر اسلامؐ کے صغیرہ اور اجتہادی گناہ مراد لے کر معاف کرائے ہیں مگر یہ نہیں سوچا کہ جو معصوم ہوتا ہے وہ نہ صغیرہ گناہ کرتا ہے اور نہ کبیرہ اور جو نبی و رسول ہوتا ہے وہ مجتہد نہیں ہوتا ہے بلکہ وحی الٰہی کا پابند ہوتا ہے۔

نیز ان حضرات نے جنہوں نے یہاں گناہ سے حقیقی گناہ مراد لیا ہے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ فتح مبین کا گناہ کی بخشش سے ربط و تعلق کیا ہے؟ کیونکہ گناہ تو توبہ و انابہ سے، دعا و استغفار سے اور دعا و پکار سے معاف ہوتے ہیں نہ کہ ملکی اور جنگی فتوحات سے بھلا دشمن پر فتح پانے اور گناہ کے معاف ہونے کے درمیان ربط و تعلق کیا ہے؟

۴۔ بعض حضرات نے اگر چہ اس آیت کا مفہوم تو صحیح بیان کیا ہے جو کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا بیان کردہ ہے جو کہ ثانی قرآن اور حقیقی مفسر قرآن ہیں مگر ان حضرات میں سے بعض نے اسے ''اپنے ایمانی ضمیر اور انسانی عقل کا نتیجہ قرار دیا ہے'' اور بعض نے اسے اپنے ''ذہن کی تاویل'' یا دوسرے لفظوں میں اپنی ذہنی اختراع قرار دیا ہے حالانکہ اگر وہ تفسیر وحدیث کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یہ ان کی ذہنی اور عقلی تاویل نہیں بلکہ یہ مفہوم معدن وحی وتنزیل کے آٹھویں لعل ولایت کا بیان کردہ ہے کہ یہاں ذنب یعنی گناہ سے واقعی گناہ مراد نہیں ہے جو خدا اور رسول کی نگاہ میں گناہ ہے بلکہ اس سے کفار قریش کے مزعومہ گناہ ہیں۔ یعنی پیغمبر اسلامؐ کے وہ کام جو ان لوگوں کی نگاہ کج بین میں گناہ تھے کہ ان میں سے آپ کا سب سے بڑا گناہ دعوت توحید تھا چونکہ وہ تین سوساٹھ خداؤں کی پرستش کیا کرتے تھے تو جب پیغمبر اسلامؐ نے ان کو دعوت دی کہ ایک خدا کو مانو تو ان کی نگاہ میں یہ آپ کا سب سے بڑا نا قابل معافی جرم تھا کہنے لگے **اجعل الالھۃ الھاوا حدان ھذا لشئی عجاب**۔ اس نے متعدد خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے یہ بڑی عجیب بات ہے اور اسی جرم کی پاداش میں پورے تیرہ سال تک آپ کو مختلف اذیتیں پہنچائیں اور بالآخر مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا اور جب اسلام کی اشاعت عام ہوگئی۔ بالخصوص فتح مکہ کے بعد جب پیغمبر اسلامؐ نے بڑے بڑے دشمنوں کو عام معافی دے دی اور ان سے انتقام نہیں لیا تو بعض مخالفین کلمہ اسلام پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور جنہوں نے اسلام قبول نہیں بھی کیا انہوں نے بھی کھلے دل سے اعتراف کر لیا کہ پیغمبر اسلامؐ بڑے اچھے اور شریف النفس انسان ہیں تو اس طرح ان لوگوں کی نگاہ میں ہجرت نبوی سے پہلے یا ہجرت نبوی کے بعد پیغمبر اسلامؐ کے جو گناہ متصور ہوتے تھے اب گویا سب معاف ہو گئے اور اب پیغمبر اسلامؐ ان کی نظروں میں حسب سابق صادق وامین اور شریف النفس ترین انسان قرار پائے۔ (عیوان الاخبار، ونور الثقلین وصافی وغیرہ)

یہ ہے نظریاتی اور اصولی فتح مبین جس سے بدن ہی مسخر نہیں ہوتے بلکہ روحیں بھی اور دل و دماغ بھی مسخر ہو جاتے ہیں۔

۳) ھو الذی انزل السکینۃ ... الآیۃ

شرائط صلح سے عام مسلمانوں میں ناراضی ورنج پیدا ہوا مگر کامل الایمان لوگ مطمئن رہے۔

جیسا کہ اوپر صلح حدیبیہ کے واقعات کے سلسلہ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے کفار قریش

سے جن شرائط پر بمقام حدیبیہ صلح کی تھی نظر بظاہر حالات وہ قریب قریب سب قریش کے حق میں تھیں اس لیے بہت سے صحابہ کرام کی ناگواری کا باعث بنیں اور بڑی چہ میگوئیاں ہوئیں اور کئی حضرات کو آنحضرتؐ کی نبوت میں بھی شک پڑ گیا چنانچہ حضرت عمر کی ناراضی اور ناگواری اور پیغمبر اسلامؐ پر نکتہ چینی کا واقعہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ ہاں ان کے بالمقابل ایسے کامل الایمان افراد بھی تھے جن کو اس صلح کی حقانیت میں کسی قسم کا کوئی شک اور تردد نہ تھا بلکہ وہ خدا اور رسول کے اس فیصلہ سے قطعی طور پر مطمئن تھے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں سکون و اطمینان اتارا کہ باوجودیکہ حالات اشتعال انگیز تھے مگر انہوں نے مشتعل ہو کر نہ کوئی ایسا اقدام کیا جس کی وجہ سے مخالفین کو ان کے خلاف جارحیت کرنے کا جواز مل جائے اور نہ ہی زبان اعتراض دراز کی اور نہ ہی ان کے سکون و قرار میں کسی قسم کا کوئی خلل پڑا۔ یہ نزول اس لیے ہوا تا کہ ان لوگوں کے اخلاص، تقویٰ، اطاعت اور ثبات وسلوک کی وجہ سے ان کے سابقہ ایمان میں مزید اضافہ ہو جائے اور وہ لوگ قوت ایمانی میں بڑھ جائیں۔

ایضاح:

اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی اور اس موضوع پر قبل ازیں کسی مناسب مقام پر مکمل تبصرہ کیا جا چکا ہے۔

۴) وللہ جنود السموات... الآیة

آسمان وزمین کے تمام لشکر اللہ ہی کے ہیں

اس اعلان نبوت کا مقصد یہ ہے کہ وہ قادر مطلق جس کے قبضہ قدرت میں آسمان وزمین کے تمام لشکر ہیں وہ اسلام کی سربلندی اور کفار کی سرکوبی کے لیے تمہارے جہاد کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ چاہے تو براہ راست اپنی قوت قاہرہ سے حق کو غالب اور باطل کو زیر کر سکتا ہے۔ پھر وہ ایسا کیوں نہیں کرتا؟ محض اس لیے کہ صلح حدیبیہ اور اس جیسے حالات کی کٹھالی میں ڈال کر مومن و کافر اور مخلص و منافق میں امتیاز کرنا چاہتا ہے لیمیز اللہ الخبیث من الطیب؟ تا کہ اس ذریعہ سے بہشتی لوگ علیحدہ ہو جائیں اور دوزخی الگ!!

۵) لیدخل المؤمنین... الآیة

اس کا تعلق انا فتحنا لك فتحاً مبیناً سے بھی ہے اور انزل السکینة سے بھی۔ اور حسب ظاہر یہی راجح ہے کہ اہل ایمان پر سکینہ نازل کرنے کے تین مقاصد ہیں۔ (جس طرح کہ فتح مبین کے بھی تین مقاصد

تھے جن کی اوپر وضاحت کی جا چکی ہے)

۱۔ **لیزدادوا** تاکہ ان کے ایمان وایقان میں مزید اضافہ ہوجائے۔

۲۔ تاکہ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کی برائیاں دور کرکے جو کبھی ان سے سرزد ہوچکی ہیں ان بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں رواں دواں ہیں۔

۳۔ اور تاکہ منافق مرد اور منافق عورتوں، مشرک مرد اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے بارے میں برے گمان کرتے ہیں ان کو سزا دے اور یہ سزا چار قسم کی ہے۔

(الف) بری گردش اور برا انجام انہی کا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان اس سفر سے زندہ بچ کر نہیں آئیں گے بلکہ کفار مکہ ان کو ہلاک و برباد کردیں گے اور خدا ان کی کوئی مدد نہیں کرے گا ان کو یہ خبر نہ تھی کہ عنقریب پیغمبر اسلامؐ اور مسلمانوں کو وہ ظاہری غلبہ حاصل ہوگا کہ صنادید عرب اور سرداران قریش طوق غلامی گلے میں ڈال کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوں گے اور آپ ان کو آزادی کا پروانہ عطا کریں گے۔

(ب) اللہ ان پر غضبناک ہوگا۔ (ج) اللہ نے ان پر لعنت کی ہے۔

(د) اور ان کے لیے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

۶) انا ارسلناك...الآية

یہ آیت انہی الفاظ کے ساتھ سورہ احزاب آیت ۴۵ میں مع تفسیر گزر چکی ہے اسی مقام کی طرف رجوع کیا جائے اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۷) لتؤمنوا بالله...الآية

علم معانی و بیان میں ایک چیز ہے جس کا نام صنعت التفات ہے اسی نوعیت کا یہ پیرایہ کلام ہے کہ یہاں خطاب سے خطاب کی طرف انتقال ہے۔ پہلا خطاب حضرت رسول خداؐ سے ہے کہ ہم نے آپ کو شاہد اور بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے اور دوسرا خطاب عامہ خلائق سے ہے کہ تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ۔ **و تعزروہ و توقروہ و تسبحوہ**۔

ان تینوں ضمائر کا مرجع کیا ہے؟ عام مسلمانوں نے تعزروہ اور توقروہ کی ضمیروں کا مرجع حضرت رسول خدا کی ذات کو قرار دیا ہے کہ ان کی نصرت و مدد کرو۔ جس سے ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی تعظیم وتکریم کرنا حکم خداوندی کی تعمیل ہے اور واجب ہے اس میں کسی قسم کا کوئی شرک نہیں ہے اور تسبحوہ کی ضمیر کا مرجع خدا کی ذات ہے اور اس کے مطابق ہم نے ترجمہ کیا ہے کہ صبح وشام یعنی ہمیشہ خدا کی تسبیح وتقدیس کرو اور بعض مفسرین نے اس

سے نماز پنجگانہ کی ادائیگی مراد لی ہے۔(تفسیر الکاشف)

مگر بعض دوسرے مفسرین نے ان سب ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات کو قرار دیا ہے۔ بناء بریں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ کی یعنی اس کے دین کی مدد کرو۔ اس کی تعظیم و تکریم کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح و تقدیس کرو۔ واللہ العالم

ایضاح:

یہ آیت جبریہ مذہب کے بطلان کی بڑی محکم دلیل ہے جبریہ کہتے ہیں کہ خدا کافروں سے کفر چاہتا ہے۔ حالانکہ یہاں خدائے حکیم تمام مکلفین کو خدا اور رسول پر ایمان لانے کا حکم دے رہا ہے۔

۸) ان الذین یبایعونك... الآیة

پیغمبر اسلامؐ کے ہاتھ پر بیعت گویا خدا کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے

ارشاد قدرت ہے جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ یہ گویا اس بات کا اعلان ہے کہ حضرت رسول خداؐ کے نمائندہ ہیں۔ لہٰذا ان کے ہاتھ پر بیعت دراصل خدا سے بیعت کرنے کے مترادف ہے کیونکہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جو رسول کی اطاعت کرے گویا اس نے خدا کی اطاعت کی ہے۔

ارباب عقل وانصاف کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ جس ہاتھ کو خدا اپنا ہاتھ کہے وہ ہاتھ کبھی کسی غلط کام کا کبھی کسی گناہ کا اور کسی ظلم و جور کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایسا ہاتھ معصوم عن الخطا ہی ہوسکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر دوسرے دلائل سے قطع نظر بھی کر لی جائے تو صرف یہی آیت پیغمبر اسلامؐ کی عصمت ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

۹) فمن نکث... آلآیة

اس بیعت کرنے کا اجر وثواب ایفائے عہد کے ساتھ مشروط ہے

اس آیت میں بیعت رضوان جس کا اجمالی ذکر اوپر ہوا ہے اور تفصیلی ذکر بعد ازیں آیت ۱۸ القد رضی اللہ عن المومنین ... الآیة میں آ رہا ہے کہ اجر وثواب کو ایفائے عہد کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے جو انہوں نے خدا اور رسول سے کیا تھا کہ ہم کبھی میدان جنگ سے راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔(تفسیر و تاریخ طبری وغیرہ)

اور جو اس معاہدہ کی خلاف ورزی کریں گے وہ یہاں اس اجر وثواب سے محروم قرار پائیں گے اور وہ اس عہد شکنی کا وزر و وبال بھی خود اٹھائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بیعت پر خدا کی خوشنودی کا پروانہ مطلق نہیں ہے بلکہ مشروط ہے۔ فتدبر و تشکر۔

آیات القرآن

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۗ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۗ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۗ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ

يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾

ترجمۃ الآیات

صحرائی عربوں میں سے جو (سفر حدیبیہ میں) پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے وہ عنقریب کہیں گے کہ ہمارے مال اور اہل وعیال نے ہمیں مشغول رکھا (اس لیے آپ کے ہمراہ نہ جا سکے) تو آپ ہمارے لیے (خدا سے) بخشش کی دعا کیجیے! وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے آپ کہیے! کون ہے جو اللہ کے مقابلے میں تمہارے لیے کچھ اختیار رکھتا ہے؟ اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا نفع پہنچانا چاہے بلکہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے (۱۱) (اصل بات یہ ہے کہ) تم نے خیال کیا تھا کہ رسول اور اہل ایمان اب کبھی بھی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں خوشنما بنا دی گئی اور تم نے بہت برے گمان کیے (اسی طرح) تم برباد ہونے والی جماعت بن گئے (۱۲) اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے ان کافروں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ (دوزخ) تیار کر رکھی ہے (۱۳) اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے اور اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۴) جب تم (جنگ خیبر میں) غنیمتیں حاصل کرنے کے لیے چلو گے تو جو پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ ضرور کہیں گے کہ ہمیں بھی اجازت دو کہ ہم آپ کے پیچھے آئیں وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کی بات کو بدل دیں۔ آپ کہہ دیجیے! کہ تم اب کبھی ہمارے پیچھے نہیں آ سکتے! اللہ پہلے ہی ایسی بات کہہ چکا ہے اس پر وہ ضرور کہیں گے کہ بلکہ ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ یہ (کم عقل) بہت ہی کم بات سمجھتے ہیں (۱۵) آپ ان پیچھے والے صحرائی عربوں سے کہیے! عنقریب تمہیں ایک سخت جنگجو قوم کے خلاف جہاد کے لیے بلایا جائے گا تم ان سے لڑو گے یا وہ اسلام لائیں گے پس اگر تم نے اطاعت کی تو اللہ تمہیں بہت اچھا اجر عطا کرے گا۔ اور اگر تم نے اسی طرح منہ موڑا جس طرح پہلے منہ موڑا تھا تو وہ تمہیں (دردناک) عذاب دے گا (۱۶) اندھے پر کوئی

مضائقہ نہیں ہے اور نہ ہی لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ مریض پر کوئی گناہ اور جو خدا اور رسول کی اطاعت کرے گا۔ تو اللہ اسے ان بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں اور جو روگردانی کرے گا تو اسے دردناک عذاب دے گا (۱۷)

تشریح الالفاظ

(۱) الاعراب۔ اعراب کے معنی صحرائی عرب کے ہیں (۲) بورا یہ بور کی جمع ہے جس کے معنی ہلاک ہونے والے کے ہیں (۳) المخلفون یہ خلف کی جمع ہے جس کے معنی پیچھے چھوڑے ہوئے کے ہیں (۴) ذرونا۔ یہ وذر، یذر سے صیغہ امر ہے جس کے معنی چھوڑنے کے ہیں (۵) باس شدید کے معنی سخت جنگ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۰) سیقول لك المخلفون ... الآیة

سفر حدیبیہ میں کچھ مسلمانوں نے کمزوری دکھائی اور پیغمبرؐ کے ہمراہ نہ گئے

چونکہ اس سفر میں جو پیغمبر اسلام عمرہ وطواف کی ادائیگی کی خاطر اختیار کر رہے تھے کفار و اشرار سے خطرہ تھا کہ وہ کوئی شرارت نہ کریں۔ اس لیے آنحضرتؐ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوتا کہ وہ لوگ ہر قسم کی شرارت سے باز رہیں اس لیے آپ نے ان صحرائی عرب قبائل کو بھی دعوت سفر دی جو مدینہ کے گرد و نواح میں رہتے تھے۔ جیسے غفار، اسلم، مزینہ، جہینہ، اشجع، اور ئل وغیرہ جو زبانی کلامی اپنی اطاعت و وفاداری کی بڑی ڈینگیں مارا کرتے تھے مگر ان لوگوں نے مکہ کے کفار قریش کی صولت وسطوت سے ڈر کر پہلوتہی کی اور اس سفر مبارک میں آپ کے ہمرکابی کے لیے تیار نہ ہوئے اور عذر و بہانے بنا کر گھروں میں بیٹھے رہے انہی لوگوں کا ان آیتوں میں تذکرہ کیا جا رہا ہے اور خداوند عالم اپنے حبیب مکرم کو پیشگی اطلاع دے رہا ہے کہ جب آپ واپس مدینہ جائیں گے تو یہ لوگ اس طرح جھوٹے عذر بہانے پیش کریں گے کہ ہم مال اور اہل وعیال میں مشغول رہے اور شریک سفر نہ ہو سکے۔ لہٰذا ہمارے لیے مغفرت طلب کریں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ زبان سے وہ بات کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے یعنی یہ جھوٹے ہیں ان کا عذر قبول نہ کیا جائے کیونکہ ان کا عذر جھوٹا ہے اور خدا اور رسول کے ہاں وہ عذر قابل قبول ہوتا ہے جو سچا ہو ان کا عذر قبول نہ کیا گیا کیونکہ ان کا عذر جھوٹا تھا۔

۱۱) قل فمن يملك ... الآية

چونکہ ان لوگوں کا شریک سفر نہ ہونا ان کی بے یقینی کی وجہ سے تھا کہ کہیں ان کی ذات کو نقصان نہ پہنچے اور مفادات پر زد نہ پڑے انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ نفع و نقصان خدا کے قبضہ قدرت میں ہے وہ بچانا چاہے تو کوئی ضرر و زیاں پہنچا نہیں سکتا اور وہ نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی احتیاطی تدبیر بچا نہیں سکتی۔

۱۲) بل ظننتم ان لن ... الآية

ان لوگوں کے جھوٹے عذر کا مزید پردہ چاک کیا جا رہا ہے کہ تمہارے اس سفر میں شریک نہ ہونے کا اصلی سبب تو یہ تھا کہ یہ سفر اس قدر خطرناک ہے کہ کفار مکہ مسلمانوں کو تہس نہس کر دیں گے اور ان میں سے کوئی زندہ بچ کر واپس مدینہ نہیں جا سکے گا۔ مگر جب آنحضرتؐ نے اپنی حکمت عملی سے صلح کر لی تو نہ صرف خود صحیح و سالم بلکہ اپنے عظیم مقصد میں کامیاب ہو کر واپس تشریف لائے تو وہ حیران اور ششدر ہو کر رہ گئے اور اس قسم کے عذر و بہانے بنانے لگے۔

۱۳) و من لم يؤمن بالله ... الآية

اس آیت سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ جو شخص دین کے معاملہ میں مخلص نہیں ہے بلکہ مشکل وقت آنے پر اپنی جان، اپنے مال اور اپنے دنیوی مفاد کو دین پر ترجیح دیتا ہے وہ مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہے بلکہ آخرت میں اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے اگرچہ دنیا میں اسے خارج از اسلام تصور نہیں کیا جائے گا اور حسب ظاہر اس کے ساتھ مسلمان والا معاملہ کیا جائے گا۔

۱۴) و لله ملك السموات ... الآية

اس پیرایہ میں ان لوگوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ آسمان و زمین کی بادشاہی خدا ہی کی ہے۔ بخشنے اور سزا دینے کا اختیار اسی کو ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور آخر میں کان الله غفورا رحیما۔ کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر یہ لوگ اب بھی اپنی موجودہ منافقانہ روش و رفتار ترک کر کے اخلاص کا راستہ اختیار کر لیں تو وہ خدا کو غفور و رحیم پائیں گے۔

۱۵) سيقول المخلفون ... الآية

اس آیت کا پس منظر؟

جو کمزور اہل اسلام سفر حدیبیہ میں متوقع پیش آمدہ خطرات کے پیش نظر پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ نہیں گئے

تھے جن کا یہاں تذکرہ کیا جارہا ہے تو ان کو ایک سزا یہ دی گئی تھی کہ غزوہ خیبر میں ان کو شریک ہونے سے روک دیا گیا تھا اور چونکہ اس مہم میں بہت سا مال غنیمت ملنے کی توقع تھی اس لیے اب سب مسلمان اس جنگ میں آنحضرتؐ کے ہمراہ جانے کے لیے بے تاب تھے۔ اس لیے جب سفر حدیبیہ میں شریک نہ ہونے والوں کو اس میں شرکت سے روک دیا گیا تو وہ بجائے اس کے کہ پشیمان ہوتے اور صدق نیت سے توبہ وانابہ کرتے الٹا مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو اس لیے ہمیں اس مال غنیمت سے محروم رکھنا چاہتے ہو۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ حقیقت حال اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ تمہاری عصیاں کاری کی سزا ہے مگر تم احمق ہو کہ اصل بات کو بہت کم سمجھتے ہو۔

۱۶) یریدون ان یبدلوا ... الآیۃ

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کی بات کو بدل دیں قابل غور بات یہ ہے کہ وہ بات کیا ہے؟ سفر حدیبیہ میں شریک اور بیعت رضوان میں شامل مسلمانوں سے خدا کا یہ وعدہ تھا کہ وہ صرف انہی کو خیبر کے غنائم عطا فرمائے گا۔ (تفسیر صافی)

کیونکہ قانون قدرت یہی ہے کہ جو خطرہ مول لے نفع بھی وہی حاصل کرے تو جب کوئی خطرہ مول لیے بغیر نفع حاصل کرنا چاہے تو وہ خدا کے اس قانون کو بدلنا چاہتا ہے۔ (تذکیر القرآن)

۱۷) قل للمخلفین ... الآیۃ

سخت جنگجو اور طاقت ور قوم سے کون سی قوم مراد ہے؟

انہی پیچھے رہ جانے والے صحرائی عربوں اور کمزور اہل اسلام سے کہا جا رہا ہے کہ جنگ خیبر میں تو تمہیں محض مال غنیمت کے لالچ میں شریک نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ تمہیں اپنے حالات کی اصلاح کا ایک اور موقع دیا جائے گا اگر اس موقع پر تم نے فرمانبرداری اور وفاداری کا ثبوت دیا تو پھر تمہاری پہلی غلطی سے درگزر کیا جائے گا اور تمہیں بڑا اچھا اجر بھی دیا جائے گا اور اگر یہاں بھی سابقہ کمزوری کا مظاہرہ کیا تو پھر تمہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

وہ موقع یہ ہے کہ تمہیں ایک طاقت ور اور جنگجو قوم کے مقابلہ کی دعوت دی جائے گی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اس سے کون سی قوم اور کون سی جنگ مراد ہے؟

برادران اسلامی کے بعض مفسرین نے اس سے عہد رسالت کے بعد والی بعض جنگیں مراد لی ہیں جیسے جنگ فارس، جنگ روم اور دوسری بعض مہمیں۔

مگر یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ جب اس اعلان کے بعد خود عہد رسالت میں بعض سخت جنگیں

ہوئی ہیں جیسے جنگ حنین، طائف، موتہ اور جنگ تبوک وغیرہ۔ وہ کیوں نہ مراد لی جائیں؟ تو یہ درمیان کی جنگیں چھوڑ کر عہد رسالت کے بعد والی جنگیں کس طرح مراد لی جاسکتی ہیں؟ ایسا تو صرف اس صورت میں ممکن تھا کہ جب یہ اعلان پیغمبر اسلامؐ کے آخری دور حیات میں کیا جاتا اور اس کے بعد آپ کے حین حیات میں کوئی جنگ نہ ہوئی ہوتی۔ مگر ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سورہ ۶ ھ میں نازل ہوئی ہے اور آنحضرتؐ کی وفات حسرت آیات ۱۰ ھ میں ہوئی ہے۔

۱۸) لیس علی الاعمیٰ... الآیۃ

معذور آدمی اگر جہاد میں شرکت نہ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے

اوپر واضح کیا جا چکا ہے کہ اس قسم کا امتحان یعنی معرکہ جنگ میں شرکت کرنا کسی انسان کے مومن اور منافق ہونے کے درمیان امتیاز قائم کرتا ہے۔ ہاں البتہ اس امتحان سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو شرعاً کوئی معقول عذر رکھتے ہیں جیسے اندھا، لنگڑا اور بیمار اور لاچار لہٰذا اگر ایسے معذور افراد اس امتحان میں شامل نہ ہوں تو ان کے لیے کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

کیونکہ

المجبور معذور والعذر عند کرام الناس مقبول

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ یہ استثنا جہادِ ابتدائی اور دعوتی میں ہے اور جہاں تک جہاد دفاعی کا تعلق ہے تو وہ سب صغار و کبار، تندرست اور بیمار وغیرہ پر حسب استطاعت لازم ہے۔

آیات القرآن

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ

عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک اللہ مومنین سے راضی ہوا جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے تو اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ پس اس نے ان پر سکون واطمینان نازل کیا اور انہیں انعام میں ایک قریبی فتح عنایت فرمائی (۱۸) اور بہت سی غنیمتیں بھی جن کو وہ (عنقریب) حاصل کریں گے اللہ (ہر چیز) پر غالب ہے، بڑا حکمت والا ہے (۱۹) اللہ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جن کو تم حاصل کرو گے پس یہ (فتح خیبر) تو اس

نے فوری طور پر تمہیں دے دی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے تا کہ یہ مومنین کے لیے (ہماری قدرت ونصرت) کی ایک نشانی ہو جائے اور وہ تمہیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرے (اس پر چلائے) (۲۰) اور غنیمتیں بھی ہیں جن پر تم ابھی قادر نہیں ہوئے اور اللہ نے ان کو گھیر رکھا ہے (اس کے قبضہ میں ہیں) اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے (۲۱) اور اگر (یہ) کافر لوگ تم سے جنگ کرتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور پھر وہ (اپنے لیے) کوئی حامی و مددگار نہ پاتے (۲۲) یہی اللہ کا دستور ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے اور تم اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے (۲۳) اور وہ (اللہ) وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں روک دے تھے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے بعد اس کے کہ تمہیں ان پر غلبہ عطا کر دیا تھا اور تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے (۲۴) یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد الحرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو بھی روکے رکھا کہ وہ اپنی قربانی کی جگہ نہ پہنچ سکے اور اگر (مکہ میں) ایسے مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے (اور یہ خوف نہ ہوتا کہ) تم انہیں لاعلمی میں روند ڈالو گے اور پھر ان کی وجہ سے تم پر الزام آتا (تو جنگ نہ روکی جاتی) مگر روکی اس لیے گئی تا کہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے اگر وہ (اہل ایمان) الگ ہو جاتے تو ہم ان (اہل مکہ) میں سے کافروں کو درد ناک سزا دیتے ہیں (۲۵) (وہ وقت یاد کرو) جب کافروں نے اپنے دلوں میں عصبیت پیدا کی اور عصبیت بھی جاہلیت والی اللہ نے اپنا سکون و اطمینان اپنے رسول اور اہل ایمان پر نازل فرمایا اور انہیں پرہیزگاری کی بات کا پابند رکھا کہ وہی اس کے زیادہ حقدار تھے اور اس کے اہل بھی اور اللہ ہر چیز کا بڑا جاننے والا ہے (۲۶)

تشریح الالفاظ

(۱) **واثابھم**۔ اثاب اثابۃً کے معنی عوض اور جزا دینے کے ہیں (۲) **سنۃ اللہ**، سنت کے معنی طریقہ اور قانون و دستور کے ہیں (۳) **اظفر علیھم** اظفر کا صلہ جب علیٰ ہو تو اس کے معنی غالب کرنے کے ہوتے ہیں (۴) **معکوفاً** یہ عکف یعکف سے مشتق ہے جس کے معنی روکنے اور بند کرنے کے ہیں (۵) **محلہ** کے معنی قربان گاہ کے ہیں (۶) **تطئوھم** وطی۔ یطئی کے معنی روندنے کے ہیں (۷) **معرۃ** کے معنی عیب و عار کے ہیں۔

تفسیر آلآیات

۱۹)لقد رضی الله... الآیة

بیعت رضوان کا اجمالی تذکرہ

یہ وہی بیعت ہے جس کا تذکرہ اسی سورہ کی آیت (۱۰) میں کیا جا چکا ہے ان الذین یبایعنك انما یبایعون الله... الایة اور اپنی بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں خداوند عالم نے بیعت کرنے والوں میں سے مومنین کرام کو اسی رضا مندی کی سند عطا فرمائی ہے اور ہم اس کا اجمالی تذکرہ اور اس کا پس منظر اسی سورہ کی پہلی آیت انا فتحنا لك فتحا مبینا کی تفسیر میں صلح حدیبیہ کے تذکرہ کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں۔لہٰذا ہم اس کے اعادہ وتکرار کی بجائے اور چند ضروری باتیں کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

اللہ بیعت کرنے والوں میں سے ان سے راضی ہوا جو مومن ہیں

کچھ لوگ اسی بیعت رضوان کے سہارا پر کم وبیش ان تمام چودہ سو افراد سے خدا کی خوشنودی کا ڈھنڈورا پیٹا کرتے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی حالانکہ آیت کے الفاظ لقد رضی اللہ عن المومنین بتاتے ہیں کہ اللہ ان بیعت کرنے والوں میں سے صرف ان پر راضی ہوا ہے جو مومن تھے اس سے معلوم ہوا کہ ان بیعت کرنے والوں میں سے کچھ منافقین بھی شامل تھے (جن کے نفاق کا پردہ بعد میں چاک ہوا) تو اللہ ان سے ہرگز راضی نہیں ہوا۔تفسیر بتیان میں مرقوم ہے قد بایع النبی جماعة من المنافقین بلا خلاف فلا بد من تخصیص ... الآیة علی کل حال اس دن منافقین کی ایک جماعت نے بھی بلا اختلاف آنحضرتؐ کی بیعت کی تھی۔لہٰذا آیت کی تخصیص بہرحال ضروری ہے کہ اللہ صرف مومنوں سے راضی ہوا ہے نہ کہ منافقین سے۔لہٰذا اگر کسی شخص کو اس رضوان الٰہی کا مستحق قرار دینا ہو تو پہلے قطعی دلائل سے اس کا مومن ہونا ثابت کرنا پڑے گا۔

بیعت کرنے والوں سے اللہ کی رضامندی عہد شکنی نہ کرنے والوں کے ساتھ مخصوص ہے

قارئین کرام پر یہ حقیقت پوشیدہ نہ ہوگی کہ یہ رضامندی مطلق نہیں بلکہ مشروط ہے چونکہ یہ بیعت میدان کارزار سے راہ فرار اختیار نہ کرنے پر لی گئی تھی۔(تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۷۹، وغیرہ) لہٰذا ان لوگوں میں

سے جس کسی نے بھی بعد والے اسلامی غزوات میں میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کی ہے وہ اس خوشنودی خدا سے محروم متصور ہوگا۔اور اس شرط کا تذکرہ اسی سورہ کی آیت ۱۰ میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے **فمن نکث فانما ینکث علی نفسه و من اوفی بما عاهد علیه الله فسیو تیه اجراً عظیماً** اور اسی آیت کی تفسیر میں اس بات کی کماحقہ وضاحت کی جا چکی ہے کہ اس رضوان اور اس اجر وثواب کا وہی شخص مستحق قرار پائے گا جو اس معاہدہ بیعت کی ایفا کرے گا اور اس پر ثابت قدم رہے گا اب یہ محققین کا کام ہے کہ وہ اسلامی غزوات کی تاریخ کا مطالعہ کر کے یہ فیصلہ کریں کہ اس معاہدہ کے بعد کفار سے جو جنگیں لڑی گئیں ان میں ان لوگوں میں سے ثابت قدم کون رہا اور راہ فرار کس نے اختیار کی؟

مخفی نہ رہے کہ یہاں **فعلم ما فی قلوبهم** بڑا قابل توجہ ہے۔**فتامل و تدبر**

اس شرف سے مشرف ہونے کی ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ آدمی کا خاتمہ بالخیر ہو لہٰذا اگر کوئی مرتد ہو گیا تو وہ اس شرف سے محروم ہو جائے گا

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ انما الاعمال بالخواتیم کہ ہر عمل کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔لہٰذا اگر کوئی شخص اسلام و ایمان لانے کے بعد مرتد ہو جائے تو اس کے سارے اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔لہٰذا اس سعادت کے حصول کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی کا خاتمہ بالخیر ہو۔لہٰذا اگر ان لوگوں میں سے کوئی مرتد ہو گیا جیسا کہ جد بن قیس منافق کے بارے میں مشہور ہے۔(تفسیر کشاف وضیاء القرآن) تو وہ اس سعادت سے محروم سمجھا جائے گا۔

جو حضرات بیعت رضوان کی باقی سب تفصیلات و جزئیات معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری کتاب تجلیات صداقت کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۰) فانزل السکینة ... الآیة

مومنین پر انزال سکینۃ اور قریبی فتح عطا کرنے کا تذکرہ

خداوند عالم نے بیعت رضوان والے مومنین کو تین انعامات سے نوازنے کا تذکرہ کیا ہے۔

۱۔ ان پر سکون واطمینان نازل کیا جس کی تفصیل اسی سورہ کی آیت ۴ میں **هو الذی انزل السکینة فی قلوب المومنین ... الآیة** کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ہے۔فراجع

۲۔ ان کوایک قریبی فتح عطا کی ہے۔

۳۔ اور بہت سے اموال غنیمت مرحمت فرمائے۔

اب قابل غور بات یہ ہے کہ اس قریبی فتح اور اموال غنیمت سے کیا مراد ہے؟

اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے فتح خیبر اور اس کے جنگی غنائم مراد ہیں

یہ دوسرا اور تیسرا انعام بھی بیعت رضوان والے ایمان سے مخصوص تھا چنانچہ اوپر آیت ۵ اسیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم الآیۃ کی تفسیر میں واضح کیا جا چکا ہے کہ مدینہ منورہ کے گردونواح میں رہنے والے جو صحرائی عرب مسلمان سفر حدیبیہ میں پیغمبر اسلامؐ کے ہمراہ نہیں گئے تھے تو ان کی شدید خواہش کے باوجود انہیں جنگ خیبر اور اس کے غنائم میں شریک نہیں کیا گیا تھا۔

بقدر ضرورت جنگ خیبر کے واقعہ کی تفصیل

صلح حدیبیہ ماہ ذی القعدہ ٦ ھ میں ہوئی تھی اور جنگ خیبر اس کے چند ماہ بعد ۷ ھ کے آغاز میں واقع ہوئی۔ خیبر مدینہ سے ستر میل دور حجاز و شام کی سرحد پر واقع ہے یہ علاقہ یہودی آبادی پر مشتمل ہے اور ان کی جنگی قوت کا مرکز تھا انہوں نے دفاعی استحکام کے پیش نظر چھوٹے بڑے سات قلعے تعمیر کر رکھے تھے جو ناعم، کتیبہ، سالم اور قموص کے ناموں سے موسوم تھے۔ ان قلعوں میں دس ہزار یا دوسرے قول کے مطابق ۱۴ ہزار یہودی آباد تھے جن میں وہ یہودی بھی شامل تھے جو مدینہ سے جلاوطن ہو کر یہاں آباد ہو گئے تھے انہوں نے صلح حدیبیہ کا حال معلوم کر کے یہ خیال کیا کہ شاید مسلمان اب لڑنے سے گھبرانے لگے ہیں تو انہوں نے مسلمانوں کی صلح پسندی کو ان کی کمزوری سمجھا اور انہیں جرأت ہوئی کہ اسلامی مرکز مدینہ پر تاخت و تاراج کا منصوبہ بنائیں تاکہ جنگ احزاب کی ناکامی کی خفت مٹائیں اور جلاوطنی والی ذلت کا دھبہ دھوئیں۔ جب پیغمبر اسلامؐ کو ان لوگوں کے اس عزم کا علم ہوا تو انہوں نے تادیبی کاروائی ضروری سمجھی۔ چنانچہ حدیبیہ سے مراجعت کے بعد بیس دن مدینہ میں قیام کیا اور پھر سولہ سو کا لشکر جس میں دو سو سوار اور باقی پیادہ تھے۔ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب خیبر کے نواح میں پہنچے تو صبح کا وقت تھا اور یہودی اپنے کام کاج کے لیے نکل رہے تھے۔ لشکر اسلام کو دیکھ کر ان کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے اور اپنے قلعوں کی طرف بھاگے یہ منظر دیکھ کر پیغمبر اسلامؐ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور محاصرہ کے لیے آگے بڑھے یہودیوں نے عورتوں اور بچوں کو قلعہ کتیبہ میں محفوظ کر لیا اور خود دوسرے قلعوں میں قلعہ بند ہو کر مسلمانوں پر تیر برسانے لگے۔ اگرچہ مسلمانوں نے مختصر جھڑپوں میں چند ایک گڑھیاں فتح کر لیں لیکن وہ قلعہ قموص جس کی فتح پر فتح

کا دارومدار تھا اور اپنی مضبوطی اور استحکام کی وجہ سے ناقابل تسخیر تھا ہنوز باقی تھا۔

غزوات میں پیغمبر اسلامؐ کا عام دستور یہ تھا

کہ سپہ سالاری کے فرائض عام طور پر خود انجام دیتے تھے اور علمبرداری کا منصب حضرت امیر علیہ السلام کے سپرد کیا جاتا تھا۔ مگر یہاں پیغمبر اسلامؐ درد شقیقہ میں مبتلا تھے اور حضرت علیؑ آشوب چشم میں۔ لہٰذا کچھ لوگوں کو اپنی دھاک بٹھانے کا موقع مل گیا چنانچہ جناب عمر ایک دستہ فوج کے ساتھ علم ہاتھ میں لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوئے مگر کامیاب نہ ہوسکے اور ہزیمت اٹھا کر پلٹ آئے پھر جناب ابوبکر علم لے کر نکلے مگر وہ بھی ناکام واپس آئے۔ جناب عمر نے دوبارہ علم لیا کہ پہلی ناکامی کی خفت مٹائیں مگر اس مرتبہ بھی ناکام پلٹے اور پھر فوج کو ہزیمت کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ مگر فوج نے ان کی قیادت کو وجہ شکست قرار دیا۔ (تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۰۰)

ادھر پیغمبر اسلامؐ کے دردسر میں کچھ کمی ہوئی اور وہ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور اس شکست خوردہ فوج کی بددلی دور کرتے ہوئے یوں نوید فتح سنائی۔ لاعطین الرایۃ غداً رجلاً کراراً غیر فرار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ و رسولہ لا یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ (تاریخ خمیس ج ۲، ص ۵۳) کل میں علم اس مرد کو دوں گا جو پیہم حملہ کرنے والا ہو گا اور راہ فرار اختیار کرنے والا نہ ہو گا وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اسے دوست رکھتے ہیں اور وہ اس وقت تک واپس نہیں لوٹے گا جب تک خدا اس کے ہاتھوں پر فتح نہیں دے گا۔

حدیث کے الفاظ اگرچہ مختصر ہیں مگر ایک ایک لفظ فضیلت کا دفتر بے پایاں ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کے اس اعلان کے بعد ہر زبان پر اس کی گونج سنائی دینے لگی ہر ایک کو انتظار ہے کہ دیکھئے یہ علم کس کو ملتا ہے صحابہ کی ہر نمایاں شخصیت کو اس کی امید تھی کہ کل علم اسی کو ملے گا مسلمانوں نے کروٹیں لے لے کر رات گزار دی اور صبح ہوتے ہی رسول خدا کے پاس اس امید میں جمع ہو گئے کہ علم انہی کو ملے گا حتی کہ جو پہلے علم لے کر قسمت آزمائی کر چکے تھے وہ بھی امیدوار تھے۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۵۱۵)

پیغمبر اسلامؐ نماز صبح سے فارغ ہو کر علم ہاتھ میں لیے اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور لوگوں میں ہلچل مچ گئی۔ صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھے، کسی نے گردن بلند کی اور کوئی گھٹنوں کے بل اونچا ہوا تاکہ پیغمبر اسلام کی نگاہ ان پر پڑ سکے۔ آنحضرتؐ نے مجمع پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا علی کہاں ہے؟ جواب ملا ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ فرمایا انہیں بلا لاؤ چنانچہ آپؑ آئے اور آنحضرتؐ نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھ کر آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور فرمایا اللّٰھم اذھب عنہ الحر والبرد وانصرہ علی عدوہ۔ چنانچہ اسی وقت آپ کا آشوب چشم جاتا رہا اور تکلیف ختم ہو گئی۔ پھر پیغمبر نے اپنے ہاتھ سے زرہ پہنائی، تلوار کمر میں لگائی علم دے کر خیبر فتح کرنے کا حکم

دیا آپ نے جاتے ہوئے رخ موڑ کر پیغمبرؐ سے پوچھا کب تک لڑوں؟ فرمایا جب تک وہ اسلام قبول نہ کر لیں۔ حضرت علیؑ دوڑتے ہوئے میدان کی طرف بڑھے اور قلعہ قموص کے پاس پہنچ کر سنگلاخ زمین میں علم گاڑ دیا۔ اب لشکر اسلام کے کچھ لوگ بھی حضرت کے پاس پہنچ گئے اور قلعہ کے سامنے پر اجما کر کھڑے ہو گئے سردار قلعہ مرحب کا بھائی ایک دستہ فوج لے کر باہر نکلا اور ایک دم حملہ کر کے دو مسلمان شہید کر دیے۔ حضرت علیؑ نے بڑھ کر اس پر حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جب مرحب نے دیکھا کہ اس کا بھائی مارا گیا ہے تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور اس نے زرہ پر زرہ پہنی، سر پر پتھر کا تراشا ہوا خود رکھا اور دو تلواریں اور تین بھال کا نیزہ لے کر قلعہ سے باہر آیا اور یہ رجز پڑھتے ہوئے مبارز طلب ہوا:

قد علمت خیبر انی مرحب

شاکی السلاح بطل مجرب

چونکہ مرحب بڑا تنومند اور شہزور تھا۔ لہٰذا کسی مسلمان کو مقابلہ کے لیے نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہاں حضرت علیؑ یہ رجز پڑھتے ہوئے مقابلہ کے لیے نکلے

انا الذی سمتنی امی حیدرا

ضر غام احام ولیث قسورۃ

(تا آخر)

مرحب نے بڑھ کر حضرت پر تلوار کا وار کرنا چاہا مگر آپ نے اسے موقع نہ دیا اور پھر تاک کر اس کے سر پر تلوار ماری کہ تلوار خود کو کاٹتی ہوئی اور سر کی ہڈی کو توڑتی ہوئی جبڑوں تک اتر آئی۔ مرحب زمین پر گرا اور گرتے ہی دم توڑ دیا۔ مرحب کے مارے جانے کے بعد یہودیوں میں بددلی پیدا ہوگئی اور قلعہ کی طرف بھاگے۔ حضرت لڑتے ہوئے آگے بڑھے اور اعجازی قوت سے ایک دروازہ اٹھا کر سپر بنالیا۔ جو اتنا وزنی تھا کہ آٹھ آدمیوں نے مل کر اٹھانا چاہا مگر نہ اٹھا سکے۔ آپ نے آگے بڑھ کر قلعہ کے آہنی دروازہ کو جھٹکا دیا اور اس کے دونوں پٹ اکھڑ کر آپ کے ہاتھوں میں آ گئے اور فتح نے بڑھ کر آپ کے قدم چوم لیے حضرت علیؑ خود فرمایا کرتے تھے کہ

ما قلعت باب خیبر بقوۃ جسمانیۃ بل بقوۃ ربانیہ (تاریخ خمیس، ج۲، ص۵۲)

چونکہ یہودیوں کو جب بھی موقع ملتا تھا وہ مسلمانوں کے خلاف ایسی تخریبی کاروائیوں سے باز نہیں آتے تھے اس لیے ان کی سازشوں کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کرنا ضروری تھا۔

الغرض اس جنگ میں ۱۵ مسلمان شہید ہوئے اور ۲۳ یہودی مارے گئے اور باقی اسیر ہوئے اور اس

شرط پر رہا کیے گئے کہ وہ خیبر کی زمینوں پر کاشت کار کی حیثیت سے کام کریں گے اور پیداوار کا نصف خود لیں گے اور نصف مسلمانوں کو دیں گے اور اس جنگ سے بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جب یہ علاقہ مفتوح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو ان کے معاشی حالات سدھر گئے اور آسودہ حال ہوئے ان سب واقعات سے واضح ہے کہ اگرچہ پیغمبر اسلامؐ کے ہمراہ سواروں اور پیادوں کا جم غفیر تھا مگر جس کے زور بازو سے یہ مہم سر ہوئی وہ فاتح حضرت علی بن ابی طالبؑ تھے۔ (از سیرت المومنین، ج ا، ص ۲۶۹، حضرت مفتی صاحب مرحوم)

افادہ:

جنگ خیبر کے سلسلہ میں اجمالاً دو باتوں کی وضاحت کر دینا انسب ہے ایک یہ کہ عام غیر ذمہ دار مقررین بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے اعلان کیا تھا کہ چالیس دن کے اندر اندر قلعہ خیبر فتح ہو جائے گا اور انتالیس دن گزر گئے مگر قلعہ فتح نہ ہوا جس سے آپ اور دوسرے مسلمان بڑے پریشان ہوئے جس پر آنحضرت نے یہ اعلان (لاعطین الرایۃ غدا الخ) کیا اور آپ نے حضرت علیؑ کو مدینہ سے بلوایا اور حضرت علیؑ نے آ کر قلعہ فتح کیا حالانکہ تاریخ میں چالیس دنوں کا کوئی نام و نشان نہیں ہے اور یہ بات سراسر غلط ہے دوسری یہ کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام پیغمبر کے ہمراہ نہیں بلکہ مدینے میں تھے اللہ نے آپ کو حکم دیا نادعلیا اور آپؐ نے آپ کو مدینہ سے بلوایا اور آپ تشریف لائے یہ بات بھی بالکل تاریخی مسلمات کے خلاف ہے کیونکہ جناب امیرؑ بمقام خیبر تشریف فرما تھے اور صرف آشوب چشم میں مبتلا تھے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

۲۱) ووعدکم اللہ مغانم ... الآیۃ

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے

ان غنیمتوں سے وہ اموال غنیمت مراد ہیں جو مسلمان جنگ خیبر کے بعد عہد نبوی میں اور دوسری جنگوں میں حاصل کریں گے اور بعض مفسرین نے تو اس سے قیامت تک حاصل ہونے والی غنیمتیں مراد لی ہیں۔ بہرحال پہلی غنیمت (خیبر) اور دوسری غنیمت میں بنیادی فرق یہ ہے کہ پہلی غنیمت صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان والوں سے مخصوص ہے کہ سفر حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والے صحرائی عرب مسلمانوں کو باوجود ان کی خواہش کے اس میں شریک نہیں کیا گیا تھا مگر دوسری غنیمتیں تمام مسلمانوں کے لیے عام ہیں حتیٰ کہ جن لوگوں نے حدیبیہ کے موقع پر کمزوری دکھائی تھی اور اس کے نتیجہ میں خیبر والی غنیمت سے محروم رہے اب ان کے لیے بھی دروازہ کھلا ہے کیونکہ مسلمانوں کو توحید کے معاملہ میں ابھی بڑے بڑے معرکے آنے باقی تھے۔

یہاں عشق کے امتحان اوربھی ہیں

۲۲) فعجل لکم ھذہ... الآیۃ

اس فوری غنیمت سے کیا مراد ہے؟

اللہ نے تم سے اوربھی ایسی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کروگے پس یہ تو اس نے فوری طور پر تمہیں دے دی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ''یہ'' کا اشارہ کس طرف ہے؟ بعض نے اس سے صلح حدیبیہ مراد لی ہے مگر قابل غور بات یہ ہے کہ صلح حدیبیہ بے شک فتح بلکہ فتح مبین ضرور ہے مگر اس سے کوئی مال غنیمت تو مسلمانوں کے ہاتھ نہیں آیا اور یہاں بات مال غنیمت کے فوراً ملنے کی ہے۔ لہٰذا یہ تفسیر صحیح معلوم نہیں ہوتی بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس سے فتح خیبر والی غنیمت مراد ہے جو موجودہ غنیمتوں میں سب سے پہلے مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہے۔ (مجمع البیان وصافی وغیرہ)

۲۳) و کف ایدی الناس... الآیۃ

جنگ خیبر میں خدا نے کئی قبائل کو مسلمانوں پر حملہ کرنے سے روکا

ابھی اوپر فعجل لکم ھذہ کی جو تفسیر ہم نے کی ہے اس کے مطابق اس آیت کی تفسیر یوں ہے کہ جب مسلمان اپنے مرکز مدینہ سے باہر نکل کر خیبر گئے اور اس کا محاصرہ کیا تو بنی اسد اور غطفان وغیرہ کے بعض قبائل نے چاہا کہ مدینہ میں مسلمانوں کے مال اور ان کے اہل وعیال پر حملہ کردیں مگر قادر مطلق نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ودبدبہ ڈال کر ان کو ایسا کرنے سے باز رکھا ورنہ مسلمانوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔

علاوہ ازیں خدا کا دوسرا احسان یہ ہے کہ خدا نے انہیں مال غنیمت سے نوازا۔ اور تمہاری ہدایت میں مزید اضافہ کیا۔ اس بصیرت اور یقین کی وجہ سے جو ان حالات میں حاصل ہوا اور یہ غنیمت صلح حدیبیہ کے فتح مبین ہونے کی دلیل قرار پائی اور جن بعض مفسرین نے اس سے فوری غنیمت (فعجل لکم ھذہ) سے صلح حدیبیہ مراد لی ہے انہوں نے خدا کے لوگوں کے ہاتھ روکنے سے اہل مکہ کے ہاتھ مراد لیے ہیں ورنہ جب مسلمان تعداد میں قلیل، وطن سے دور اور اسلحہ بھی نہیں رکھتے تھے جبکہ کفار قریش کثیر التعداد ہونے کے علاوہ اسلحہ جنگ سے لیس اور اپنے وطن میں موجود تھے اگر وہ مسلمانوں پر حملہ کردیتے تو

انجام گلستان کیا ہوتا؟

اللہ نے اپنا کرم فرمایا کہ کفار کو جنگ کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔ اور ان پر مسلمانوں کا ایسا رعب

طاری ہوا کہ انہوں نے صلح کرنے کو ہی غنیمت سمجھا۔

۲۴) واخری لم تقدروا علیھا ... الآیۃ

خداوند عالم مسلمانوں سے کچھ اور غنیمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے جن پر وہ ابھی قادر نہیں ہیں مگر مستقبل میں اللہ نے انہیں اپنے احاطہ میں لے رکھا ہے اور ان کے لیے محفوظ کر رکھا ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے ان سے کون سی غنیمتیں مراد ہیں؟

مشہور یہ ہے کہ اس سے جنگ خیبر کے بعد عہد نبوی میں مسلمانوں کو حاصل ہونے والی وہ عام غنیمتیں مراد ہیں جن میں فتح مکہ بھی شامل ہے اور بعض نے ان غنائم اور فتوحات کا دائرہ روم اور ایران وغیرہ تک وسیع کر دیا ہے۔

۲۵) ولو قاتلکم الذین کفروا ... الآیۃ

اس میں یہ حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ حکمت الٰہی کا تقاضا یہ تھا کہ پیغمبر اسلامؐ جنگ کے بغیر واپس تشریف لے جائیں اور اگر کفار آپ سے جنگ کرتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور پھر اپنے لیے کوئی حامی و مددگار بھی نہ پاتے۔ یہی اللہ کا دستور ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے کہ جب حق و باطل کی جنگ ہوتی ہے تو غلبہ اہل حق کو ہی ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی ... الآیۃ۔ اللہ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے اور قبل ازیں کسی مناسب مقام پر اس غلبہ کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ وہ مادی بھی ہو سکتا ہے اور حج و براہین سے روحانی بھی، جسمانی بھی ہو سکتا ہے اور اخلاقی بھی اور اللہ کا دستور تبدیل نہیں ہوا کرتا۔ فراجع

۲۶) وھو الذی کف ایدیھم ... الآیۃ

جنگ کے بغیر صلح حدیبیہ ہونے کی مصلحت الٰہی کا تذکرہ

اس آیت میں صلح حدیبیہ کے موقع پر خداوند عالم کے اپنے کمال قدرت سے قتل و قتال اور جنگ و جدال کو روکنے کی حکمت بیان کی جا رہی ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے۔ یعنی جنگ نہیں چھڑی۔ حدیبیہ کو بطن مکہ کہنے کی وجہ اس کا مکہ کے بالکل قریب اس کے دامن میں واقع ہونا ہے بعد اس کے کہ تمہیں ان پر غلبہ عطا کر دیا تھا۔ یعنی عزم و حوصلہ کے لحاظ سے اور اخلاقی اعتبار سے کہ جب مسلمانوں کے جوش و جذبہ کی کفار قریش کو اطلاع ملی تو ان پر ایسا رعب طاری ہوا کہ انکے اعصاب ڈھیلے

پڑ گئے۔(مصلحت کا تذکرہ آ رہا ہے) باوجودیکہ کفار قریش نے کئی جرائم کا ارتکاب کیا تھا۔

۱۔ کفر کیا

۲۔ تمہیں مسجد الحرام سے روکا

۳۔ اور قربانی کے جانوروں کو بمقام منیٰ ان کی قربان گاہ پر جانے سے منع کیا وغیرہ وغیرہ۔

۲۷) ولولا رجال مؤمنون...الآیۃ

اصلی مصلحت الٰہی کا تذکرہ

یہاں اس الٰہی مصلحت کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ جس کی بنا پر کفار قریش کی زیادتیوں کے باوجود خدائے قدیر نے اپنی قدرت کاملہ سے جنگ نہیں ہونے دی کہ مکہ مکرمہ میں ابھی کئی مسلمان زن ومرد موجود تھے جو کسی وجہ سے ہجرت نہیں کر سکے تھے اور کفار ان پر برابر ظلم وجور کر رہے تھے اور کچھ ایسے مسلمان بھی تھے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے تو ان حالات میں اگر جنگ چھڑ جاتی تو اندیشہ تھا کہ حملہ آور مسلمان کفار کو تہس نہس کرتے ہوئے لاعلمی میں مسلمان زن ومرد کو بھی نہ روند ڈالیں اور پھر ان پر الزام عائد ہو کہ انہوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو رگید دیا اور خود مسلمان بھی پریشان ہوتے اور اس طرح انہیں قتل کی دیت ادا کرنا پڑتی۔

۲۸) لیدخل اللہ فی رحمتہ...الآیۃ

اس سلسلہ کی دوسری مصلحت کا تذکرہ

اور وہ مصلحت یہ ہے کہ مکہ میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اگرچہ تا حال اسلام نہیں لائے تھے مگر ان کے اسلام لانے کی توقع تھی اس لیے خدا نے چاہا کہ انہیں ہلاک نہ کیا جائے بلکہ انہیں اپنے دامن رحمت میں جگہ دی جائے اور ان کی صلاحیتوں کو اسلام کے مفاد کے لیے استعمال کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے **لو تزیلوا العذبنا** ...الآیۃ کہ اگر اہل ایمان الگ ہو گئے ہوتے تو ہم اہل مکہ کے کفار کو ضرور دردناک عذاب کی سزا دیتے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث مروی ہے جس میں آیت (لوتزیلوا) کی تشریح اس طرح کی گئی ہے کہ چونکہ خداوند عالم جانتا تھا کہ بعض کافروں کی پشتوں میں ایمان لانے والی نسل موجود ہے تو ان کی وجہ سے اس نے جنگ سے روک دیا۔(تفسیر قمی، البرہان)

اس سے معلوم ہوا کہ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ پیدا ہونے والی مومن اولاد کی وجہ سے ان کے

بے ایمان ماں باپ کو قتل نہیں کیا جاتا۔لہٰذا بعض آئمہ کے جنگ سے ہاتھ روکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے۔واللہ العالم

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جنگ نہ ہونے کی بھی بعینہ یہی وجوہ ہوسکتی ہیں۔فلا تغفل

۲۹) اذجعل الذین کفروا ...الآیۃ

اہل مکہ کی جاہلی عصبیت کا تذکرہ

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اہل مکہ کا پیغمبر اسلامؐ کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنا اور مراسم عبادت انجام نہ دینے دینا اسی جاہلی عصبیت وحمیت کا نتیجہ تھا جو ان لوگوں کے رگ و پئے میں سرایت کیے ہوئے تھی اگرچہ ادھر مسلمانوں میں بھی ایسے بہت سے لوگ موجود تھے جن میں اسی قسم کی جاہلی حمیت اور عصبیت پائی جاتی تھی اور وہ برملا کہتے تھے کہ ہم اپنے دین کے معاملہ میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں گے۔مگر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے رسول اور مومنین پر سکون واطمینان نازل کیا جس کی وجہ سے انہوں نے کفار قریش کے متعصّبانہ سلوک کے مقابلہ میں تحمل وبرداشت کا مظاہرہ کیا جس کی برکت سے جنگ کا خطرہ ٹل گیا۔

۳۰) والزمھم کلمۃ التقویٰ ...الآیۃ

خدا نے اہل ایمان کو تقویٰ کے کلمہ کا پابند رکھا اور وہی اس کے زیادہ حقدار اور اہل تھے

قابل غور بات یہ ہے کہ اس کلمہ تقویٰ سے مراد کیا ہے؟

۱۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ اس سے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ مراد ہے۔(مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا اس سے مراد ایمان ہے۔(تفسیر صافی بحوالہ کافی

۳۔ حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا نحن کلمۃ التقویٰ والعروۃ الوثقی کہ کلمہ تقویٰ ہم اہلبیت نبوت ہیں اور ہم ہی عروہ وثقیٰ ہیں۔(صافی بحوالہ اکمال الدین صدوق)

و کان اللہ بکل شئی علیما۔اللہ ہر چیز کا بڑا جاننے والا ہے۔

آیات القرآن

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۙ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ۫ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک اللہ نے اپنے رسول کو واقع کے مطابق بالکل سچا خواب دکھایا تھا کہ تم لوگ ضرور مسجد الحرام میں اطمینان کے ساتھ داخل ہو گے۔ انشاء اللہ اپنے سروں کو منڈواتے ہوئے اور کچھ بال یا ناخن کترواتے ہوئے تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا وہ (اللہ) اس بات کو جانتا تھا جو تم نہیں جانتے تھے تو اس نے اس (تعبیر خواب) سے پہلے تمہیں ایک قریبی فتح عطا کر دی (۲۷) وہ (اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور (اس بات کی) گواہی کے لیے اللہ کافی ہے (۲۸)

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں تم انہیں دیکھو گے کہ وہ (کبھی) رکوع (اور کبھی) سجود کر رہے ہیں (اور) اللہ کے فضل و کرم اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں ان کی علامت ان کے چہروں پر سجدہ کے نشان سے نمایاں ہے ان کی توراۃ میں اور انجیل میں توصیف یوں ہے جیسے ایک کھیتی جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس کو تقویت دی اور وہ مضبوط و موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی وہ کسانوں کو خوش کرتی ہے تاکہ ان کے ذریعہ سے کفار کے دل جلائے اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے مغفرت اور بڑے اجر و ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے (۲۹)

تشریح الالفاظ

(۱) محلقین کے معنی سر منڈوانے کے ہیں (۲) و مقصرین کے شرعی معنی تقصیر کرانے یعنی ناخن یا بال کٹوانے کے ہیں (۳) لیظھرہ اظہار سے مشتق ہے جس کے معنی غلبہ کے ہیں (۴) شطاہ کے معنی کھیتی کے پتے اور خوشے کے ہیں۔ (۵) فازرہ کے معنی تقویت دینے کے ہیں (۶) فاستغلظ کے معنی مضبوط ہونے کے ہیں (۷) سوقہ کے معنی تنے کے ہیں (۸) الزراع کے معنی زراعت کرنے والے کے ہیں (۸) لیغیظ کے معنی غیظ و غضب کے ہیں۔ (۱۰) الکفار یہ کافر کی جمع ہے اور کافر کے معنی منکر کے ہیں۔

تفسیر الآیات

(۳۱) لقد صدق اللہ... الآیۃ

خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ کو واقعہ کے مطابق سچا خواب دکھایا تھا

اسی سورہ کی پہلی آیت انا فتحنا لك فتحاً مبیناً کی تفسیر کے ضمن میں صلح حدیبیہ کے تذکرہ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت پیغمبر اسلامؐ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ ادا کر رہے ہیں بعض صحابہ کے سر منڈے ہوئے ہیں اور بعض کے بال کترے ہوئے ہیں۔ آپ نے صحابہ سے یہ خواب بیان کیا اور آپ نے اسے بشارت سمجھ کر وہ سفر کیا مگر کفار سد راہ ہوئے اور آپ کو عمرہ ادا کیے بغیر واپس آنا پڑا جس سے کچھ کمزور اہل اسلام کے دلوں میں وسوسے پیدا ہوئے اور بعض کی زبانوں پر بھی آئے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ہم

مکہ میں داخل ہوں گے اور طواف وعمرہ ادا کریں گے مگر ایسا تو نہ ہوا۔ چنانچہ جب بعض لوگوں نے پیغمبر اسلامؐ کے سامنے اس وسوسہ کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ سب کچھ اسی سال ہوگا؟ کہا نہیں یہ تو آپ نے نہیں فرمایا تھا۔ فرمایا: پھر ضرور ایسا ہوگا۔ چنانچہ شرائط صلح کے مطابق اگلے سال یعنی ذی القعدہ ۷ میں یہ عمرہ بڑے امن وامان کے ساتھ ادا کیا گیا جسے اسلامی تاریخ میں عمرۃ القضا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس آیت میں اسی بات کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ نیز یہ بھی وضاحت کی جارہی ہے کہ **فعلم ما لم تعلموا** اس ایک سال کی تاخیر میں جو مصلحت کارفرما تھی وہ اللہ جانتا تھا تم نہیں جانتے تھے کہ اس صلح سے اسلام کی ترقی اور اسلامی فتوحات کے کس طرح دروازے کھلیں گے؟ ان امور کی کچھ وضاحت کی جاچکی ہے۔

۳۲) فجعل من دون ذالك ... الآية

اس خواب کی تعبیر سے خدا نے تمہیں ایک قریبی فتح دے دی اس قریبی فتح سے بعض مفسرین نے فتح خیبر اور بعض نے خود صلح حدیبیہ مراد لی ہے جو اسلام کی اصولی اور اخلاقی فتح ہے۔ (تفسیر بتیان ومجمع البیان)

افادہ:

خداوند عالم نے یہاں اپنے وعدہ کے ساتھ جو کہ یقینی الوقوع ہے انشاء اللہ فرما کر یہ عملی سنت قائم کی ہے کہ جب مستقبل میں کوئی کام کرنے کی بات کی جائے تو اس کے ساتھ انشاء اللہ ضرور کہنا چاہیے حالانکہ ہماری بات یقینی الوقوع نہیں ہوتی ہے۔

۳۳) هو الذی ارسل رسوله ... الآية

یہ آیت قبل ازیں سورہ توبہ آیت ۳۳ پر مع تفسیر گزر چکی ہے اور ہم نے وہاں فریقین کی کتب کی روشنی میں واضح کیا ہے کہ اگر دین اسلام کے غلبہ سے دلیل و برہان سے غلبہ مراد ہے تو وہ تو اسے روز اول سے ہی حاصل ہے اور اگر اس میں مادی اور دنیوی غلبہ مراد ہے تو وہ اس وقت حاصل ہوگا جب حضرت مہدیؑ ظہور فرمائیں گے اور حضرت عیسیٰ نزول فرمائیں گے۔ فراجع

نیز یہی آیت سورہ صفت آیت ۹ میں بھی آئے گی۔

۳۴) محمد رسول الله والذین معه ... الآية

آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ کی مختصر مگر جامع تفسیر

معیت (ساتھ ہونے) کی دو قسمیں ہیں:

۱ جسمانی: یعنی جسم و بدن کے ساتھ کسی کی صحبت میں بیٹھنا۔

۲ روحانی: یعنی ایمان و عمل اور سیرت و کردار میں کسی عظیم ہستی کے ہمراہ ہونا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی صحبت بہت بڑا اشرف ہے مگر اس شرف اور اس سعادت کے حاصل کرنے کی کچھ شرائط ہیں منجملہ ان کے ایک بنیادی شرط ایمان اور دوسری نیک کام ہے ورنہ ظاہر ہے کہ کسی کافر و منافق کو اس صحبت رسول سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی فاسق و فاجر اور خدا اور رسول کے کسی نا فرمان کو اس صحبت سے کچھ حاصل ہوتا ہے

ھر که روئے بھبود نداشت
دیدن روئے نبی سود نداشت

دراصل جو چیز گرانقدر ہے وہ روحانی معیت ہے اور ایمان و عمل۔ اور ان بلند اور عظیم صفات جلیلہ و جمیلہ میں پیغمبر اسلامؐ کی معیت ہے جن کا تذکرہ اس آیت میں کیا گیا ہے۔ لہٰذا تاریخ و سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے گا اور اس جماعت کے جن افراد میں مشاہدہ یا مستند اخبار و آثار کی روشنی میں یہ اوصاف پائے جائیں گے اور جن میں یہ صفات جلیلہ و جمیلہ نظر آئیں گے وہی دراصل حضرت رسول خداؐ کے قابل تعظیم و تکریم ساتھی سمجھے جائیں گے نہ کہ وہ لوگ کہ جنہیں کچھ لوگ آیت کا مصداق جانتے ہیں مگر وہ تاریخ کے آئینے میں کفار کے مقابلہ میں نرم اور اہل ایمان کے مقابلے میں گرم نظر آتے ہیں اور جن کا وقت رکوع و سجود کرنے کی بجائے بازاروں اور درباروں کی گشت میں گزرتا ہے اور کبھی سیاسی جوڑ توڑ میں اور جو خالق و مالک کی رضا جوئی کے مقابلے میں اپنے دنیاوی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں وہ اس آیت کے واقعی مصداق نہیں ہیں اگرچہ صبح و شام بلکہ ہر وقت حسب ظاہر جسمانی طور پر پیغمبر اسلامؐ کی معیت میں نظر آئیں۔ (خلاصہ فصل الخطاب)

ایک تفسیر بالرائے کی تردید

کچھ لوگ اس آیت کی تقطیع کرتے ہوئے والذین معہ کا مصداق کسی صاحب کو اور اشداء علی الکفار کا مصداق کسی اور کو رحماء بینھم کا مصداق کسی اور کو اور تراھم رکعا سجدا کا مصداق کسی چوتھے صاحب

کوقرار دیتے ہیں۔ع

بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوالعجبی است

حالانکہ یہ چاروں صفات اس مقدس جماعت کے اجتماعی صفات اوران کی پہچان ہیں اوران سب کا مزاج ایسا ہے کہ وہ کفر کے مقابلے میں پتھر کی چٹان کی طرح سخت اوراہل ایمان کے مقابلے میں ریشم کی طرح نرم نظر آتے ہیں اوران کی عبادت الٰہی کا یہ عالم ہے کہ وہ کبھی رکوع کرتے نظر آتے ہیں اور کبھی سجود کرتے ہوئے اوران سب باتوں سے ان کا مقصد صرف اورصرف اپنے خدا کی رضا جوئی اوراس کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ ریا وسمعہ نہیں ہے اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ جن حضرات کوصحابہ کہا جاتا ہےمحتاط سے محتاط الفاظ میں بلاخوف تر دید کہا جاسکتا ہے کہ وہ سب ان اوصاف کے حامل نہیں تھے۔

یہی وجہ ہے کہ آیت کے آخر میں مذکور ہے **و عد الله الذين آمنوا و عملوا الصالحات منهم مغفرة واجرا عظيما** کہ اس گروہ میں سے جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے مغفرت اوراجرعظیم کا وعدہ کیا ہے۔آیت میں "**منهم**" میں "**من تبعيضيه**" سے ثابت ہوتا ہے کہ اس گروہ میں سے صرف بعض حضرات ان صفات سے متصف ہیں۔سب ان سے متصف نہیں ہیں توجس طرح مغفرت اور اجرعظیم کا خدائی وعدہ صرف ایمان رکھنے اورنیک کام کرنے والوں سے ہےاسی طرح بیعت رضوان میں خداراضی ہوا ہےتوصرف اہل ایمان سے(**لقد رضی الله عن المومنين**)اس نےسکینہ نازل کیاہےتوصرف اہل ایمان پر (**هو الذی انزل السكينة فی قلوب المؤمنين**)اور یہاں مغفرت اوراجرعظیم کا وعدہ کیا ہےتوصرف اہل ایمان سے۔**و ذلك هو الفوز المبين**۔

ایضاح:

بعض پرستارانِ صحابہ نے اس مقام پرایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہاں ''من'' بیانیہ ہےتبعیضیہ نہیں ہےتوگزارش یہ ہے کہ اگر بالفرض ان کی یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ یہاں ''من'' بیانیہ ہےتو وہ درج ذیل مقامات پرکیا کریں گے جہاں ''من'' تبعیضیہ ہےاورآیتیں بھی صحابہ کرام کے بارے میں ہیں۔

۱۔ **و منهم من يستمع اليك حتى اذا خرجوا** جس کی اسی مقام پر وضاحت کی جا چکی ہے (سورہ محمد:۸۶)

۲۔ **منكم من يريد الدنيا و منكم من يريد الاخرة** اے اصحاب تم میں سے کچھ دنیا کے

طلب گار ہیں اور کچھ آخرت کے طلب گار ہو۔

ع
چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما ؟؟

۳۵) سیما ھم فی وجوھھم ... الآیۃ

ان کی علامت ان کے چہروں پر سجدہ کے نشان نمایاں ہیں مگر واضح رہے کہ اس علامت سے پیشانی کا وہ گھٹا مراد نہیں ہے جو بعض نمازیوں کی پیشانی پر پڑ جاتا ہے بلکہ اس سے مراد وہ نور ہے جو ان کی عبادت وزہادت اور طبعی شرافت واطاعت اور ان کی مروت واخلاق کی وجہ سے ان کے چہروں پر نمایاں ہو جاتا ہے اور جسے ہر سمجھ دار آدمی دیکھ کر ان کی شرافت اور خدا ترسی کو سمجھ جاتا ہے جس طرح کسی شخص کے چہرہ کی بے رونقی اور بے نوری اس کی خباثت نفسی کی غمازی کرتی ہیں۔

۳۶) ذالک مثلھم فی التوراۃ ... الآیۃ

''اگرچہ موجودہ محرف توراۃ میں اصحاب رسول کے یہ صفات نہیں ملتے پھر بھی یہ کتاب استثنا (باب ۳۳ میں) قدسیوں کا لفظ موجود ہے۔ البتہ انجیل کی پیشن گوئی آج بھی مرقس (باب ۴) اور متی (باب ۱۳) میں موجود ہے یہ تمثیل کی زبان میں اس بات کا اعلان ہے کہ اسلام کی دعوت ایک پودے کی طرح مکہ سے شروع ہوگئی پھر وہ بڑھتے بڑھتے ایک طاقت ور درخت بن جائے گی یہاں تک کہ اس کا استحکام اس درجہ کو پہنچ جائے گا کہ اہل حق اس کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور اہل باطل غیظ وحسد میں مبتلا ہوں گے کہ وہ چاہنے کے باوجود اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے'' (تذکیر القرآن)

والحمد للہ رب العالمین علی وضوح الحق والحقیقۃ

۳۷) وعدہ اللہ الذین ... الآیۃ

یہ آیت قبل ازیں سورہ مائدہ آیت ۱۰ پر مع تفسیر گزر چکی ہے تفصیل دیکھنے کے خواہش مند حضرات اس مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔

سورہ حجرات کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ کی آیت ۴ میں لفظ الحجرات موجود ہے ان الذین ینا دو نك من وراء الحجرات اس لیے اس سورہ کا یہ نام ہے۔

مخفی نہ رہے کہ حجرات، حجرہ کی جمع ہے جسکے معنی کوٹھڑی یا کمرے کے ہیں۔ ایسی کوٹھڑیوں یا کمروں میں ازواج النبی قیام پذیر تھیں اور آنحضرتؐ جب گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے تو انہی حجرات میں سے کسی میں ہوتے تھے۔

عہد نزول:

جو بات مختلف روایات اور شواہد سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سورہ فتح کے بعد نازل ہوئی اور یہ گویا اسی سورہ کا تکملہ ہے اور اس کی آیات مختلف مقامات پر نازل ہوئیں جو مختلف احکام و ہدایات کا مجموعہ ہیں اور یہ پوری سورۃ مدینہ میں نازل ہوئی ہے البتہ ایک قول کے مطابق اس کی آیت ۱۳ مکہ میں نازل ہوئی یا ایہا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی

مگر راجح یہ ہے کہ یہ تمام سورہ مدنی ہے۔ واللہ العالم۔

سورہ حجرات کے مطالب ومضامین کی اجمالی فہرست

۱۔ اس سورہ میں مسلمان اہل ایمان کو وہ آداب واحکام سکھائے گئے ہیں جو ان کی شایان شان ہیں۔

۲۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی رائے کو پیغمبر اسلامؐ کے کسی حکم پر مقدم رکھے۔

۳۔ آنحضرتؐ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنے کی ممانعت بلکہ اپنی آواز کو دھیما رکھنے کا حکم

۴۔ باہر کھڑے ہو کر آپ کو پکارنے اور اپنے جیسے درجہ کے آدمی کی طرح پکارنے کی ممانعت

۵۔ اگر کوئی فاسق وفاجر کوئی خبر دے تو اس کی خبر پر تحقیق کرنے کا حکم

۶۔ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو جو باغی ہو اس سے جنگ کرنے کا حکم۔

۷۔ اچھائی سے پیار اور برائی سے نفرت کرنے کا حکم۔

۸۔ مسلمان جہاں بھی رہتا ہو اور جو زبان بھی بولتا ہو وہ مسلمان کا بھائی ہے۔
۹۔ باہمی یگانگت اور یکجہتی کو قائم رکھنے کے بارے میں ہدایات اور تمسخر اڑانے اور بدگمانی کرنے کی ممانعت
۱۰۔ غیبت و گلہ گوئی کی سخت ممانعت و مذمت۔
۱۱۔ معیار فضیلت تقویٰ ہے نہ کہ رنگ وروپ و مال وزر اور دوسرے نسلی امتیازات
۱۲۔ اسلام و ایمان دو چیزیں ہیں اور اسلام آسان اور ایمان کے مشکل ہونے کا بیان۔
۱۳۔ ایمان کا معیار کیا ہے؟ کیا وہ زبانی جمع خرچ کا نام ہے یا اس میں مال و جان سے جہاد بھی کرنا پڑتا ہے؟
۱۴۔ اپنے اسلام و ایمان کا اللہ پر احسان جتانے کی ممانعت وغیرہ وغیرہ۔

سورہ حجرات کی تلاوت کا ثواب

۱۔ پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ حجرات کی تلاوت کرے گا اسے اللہ کی اطاعت کرنے والوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ اجر عطا کیا جائے گا۔ (مجمع البیان)
۲۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ حجرات کی ہر رات یا ہر دن میں تلاوت کرے گا تو وہ پیغمبر اسلامؐ کی زیارت کرنے والوں میں سے شمار کیا جائے گا۔ (مجمع البیان، ثواب الاعمال)

(سورہ حجرات مدنی ہے اس کی ۱۸ آیات ہیں اور ۲ رکوع ہیں)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۝۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ۝۲ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ

امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۳ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۹ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۰

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں)اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے اے ایمان والو! تم (کسی کام میں) خدا اور رسول سے آگے نہ بڑھو۔ (سبقت نہ کرو) اور اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرو۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے (۱) اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اونچی آواز میں کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو

(۲) جو لوگ رسول خدا کے پاس (بات کرتے ہوئے) اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیز گاری کے لیے آزمایا ہے ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے (۳) (اے رسول) جو لوگ آپ کو حجروں میں باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے (۴) اور اگر وہ اتنا صبر کرتے کہ آپ خود ان کے پاس باہر نکل کر آجائیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے (۵) اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں نقصان پہنچا دو اور پھر اپنے کیے پر پچھتاؤ (۶) اور خوب جان لو کہ تمہارے درمیان رسول خدا موجود ہیں اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری بات مان لیا کریں تو تم زحمت و مشقت میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنایا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں مرغوب بنایا (آراستہ کیا) اور کفر، فسق اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک مبغوض بنایا (اور تم کو ان سے متنفر کیا) یہی لوگ راہ راست پر ہیں (۷) اللہ کے فضل و کرم اور اس کے انعام و احسان سے اور اللہ بڑا جاننے والا، بڑا حکمت والا ہے (۸) اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان کے درمیان صلح کراؤ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر تعدی و زیادتی کرے تو تم سب ظلم و زیادتی کرنے والے سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ حکم الٰہی کی طرف لوٹ آئے پس اگر وہ لوٹ آئے تو پھر تم ان دونوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے (۹) بے شک اہل اسلام و ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو تم اپنے دو بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ (کی عصیاں کاری) سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (۱۰)

تشریح الالفاظ

(۱) ان تحبط ۔ حبط کی معنی اکارت اور رائیگاں جانے کے ہیں (۲) فتبینوا کے معنی تحقیق اور جانچ پڑتال کرنے کے ہیں۔ (۳) لعنتم ۔ یہ عنت، یعنت سے ہے جس کے معنی زحمت و مشقت کے ہیں (۴) بغت ۔ یہ بغی سے مشتق ہے جس کے معنی تعدی اور زیادتی کے ہیں (۵) تفیئ فاء یفئی کے معنی لوٹ کے آنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) یا ایھا الذین آمنوا ... الآیة

اس آیت کا شان نزول

چونکہ سورہ فتح کا اختتام اس اعلان پر ہوا تھا کہ محمد رسول اللہ والذین معہ۔ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے مخلص ساتھی ہیں وہ کفار پر گرم اور اہل ایمان پر نرم ہیں۔ تو یہاں وہ آداب واحکام بیان کیے جا رہے ہیں جو بحیثیت رسول امت پر عائد ہوتے ہیں۔ بالفاظ دیگر امت کو وہ آداب بتائے و سکھائے جا رہے ہیں جو انہوں نے تعظیم وتکریم کے سلسلہ میں بارگاہ رسالت میں بجالانے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلا بڑا ادب یہ ہے کہ کسی کام میں آنحضرتؐ پر سبقت اور پیش قدمی نہ کی جائے۔

چنانچہ اس آیت کی شان نزول میں وارد ہے کہ

''ایک بار بنی تمیم کا ایک وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا آپ اندر بیت الشرف میں تشریف رکھے ہوئے تھے وہ باہر کھڑے ہو کر اور نام لے کر پکارنے لگے یا محمد یا محمد باہر نکلئے اور جب آپ باہر تشریف لائے تو ان کے آدمی آپؐ کے آگے آگے چلنے لگے اور پھر جب بات چیت کرنے لگے تو اپنی آواز کو آپ کی آواز پر بلند کرتے ہوئے اس روکھے پھیکے انداز میں آپؐ کا نام لے کر کسی تعظیم کے بغیر گفتگو کی جیسے آپس میں گفتگو کر رہے ہیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں'' (تفسیر قمی و مجمع البیان وصافی وغیرہ)

فاضل طبرسیؒ نے لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ کے چند معنی بیان کیے ہیں۔

۱۔ خدا اور رسول کے فیصلے سے پہلے اور قرآن وسنت کے خلاف کوئی فیصلہ نہ کرو۔

۲۔ پیغمبر اسلامؐ کے آگے نہ چلو اور پیغمبر اسلامؐ کے احترام کے پیش نظر ان کے آگے چلنے کو خدا کے آگے چلنا قرار دیا گیا ہے بلکہ ان کے پیچھے چلو۔

۳۔ پیغمبر اسلامؐ سے آگے بڑھ کر کلام نہ کرو۔ یعنی اگر تم بارگاہ رسالت میں حاضر ہو اور آپ سے کوئی مسئلہ وغیرہ پوچھا جائے تو تم جواب دینے میں آپ پر سبقت نہ کرو۔ یہاں تک کہ وہ خود جواب دیں۔

۴۔ جب تک پیغمبر اسلامؐ کسی بات کا حکم نہ دیں اس وقت تک کسی قول وفعل میں آپ پر سبقت نہ کرو۔

بعد ازاں فرماتے ہیں والاولی حمل ... الآیة علی الجمیع فان کل شئی کان خلافا للہ ولرسولہ اذا فعل فھو تقدیم بین یدی اللہ و ذالك ممنوع یعنی اولیٰ یہ ہے کہ آیت

کو ان تمام معنوں پر محمول کیا جائے کیونکہ ہر وہ چیز جو خدا اور رسول کی منشا کے خلاف ہو اس کا کرنا خدا اور رسول پر پیش قدمی کرنے کے مترادف ہے اور یہ بات ممنوع ہے'' (تفسیر مجمع البیان)

فاضل مغنیہ فرماتے ہیں کہ:

''کسی حرام چیز کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ حلال ہوتی تو اچھا ہوتا اور کسی حلال چیز کے متعلق یہ کہنا کہ یہ حرام ہوتی تو بہتر ہوتا۔ یا یوں کہنا کہ کاش رسول اللہ اس طرح کرتے یا ایسا نہ کرتے یہ بھی تقوائے الٰہی کے خلاف ہے اور خدا ورسول کی بارگاہ میں جسارت ہے''۔ (تفسیر الکاشف)

۲) یا ایھا الذین آمنوا ... الآیۃ

بارگاہ رسالت میں گفتگو کرنے کے آداب کا بیان

پہلی آیت میں آداب نبوت کے سلسلہ میں یہ تعلیم دی گئی تھی کہ کسی قول و فعل میں پیغمبر اسلامؐ پر پیش قدمی نہ کرو۔ اب یہاں آنحضرتؐ سے گفتگو کرنے کے آداب بتائے جا رہے ہیں اور وہ چند آداب ہیں۔

۱۔ جب آپ سے گفتگو کرو خیال کرنا کہیں تمہاری آواز آپ پر بلند نہ ہو جائے چونکہ بدوی قبائل شعوری طور پر نا پختہ تھے اس لیے وہ بزم رسالت میں حاضر ہوتے تو اس طرح بلند آواز میں بات کرتے کہ ان کی آواز آپؐ کی آواز پر بلند ہو جاتی تھی تو انہیں اس سے منع کیا گیا اور بتایا گیا کہ رسول خدا کا نمائندہ ہے ان کے ساتھ ناشائستہ طریقہ پر بات کرنا خدا سے ناشائستگی کرنے کے مترادف ہے۔

۲۔ نیز وہ لوگ جب آپ کو مخاطب کرتے تھے تو یا رسول اللہ! یا نبی اللہ! کہنے کی بجائے بات بات پر یا محمد کہتے تھے جس طرح ایک عام آدمی سے خطاب کیا جاتا ہے اس لیے ان کو اس انداز گفتگو سے روکا گیا اور واضح کیا گیا ہے کہ بارگاہ رسالت میں یہ تھوڑی سی بے ادبی کرنا بھی وہ سنگین جرم ہے جس سے سارے اعمال صالحہ اکارت ہو سکتے ہیں لہٰذا آداب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

لمحہ فکریہ

کچھ لوگ نبیوں اور ان کے وصیوں اور دوسرے بعض مقربان بارگاہ خدا کی تعظیم و تکریم کرنے کو شرک تصور کرتے ہیں وہ اس قرآنی تعلیم کی روشنی میں اپنے نظریہ کا جائزہ لیں اگر خدا کو یہی منظور ہوتا کہ کسی کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہ کیا جائے اور کسی کا کوئی احترام و اکرام نہ کیا جائے تو پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ اس قسم کے امتیازی سلوک کا حکم کیوں دیتا؟ اور اس کی خلاف ورزی کرنے پر اعمال کے اکارت کرنے کی دھمکی کیوں دیتا؟

فھل من مد کر ؟

۳) ان الذین یغضون اصواتھم ... الایة

احترام پیغمبرؐ کرنے والوں کے اجروثواب کا تذکرہ

یہاں ان لوگوں کا اجروثواب بیان کیا جارہا ہے جو پیغمبر اسلام کا ادب واحترام مدنظر رکھتے ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کوتقویٰ کے لیے آزما کر اور انہیں اس کا اہل پاکر منتخب کرلیا اس لیے اب وہ ان کے تقویٰ میں افزائش کرے گا۔ کیونکہ خدا اور رسول کے احترام اور ان کی اطاعت کے صالح جذبہ کی بنا پر وہ اس قابل ہیں کہ ان کے تقویٰ کو مزید بڑھایا جائے اور پھر ان کے لیے گناہوں کی مغفرت اور مزید برآں اجر عظیم بھی ہے کہاں معمولی سی بے ادبی کرنے پر اعمال کے اکارت کرنے کی دھمکی اور کہاں پاس ادب کرنے والوں کو ان عنایات کی بشارت اور نوید! سچ ہے ع

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں!

اور پھر ادب بھی کس کا؟ اور احترام بھی کس کا

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش اعظم تر

نفس گم کر دہ می آید جنید و بایزید ایں جا

۴) ان الذین ینادونك ... الآیة

جیسا کہ پہلی آیت کی شان نزول میں بیان کیا جا چکا ہے کہ جب بے شعور اور ناشائستہ لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے اور آپ اندر ہوتے تو وہ آپ کے حجروں کی دیوار کے آگے پیچھے سے آ کر بدتمیزی سے آواز دیتے تھے۔ انہی کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ اگر وہ صبر کرتے اور تھوڑا سا انتظار کرلیتے تو ان کے لیے بہت بہتر تھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اکثر ناسمجھ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کو کس اکھڑ مزاج قوم سے واسطہ پڑا تھا مگر آپ چونکہ خلق عظیم کے مالک تھے اس لیے صبر وتحمل اور برداشت سے کام لیتے تھے مگر خدوند عالم اُن کو باادب بنانے اور ان کی اصلاح کرنے کی خاطر وقتاً فوقتاً انہیں تنبیہ کرتا رہتا تھا۔

۵) یا ایھا الذین آمنوا ... الآیة

اس آیت کی شان نزول

اکثر بلکہ سب مفسرین اسلام نے اس کی شان نزول میں لکھا ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیط

کے بارے میں نازل ہوئی ہے جسے حضرت رسول خداؐ نے قبیلہ بنی المصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ زمانہ جہالت میں ولید کے ذمہ ان کا ایک قتل تھا اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ اسے قتل نہ کردیں۔ لہٰذا وہ قبیلہ سے ملے بغیر راستہ سے واپس آ گیا اور آنحضرتؐ سے کہا کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا ہے اور وہ تو مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔ آنحضرتؐ یہ بات سن کر ناراض ہوئے اور ان کی سرکوبی کے لیے خالد بن ولید کی ماتحتی میں ایک دستہ بھیجا مگر حکم دیا کہ پہلے حقیقت حال معلوم کرلینا۔

چنانچہ اس نے جب حقیقت معلوم کی تو ولید کی خبر کو جھوٹا پایا اور واپس آ کر آنحضرتؐ کو حقیقت حال سنائی جس پر یہ آیت اتری اور بروایتے آپؐ نے ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے دستہ روانہ کرنا چاہا کہ اس اثنا میں بنی المصطلق کے سردار حارث بن ضرار نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر حلفیہ بیان دیا کہ ولید کی شکایت بالکل غلط ہے ہم نے تو اسے دیکھا بھی نہیں ہے چہ جائیکہ ہم انکار کرتے۔ (مجمع البیان، مسند احمد، طبرانی، ابن جریر، طبرسی وغیرہ)

لمحہ فکریہ:

اس آیت اور ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے ولید بن عقبہ کو فاسق کہا ہے مگر اس آیت میں کسی خاص شخص کا نام نہیں ہے بلکہ کلی وصف کے طور پر لفظ آئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں بھی آپ کے گرد وپیش والے گروہ میں فاسق لوگ بھی موجود تھے اس لیے یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ الصحابة کلهم عدول۔ جبکہ عادل وفاسق دو متضاد صفاتی نام ہیں۔

افادة:

علماء اصول فقہ نے اسی آیت سے ثقہ آدمی کی خبر واحد کے معتبر ہونے پر استدلال کیا ہے کہ خالق نے فاسق کی خبر پر تحقیق اور جانچ پڑتال کرنے کا حکم دیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر خبر دینے والا عادل یا کم از کم قابل وثوق آدمی ہو تو پھر اس کی خبر پر تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ فاسق اور عادل وثقہ میں فرق کیا رہ جائے گا؟

تحقیق کے اقسام

فقہا مفسرین نے لکھا ہے کہ اس اجمالی حکم تحقیق کے اندر چند تفصیلات ہیں۔

۱۔ تحقیق واجب: مثلاً خلیفہ جب سنے کہ فلاں شخص مرتد ہو رہا ہے یا فلاں شخص قتل وغارت کا اقدام کر رہا ہے و قس علی ھذا۔ ایسے مواقع پر تحقیق نہ کرنے سے کسی واجب کا فوت ہونا لازم آتا ہے۔

۲۔تحقیق جائز: مثلاً کسی نے یہ سنا کہ فلاں شخص مجھے مالی یا جانی نقصان پہنچانا چاہتا ہےتو دفع مضرت کے لیےایسے موقع پر یہ تحقیق بالکل جائز ہے۔

۳۔تحقیق حرام: مثلاً کسی کے متعلق یہ سنا کہ وہ خفیہ شراب پیتا ہے ایسے موقع پر تحقیق نہ کرنے سے اپنا کوئی ضرر نہیں ہےاور تحقیق کرنے سے اس شخص کی رسوائی اور فضیحت ہوتی ہے۔(تفسیر ماجدی)

بہرحال جب کوئی شخص کسی آدمی کے بارے میں کوئی ایسی خبر سنےجس سے آدمی پر کوئی الزام عائد ہوتا ہوتو اس شخص پر لازم ہے کہ تحقیق کے بعد کوئی رائے قائم کرے صرف سنی سنائی بات پر اعتماد کر کے کوئی کاروائی کرنا احتیاط اور دانشمندی کے سراسر خلاف ہے اور ایسے موقع پر جو ساتھی اس شخص کے خلاف اقدام کرنے کی باتیں کرتے ہیں وہ بالکل غیر ذمہ دار ہوتے ہیں ایسے لوگوں سے حزم واحتیاط لازم ہے۔نیز علم رجال کا ماخذ بھی یہی آیت ہے جس فن کے بانی مسلمان ہیں جس سے راویوں پر جرح وقدح کا جواز ظاہر ہوتا ہےاور اسی سے یہ فن وجود میں آیا اور پھر اس پر سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔

۶)واعلموا ان فیکم ...الآیۃ

چونکہ ولید اور بنی المصطلق کے مقابلہ میں بعض لوگوں نے (جو کہ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام ہی تھے)اصرار کیا تھا کہ ان لوگوں کے خلاف فوراً چڑھائی کی جائے ایسے لوگوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ جب تمہارے درمیان رسول خداؐ موجود ہیں تو تم ان کے پیچھے چلو اور ان کی اتباع کرو الٹا ان کو اپنے پیچھے چلانے کی کوشش نہ کرو اور

اتنی نہ بڑھاؤ پا کی داماں کی حکایت

تم زیادہ سے زیادہ اپنی تجویز آپ کی بارگاہ میں پیش کر سکتے ہو مگر فیصلہ آپؐ پر چھوڑ دو کیونکہ آپؐ جو کام واقدام بھی کرتے ہیں وہ تمہارے مفاد میں خدا کی رہنمائی میں کرتے ہیں ورنہ اگر رسول تمہارے مشورے اور تمہاری باتوں کو ماننے لگےتو تم تکلیف ومصیبت میں پھنس جاؤ گے کیونکہ تمہاری اکثر آراء ناقص اور غلط ہوتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امت پیغمبر اسلامؐ کا حکم اور فیصلہ تسلیم کرنے کی پابند ہے۔پیغمبر اسلامؐ مسلمانوں کے مشورہ پر عمل کرنے کے پابند نہیں ہیں۔ کما لا یخفی

۷)ولکن اللہ حبب الیکم ...الآیۃ

تولا وتبرا کا قرآنی ثبوت

اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنایا ہےاور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر کے مرغوب بنایا ہےاور یہ

بات ظاہر ہے کہ ایمان واچھائی سے محبت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک برائی سے نفرت نہ کی جائے۔ پھر یہ بات بھی واضح ہے کہ ایمان ہو یا کفر یا فسق ہو اور عصیاں ان کا کوئی تو محل ہوگا جس سے یہ قائم ہوں گے۔ لہٰذا اہل ایمان سے محبت اور اہل کفر وفسق اور اہل عصیاں سے نفرت لازم ہوگی اور اسی چیز کا نام قرآنی اصطلاح میں تولا و تبرا ہے اور جوان دونوں پہلوں کے جامع ہوں انہی کو قرآن نے **اولئك هم الراشدون** کا تمغہ دیا ہے کہ یہی لوگ راہ راست پر قائم ہیں۔

۸) وان طائفتان... الآیة

جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دوسرے مسلمانوں کی ذمہ داری کیا ہے؟

اگرچہ حسب ظاہر یہ آیت اوس وخزرج کی باہمی لڑائی کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر بموجب المور دلا یخصص الوارد تو حسب ظاہر اس سے مراد عام ہے کہ جب بھی مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو جو غیر جانبدار مسلمان ہیں اور ان متحارب گروہوں میں شامل نہیں ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ خاموش تماشائی بن کر ان کی لڑائی کا تماشا نہ دیکھیں بلکہ کمر ہمت باندھ کر آگے بڑھیں اور اصلاح احوال کی خاطر مقدور بھر کوشش کریں تا کہ ان کے درمیان صلح وصفائی ہو جائے اور اگر یہ بات واضح ہو جائے کہ فلاں فریق کی زیادتی ہے اور یہ صلح نہ کرا سکیں تو پھر جس پر زیادتی کی جا رہی ہے اس کا ساتھ دیں اور زیادتی کرنے والے سے لڑیں۔ یہاں تک زیادتی کرنے والا گروہ حکم الٰہی یعنی قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کرانے پر آمادہ ہو جائے اور جب ایسا ہو جائے تو پھر اس کے خلاف طاقت کا استعمال بند کر دیا جائے اور عدل وانصاف کے ساتھ ان کے درمیان نزاعی معاملہ کا فیصلہ کر دیا جائے۔

۹) ان الله يحب المقسطين... الآیة

پیغمبر اسلامؐ کے بعد چوتھے دور خلافت میں جو جنگیں لڑی گئیں ان میں حضرت علیؑ امام حق اور ان کے خلاف خروج کرنے والے باغی تھے

اسی آیت سے قتال بغاۃ یعنی اسلامی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والوں سے جنگ کرنے کے احکام مستفاد ہوتے ہیں جن کی تفصیلات پیغمبر اسلامؐ کے بعد حضرت امیر علیہ السلام کے ظاہری دور خلافت میں جو جنگیں لڑی گئیں جیسے جنگ جمل، صفین اور نہروان سے اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کے عمل وکردار

سے معلوم ہوتی ہیں چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء طاہرین کے سلسلہ سند سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اس آیت کے بعد فرمایا ان منکم من یقاتل بعدی علی التاویل کما قاتلت علی التنزیل۔ تم میں سے کچھ لوگ میرے بعد اسی طرح تاویل قرآن پر جہاد کریں گے جس طرح میں نے اس کی تنزیل پر جہاد کیا ہے۔ عرض کیا گیا وہ کون ہے؟ فرمایا خاصف النعل یعنی حضرت امیر علیہ السلام۔ (الکافی، الصافی، والبرہان وغیرہ)

برادران اسلامی کے تمام علماء وفقہا اس حقیقت پر متفق نظر آتے ہیں کہ ان جنگوں میں حضرت علی علیہ السلام حق پر تھے اور ان کے خلاف لڑنے والے باغی تھے۔

چنانچہ فاضل جصاص حنفی احکام القرآن میں رقم طراز ہیں:

''قاتل علی ابن ابی طالب الفئة الباغية و معه کبراء الصحاجة و اهل بدر الخ......یعنی حضرت علیؑ نے باغی گروہ سے قتال کیا جبکہ آپ کے ہمراہ بڑے بڑے صحابہ اور اہل بدر موجود تھے''

اور ابوبکر مالکی المعروف با بن عربی اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ

''تقرر عند علماء الاسلام و ثبت بدلیل الدین ان علی بن ابی طالب کان اماماً و ان کل من خرج علیه باغ و ان قتاله واجب حتی یفئی الی الحق'' یہ بات علماء کے نزدیک دینی دلیل سے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ ہی امام برحق تھے اور جس کسی نے بھی ان کے خلاف خروج کیا وہ باغی ہے جس سے قتال واجب ہے یہاں تک کہ حکم الٰہی کی طرف رجوع کرے۔ (بحوالہ تفسیر کاشف)

بہر حال یہ بات عقلاً وشرعاً ثابت ہے کہ خلیفہ راشد اور امام برحق کی تائید میں خارجیوں سے جہاد واجب ولازم ہے۔

ایضاح:

اگر اس آیت کو باغیوں سے قتال پر محمول کیا جائے تو پھر یہاں جو دونوں فریقوں کو مومن کہا گیا ہے تو اس کے بارے میں جناب شیخ طوسیؒ وشیخ طبرسیؒ فرماتے ہیں یہ حالت جنگ سے پہلے کے اعتبار سے ہے۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس جنگ کے بعد بھی وہ مومن کا مصداق رہے ہوں۔ (تفسیر تبیان، مجمع البیان)

بلکہ امام برحق پر خروج کی وجہ سے اب وہ خارجی قرار پا چکے ہیں۔

۱۰) انما المومنون اخوة... الآية

سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں

اسی آیت اور اس جیسی دوسری آیات و روایات کی بناء پر مسلمانوں کی ایک ایسی بین الاقوامی اور عالمگیر برادری قائم ہوتی ہے جس کی نظیر اقوام عالم میں نظر نہیں آتی۔ کوئی عرب ہے اور کوئی عجم، کوئی گورا ہے اور کوئی کالا، کوئی انگریزی بولتا ہے اور کوئی اردو۔ کوئی شاہ ہے اور کوئی گدا، کوئی خوبصورت ہے اور کوئی بدصورت مگر جب وہ اسلام کا کلمہ پڑھ کر مسلمان بن جاتا ہے تو اسلامی برادری کا ایک رکن بن جاتا ہے جن کا نفع اور نقصان اور جن کا جینا اور مرنا سب کچھ ایک ہو جاتا ہے۔ دینی و ایمانی رشتہ کسی طرح بھی خونی رشتہ سے کم نہیں ہے بلکہ کچھ زیادہ ہی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں کہ **المسلم اخوا لمسلم لا یظلمہ و لا یسلمہ** مسلمان مسلمان کا بھائی ہے جو نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے تنہا چھوڑتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت رسول خداؐ نے حضرت امیر علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''**یا علی سر میلاً و عد مریضاً** الخ ... یا علی ایک میل چل کر جاؤ اور بیمار کی مزاج پرسی کرو اور دو میل چل کر جاؤ اور تشییع جنازہ کرو اور تین میل چل کر جاؤ اور مومن کی دعوت قبول کرو۔ چار میل چل کر جاؤ اور دینی بھائی کی زیارت کرو۔ پانچ میل چل کر جاؤ اور مصیبت زدہ آدمی کی پکار پر لبیک کہو اور چھ میل چل کر جاؤ اور مظلوم کی مدد کرو۔ یا علیؑ! آپ پر لازم ہے کہ خدا سے مغفرت طلب کرو۔ (مجمع البیان)

ایسے دو بھائیوں میں بھی اگر کبھی شکر رنجی پیدا ہو جائے تو ارشاد قدرت ہے کہ ان کے درمیان صلح کرا دو۔ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے اور یاد رکھو کہ اللہ سے ڈرنے والا کبھی دو بھائیوں کی لڑائی دیکھ کر خوش نہیں ہوتا بلکہ تڑپ اٹھتا ہے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتا جب تک ان دونوں کے تعلقات درست نہیں کرا دیتا ایسے ہی لوگوں کے لیے خدا اپنی رحمت کا دروازہ کھولتا ہے۔

آیات القرآن

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب کے ساتھ پکارو۔ ایمان لانے کے بعد

فاسق کہلانا کتنا برا نام ہے اور جو توبہ نہیں کریں گے (باز نہیں آئیں گے) وہی لوگ ظالم ہیں (۱۱) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے پرہیز کرو (بچو) کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تجسس نہ کرو اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تمہیں کراہت آتی ہے اور اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے (۱۲) اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد (آدمؑ) اور ایک عورت (حواؑ) سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہیں مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے یقیناً اللہ بڑا جاننے والا ہے، بڑا باخبر ہے (۱۳) اعراب (صحرائی عرب) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں ان سے کہئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہوا ہی نہیں ہے اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو وہ (اللہ) تمہارے اعمال سے کچھ بھی کمی نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۱۴) مومن تو پس وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر کبھی شک نہیں کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد (بھی) کیا یہی لوگ سچے ہیں (۱۵) آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم اللہ کو اپنے دین سے آگاہ کرتے ہو؟ حالانکہ اللہ وہ کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ ہر شے کو جانتا ہے (۱۶) (اے رسول) یہ لوگ اسلام لا کر آپ پر احسان جتاتے ہیں کہئے تم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان لانے کی ہدایت (توفیق) دی اگر تم (اپنے دعوائے ایمان میں) سچے ہو (۱۷) بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کے سب غیب جانتا ہے اور تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ وہ سب کچھ خوب دیکھ رہا ہے (۱۸)

تشریح الالفاظ

(۱) ولا تلمزوا ۔ لمز کے معنی کسی پر عیب لگانا اور طعن و تشنیع کرنا (۲) ولا تنابزوا بالالقاب کے معنی ہیں ایک دوسرے کو برے لقب دینا اور برے القاب سے پکارنا (۳) ولا تجسسوا کے معنی حالات کی

جستجو کرنا اور ٹوہ لگانا (۴) شعوباً یہ شعب کی جمع ہے جس کے معنی لوگوں کی جماعت اور بڑے قبیلہ کے ہیں (۵) یمنون علیك من کے معنی احسان کے ہیں اور جب اس کا صلہ علیٰ ہو تو پھر یہ احسان جتانے کے معنی دیتا ہے۔

تفسیر آلایات

۱۱) یا ایھا الذین آمنوا لا یسخر ... الآیۃ

وہ چند بری خصلتیں جن سے اسلامی معاشرہ کا امن وسکون تباہ ہو جاتا ہے اور جن کے انسداد سے اسلامی یکجہتی قائم رہتی ہے

وہ بری خصلتیں یہ ہیں:

۱۔ مرد ہوں یا عورت ان کا ایک دوسرے کا تمسخر اڑانا ۲۔ ایک دوسرے پر طعن وتشنیع کرنا

۳۔ برے القاب سے ایک دوسرے کا یاد کرنا اور پکارنا

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ ان چیزوں سے چونکہ دوسرے آدمی کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے اور اس سے باہمی رنجش پیدا ہوتی ہے اور یہ رنجش رفتہ رفتہ تصادم کی شکل اختیار کر لیتی ہے چنانچہ تمسخر ایک ایسا مذاق ہے جس میں دوسرے آدمی کی توہین وتحقیر کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور طعن وتشنیع میں کبھی نام لے کر اور کبھی نام لیے بغیر ایسے انداز سے دوسرے آدمی پر چوٹ کی جاتی ہے کہ وہ شخص بھی سمجھ جاتا ہے اور سننے والے بھی جس سے اس کے دل کو تکلیف ہوتی ہے اور کسی کو برے القاب وخطابات سے یاد کرنا اور اس پر پھبتی کسنا جس سے اس شخص کی سبکی ہوتی ہو یہ سب اخلاق ذمیمہ ہیں اور قرآنی اصطلاح میں ایسے گناہ ہیں جن کے ارتکاب سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے۔

ان بری خصلتوں کا اصلی محرک انسان کا جذبہ تفوق ہے

اگر بری خصلتوں کے ارتکاب کے علل واسباب پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اصلی محرک آدمی کا یہ پیدائشی جذبہ ہے کہ وہ دوسروں سے بڑا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر شخص دوسرے کی عیب جوئی اور گلہ گوئی کرنے میں لذت محسوس کرتا ہے تاکہ وہ اس سے اپنے آپ کو بڑا اور دوسرے کو چھوٹا ثابت کر سکے۔ وہ اسی جذبہ کی تسکین کے لیے دوسروں کا مذاق اڑاتا ہے، ان پر طعن وتشنیع کرتا ہے اور دوسرے کو برے نام سے پکارتا ہے اسی لیے خدا فرماتا ہے کہ تمہیں کیا حق ہے کہ تم اپنے کو بہتر اور دوسرے کو کمتر سمجھو بہت ممکن ہے کہ وہ اللہ کی نگاہ میں

تم سے بہتر ہو کیونکہ بہتر وکمتر کا وہ معیار نہیں جو آدمی خود مقرر کرے بلکہ اصل معیار وہ ہے جو خود خدا مقرر کرے اور وہ جیسا کہ ابھی بیان ہوگا، ایمان کے بعد تقوی ہے۔ لہٰذا بہتر وہ ہے جو خدا کی نگاہ میں بہتر ہے اور کمتر وہ ہے جو خدا کی نظر میں کمتر ہے اور جب آدمی کو اس بات کا احساس ہو جائے تو پھر اس سے اپنی بڑائی کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ نہ کسی کا تمسخر اڑاتا ہے، نہ کسی پر طعن و تشنیع کرتا ہے اور نہ کسی کو برے لقب سے یاد کرتا ہے بلکہ وہ اپنے آپ کو سب سے کمتر اور دوسروں کو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہے۔ ع

پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

۱۲) یاایھا الذین آمنوا اجتنبوا ...الآیۃ

برے گمان کرنے، تجسس کرنے اور غیبت کرنے کی ممانعت

سابقہ آیت میں ان تین بری خصلتوں کا تذکرہ کیا جا چکا ہے جن کے ارتکاب سے اسلامی معاشرہ کا امن وسکون تباہ ہوتا ہے اور باہمی نفرت پیدا ہوتی ہے اب یہاں اس قسم کے مزید تین اسباب گنوائے جا رہے ہیں اور اس کے سدباب کے لیے ان کی سخت ممانعت کی جا رہی ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ دوسروں کے بارے میں برا گمان کرنا، یہ ظن یعنی گمان اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی اسلام نے ہر قسم کے ظن وگمان سے نہیں روکا بلکہ برے گمان سے منع کیا ہے جبکہ اچھے گمان کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد رسالت ہے: **ظنوا بالمومنین خیراً** کہ اہل ایمان کے بارے میں اچھا گمان کیا کرو۔ (تفسیر کاشف)

اور حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں **ضع امر اخیك علی احسنه** یعنی اپنے بھائی کے کسی بھی معاملہ کو اچھے محمل پر محمول کرو۔ (نہج البلاغہ)

اسی لیے قرآن نے ہر گمان کو نہیں بلکہ بعض گمان کو گناہ قرار دیا ہے:

۱۔ دوسروں کے عیب معلوم کرنے کی جستجو کرنا اور ان کے پوشیدہ حالات کی ٹوہ لگانا جو کہ قرآن وسنت اور عقل کی رو سے بالاتفاق حرام ہے اور جس کے ارتکاب سے کبھی ایسے مفاسد لازم آتے ہیں جن کا سدباب نہیں ہو سکتا مگر آج مغربی اقوام نے جاسوسی کے ایسے آلات ایجاد کر لئے ہیں کہ جن کے ذریعہ آج آدمی گھر بیٹھے نہ صرف اپنے ہمسایوں کے بلکہ دور دراز کے علاقہ میں رہنے والوں کے مخفی اور پوشیدہ حالات بھی معلوم کر لیتا ہے اور پھر شرمانے اور توبہ کرنے کی بجائے اس پر فخر محسوس کرتا ہے۔

۲۔ اور اگر دوسروں کے مخفی حالات کسی طرح معلوم ہو جائیں تو ان کی تشہیر کرنا اور انہیں ذلیل و رسوا

کرنے کی کوشش کرنا جسے غیبت کہا جاتا ہے جسے قرآن نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر جرم قرار دیا ہے اور پیغمبر اسلامؐ نے اسے زنا سے بھی سنگین جرم قرار دیا ہے۔ ایا کم والغیبة فان الغیبة اشد من الزنا۔ خبردار غیبت سے بچنا کیونکہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (مجمع البیان)

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اسے جہنم کے کتوں کی غذا قرار دیتے ہیں (لئالئی الاخبار)

ہاں البتہ اس کے کچھ استثنائی مقامات بھی ہیں جہاں اشد شرعی ضرورت کے تحت کسی کی غیبت جائز ہوتی ہے جن کی تفصیل فقہی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یا ہماری کتاب قوانین الشریعہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

بہر حال اس مقام پر انتہائی حزم و احتیاط لازم ہے تاکہ آدمی شریعت کی اس چھوٹ سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔

۱۳) یا ایها الناس انا خلقنا کم ...الآیة

قرآن واسلام کے نزدیک فضیلت وعزت کا میزان تقویٰ ہے

خالق کائنات جہاں قادر مطلق ہے وہاں علیم وحکیم بھی ہے اور اس نے اپنے علم کامل اور حکمت بالغہ کے تحت لوگوں میں مختلف فروق اور امتیازات رکھے ہیں اور کوئی بھی دو چیزیں ہر لحاظ سے مساوی اور برابر نہیں ہیں مثلاً شکل میں اختلاف، عقل میں اختلاف، اولاد میں اختلاف، زبان کا اختلاف، وطن و جغرافیہ کا اختلاف، جائیداد کا اختلاف وغیرہ وغیرہ جسے خدا نے اپنی قدرت کاملہ کا کرشمہ بھی قرار دیا ہے۔ ومن ایاتہ اختلاف الوانکم و السنتکم کہ اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے تمہارے رنگوں اور زبانوں کا اختلاف بھی ہے مگر عام لوگ جوان چیزوں پر تفاخر کرتے ہیں اور ان کو بت سمجھ کر ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں اسلام کی نگاہ میں یہ دنیوی تعارف اور باہمی جان پہچان کا ذریعہ ضرور ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے اور وہ فلاں بن فلاں مگر یہ چیزیں وجہ فضیلت اور معیار عزت وعظمت نہیں ہیں بلکہ تمام بنی آدم اس لحاظ سے کہ سب کا باپ جناب آدمؑ اور ماں جناب حواؑ ہیں آدم خاک سے پیدا ہوئے ہیں، برابر ہیں۔ سب کے احکام برابر، حدود وتعزیرات برابر، جزاوسزا برابر، یہ اسلامی مساوات ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سب کا مقام ومرتبہ بھی ایک ہے اور سب کی شان وآن بھی ایک ہے نہیں ایسا نہیں ہے جہاں اسلام نے لوگوں کے مقرر کردہ تفرقوں اور امتیازات کو مٹایا ہے وہاں خود بھی کچھ امتیازات قائم کیے ہیں۔ زندہ مردہ برابر نہیں، مومن وکافر برابر نہیں۔ نیکوکار اور بدکار برابر نہیں۔ عالم وجاہل برابر نہیں اور ہدایت یافتہ اور گمراہ برابر نہیں اور جنتی وجہنمی برابر نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اسلام نے معیار فضیلت اور میزان عزت وعظمت

تقویٰ و پرہیز گاری کو قرار دیا ہے۔لہٰذا جو جتنا زیادہ پرہیز گار ہے وہ اتنا عزت دار ہے۔ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

مردے خدا شناس کہ تقویٰ طلب بود
خواہی سفید جامہ وخواہی سیاہ باش

پیغمبر اسلام نے فتح مکہ کے دن اعلان فرمایا تھا:

یا ایھا الناس ان اللہ قد اذھب عنکم بالا سلام نخوۃ الجاھیلۃ و تفاخر ھا بآبا ءھا ان العربیۃ لیست باب و والدۃ و انما ھو لسان ناطق فمن تکلم بہ فھو عربی الا انکم من آدم و آدم من تراب و اکرمکم عند اللہ اتقاکم (تفسیر قمی) ’’اے لوگو! خدا نے اسلام کے ذریعہ سے تمہارا جاہلیت والا تکبر اور آباء واجداد پر فخر ختم کر دیا ہے۔خبردار! عربی کوئی ماں باپ نہیں ہے بلکہ ایک زبان ہے جو عربی بولتا ہے وہ عرب سے آگاہ ہو کہ تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے ہیں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے‘‘

نیز آپؐ نے اسی موقع پر فرمایا:

’’الناس سواسیۃ کاسنان المشط لا فضل لعربی علی عجمی و لا لعجمی علی عربی و لا لا حمر علی الاسود و لا لا سود علی الاحمر الا بالتقویٰ کلکم من آدم و آدم من تراب۔ سب لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی عجمی کو عربی پر کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے سوائے تقویٰ کے۔تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں (الکاشف)‘‘

نیز آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

الجنۃ لمن اطاع اللہ و ان کان عبداً حبشیاً و النار لمن عصی اللہ و لو کان سیداً قرشیاً کہ جنت اللہ کے فرمانبردار کے لیے ہے اگر چہ وہ حبشہ کا رہنے والا غلام ہی ہو۔جہنم اللہ کے نافرمان کے لیے ہے اگر چہ قریشی اور سید بھی ہو (حاشیہ ترجمہ قرآن، مولانا فرمان علی)

ہاں البتہ سادات کرام کا دنیوی احترام پیغمبر اسلامؐ اور حضرت امیر علیہ السلام کی طرف نسبت کی وجہ سے کرنا اور بات ہے اور احکام شریعت کی پاسداری اور بات۔کما لا یخفی علی اولی الابصار۔

۱۴) قالت الاعراب آمنا ...الآیۃ

اس آیت کی شان نزول

چونکہ مدینہ کے اطراف وجوانب میں کئی چھوٹے چھوٹے قبیلے رہتے تھے جو ہجرت نبوی کے بعد اسلام میں داخل ہو گئے مگر ان کا یہ اسلام کسی گہری سوچ اور ذہنی انقلاب کا نتیجہ نہیں تھا۔ انہوں نے ایمان لانے کا دعویٰ کیا مگر ان سے کہا گیا کہ تم اسلام لائے۔ ایمان تو ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل ہوا ہی نہیں ہے۔

اس آیت سے بعبارۃ النص دو باتیں واضح ہوتی ہیں ایک یہ کہ اسلام اور ایمان دو مختلف حقیقتیں ہیں دوسرے یہ کہ اسلام کا درجہ پست اور ایمان کا درجہ بلند ہے۔

اسلام وایمان میں کیا فرق ہے؟

اسلام اور ایمان میں بنیادی طور پر کئی فرق ہیں مثلاً

۱۔ اسلام کا تعلق ظاہر سے ہے یعنی وہ تین چیزوں (۱) توحید (۲) رسالت (۳) اور قیامت کے ظاہری اقرار کا نام ہے جبکہ ایمان کا تعلق دل ودماغ سے ہے کہ وہ اقرار لسانی، تصدیق قلبی اور عمل جوارحی کے مجموعہ کا نام ہے بناء بریں منافق کو بھی مسلمان تو کہا جا سکتا ہے مگر اسے مومن نہیں کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے کہ فرمایا الاسلام علانیۃ والا یمان فی القلب کہ اسلام ظاہری چیز ہے اور ایمان کا اصل مقام دل ہے (مجمع البیان)

۲۔ اسلام میں صرف تین چیزوں کا اقرار داخل ہے جبکہ ایمان میں ان تین کے علاوہ عدالت باری اور امامت وخلافت آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا اقرار بھی شامل ہے۔

۳۔ ظاہری اسلام کسی خوف وڈر اور کسی طمع ولالچ کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے مگر ایمان گہری سوچ، اس کی صداقت پر یقین اور ذہنی انقلاب کا ثمرہ ہوتا ہے۔ الی غیر ذالك من الفروق۔

علاوہ ازیں اس فرق کا اثر دنیا وآخرت پر بھی پڑتا ہے اسلام لانے سے ایک مسلمان کا دنیا میں مال، اس کی جان اور اس کی عزت وناموس محفوظ ہو جاتی ہے مگر اخروی اجر وثواب صرف ایمان پر ملے گا۔ ہاں البتہ اگر تم خدا اور رسول کی اطاعت کرو گے تو اللہ تمہارے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ یہاں اسلام اور ایمان کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہ اسلام بالمعنی الاعم کے متعلق ہے ورنہ اسلام کا ایک اور خصوصی مفہوم بھی ہے جس کے حصول کی انبیاء بھی دعائیں مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں

جیسے جناب خلیلؑ کی دعا ربنا واجعلنا مسلمین لك اور جناب یوسفؑ کی دعا رب توفنی مسلماً اور اس اسلام کا درجہ ایمان سے بھی بلند ہے۔

۱۵) انما المومنون الذین ... الآیة

حقیقی مومن اور صادق وہ ہے جو خدا اور رسول پر ایمان لانے کے بعد شک نہ کرے

اس آیت شریفہ میں صادق الایمان لوگوں کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ خدا اور رسول پر ایمان لانا

۲۔ پھر کبھی شک نہ کرنا کیونکہ ایمان اطمینان قلب کا اور شک عدم اطمینان کا نام ہے اور یہ دونوں چیزیں یکجا جمع نہیں ہوسکتیں۔

۳۔ مال وجان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

آیت کے شروع میں کلمہ حصر کا موجود ہونا دلیل ہے کہ جن لوگوں نے صلح حدیبیہ میں یا کسی اور مقام پر کبھی توحید یا پیغمبرؐ کی رسالت میں شک کیا ہے ان کا ایمان محل نظر قرار پائے گا پھر ان صحرائی لوگوں سے کہا جا رہا ہے کہ کیا تم اللہ کو اپنے اسلام کی خبر دے رہے ہو جبکہ وہ آسمان وزمین کی تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔

۱۶) ان اللہ یعلم الایة

ایک شخص اسلام لا کر یا کوئی اور نیکی کا کام کر کے اس کا اظہار کرتا ہے یا لوگوں کو اس کا احسان جتاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے وہ کام لوگوں کو دکھانے کی خاطر کیا ہے اللہ کے لیے نہیں کیا جب خدا زمین و آسمان کی تمام ظاہری اور مخفی باتوں سے آگاہ ہے تو وہ مسلم و کافر، مخلص ومنافق کو بھی جانتا ہے اور کام کرنے والے کی نیت کو بھی جانتا ہے کہ اس نے وہ کام دنیا کے لیے کیا ہے یا آخرت کے لیے کیا ہے اور پھر اس کے مطابق وہ اسے جزا وسزا بھی دے گا کیونکہ وہ حقیقی عادل ہے اس لیے وہ بلاوجہ کسی عامل کے عمل کو رائیگاں نہیں کرتا۔

سورہ ق کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ کا آغاز حرف ق سے ہوا ہے جو کہ حروف مقطعات میں سے ہے لہٰذا اسی سے اس سورہ کا نام ماخوذ ہے۔

عہد نزول:

یہ مکی سورہ ہے اگرچہ یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ آنحضرتؐ کی مکی زندگی کے کس دور میں نازل ہوئی ہے اگرچہ داخلی اور خارجی شواہد سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ دوسرے دور میں نازل ہوئی ہے یعنی اس دور کے اختتام اور تیسرے دور کے آغاز سے پہلے کہ کفار مکہ کی مخالفت تو زوروں پر ہے مگر ہنوز ظلم و جور کا سلسلہ شروع نہیں ہوا ہے۔

سورہ ق کے مطالب و مضامین کی اجمالی فہرست

۱۔ اس سورہ کا مرکزی نقطہ حیات بعد الموت کا ثابت کرنا ہے۔

۲۔ کفار مکہ کو پیغمبر اسلامؐ کو رسول ماننے سے یہ امر مانع تھا کہ آپؐ انہی میں سے تھے۔

۳۔ قرآن کے کلام اللہ ہونے کا اثبات۔

۴۔ آسمان و زمین وغیرہ قدرت کی عظیم نشانیوں کا تذکرہ اور پھر ان سے اس کا ثبوت کہ جو خدا یہ سب کچھ کر سکتا ہے وہ لوگوں کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟

۵۔ کفار قریش کو تکذیب حق پر تہدید و وعید۔

۶۔ قیام قیامت کی تصویر اور مکذبین کو پیش آمدہ حالات کی تفصیل۔

۷۔ قوم نوح اور اہل ایکہ وغیرہ کا اجمالی تذکرہ۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کا شہ رگ حیات سے بھی زیادہ قریب ہونے کا بیان۔

۹۔ رسول کا کام تبلیغ رسالت وارشاد ہے جبر کرنا نہیں ہے۔

۱۰۔ آخرت کے دن ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

۱۱۔ پیغمبر اسلامؐ کو صبر و استقامت کی تعلیم و تلقین۔

۱۲۔ لوح محفوظ کا ذکر۔

۱۳۔ آنحضرتؐ کو صبح و شام ذکر خدا کرنے کی تلقین وغیرہ وغیرہ۔

سورہ ق کی تلاوت کا ثواب

۱۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ ق کی تلاوت کرے گا خدا اس پر سکرات موت کو آسان کرے گا۔(مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا جو شخص ہمیشہ اپنی نماز ہائے فریضہ میں سورہ ق پڑھا کرے گا خدا اس کے رزق میں وسعت دے گا اور اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا اور اس کا حساب بآسانی لے گا۔(مجمع البیان، ثواب الاعمال)

(سورہ ق مکی ہے اور اس کی پینتالیس آیات ہیں اور تین رکوع ہیں)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ قٓ ۚ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِيۡدِ ۞ بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ فَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا شَىۡءٌ عَجِيۡبٌ ۞ ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجۡعٌۢ بَعِيۡدٌ ۞ قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ الۡاَرۡضُ مِنۡهُمۡ ۚ وَعِنۡدَنَا كِتٰبٌ حَفِيۡظٌ ۞ بَلۡ كَذَّبُوۡا بِالۡحَـقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ فَهُمۡ فِىۡۤ اَمۡرٍ مَّرِيۡجٍ ۞ اَفَلَمۡ يَنۡظُرُوۡۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوۡقَهُمۡ كَيۡفَ بَنَيۡنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنۡ فُرُوۡجٍ ۞ وَالۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰهَا وَاَلۡقَيۡنَا فِيۡهَا رَوَاسِىَ وَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍۢ بَهِيۡجٍ ۞ تَبۡصِرَةً وَّذِكۡرٰى لِكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ۞ وَنَزَّلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنۡۢبَتۡنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الۡحَصِيۡدِ ۞ وَالنَّخۡلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلۡعٌ نَّضِيۡدٌ ۞ رِّزۡقًا لِّلۡعِبَادِ ۙ

وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّاَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۵﴾

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے ق (۱) قسم ہے باعظمت قرآن کی (پیغمبر اسلامؐ میرے سچے رسول ہیں) لیکن ان لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ انہی میں سے ایک ڈرانے والا (رسول) ان کے پاس آیا ہے تو کافر کہتے ہیں کہ یہ ایک عجیب چیز ہے (۲) کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو دوبارہ زندہ ہوں گے) یہ تو بڑی بعید (از عقل) بات ہے (۳) ہم خوب جانتے ہیں (ان اجزاء کو) جو زمین (کھا کر) ان میں سے کم کرتی ہے اور ہمارے پاس تو ایک ایسی کتاب ہے جس میں (سب کچھ) محفوظ ہے (۴) بلکہ (دراصل بات تو یہ ہے کہ) انہوں نے (دین) کو جھٹلایا جبکہ وہ ان کے پاس آیا پس وہ ایک الجھی ہوئی بات میں مبتلا ہیں (۵) کیا انہوں نے آسمان کی طرف نہیں دیکھا جو ان کے اوپر ہے کہ ہم نے اسے کس طرح بنایا ہے؟ اور آراستہ کیا ہے جس میں کوئی رخنہ نہیں ہے (۶) اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ گاڑ دیے اور اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اگائیں (۷) ہر اس بندے کی بصیرت اور یاد دہانی کے لیے جو اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا ہے (۸) اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا اور اس سے باغات اور کاٹے جانے والی کھیتی کا غلہ اگایا (۹) اور کھجور کے بلند و بالا درخت جن میں تہہ بہ تہہ خوشے لگتے ہیں (۱۰) بندوں کی روزی کے لیے اور ہم اس مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں اسی طرح (مردوں کا) زمین سے نکلنا ہوگا (۱۱) ان سے پہلے نوح کی قوم، اصحاب رس اور ثمود نے جھٹلایا (۱۲) نیز عاد، فرعون، لوط کے بھائی (۱۳) اور ایکہ والے اور تبع کی قوم ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا آخر میری وعید کے مستحق ہوئے (۱۴) کیا ہم پہلی بار کی پیدائش سے تھک گئے ہیں؟ (ایسا نہیں ہے) بلکہ یہ لوگ ازسرنو پیدائش کے بارے میں شبہ میں مبتلا ہیں (۱۵)

تشریح الالفاظ

(۱) مجید یہ مجد سے مشتق ہے جس کے معنی عزت و بلندی کے ہیں بناء بریں مجید کے معنی عزت و عظمت والا کے ہوں گے۔ (۲) مریج کے معنی گڑ بڑ والا اور اور بے ترتیب کام ۔ (۳) فروج اس کے معنی شگاف اور رخنے کے ہیں۔ (۴) حب الحصید۔ حب کے معنی دانہ کے ہیں اور حصید کے معنی وہ کھیتی جو کاٹی جاتی ہے (۵) باسقات۔ یہ باسقہ کی جمع ہے جس کے معنی بلند و بالا کے ہیں (۶) طلع نضید کے معنی خوشہ کے ہیں اور نضید یہ نضد سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں تہہ بہ تہہ یعنی گندھا ہوا۔ (۷) افعیینا۔ عیی کے معنی تھکنے کے ہیں۔ (۸) لبس کے معنی شک وشبہ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) ق۔ والقرآن... الآیۃ

اس آیت کی شان نزول

یہ قاف حروف مقطعات میں سے ہے جو ان متشابہات میں سے ہیں کہ جن کے بارے میں سورہ بقرہ اور دوسری کئی سورتوں کے اوائل میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ ان کا مفہوم خدا اور رسول اور راسخون فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فراجع

یہاں سورہ ص کی طرح عالی شان اور باعظمت قرآن کی قسم کھا کر بات چھوڑ دی گئی اور جواب قسم ذکر نہیں کیا گیا اور ''بلکہ'' کہہ کر کافروں کا ذکر شروع کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کہ جواب قسم محذوف ہے جو قرینہ مقام سے معلوم ہو سکتا ہے مثلاً آپؐ خدا کے برحق رسول ہیں۔ منکرین کے انکار کی بنیاد غیر معقول ہے اور قرآن جسے وہ پیش کر رہے ہیں اس کا مجید ہونا اس کی صداقت کا شاہد ہے یا حیات بعد الموت صحیح ہے وغیرہ وغیرہ۔

کفار مکہ کو تعجب ہے کہ انہی میں سے ایک شخص رسول بن کر کس طرح آ گیا آسمان سے کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟

انبیاء کی تاریخ گواہ ہے کہ ان کے زمانہ کے لوگ اکثر اسی لیے ان کو اللہ کا پیغمبر تسلیم کرنے کے لیے

تیار نہیں ہوتے تھے کہ وہ رسول کو اپنا ہم مرتبہ شخص سمجھتے تھے اس لیے ان کو تعجب ہوتا تھا کہ وہ شخص جسے وہ اپنے برابر جانتے تھے وہ اچانک نبی بن کر بشارت ونذارت کرنے لگا وہ کوئی مافوق الفطرت مخلوق کیوں نہیں ہے؟ مگر بعد والے لوگوں کو انہیں رسول ماننے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی کیونکہ ان کے ساتھ عظمتوں کی ایک تاریخ وابستہ ہو چکی ہے لہٰذا ان کو وہ اپنے سے برتر اور بہتر نظر آتے ہیں اور اس موضوع پر کئی بار مفصل تبصرہ کیا جا چکا ہے کہ نبی اور رسول ہوں یا ان کے قائم مقام وامام ان کا انسانی نوع کا فرد کامل ہونا عقلاً وشرعاً لازم ہے تا کہ ان کا قول وفعل بنی نوع انسان کے لیے سند ہو سکے۔

واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں متعدد مقامات پر مع تفسیر گزر چکی ہے جیسے سورہ یونس آیت ۲، سورہ اسراء آیت ۹۰، سورہ فرقان آیت ۸ اور سورہ ص آیت ۱۴ کان للناس عجباً ان اوحینا الی رجل منھم ان انذر الناس وبشر الذین آمنوا ...الآیۃ

۲) ائذا متنا و کنا تراباً...الآیۃ

کفار کا حیات بعد الموت کو بعید از عقل وامکان سمجھنا

کفار کہتے ہیں کہ ایک انسان کا دعوائے نبوت کرنا ہی کیا کم تعجب خیز تھا کہ وہ یہ بعید از عقل وامکان بات بھی کرتا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر دوبارہ از سر نو زندہ کیے جائیں گے یہی بات ان کی موٹی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ جب آدمی مر کر مٹی میں مٹی ہو جائے گا تو وہ از سر نو کس طرح زندہ ہوگا؟ و من یحی العظام و ھی رمیم ۔قرآن جواب دیتا ہے قل یحیھا الذی انشاء ھا اول مرۃ۔انہیں دوبارہ وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور یہ بات قرآن کی متعدد آیات میں متعدد مقامات پر مذکور ہے مگر یہ احمق اتنی واضح بات بھی نہیں سمجھتے تھے کہ کسی چیز کا ان کی سمجھ میں نہ آنا یا ان کا اسے سمجھ نہ سکنا اس چیز کی نفی کی دلیل تو نہیں ہے۔

۱۳) قد علمنا ما تنقص الارض...الآیۃ

ان لوگوں کے شبہ کا ازالہ

ان لوگوں کی نظر میں معاد جسمانی کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ جب آدمی مر جاتا ہے اور اسے زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے تو زمین اس کا نہ صرف گوشت پوست کھا جاتی ہے بلکہ اس کی ہڈیوں کو بھی ہضم کر جاتی ہے اور اس طرح اس کے اجزا کہیں سے کہیں بکھر جاتے ہیں خداوند عالم ان کے اس شبہ کا یہ جواب دے رہا ہے کہ یہ اجزاء کو اکٹھا کرنے اور ان میں حیات نو داخل کرنے میں دشواری اس وقت ہوتی کہ جب ہم قادر نہ ہوتے یا ان کے منتشر

اجزاء کا ہمیں علم نہ ہوتا لیکن جب ہم جانتے ہیں کہ وہ اجزا کہاں کہاں اور کس حال میں ہیں؟ اور ان کو جمع کرنے اور ان میں حیات نو داخل کرنے پر قادر بھی ہیں تو پھر دشواری کیا ہے؟ اور اس بات پر تعجب کرنے اور اسے بعید از عقل قرار دینے کا جواز کیا ہے؟ جبکہ خدا علی **کل شئی قدیر** بھی ہے اور **ھو بکل شئی محیط** بھی ہے۔

۴) بل کذبوا بالحق ... الآیۃ

کفار کے استبعاد کا جواب

ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ لوگ پیغمبر اسلامؐ اور ان کے لائے ہوئے دین کو صرف بعید از عقل ہی نہیں کہتے اور صرف اس میں شک یا اس کا انکار ہی نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ سچ کو جھوٹ اور حق کو باطل قرار دے رہے ہیں جس کی وجہ سے ان کا سکون چھن چکا ہے اور وہ بالکل بے قرار ہیں اور بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے ہیں کبھی آپ کو شاعر کہتے ہیں اور کبھی ساحر کبھی مفتری کہتے ہیں اور کبھی مجنوں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے دل قلق و اضطراب میں گرفتار ہیں اور ذہنی الجھن کا اس طرح شکار ہیں کہ کسی پہلو ان کو قرار نہیں ہے۔

۵) افلم ینظروا الی السماء ... الآیۃ

کفار کے استبعاد کا جواب

کفار جو اس بعث بعد الموت کو بعید از عقل و امکان جانتے تھے ان آیتوں میں ان کے اسی استبعاد کو دور کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے اور انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اگر یہ مردے زندہ کرنے کا دعویٰ کسی عاجز ہستی نے کیا ہوتا تو اس انکار کی کوئی وجہ بھی ہوتی مگر جب وہ قادر مطلق ہے کہ اس نے کہیں بلندی پر نیلگوں آسمان کا شامیانہ لگا دیا جس میں آفتاب و ماہتاب کے علاوہ بے شمار سیارے و ستارے جگمگ جگمگ کر رہے ہیں اور کہیں زمین کا وسیع و عریض زمردیں فرش بچھا دیا اور اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں اور اسے ہر قسم کے نباتات سے سجا دیا پھر کہیں آسمان سے بارش برسائی جس سے مردہ زمین کو زندہ و خوشنما کر دیا اور باغات اگائے اور لہلہاتی ہوئی فصلیں پیدا کیں اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت پیدا کیے جن پر تہہ بہ تہہ پھلوں سے لدے ہوئے خوشے پیدا کیے یہ سب کچھ بندوں کی روزی کے لیے کیا گیا ہے حق کی طرف رجوع کرنے والوں کو اس سے نہ صرف قیامت کے وقوع پذیر ہونے کے امکان کا ثبوت ملتا ہے بلکہ خالق کائنات کی ہستی، اس کی قدرت توحید کا ناقابل انکار ثبوت بھی ملتا ہے۔

لمحہ فکریہ:

کائنات کی معنویت اور اس کی تخلیقی حکمت اور اس کا انسانی ضروریات کے عین مطابق ہونا ہر صاحب عقل وخرد کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ اس کا کوئی خالق حکیم ہے اور اسے دنیا میں آخرت بھی نظر آجائے گی کیونکہ آخرت اسی دنیا کا دوسرا روپ ہی تو ہے نیز قرآن اور پیغمبر اسلامؐ کا قیامت کے منکرین سے اس قدر بحث وتکرار کرنا معاد اور اس کی ذلت والم کے جسمانی ہونے کی بڑی دلیل ہے ورنہ اگر قدیم وجدید مسلمان فلاسفہ کا یہ نظریہ درست ہوتا کہ معاد صرف روحانی اور اس کی ذلت والم بھی روحانی ہے تو پھر منکرین کے شدید انکار کی وجہ کیا تھی؟ اور قرآن کے اس اصرار کرنے کا باعث کیا تھا؟ کذالک الخروج بالکل اسی طرح لوگوں کا قبروں سے نکلنا ہوگا۔

واضح رہے کہ اس قسم کی بہت سی آیتیں قبل ازیں گزر چکی ہیں جیسے سورہ رعد آیت ۳، اللہ الذی رفع السماوات بغیر عمد ترونھا... الآیۃ اور سورہ اعراف آیت ۵۸ و ھو الذی یرسل الریاح بشراً بین یدی رحمتہ وغیرہ

۶) کذبت قبلھم قوم نوح... الآیۃ

یہاں خدائے حکیم نے اہل مکہ کے انکار وتکذیب سے پہلے رسولوں کو جھٹلانے والی چند قوموں اور اس تکذیب کے نتیجہ میں ان کے ہلاک وبرباد ہونے کا اجمالی تذکرہ کیا ہے جن کی تفصیلات قبل ازیں مختلف مقامات پر بیان کی جا چکی ہیں۔ غالباً اصحاب الرس کا تذکرہ اس سے پہلے نہیں ہوا یہ ایک قوم تھی جو رس نامی کنویں کے پاس مقیم تھی اور بتوں کی پوجا کرتی تھی خدا نے ان کی طرف حنظلہ بن صفوان نامی نبی بھیجا جس کی انہوں نے تکذیب کی۔ (تفسیر قمی)

اور امامین سے مروی ہے کہ ان کی عورتوں میں مساحقہ کی بدعادت کا رواج تھا۔ (مجمع البیان)

۷) افعیینا بالخلق... الآیۃ

کائنات کی پہلی تخلیق اس کی دوسری تخلیق کی دلیل ہے

اس لیے خالق حکیم منکرین معاد سے سوال کر رہا ہے کہ آیا خدا پہلی تخلیق کے بعد تھک گیا ہے؟ اور اگر نہیں تھکا تو پھر تمہیں اس کی دوسری تخلیق پر اعتراض کیا ہے؟ صاحب تذکیر القرآن لکھتے ہیں کہ

"اگر آدمی سنجیدہ ہو تو آخرت کو ماننے کے لیے اس کے بعد اسے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے مگر یہ لوگ دوبارہ پیدا ہونے کے بارے میں فضول شک وشبہ میں گرفتار ہیں"

آیاتُ القرآن

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ
اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ
الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾
وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾ وَنُفِخَ
فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ
وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ
فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ ؕ اَلْقِيَا
فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ ۙ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿۲۵﴾ ۙ الَّذِيْ
جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ
رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا
لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا
بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ ع

ترجمۃ الآیات

بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم وہ وسوسے جانتے ہیں جو اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم اس کی شہ رگ (حیات) سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں (۱۶) جبکہ دو اخذ کرنے والے (کراماً کاتبین) ایک دائیں جانب بیٹھا ہے اور دوسرا بائیں جانب (اور ہر چیز کو لکھ رہے ہیں) (۱۷) وہ کوئی لفظ بھی نہیں بولتا مگر یہ کہ اسکے پاس نگران تیار موجود ہوتا ہے (۱۸) اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آ پہنچی۔ یہی وہ چیز ہے جس سے تو گریز کرتا رہتا

تھا(۱۹)اور صور پھونکا جائے گا یہی وعید کا دن ہوگا(۲۰)اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ہانکنے والا اور ایک گواہ ہوگا(۲۱)(اے غافل)تو اس دن سے غفلت میں رہا تو(آج)ہم نے تیری آنکھوں سے تیرا پردہ ہٹا دیا سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے(۲۲) اور اس کا(زندگی بھر کا)ساتھی کہے گا کہ جو میرے پاس تھا وہ حاضر ہے(۲۳)تم دونوں جہنم میں جھونک دو ہر بڑے کافر کو جو(حق سے)عناد رکھتا تھا(۲۴)جو نیکی و خیرات سے بڑا روکنے والا،حد سے بڑھنے والا اور شک کرنے والا اور دوسروں کو شک میں ڈالنے والا تھا (۲۵)جس نے اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی خدا بنا رکھا تھا۔پس اس کو سخت عذاب میں جھونک دو(۲۶)اس کا ساتھی(شیطان)کہے گا اے ہمارے پروردگار!میں نے تو اسے سرکش نہیں بنایا تھا مگر وہ خود ہی سخت گمراہی میں تھا(۲۷)ارشاد ہوگا میرے سامنے جھگڑا نہ کرو اور میں نے تو تمہیں پہلے عذاب سے ڈرایا تھا(۲۸)میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی اور نہ ہی میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں(۲۹)

تشریح الالفاظ

(۱)سکرۃ الموت۔ کے معنی موت کی بے ہوشی کے ہیں(۲)تحید۔یہ حاد، یحید سے ہے جس کے معنی گریز کرنے کے ہیں(۳)عتید کے معنی تیار اور حاضر کے ہیں۔(۴)معتدٍ یہ اعتدی سے مشتق ہے جس کے معنی حد سے بڑھنے کے ہیں۔(۵)اطغیتہ اطغی، یطغی، اطغاء سے ماخوذ ہے جس کے معنی سرکش بنانے کے ہیں۔

تفسیر آلایات

۸)ولقد خلقنا الانسان الآیۃ

اللہ کے علم کی وسعت کا بیان

ارشاد قدرت ہے کہ ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم کائنات کی ہر چیز جانتے ہیں یہاں تک کہ انسان کے اندر جو خیالات اور وسوسے پیدا ہوتے ہیں ہم وہ بھی جانتے ہیں اور علمی واحاطی طور پر ہم انسان کی

شہ رگ حیات سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ لا تخفی علی اللہ خافیۃ فی الارض ولا فی السماء۔

۹) اذ یتلقی المتلقیان ... الآیۃ

کراماً کاتبین کا تذکرہ

باوجود کہ خدا ہر ظاہر اور پوشیدہ چیز سے آگاہ ہے مگر پھر بھی اس نے اپنی خصوصی مصلحت کے تحت کراماً کاتبین کا انتظام کر دیا ہے کہ دائیں جانب والا انسان کی تمام نیکیاں اور وہ بھی دس گنا لکھتا ہے اور بائیں جانب والا برائیاں اور وہ بھی ایک کی ایک لکھتا ہے اور وہ بھی بعض اخبار کے مطابق سات گھنٹے کے بعد۔ لہٰذا اگر گنہگار اس اثنا میں توبہ کر لے تو پھر وہ نہیں لکھتا۔ جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے۔ (تفسیر صافی)

قرآن وسنت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں ہر شخص کے ہر قول وفعل کی ریکارڈنگ ہو رہی ہے

اور یہ کام خدا انسانی اعضاء وجوارح سے لے رہا ہے آدمی کا ہر قول ہوائی لہروں کی شکل میں محفوظ ہو رہا ہے اور اس کا ہر عمل حرارتی لہروں کے ذریعہ سے مرتسم ہو رہا ہے ان حالات میں ہر گوش شنوندہ اور دیدہ بینندہ رکھنے والے کے لیے عبرت ونصیحت کا بڑا سامان پوشیدہ ہے بشرطیکہ اس کے اندر سننے اور دیکھنے اور عبرت پذیری کی صلاحیت موجود ہو۔

۱۰) وجائت سکرۃ الموت ... الآیۃ

موت کا منظر

ان آیات میں موت اور اس کے بعد رونما ہونے والے واقعات کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ جو لوگ یہاں دین ومذہب کی ہر قسم کی قید سے آزاد ہو کر بلکہ پدر مادر آزاد پھرتے ہیں اور دنیا کے مال ومنال اور اس کے جاہ جلال کی وجہ سے سرکش بنے ہوئے ہیں مرنے کے بعد ان کا کیا حشر ہوگا؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ منظر کشی اس قدر ہولناک ہے کہ ایک زندہ اور خوشحال آدمی کو مضطرب اور پریشان کرنے کے لیے کافی ہے۔
بہر حال سکرات الموت کا مرحلہ یعنی موت کی بیہوشی کا مرحلہ ہر شخص کو پیش آنے والا ہے جس سے آدمی ہمیشہ کنی کتراتا رہتا ہے اور ان مراحل سے غفلت میں پڑا ہوا ہے مگر اس وقت مرنے والے کو حقائق کا علم الیقین ہو جاتا ہے۔

۱۱) و نفخ فی الصور ... الآیۃ

صور پھونکا جائے گا اس سے قیامت کا نفخ صور مراد ہے۔ و نفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون سو جب صور پھونکا جائے گا تو مردے قبروں سے محشر کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

۱۲) و جائت کل نفس ... الآیۃ

بروز قیامت اس طرح ہر شخص میدان قیامت میں آئے گا کہ اس کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے ایک ہانکنے والا اور دوسرا گواہ۔ اس وقت کہا جائے گا کہ تو اس دن سے غفلت میں تھا مگر آج تو ہم نے تیری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا ہے اس لیے اب تیری آنکھ بڑی تیز ہے اس وقت اس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا کہ جو کچھ تو نے کہا ہے یا کیا ہے وہ میرے پاس حاضر اور تیار ہے۔

۱۳) القیا فی جھنم ... الآیۃ

بظاہر تو خطاب انہی دو فرشتوں کو ہے جن میں سے ایک ہانکنے والا اور دوسرا گواہ ہے کہ تم دونوں

۱۔ ہر بڑے کافر ۲۔ حق سے عناد رکھنے والے

۳۔ نیکی اور خیرات سے روکنے والے ۴۔ حد سے گزرنے والے

۵۔ شبہ میں پڑنے اور دوسروں کو شبہ میں ڈالنے والے

۶۔ اور خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک بنانے والے کو پکڑ کر جہنم میں جھونک دو اس دن اس کا ساتھی شیطان جو گمراہ کرنے والا ہے وہ یہ بھی کہے گا کہ اے میرے پروردگار میں نے تو اسے سرکش نہیں بنایا بلکہ یہ خود ہی بڑی سخت گمراہی میں گرفتار تھا۔

دوسری تفسیر کے مطابق یہ خطاب نبیؐ و علیؑ کو ہے

فریقین کی بعض کتب تفسیر و حدیث میں وارد ہے کہ پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے کہ فرمایا جب قیامت کے دن خدا لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا فرمائے گا تو میں اور علی عرش الٰہی کے دائیں جانب ہوں گے تو خدا ہم سے فرمائے گا کہ تم دونوں ان لوگوں کو جہنم میں جھونک دو۔ (تفسیر صافی و مسند احمد بن حنبل وغیرہ)

اور یہی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس فرمان کا مطلب ہے کہ علی قسیم الجنۃ والنار ہیں کہ علی جنت اور جہنم کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ (صافی) واللہ العالم

۱۴) قال لا تختصموا لدی ... الآیۃ

اللہ کے علم کی وسعت کا بیان

جب جہنمی آپس میں لڑنے جھگڑنے لگیں گے تو ارشادِ قدرت ہوگا آج مقامِ حساب میں تم میرے سامنے جھگڑا نہ کرو۔ میری عذاب والی بات تبدیل نہیں ہوسکتی اور میں نے اپنی آسمانی کتابوں اور رسولوں کے ذریعہ سے تمہیں عذاب سے ڈرایا تھا اور برائی کا انجام بتا دیا تھا اور میں اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

آیات القرآن

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿۳۳﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ

اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۚ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿٤٥﴾

ترجمۃ الآیات

وہ دن یاد کرو جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی ہے اور وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے (۳۰) اور جنت پرہیز گاروں کے قریب کر دی جائے گی اور دور نہیں ہوگی (۳۱) یہ (جنت) وہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا (تم میں سے) ہر اس شخص کے لیے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا (اور حدود الٰہی) کی بڑی حفاظت کرنے والا ہے (۳۲) جو بن دیکھے خدائے رحمن سے ڈرتا ہے اور ایسے دل کے ساتھ آیا ہے جو (خدا کی طرف) رجوع کرنے والا ہے (۳۳) تم اس (جنت) میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ یہ (حیات) ابدی کا دن ہے (۳۴) وہاں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس تو (ان کے لیے) اور بھی زیادہ ہے (۳۵) اور ہم (کفار مکہ) سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو قوت و طاقت میں ان سے زیادہ طاقت ور تھیں وہ (مختلف) شہروں میں گھومتے پھرتے تھے تو ان کو کوئی جائے پناہ ملی؟ (۳۶) اس میں بڑی عبرت و نصیحت ہے اس کے لیے جس کے پاس دل ہو یا حضور قلب سے کان لگائے (۳۷) بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور ہم کو تھکان نے چھوا تک نہیں (۳۸) وہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے اور سورج کے طلوع و غروب سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے (۳۹) اور رات کے کچھ حصے میں اس کی تسبیح کیجیے اور (نمازوں کا) سجدہ کرنے کے بعد بھی (۴۰) اور غور سے سنو اس دن کا حال جب ایک منادی بہت قریب سے ندا دے گا (۴۱) جس دن سب لوگ ایک زوردار آواز کو بالیقین سنیں گے وہی دن (قبروں سے) نکلنے کا ہوگا (۴۲) یقینا ہم ہی جلاتے ہیں ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف سب کی بازگشت ہے (۴۳) اس دن زمین ان پر پھٹ جائے گی اور وہ تیز تیز برآمد ہوں گے یہ حشر (جمع کرنا) ہمارے لیے بالکل آسان ہے (۴۴) جو کچھ لوگ کہتے

ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں پس آپ قرآن کے ذریعہ سے اسے نصیحت کریں جو میری تہدید سے ڈرے (۴۵)

تشریح الالفاظ

(۱) ازلفت یہ زلفی سے ہے جس کے معنی قریب لانے کے ہیں (۲) منیبٍ یہ انابہ بمعنی رجوع سے مشتق ہے۔ (۳) فنقبوا یہ تنقیب سے مشتق ہے جس کے معنی گھسنے کے ہیں۔ (۴) لغوبٍ اس کے معنی تھکان کے ہیں۔ (۵) تشقق الارض کا مفہوم یہ ہے کہ زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائے گی اور وہ قبروں سے نکل پڑیں گے۔

تفسیر الآیات

۱۵) یوم نقول لجھنم ... الآیۃ

اس سوال وجواب کی اصل حقیقت کیا ہے؟

قصہ آدم وابلیس کے واقعہ میں گزر چکا ہے کہ خداوند عالم نے ابلیس سے فرمایا تھا کہ لاملئن جہنم کہ میں تجھ سے اور تیرے جنی وانسی پیروکاروں سے جہنم کو پر کروں گا تو اب حسب الوعدہ سارے جہنمی واصل جہنم ہو چکے ہیں جہنم بھر چکی ہے مگر خدا ایفائے عہد کے تحت پوچھ رہا ہے کہ تو پُر ہوگئی ہے؟ اور جہنم گھبرا کر کہہ رہی ہے بارالہا! کیا کچھ اور مجرم بھی باقی ہیں؟ یعنی اب مجھ میں گنجائش نہیں ہے اب رہی یہ بات کہ آیا یہ سوال و جواب بطور حقیقت ہے یا بطور تمثیل ومجاز؟ دونوں کا امکان ہے اور یقین کے ساتھ کوئی ایک بات نہیں کہی جا سکتی مفسرین کی اپنی اپنی سوچ ہے بعض نے اسے مجاز پر محمول کیا ہے کہ اس سے صرف جہنم کی صورت حال کی تصویر کشی مراد ہے۔ (تفسیر بتیان وغیرہ)

اور اکثر نے اسے حقیقت پر محمول کیا ہے وہ قادر مطلق ہے کہ اپنی ہر مخلوق سے کلام کر سکتا ہے اور وہ اس کی قدرت سے جواب بھی دے سکتی ہے اس سلسلہ میں بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کی جاتی ہے کہ جب خدا اس دن سب شجر وحجر وغیرہ کو جہنم میں ڈال دے گا اور وہ پھر بھی ھل من مزید؟ کی صدا بلند کرتی رہے گی تو آخر کار وہ اپنی ٹانگ اس میں ڈال دے گا اور اب جہنم کہے گی کہ قط قط یعنی بس بس اب میں بھر گئی (العیاذ باللہ) یہ روایت کسی طرح بھی قابل اعتماد نہیں ہے۔

۱۶) وازلفت الجنة للمتقین... الآیة

طریقہ خداوندی کے مطابق متقیوں کے انعام کا بیان

خدائے علیم وحکیم کا یہ حکیمانہ انداز بیان ہے کہ جہاں کفار ومشرکین اور مجرمین کی سزاؤں کا تذکرہ کرتا ہے وہیں پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کی جزاؤں کا تذکرہ بھی کرتا ہے۔ چنانچہ اسی دستور کے مطابق یہاں بھی سابقہ آیتوں میں پہلے گروہ کی سخت ترین سزاؤں اور عذابوں کے تذکرے کے بعد اب دوسرے گروہ کے بے کراں ثوابوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جنت ان کے بالکل قریب لائی گئی ہے تاکہ وہ اس کی نعمتوں کا مشاہدہ کرسکیں اور ان سے قطعاً دور نہیں ہے بس متقی جنت کے لیے ہیں اور جنت ان کے لیے ہے۔ یہ ان کے لیے پیدا کی گئی ہے اور وہ اس کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً فی الارض ولا فساداً والعاقبة اللمتقين۔

۱۷) لکل اواب حفیظ:... الآیة

متقیوں کے چار صفات کا تذکرہ

اس ارشاد قدرت کا مفہوم یہ ہے کہ جنت متقیوں کے لیے ہے اور متقی وہ ہے جس میں چار صفات پائی جائیں۔

۱ وہ اواب ہو یعنی خدا کی طرف بہت رجوع کرنے والا اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ آدمی خواہش نفس اور شیطانی راستہ کو چھوڑ کر اللہ کی خوشنودی کا راستہ اختیار کرے اور ہر قسم کے گناہ سے دامن کو بچائے۔

۲۔ وہ حفیظ ہو یعنی بڑا حفاظت کرنے والا ہو اللہ کے حدود وقیود اور اس کے اوامر ونواہی کا اور اطاعت بجا لانے کا کہ کوئی فرض چھوٹ نہ جائے اور کوئی حق تلف نہ ہو جائے۔

۳۔ جو بن دیکھے خدائے رحمان کی نافرمانی اور عصیاں کاری سے ڈرے اور گناہ نہ کرے لوگوں کے مجمع میں ہو یا تنہائی میں اس کی روش ورفتار اور سیرت وکردار میں فرق نہ آئے جو اس طرح دنیا میں خدا سے ڈرتے ہیں وہی قیامت والے خوف وہراس کے دن کے خوف اور غم سے محفوظ ہوں گے۔

۴۔ وہ جو قلب منیب لے کہ آئے۔ یعنی جاء ربہ بقلب سلیم کہ قلب سلیم کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ یعنی ایسا دل رکھتا ہو کہ جو ہر طرف سے پھر پھرا کر خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے دکھ ہو یا سکھ، تکلیف ہو یا راحت، فقر ہو یا تونگری اور صحت ہو یا بیماری ہر حال میں اسکی توجہ کا مرکز ومحور اور قبلہ حاجات خدا کی ذات ہو۔ وبس

۱۸) و کم اھلکنا قبلھم ... الآیۃ

کفار مکہ کو تہدید

یہ مضمون متعدد آیات میں گزر چکا ہے بالخصوص سورہ روم کی آیت اولم یسیر وا فی الارض فینظروا ... الآیۃ کہ ان کفار قریش سے پہلے دنیا میں بڑی ایسی طاقتور قومیں گزر چکی ہیں جو اپنے ملک سے نکل کر دوسرے ملکوں کو تاخت وتاراج کرتے ہوئے ان میں جا گھسیں مگر جب اپنے کفر وشرک اور گناہ وعصیاں کی وجہ سے خدا کے عذاب کی زد میں آ گئیں تو پھر پورے روئے زمین پر ان کو کوئی جائے پناہ نہ مل سکی۔ ارشاد قدرت ہے کہ ان تاریخی واقعات میں بڑی عبرت اور نصیحت ہے مگر اس کے لیے جس کے اندر سوچنے والا دل ہو یا حضور قلب سے کان لگا کر بات سنے اور ان واقعات کے خاموش پیغام کو سنے۔

۱۹) ولقد خلقنا السماوات والارض ... الآیۃ

یہ مضمون قبل ازیں متعدد مقامات پر مع تفسیر گزر چکا ہے بالخصوص سورہ اعراف کی آیت ۵۴ ان ربکم اللہ الذی خلق السماوات والارض فی ستۃ ایام اور ان چھ دنوں کی بھی وضاحت کی جا چکی ہے کہ ان سے کیا مراد ہے اور یہ جو مذکور ہے ماسنا من لغوب (کہ ہمیں تھکان نے چھوا تک نہیں ہے) اس میں یہود کے اس نظریہ کی تردید کی گئی ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اتوار سے شروع کر کے جمعہ تک چھ دن میں کائنات بنائی اور پھر تھک کر چور چور ہو گیا۔ لہٰذا ساتویں دن یعنی ہفتہ کے دن عرش پر سو کر گزارا اور مکمل آرام کیا۔ (تفسیر مجمع البیان وصافی وغیرہ)

درس عبرت

اس آیت سے اور کئی دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ خدا جو قادر مطلق ہے اور سب طاقتوں کا مالک وخود مختار ہے وہ عموماً بالتدریج کام کرتا ہے اور طویل مدت کے بعد کسی کام کے نتائج کو ظاہر کرتا ہے تو اس میں اس کی مخلوق کے لیے یہ درس عمل پوشیدہ ہے کہ وہ بھی عجلت وجلد بازی سے بچنے کی کوشش کرے اور صبر و برداشت کے ساتھ نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کرے کیونکہ العجلۃ من الشیطان و التانی من الرحمن۔

۲۰) فاصبر علی ما یقولون ... الآیۃ

دعوت حق کا سارا عمل صبر کا عمل ہے

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ ایک داعی حق کا راستہ خار دار راستہ، زخموں اور کلفتوں سے اٹا ہوا راستہ ہے اس راہ کے راہوار کو قدم قدم پر نا ملائم حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نتائج کے سامنے نہ آنے کے باوجود اپنے مقدس مشن کو جاری رکھنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کٹھن منزل میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے جس کا اپنے اللہ پر پختہ یقین ہو، اپنے مشن کی صداقت پر یقین کامل ہو اور اس کے شب و روز اللہ کی عبادت میں بسر ہوں جو سب کچھ کھو کر مگر خدا کو پا کر یہ سمجھے کہ اس نے سب کچھ پا لیا ہے۔

۲۱) وسبح بحمد ربك... الآية

پانچ نمازوں کے اجمالی اوقات کا بیان

اس قسم کی ایک آیت سورہ طٰہٰ آیت ۱۳۵ میں مع تفسیر گزر چکی ہے اور وہاں واضح کیا جا چکا ہے کہ پانچ نمازوں کے اجمالی اوقات تین ہیں۔

۱۔ سورج کے نکلنے سے پہلے، اس سے صبح کی نماز مراد ہے۔

۲۔ غروب سے پہلے، اس سے ظہر و عصر مراد ہے۔

۳۔ اور رات کے کچھ حصے میں، اس سے نماز مغرب و عشاء مراد ہے۔ (تفسیر صافی و جلالین)

اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرنے سے مراد طلوع و غروب آفتاب سے پہلے دس بار یہ تسبیح کرنا ہے اور ادبار السجود سے نماز کے تعقیبات مراد ہیں۔ **لا اله الا الله وحده لا شريك له الملك وله الحمد يحي و يميت و هو على كل شئى قدير** ۔ (مجمع البیان)

۲۲) واستمع يوم يناد المناد... الآية

ان آیات میں قیام قیامت اور اس کے مناظر کی تصویر کشی کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے آنے کی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہے کسی وقت بھی خدا کے حکم سے صور پھونکا جائے گا اور بس قیامت قائم ہو جائے گی اور زمین اوپر سے پھٹ جائے گی اور لوگ قبروں سے نکل کر تیز تیز چلتے ہوئے میدان حشر میں جمع ہوں گے جو غافل لوگ ہیں وہ قیامت کو دور مگر جو مومن ہیں وہ ہر لحظہ اسے اپنے قریب جانتے ہیں بس وہ دن دور نہیں ہے کہ جب اللہ کی جانب سے ایک منادی ہر شخص کے قریب سے ندا دے گا اور لوگ حشر کی زوردار آواز کو بالیقین سنیں

گے یہی قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔

ظاہر ہے کہ مارنے اور جلانے والا پروردگار ہی ہے اور اسی کی طرف بازگشت ہے اور یہ حشر ونشر خلائق خدائے قدیر کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے بلکہ بالکل آسان کام ہے اس کے بعد زمین وآسمان کا نقشہ بدل جائے گا اور سب لوگ ایک ہی میدان میں اکٹھے کیے جائیں گے اور اپنے اپنے ایمان وعمل یا کفر وعصیاں کی جزا و سزا پائیں گے اس مضمون کی آیات سے پورا قرآن چھلک رہا ہے کہ اے رسول! آپ کا کام صرف پیغام حق لوگوں تک پہنچا دینا ہے جبر کر کے منوانا آپ کا کام نہیں ہے بھلا جب قادر مطلق خدا جبر کر کے کسی کو اپنا دین و مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ اختیار ایمان کا مطالبہ کرتا ہے کیونکہ لا اکراہ فی الدین کہ دین میں کوئی جبر نہیں تو پھر آپ کس طرح جبر کر کے لوگوں کو یا ان کے دین و مذہب کو بدل سکتے ہیں؟ ما انت علیھم بجبار۔ جبر کر کے کسی کو مومن بنانا آپ کا کام نہیں ہے بلکہ پیغام حق لوگوں تک پہنچانا ہے جو میری وعید سے ڈرتے ہیں ان کو یاد دہانی کرانا ہے یہ اسلام کی ایک اصولی اور بنیادی تعلیم ہے اس کا جہاد کے وجوب سے پہلے یا اس کے بعد سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا جن لوگوں نے اس حکم کو حکم جہاد سے پہلے سے متعلق قرار دیا ہے ان کی سوچ کا انداز درست نہیں ہے۔

سورہ ق کا ترجمہ وتفسیر بفضلہ تعالیٰ بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوئی

والحمد للہ رب العالمین

۱۲ ستمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعہ تین بجے دن

سورہ ذاریات کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ کا آغاز لفظ الذاریات سے ہوا ہے اسی سے اس سورہ کا یہ نام مقرر ہوا ہے۔

عہد نزول:

اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ سورہ مکی ہے مگر پیغمبر اسلامؐ کے وہاں کے تین ادوار میں سے کس دور میں نازل ہوئی ہے جزم ویقین کے ساتھ تو کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ داخلی شواہد اور خارجی قرائن سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ سورہ اسی دور میں نازل ہوئی جس میں سورہ ق نازل ہوئی ہے یعنی وسطانی دور کے اخیر میں۔ واللہ العالم

سورہ ذاریات کے مطالب ومضامین کی اجمالی فہرست

۱۔ قیامت کے برحق ہونے اور یقینی طور پر آنے کا بالتکرار بیان۔

۲۔ ایمان وکفر اور نیک وبد اعمال کی جزا وسزا کا حلفیہ بیان

۳۔ پرہیزگاروں ونیکوکاروں کے نیک کرداران کے بہترین صلہ وستائش کا بیان۔

۴۔ حضرت خلیل خداؑ کے مختصر حالات اور پیرانہ سالی میں فرزند کی ولادت کی خوشخبری۔

۵۔ چند کافر اور ناشکرگزار قوموں کی بدکرداری اور ان کے برے انجام کا تذکرہ

۶۔ دلائل انفس وآفاق سے توحید پروردگار کا اثبات اور شرک کی رد۔

۷۔ نصیحت اور یاددہانی کا صرف اہل ایمان کو فائدہ ہوتا ہے۔

۸۔ جن وانس کی خلقت کے مقصد کا بیان۔

۹۔ زمین وآسمان کا خالق جس نے ہر چیز کے جوڑے جوڑے پیدا کیے ہیں اس کے لیے قیامت قائم کرنے کے آسان ہونے کا بیان۔

۱۰۔ پیغمبر اسلامؐ کو نا قدرشناسوں اور گستاخوں سے رخ پھیرنے کا حکم۔

۱۱۔ اللہ بے نیاز ہے وہ کسی کا بھی محتاج نہیں ہے۔

۱۲۔ اہل ایمان کی مدح اور کفار کی مذمت وغیرہ وغیرہ۔

سورہ ذاریات کی تلاوت کا ثواب

۱۔ پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ ذاریات کی تلاوت کرے گا اسے دنیا میں ہر چلنے والے حیوان سے دس گنا زیادہ جزا دی جائے گی۔ (مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے فرمایا جو شخص اپنے شب و روز میں سورہ ذاریات پڑھے گا خدا اس کی معیشت کی اصلاح کرے گا اور اسے رزق وسیع عطا کرے گا اور اس کی قبر میں ایک چراغ روشن کرے گا جس سے قیامت تک قبر منور ہو جائے گی۔ (مجمع البیان، ثواب الاعمال)

(سورہ ذاریات مکی ہے اور اس کی ساٹھ آیات ہیں اور تین رکوع ہیں)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ وَالذّٰرِيٰتِ ذَرۡوًا ۙ﴿۱﴾ فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالۡجٰرِيٰتِ يُسۡرًا ۙ﴿۳﴾ فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا ۙ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّيۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡحُبُكِ ۙ﴿۷﴾ اِنَّكُمۡ لَفِىۡ قَوۡلٍ مُّخۡتَلِفٍ ۙ﴿۸﴾ يُّؤۡفَكُ عَنۡهُ مَنۡ اُفِكَ ؕ﴿۹﴾ قُتِلَ الۡخَـرّٰصُوۡنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ غَمۡرَةٍ سَاهُوۡنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَسۡـئَلُوۡنَ اَيَّانَ يَوۡمُ الدِّيۡنِ ؕ﴿۱۲﴾ يَوۡمَ هُمۡ عَلَى النَّارِ يُفۡتَنُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ذُوۡقُوۡا فِتۡنَتَكُمۡ ؕ هٰذَا الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّعُيُوۡنٍ ۙ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيۡنَ مَاۤ اٰتٰهُمۡ رَبُّهُمۡ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِكَ مُحۡسِنِيۡنَ ؕ﴿۱۶﴾ كَانُوۡا قَلِيۡلًا مِّنَ الَّيۡلِ مَا يَهۡجَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالۡاَسۡحَارِ هُمۡ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ وَفِىۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ ﴿۱۹﴾ وَفِى الۡاَرۡضِ اٰيٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِيۡنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ وَفِى السَّمَآءِ رِزۡقُكُمۡ وَمَا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثۡلَ مَاۤ اَنَّكُمۡ تَنۡطِقُوۡنَ ﴿۲۳﴾ هَلۡ اَتٰٮكَ حَدِيۡثُ

ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے قسم ہے ان (ہواؤں) کی جو گرد وغبار اڑاتی ہیں (۱) پھر ان (بادلوں) کی جو پانی کا بوجھ اٹھانے والے ہیں (۲) پھر ان (کشتیوں کی جو دھیمی رفتار سے چلنے والی ہیں (۳) پھر ان (فرشتوں کی) جو (معاملات) کے تقسیم کرنے والے ہیں (۴) بے شک تم سے جو وعدہ کیا گیا ہے وہ سچا ہے (۵) اور بے شک جزا و سزا ضرور واقع ہونے والی ہے (۶) اور قسم ہے راستوں والے آسمان کی (۷) تم مختلف (بے جوڑ) باتوں میں پڑے ہوئے ہو (۸) اس (دین) سے پھرتا وہی ہے جو (حق سے) پھرا ہوا ہے (۹) غارت ہوں اٹکل پچو باتیں بنانے والے (۱۰) جو غفلت کے عالم میں مدہوش ہیں (بھولے پڑے ہیں) (۱۱) وہ پوچھتے ہیں کہ جزا و سزا کا دن کب آئے گا؟ (۱۲) جس دن یہ لوگ آگ میں تپائے جائیں گے (۱۳) (اور) ان سے کہا جائے گا کہ اپنے فتنہ کا مزا چکھو یہی وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی کیا کرتے تھے (۱۴) بے شک پرہیزگار لوگ بہشتوں اور باغوں میں ہوں گے (۱۵) اور ان کا پروردگار جو کچھ انہیں عطا کرے گا وہ لے رہے ہوں گے بے شک وہ اس (دن) سے پہلے ہی (دنیا میں) نیکوکار تھے (۱۶) یہ لوگ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے (۱۷) اور صبح سحر کے وقت مغفرت طلب کیا کرتے تھے (۱۸) اور ان کے مالوں میں سے سوال کرنے والے اور سوال نہ کرنے والے محتاج سب کا حصہ تھا (۱۹)

اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے (ہماری قدرت کی) نشانیاں ہیں (۲۰) اور خود تمہارے وجود کے اندر بھی۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ (۲۱) اور آسمان میں تمہاری روزی بھی ہے اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ وعید کیا جاتا ہے (۲۲) پس قسم ہے آسمان وزمین کے پروردگار کی کہ یہ بات حق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو (۲۳) (اے حبیب!) کیا آپ تک ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی ہے؟ (۲۴) کہ جب وہ آپ کے پاس آئے تو سلام کیا آپ نے بھی (جواب میں) سلام کیا۔ (پھر دل میں کہا) کچھ اجنبی لوگ ہیں (۲۵) پس چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گئے اور (تھوڑی دیر میں) ایک موٹا تازہ (بھنا ہوا) بچھڑا لے آئے (۲۶) جسے مہمانوں کے سامنے پیش کیا (مگر جب انہوں نے ہاتھ نہ بڑھائے تو) کہا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ (۲۷) (مگر جب انہوں نے پھر بھی کچھ نہ کھایا) تو آپ نے ان لوگوں سے اپنے اندر کچھ خوف محسوس کیا ان (مہمانوں نے) کہا ڈریئے نہیں! اور پھر انہیں ایک صاحب علم بیٹے کی ولادت کی خوشخبری دی (۲۸) پس آپ کی بیوی (سارہ) چیختی ہوئی آئی اور اس نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا بوڑھی، بانجھ؟ (بچہ کس طرح ہوگا؟) (۲۹) انہوں نے کہا! تمہارے پروردگار نے ایسا ہی کہا ہے بے شک وہ بڑا علیم وحکیم ہے (۳۰)

تشریح الالفاظ

(۱) **والذاریات**۔ یہ ذری یزری ذریا سے مشتق ہے جس کے معنی غبار اڑانے کے ہیں کہا جاتا ہے **ذری الریح التراب** ہوا نے خاک اڑائی۔ (۲) **وقراً** کے معنی بھاری بوجھ سے بوجھل بادل (۳) **ذات الحبك**۔ **حبك، حبكه** کی جمع ہے جس کے مختلف معنوں میں سے ایک معنی راستہ کے بھی ہیں اور یہی معنی یہاں مراد ہیں (۴) **غمرةٍ**۔ **غمر** کے ایک معنی جہالت کے ہیں اور جب اس کا صلہ علیٰ ہو جیسے **غمر علیہ** تو اس کے معنی بے ہوشی طاری ہونے کے ہوتے ہیں۔ (۵) **فتنة** کے بہت سے معنوں میں سے ایک معنی عذاب کے بھی ہیں اور یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ (۶) **یهجعون** یہ ھجع سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں رات کا سونا (۷) **قوم منکرون** کے معنی ہیں اجنبی لوگ (۸) **فراغ الی اهله**۔ راغ، یروغ کے معنی ہیں چپکے سے چلا جانا (۹) **فی صرة**۔ صرہ کے بہت سے معنی ہیں جیسے چیخ و پکار کرنا، کسی ناخوشگوار خبر سے منہ مچوڑنا وغیرہ (۱۰) **عجوز عقیم** یعنی بوڑھی اور بانجھ اور پھر بچہ کی ولادت؟؟

تفسیر آلایات

۱) والذاریات...الآیۃ

یہاں جن چیزوں کی قسم کھائی جارہی ہے ان سے کیا مراد ہے؟

یہاں واوقسمیہ ہے یعنی خداوند عالم نے یہاں چار چیزوں کی قسم کھا کر ایک حقیقت بیان کی ہے اب اصل حقیقت بیان کرنے سے پہلے یہاں ان چار چیزوں کی وضاحت کردینا ضروری ہے کہ ان سے کیا مراد ہے؟ وہ چار چیزیں یہ ہیں۔

۱۔ذاریات ۲۔حاملات ۳۔جاریات ۴۔مقسمات

بعض مفسرین نے ان چار صفات کا موصوف ہواؤں کو قرار دیا ہے یعنی بارش کے سلسلہ میں گردوغبار اڑانے والی ہوائیں جو بھاری بوجھ اٹھانے والی ہیں یعنی لاکھوں من پانی کے بخارات بادلوں کی صورت میں اٹھاتی ہیں اور پھر ان بادلوں کو لے کر آہستہ آرام سے چلتی ہیں اور انجام کار حکم الٰہی کے مطابق زمین کے مختلف حصوں میں پانی تقسیم کرتی ہیں اور اس نظریہ کے قرآن مجید میں شواہد بھی ملتے ہیں جنہیں تفسیر الکاشف میں گنوایا بھی گیا ہے مگر یہاں حضرت امیر علیہ السلام سے کتب فریقین میں ایک روایت منقول ہے جس میں اس طرح وضاحت کی گئی ہے کہ ذاریات سے مراد چیزیں اڑانے والی ہوائیں، حاملات سے مراد وہ بادل ہیں جو بخارات کی شکل میں پانی وافر مقدار میں ٹھاتے ہیں، جاریات سے مراد وہ کشتیاں ہیں جو ہزاروں اور لاکھوں من وزنی ساز وسامان اٹھا کر منزل مقصود کی طرف خراماں خراماں چل رہی ہیں اور بڑھ رہی ہیں اور مقسمات امراً سے وہ فرشتے مراد ہیں جو حکم خدا کے مطابق روزی اور دوسری نعمتیں تقسیم کرتے ہیں (اور بالفاظ دیگر وہ بمنزلہ آلات واسباب خداوندی ہیں کہ خدا جو کچھ کرتا ہے وہ ان کے ساتھ کرتا ہے) جیسے کاتب قلم سے لکھتا ہے اور ذابح چھری سے ذبح کرتا ہے بالکل اسی طرح خدا جو کام کرتا ہے وہ فرشتوں سے کرتا ہے۔ (تفسیر قمی، احتجاج طبرسی، تفسیر ضیاء القرآن وغیرہ)

بلکہ مولانا مودودی نے تفہیم القرآن میں بروایت جناب عمر حضرت رسول خداؐ سے یہی تفسیر نقل کی ہے۔ لہٰذا اس کے بعد اس قول کو مستند ومعتبر تسلیم کیے جانے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہے فرمایا: لا یجوز لا حد ان یقسم الا باللّٰہ تعالیٰ واللّٰہ سبحانہ یقسم بماشاء من خلقہ۔ کسی بھی مخلوق کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائے مگر اللہ کے لیے جائز ہے کہ اپنی جس مخلوق کی چاہے قسم

کھائے۔(مجمع البیان، کذا فی الکافی)

۲) انما توعدون... الآیۃ

ان قسموں کے کھانے کا مقصد کیا ہے؟

جواب قسم یا مقسم علیہ دو چیزیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ قرآن واسلام نے تم لوگوں سے جنت وجہنم کے جو وعدے وعید کیے ہیں وہ بالکل سچ ہیں ظاہر ہے کہ توعدون کی لفظ وعدہ اور وعید دونوں کو شامل ہے دوسری یہ کہ مرنے کے بعد جزاوسزا یقیناواقع ہونے والی ہے اور کائنات کی تخلیق اوراس کی بے نظیر تقدیر وتدبیر اس بات کی نا قابل رد دلیل ہے کہ اس کی تخلیق عبث نہیں ہے بلکہ اس کا کوئی عظیم مقصد ہے اور وہ ہے انسان کا مفاد یعنی اسے فائدہ پہچانا اور انسان کی خلقت کا مقصد ہے اپنے خالق و مالک کی عبادت بجالانا پس انسان سے ضرور باز پرس کی جائے گی پس جو اپنے مقصد خلقت کی تکمیل کے لیے کام کرے گا وہ جزائے خیر کا مستحق قرار پائے گا اور جو اپنے مقصد حیات سے انحراف کرے گا وہ سزا کا مستوجب قرار پائے گا۔

۳) والسماءِ ذاتِ الحبك... الآیۃ

جیسا کہ تشریح الالفاظ میں لکھا جا چکا ہے کہ حبک حبکہ کی جمع ہے جس کے متعدد معنوں میں سے ایک معنی راستہ کے بھی ہیں بناء بریں حبک سے آسمانی راستے مراد ہوں گے جو فرشتوں کے چلنے پھرنے کے لیے خدا نے مقرر کیے ہیں جو آسمان میں مختلف سمتوں کی طرف بے شمار راستے معلوم ہوتے ہیں اور بعض فضلاء نے حبک کے معنی کہکشاں کے بھی کیے ہیں بناء بریں، والسماء ذات الحبك کا ترجمہ ہوگا کہ قسم ہے کہکشاں والے آسمان کی ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق ہم نے تمہارے اوپر سات راستے پیدا کیے ہیں (المومن: ۱۷) بعض کتب تفسیر میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے ایک طویل حدیث میں سات آسمانوں اور سات زمینوں کی خلقت کی ترتیب وتخلیق کی تفصیل مذکور ہے کہ ہماری زمین سب سے نچلی ہے اور اس پر آسمان دنیا ہے جو پہلا آسمان ہے اور دوسرے آسمان والوں کے لیے دوسری زمین وھکذا۔ بناء بریں سات آسمان اور چھ زمینیں ہمارے اوپر ہیں ان کے اوپر عرش الٰہی ہے اور ہمارے نیچے صرف ایک زمین ہے۔ (تفسیر قمی وغیرہ)

واللہ العالم بحقائق الاشیاء۔

۴) انکم لفی قول... الآیۃ

یہ جواب قسم ہے کہ تم مختلف بے جوڑ باتوں میں پڑے ہوئے ہو ایک کی بات دوسرے سے نہیں ملتی ہر

چیز میں اختلاف دنیا کے قدیم وحادث ہونے میں اختلاف کہ کوئی قدیم کہتا ہے اور کوئی حادث قیامت کے واقع ہونے میں اختلاف کہ کوئی ممکن الوقوع کہتا ہے اور کوئی ناممکن۔ پھر کوئی معاد کو جسمانی کہتا ہے اور کوئی روحانی۔ پیغمبر اسلامؐ اور آپ کی لائی ہوئی کتاب میں اختلاف کہ کوئی انہیں برحق مانتا ہے اور کوئی انکار کرتا ہے۔ پھر منکرین میں کوئی آپ کو شاعر کہتا ہے اور قرآن کو شاعرانہ کلام اور کوئی آپ کو ساحر قرار دیتا ہے اور قرآن سحر وساحری کی کتاب اور کوئی آپ کو مفتری ٹھہراتا ہے اور قرآن کو اساطیر الاولین وغیرہ وغیرہ۔

یہ اختلافات اس بات کی دلیل ہیں کہ جب آدمی آسمانی وحی وہدایت سے بے نیاز ہو کر سوچتا ہے اور کوئی رائے قائم کرتا ہے تو ضرور ٹھوکر کھاتا ہے کیونکہ اس کے پاس اصل حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔

بہر حال یہ سب اختلاف اس لیے ہے کہ اگر کوئی شخص حق سے متاثر ہو کر راہ راست پر آنا چاہے تو اسے بھی روکا جائے اور حق سے منحرف کرنے کی کوشش کی جائے ارشاد قدرت ہے کہ دین اور حق سے وہی منحرف ہوتا ہے جو دین حق سے پھرا ہوا ہے اور خواہش نفس اور جہالت نے اسے پھیرا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے **ولا یعمی عن ذالك الا الاعمی** اس سے اندھا وہی ہوتا ہے جو اندھا ہے۔

۵) قتل الخراصون... الآیة

قتل سے یہاں اس کے لغوی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ اس کے مجازی یعنی بددعا مراد ہے کہ ہلاکت ہو ان کے لیے وہ غارت ہوں یا ان پر لعنت ہو جو علم ویقین کے ساتھ کوئی بات کرنے کی بجائے محض خیالی پلاؤ پکاتے ہیں اور اٹکل پچو باتیں بناتے ہیں جو انتہائی جہالت وغفلت میں مبتلا ہیں اور مدہوش پڑے ہیں اور پھر اسی عالم مدہوشی میں یا بطور تمسخر پوچھتے ہیں کہ آخر جزا وسزا کا دن کب ہوگا؟ اگر ان کا سوال حقیقت جوئی کے لیے ہوتا تو پھر جواب کا انداز اور ہوتا مگر جس انداز میں انہوں نے سوال کیا تھا اسی انداز میں جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ اسی دن ہوگا جس دن وہ آگ میں تپائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ آج اپنے عذاب کا مزہ چکھو یہ وہ عذاب ہے جس کے لیے تم جلدی کرتے تھے۔

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ کسی بات کو سمجھنے کے لیے اہم شرط سنجیدگی ہے لہٰذا جو لوگ کسی بات میں سنجیدہ ہی نہ ہوں پھر دلائل وقرآئن ان کے لیے کچھ بھی مفید نہیں ہوتے اور نہ ہی ایسے لوگوں سے کوئی بات منوانا ممکن ہے سنجیدگی کی

صفت آدمی کو غور کرنے اور حق بات کو سمجھ کر ماننے پر آمادہ کرتی ہے اور آدمی کو محتاط بنا دیتی ہے اور خدا کی عبادت پر آمادہ کرتی ہے۔

٦) ان المتقین ... الآیة

متقیوں کے نیک انجام کا مختصر بیان

اعداء اللہ کے ناپسندیدہ تذکرہ کے بعد اولیاء اللہ کا مقدس تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ

۱۔ وہ بہشتوں اور ۲۔ چشموں میں ہوں گے

۳۔ خدائے کریم انہیں جو کچھ عطا فرمائے گا وہ خوشی خوشی اسے وصول کر رہے ہوں گے وہ اس انعام واکرام کے اس لیے مستحق قرار پائے کہ وہ اس سے پہلے یعنی دار دنیا میں محسن و نیکوکار تھے۔

۷) انھم کانوا قبل ذلك محسنین ... الآیة

محسنین اور نیکوکاروں کے چند اوصاف جلیلہ کا تذکرہ

اس مقدس گروہ کی ایک اچھی فضیلت یہ تھی کہ وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے اور اس کا اکثر و بیشتر حصہ خدا کے ذکر واذکار، توبہ واستغفار اور عبادت یعنی قیام وقعود اور رکوع وسجود میں بسر کرتے تھے ان کی راتیں شاہد و شراب اور لہو ولعب اور فسق وفجور میں بسر نہیں ہوتیں تھیں بلکہ اپنے پروردگار کے ذکر واذکار میں بسر ہوتی تھیں۔

مولائے متقیان نے ایک خطبہ میں ان لوگوں کی رات کے سمے میں عبادت کی جو تصویر کشی کی ہے وہ قابل دید ہے مگر ہم اختصار کے پیش نظر یہاں پیش نہیں کر سکتے اصل مقام پر ہی دیکھی جائے فرماتے ہیں۔ اما اللیل فصافون اقدامھم تالین لا جزاء القرآن الخ...

اور دوسری صفت یہ ہے کہ جب رات کا آخری پہر یعنی صبح سحری کا وقت ہو جاتا تھا تو وہ وقت ان لوگوں کی خصوصی دعا و پکار اور توبہ واستغفار کا وقت ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ قرآن میں توبہ واستغفار کرنے کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے اور ہم نے بھی اپنی عبادات والی کتاب زاد العباد لیوم المعاد میں اس کا ایک شمہ درج کیا ہے تفصیل کے خواہش مند ادھر رجوع فرمائیں بہرحال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ:

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

اس سلسلہ میں بلبل شیراز کی نوا سنجی بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہتے ہیں:

ہر گنج سعادت کہ خدا داد بحافظ
ازیمن دعائے شب وورد سحری بود

۳۔ اس مقدس گروہ کی تیسری اورآخری صفت یہ تھی کہ ان کے اموال میں سائل ومحروم ہرقسم کے مستحق کا حصہ ہوتا تھاجوان کے پاس آکےسوال کرتا وہ خالی ہاتھ واپس نہ جاتااور جوغیورمحتاج تو ہوتا مگرفقر غیور کی وجہ سےسوال نہ کرتا تھاتو یہ خوداس کے پاس جاکراس کی خدمت کرتے تھے کیونکہ یہ لوگ اپنے مال کواپنی محنت کاثمرنہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ اسےعطیہ الٰہی سمجھتے تھے اسی لیے وہ اس میں اپنےحق کے ساتھ ساتھ الخلق عیال اللہ کا بھی حق سمجھتے تھے۔

۸)وفی الارض آیات...الآیۃ

آفاق وانفس کی وہ نشانیاں جوقیامت کے نہ صرف جواز بلکہ اس کے لزوم پردلالت کرتی ہیں

خداوندعلیم وحکیم یہاں آفاق وانفس میں پھیلی ہوئی اپنی قدرت کاملہ اورحکمت بالغہ کی بعض نشانیوں کا تذکرہ کرکے نہ صرف قیامت کا جواز بلکہ اس کالازم ہونا ثابت کرنا چاہتاہے کہ اس بےکراں زمین میں خوداس کےوجوداوراس کی ساخت کی کیفیت سےقطع نظرکرتے ہوئے دیکھوکہ اس کے اندرمعدنیات اوراوپرکہیں گونا گوں قسم کی نباتات،کہیں ہزاروں انواع واقسام کےحیوانات اور پھران سب کی خوراک کاانتظام اور بقاء کا اہتمام پھرشب وروز کی آمدورفت اورموسمی تغیرات وغیرہ وغیرہ۔کیا یہ چیزیں مل کراس بات کی نشاندہی نہیں کرتیں کہ یہ سب کچھ کسی صانع حکیم کی حکیمانہ صنعت گری کاکرشمہ ہےاورخاص طورپرتخلیق قدرت کے شاہکار انسان کےاندرونی حالات وکوائف پرنگاہ ڈالواوراپنے ہی جسم اوراس کےاندرونی وبیرونی اعضاءوجوارح پر اوران کی ساخت وترتیب پراوراپنی ذہنی اورعقلی صلاحیتوں پرغورکروتوتمہیں یقین کامل ہوجائے گا کہ یہ تمام صورت گری اورصنعت سازی کسی علیم وحکیم صناع ازل کی قدرت وحکمت کی مرہون منت ہےاورجب یہ سب کچھ درست ہےتوکیا یہ عمل تخلیق بیکارہےانسان کا وجودبےکارہےاوراس کا کوئی مقصدنہیں ہےاورکوئی جزاوسزا نہیں ہے؟ ایساہرگزنہیں ہوسکتا۔لہٰذاعقلاً وشرعاًایک ایسے جزاوسزاکےدن اورحساب وکتاب کےدن کاہونا ضروری ہےجس میں سب مردوں کوزندہ کرکےمحشورفرمائے اورنیکوں کو جزااور بروں کوسزادے تاکہ تخلیق کائنات کےمقصدکی تکمیل ہوسکے۔وھو المطلوب۔

۹) وفی السماء رزقکم ... الآیة

روزی کے آسمان میں موجود ہونے سے بالاتفاق مراد یہ ہے کہ روزی کے اسباب کہ جن میں سورج و چاند وغیرہ کے علاوہ بڑا اسبب بارش اور اس کا پانی ہے وہ سب عالم بالا میں ہیں اور جہاں تک ماتوعدون کے مفہوم کا تعلق ہے تو یہ وعدہ سے بھی ہوسکتا ہے۔ کہ جن اچھی چیزوں کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے جیسے جنت اور اس کی نعمتیں وہ بھی آسمان میں ہیں اور اگر اسے وعید سے لیا جائے تو پھر مطلب یہ ہوتا کہ جن برے نتائج اعمال سے تمہیں ڈرایا جاتا ہے وہ عذاب وعقاب بھی سب آسمان میں ہی ہیں اور یہ حقیقت اسی طرح حق و سچ ہے کہ جس طرح تمہارا نطق کرنا یعنی بات چیت کرنا کہ تمہیں ہرگز اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بات چیت کرتے ہو بالکل اسی طرح یہ حقیقت بھی برحق ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے قسم ہے آسمان وزمین کے پروردگار کی!

۱۰) ھل اتاك حدیث ضیف ابراھیم ... الآیة

حضرت ابراہیمؑ اور ان کے معزز مہمانوں کا تذکرہ

چند آسمانی فرشتوں کا انسانی لباس میں ملبوس ہوکر مہمانوں کی شکل میں جناب خلیلؑ خدا کی خدمت میں حاضر ہونا اور اس مہمان نواز پیغمبر کا فوراً گھر جانا اور تھوڑی دیر بعد ایک موٹا تازہ بچھڑا بھنوانا اور تواضع کی خاطر مہمانوں کے سامنے پیش کرنا مگر ان کے ہاتھوں کا ادھر نہ بڑھنا اور آپ کا انہیں کھانے کے لیے مزید کہنا مگر ان کا نہ کھانا۔ جناب خلیل کا اندر ہی اندر قدرے خوف محسوس کرنا کہ ان کا کھانا نہ کھانا کوئی اچھی علامت نہیں ہے اب ان کا کھل کر بتانا کہ ہم فرشتے ہیں انسان نہیں ہیں اس لیے نہیں کھاتے معلوم ہوتا ہے کہ صرف لباس بدلنے سے حقیقت نہیں بدلا کرتی۔

الغرض پھر ان کا آپ کو ایک صاحب علم بیٹے جناب اسحاقؑ کی پیدائش کی خوشخبری دینا اور جناب سارہ کا پریشان ہونا کہ جناب خلیل کی عمر ایک سو اور جناب سارہ کی نوے برس تھی اور فرشتوں کا تسلی دینا کہ خدائے قدیر اپنی قدرت کاملہ سے ایسا کرے گا اور بعد ازاں اپنی آمد کا مقصد قوم لوط پر عذاب نازل کرنا وغیرہ وغیرہ یہ قصہ اپنی قریباً انہی تفصیلات کے ساتھ قبل ازیں سورہ ہود آیت ۶۹ تا ۷۳، سورہ حجر ۵۱ تا ۵۶ وغیرہ میں مع تشریح گزر چکا ہے اور کچھ تفصیلات ذیل میں پارہ ۲۷ میں سورہ ذاریات کی باقی ماندہ آیات کی تفسیر میں بیان کی جائیں گی۔ انشاءاللہ

آج بتاریخ ۱۴ ستمبر ۲۰۰۳ء بروز اتوار بوقت سواتین بجے دن
پارہ نمبر ۲۶ کا ترجمہ اور اس کی تفسیر بخیر وخوبی ختم ہوئی۔ والحمدللہ رب العالمین

آیات القرآن

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ
مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ
لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا
فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ
الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ
مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ
فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ
الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِيْ
ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ
فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا
كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا
فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمۃ الآیات

آپ (ابراہیمؑ) نے کہا اے فرستادو آخر تمہاری مہم کیا ہے؟ (۳۱) انہوں نے کہا کہ ہم ایک
مجرم قوم (قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے ہیں (۳۲) تاکہ ہم ان پر ایسے سنگ گل (سخت مٹی
کے پتھر) برسائیں (۳۳) جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نشان زدہ ہیں حد سے
بڑھنے والوں کے لیے (۳۴) سو وہاں جتنے اہل ایمان تھے ہم نے ان کو نکال لیا (۳۵)
اور ہم نے ایک گھر کے سوا اور مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا (۳۶) اور ہم نے اس (واقعہ)

میں ایک نشانی چھوڑ دی ہے ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں (۳۷) اور جناب موسیٰ کے قصہ میں بھی (ایک نشانی ہے) جبکہ ہم نے ان کو فرعون کے پاس ایک واضح سند کے ساتھ بھیجا (۳۸) تو اس نے اپنی طاقت کے برتے پر روگردانی کی اور کہا کہ (یہ شخص) جادوگر ہے یا دیوانہ؟ (۳۹) انجام کار ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑا اور سب کو سمندر میں پھینک دیا درآنحالیکہ وہ قابل ملامت تھا (۴۰) اور قبیلہ عاد (کی داستان) میں بھی (نشانی موجود ہے) جبکہ ہم نے ان پر ایک ایسی بے برکت ہوا بھیجی (۴۱) جو جس چیز سے بھی گزرتی تھی اسے ریزہ ریزہ کر دیتی تھی (۴۲) اور قبیلہ ثمود کی سرگزشت میں بھی (ایک نشانی ہے) جبکہ ان سے کہا گیا کہ تم ایک خاص وقت تک (دنیا کی نعمتوں) سے فائدہ اٹھالو (۴۳) تو انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی تو ان کو ایک کڑک نے پکڑ لیا درآنحالیکہ وہ دیکھ رہے تھے (۴۴) (اس کے بعد) وہ نہ تو کھڑے ہی ہو سکے اور نہ ہی اپنی کوئی مدافعت کر سکے (۴۵) اور قوم نوحؑ کا بھی اس سے پہلے (یہی حال ہوا) ہم نے اسے ہلاک کر دیا کیونکہ وہ بڑے نافرمان لوگ تھے (۴۶)

تشریح الالفاظ

(۱) **خطبکم**۔ خطب کے معنی ہیں مہم اور معاملہ (۲) **مسومة**۔ یہ **سوم یسوم تسویم** سے مشتق ہے جس کے معنی نشان زدہ کرنے کے ہیں (۳) **برکنه**۔ رکن کے معنی ستون اور طاقت کے ہیں (۴) **العقیم** اس کے معنی بانجھ اور بے برکت کے ہیں۔ (۵) **کالرمیم**۔ رمیم کے معنی ہیں ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے۔

تفسیر الآیات

(۱) قال فما خطبکم ... الآیة

اے فرستادو! تمہاری اصل مہم کیا ہے؟

جناب خلیل خدا کے معزز مہمانوں کا یہ قصہ جو اس سورہ کی آیت ۲۴ سے چل رہا ہے جب اس کی

سابقہ، موجودہ اور لاحقہ کڑیوں کو سامنے رکھا جائے تو نتیجہ اس طرح برآمد ہوتا ہے کہ جب جناب ابراہیمؑ کو یہ حقیقت معلوم ہوگئی کہ آنے والے فرشتے ہیں اور انہیں صاحب علم بیٹے کے تولد کی خوشخبری تو اثنائے رہ ضمنا دی ہے تو انہوں نے سوچا کہ فرشتے اجتماعی صورت کسی عظیم مقصد کے بغیر تو زمین پر نہیں آتے۔ لہٰذا چاہا کہ ان کی آمد کا مقصد معلوم کریں تو پوچھا اے فرستادو! تمہاری اصل مہم کیا ہے جس کی خاطر تم یہاں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم ایک مجرم قوم یعنی قوم لوط پر سنگ گل برسا کر انہیں ہلاک کرنے کے لیے آئے ہیں الی اخر القصہ۔ بعدازاں وہ فرشتے کس طرح جناب لوطؑ کے پاس گئے اور وہاں ان کے ساتھ کیا بیتی اور انجام کار قوم لوط کو کس طرح ہلاک و برباد کیا؟ اس قصہ کی تمام تفصیلات قبل ازیں سورہ اعراف آیت ۸۰ تا ۸۴، سورہ ہود آیت ۷۷ تا ۸۳ وغیرہ میں گزر چکی ہیں۔

۱۲) وترکنا فیھا ...الآیۃ

ارشاد قدرت ہے کہ ہم نے قوم لوط کی بستیوں کی ہلاکت و بربادی کے بعد وہاں ان لوگوں کے لیے ایک بڑی نشانی چھوڑ دی ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں اس نشانی سے اس عذاب کے نشانات و اثرات مراد ہیں جو بعد میں آنے اور دیکھنے والوں کے لیے سامان نصیحت اور نشان عبرت بنتے ہیں بشرطیکہ وہ عبرت حاصل کرنے کا مزاج رکھتے ہوں۔

۱۳) وفی موسیٰ اذ ارسلناہ... الآیۃ

خداوند عالم نے جناب موسیٰ کو نو قسم کے معجزات جیسے عصا اور ید بیضا وغیرہ دے کر فرعون کے پاس بھیجا۔ مگر فرعون نے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں ان معجزات کو جادو اور جناب موسیٰ جیسے فرزانہ کو دیوانہ کہا کیوں؟ محض اس لیے کہ موسیٰ نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ تو خدا نہیں ہے اور مزید برآں اسے اس غرور و سرکشی کے برے انجام سے بھی ڈرایا تھا تو جو نڈر بندہ خدا فرعون سے نہ ڈرے بلکہ خدا سے ڈرے تو وہ فرعون کی نگاہ کج بین میں دیوانہ نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ طاقت ور خرد کو جنوں اور جنوں کو خرد کہا ہی کرتے ہیں۔ ع

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد

خلاصہ کلام یہ کہ فرعون اور فرعونیوں نے جناب موسیٰ و ہارونؑ اور ان کی قوم کے ساتھ کیا سلوک کیا اور انجام کار خدائے جبار نے کس طرح اسے اور اس کے لاؤلشکر کو غرق رود نیل کیا۔ **و ھو ملیم**۔ درآنحالیکہ وہ لعنت و ملامت کے سزاوار کام کیا کرتا تھا۔ یہ داستان قبل ازیں متعدد مقامات پر بیان کی جا چکی ہے۔ فراجع

بہرحال ان واقعات میں بھی ایک بڑی نشانی ہے۔

۱۴) وفی عاد... الآیۃ

یہ جناب ہود کی بد بخت قوم ہے ان کے حالات میں بھی عبرت کی نشانی ہے جسے اس کے جرائم کی پاداش میں ایک ایسی بے برکت ہوا کے ذریعہ سے ہلاک کیا گیا جو بالکل بانجھ تھی۔ جس طرح بانجھ عورت بچہ نہیں جنتی یہ ہوا بھی بانجھ تھی کہ نہ بادلوں کو اڑا کر لائی، نہ درختوں کو بارآور کیا اور نہ اس میں راحت الٰہی کا کوئی نام ونشان تھا وہ ہوا خدا نے اس قوم پر مسلط کی اور قوم کو سوکھی ہوئی گھاس کے چورے کی طرح بنادیا۔ اس قوم کی داستان قبل ازیں سورہ اعراف آیت ۶۵ یا ۷۲، سورہ ہود آیت ۵۰ تا ۶۰ وغیرہ میں گزر چکی ہے۔

۱۵) وفی ثمود... الآیۃ

یہ جناب صالحؑ کی نالائق قوم ہے جس کے واقعات میں بھی عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے ایک نشانی ہے جسے انجام کار جناب صالحؑ نے تین دن کی مہلت دی تھی۔ تمتعوا فی دارکم ثلاثۃ ایام ذالک وعد غیر مکذوب۔ اس کے بعد ان کو آسمانی کڑک نے آ پکڑا اور انہیں تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ اس قصہ کی تفصیلات قبل ازیں متعدد مقامات پر گزر چکی ہیں جیسے سورہ اعراف آیت ۷۳ تا ۷۹، سورہ ہود آیت ۶۱ تا ۶۸ وغیرہ۔

۱۶) وقوم نوح... الآیۃ

اس سے پہلے ایک فعل محذوف ہے جس کی وجہ سے یہ منصوب ہے یعنی واھلکنا قوم نوح کہ ہم نے قوم نوح کو ہلاک کیا۔ قوم نوحؑ کیا تھی؟ کیا کرتی تھی جناب نوحؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کن کن جرائم کا ارتکاب کیا؟ اور انجام کار ان کی پاداش میں غرق وتباہ ہوئی اس کی تفصیلات قبل ازیں متعدد آیات ومقامات پر مذکور ہیں جیسے سورہ اعراف آیت ۵۹ تا ۶۴، سورہ ہود آیت ۲۵ تا ۴۹ وغیرہ وغیرہ۔ تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ان مقامات کی طرف رجوع فرمائیں۔

درس عبرت:

ان انبیاء اور ان قوموں کی سرگذشتوں سے جو بات روز روشن کی طرح واضح وآشکار ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حق کے مقابلہ میں سرکشی کرنے والے لوگ کبھی خدا کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔ فرعون وفرعونی ہوں یا قوم عاد وثمود وغیرہ سب اسی وجہ سے برباد ہوئے ان لوگوں کو خدا کی کائنات سے اس تھوڑے سے تمتع اور بہرہ مندی کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا جو امتحان کی حکمت کے تحت بالکل محدود وقت کے لیے انہیں حاصل ہوتا ہے۔ واذا اراد اللہ بقوم سوء فلا مرد لہ وما لھم من دونہ من وال۔ ذالك تقدیر العزیز العلیم۔

آیات القرآن

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۚ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۚ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَاۤ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۗ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِیْ يُوْعَدُوْنَ ۠﴿۶۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے آسمان کو (اپنی) قدرت سے بنایا اور بے شک ہم زیادہ وسعت دینے والے ہیں (۴۷) اور ہم نے زمین کا فرش بچھایا تو ہم کتنے اچھے فرش بچھانے والے ہیں (۴۸) اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے (ہر چیز کو دو دو قسم کا بنایا) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو (۴۹) بس تم اللہ کی طرف دوڑو۔ میں تمہیں اس سے کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں (۵۰) اور اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا نہ بناؤ۔ بے شک میں تمہیں اس (کے قہر) سے کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں (۵۱) اسی طرح وہ لوگ جو ان سے پہلے گزرے ہیں (ان کے پاس) کوئی ایسا رسول نہیں آیا

جسے انہوں نے جادوگر یا دیوانہ نہ کہا ہو(۵۲) اور کیا یہ ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت کرتے آرہے ہیں؟ (نہیں) بلکہ یہ لوگ سرکش ہیں (۵۳) سو آپ ان سے منہ پھیر لیجیے آپ پر کوئی الزام نہیں ہے(۵۴) اور انہیں سمجھاتے رہیے کہ یہ یاددہانی ایمان والوں کو فائدہ پہنچاتی ہے(۵۵) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں(۵۶) میں ان سے روزی نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں(۵۷) بے شک اللہ بڑا روزی دینے والا ہے قوت والا (اور) بڑا مضبوط ہے(۵۸) جو لوگ ظالم ہیں ان کے لیے (عذاب کا) وہی حصہ ہے جیسا ان جیسوں کا تھا۔ پس وہ جلدی نہ کریں(۵۹) انجام کار تباہی ہے کافروں کے لیے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ وعید کیا جارہا ہے(۶۰)

تشریح الالفاظ

(۱) بایید۔ ید اور اید کے کئی معنی ہیں جیسے ہاتھ، قوت طاقت اور نعمت وغیرہ (۲) طاغون یہ طغاوت سے مشتق ہے جس کے معنی سرکشی کرنے کے ہیں (۳) و ذکر تذکیر کے معنی نصیحت کرنے اور یاد دہانی کرانے کے ہیں۔(۴) ذنوباً اس ذنوب کے معنی جبکہ اسکی ذال پر زبر ہو ڈول کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۷) والسماء بنینٰھا ...الآیۃ

ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا

اید کی لفظ لغت میں دو معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔

۱۔ قوت جیسے و اذکر عبدنا داؤد ذالاید۔ ہمارے بندے داؤد کا ذکر کرو جو قوت والے تھے۔
والسماء بنینا ھا باید کہ ہم نے آسمانوں کو اپنی قوت سے بنایا۔

۲۔ نعت جیسے ما منعك ان تسجد لما خلقت بیدی تجھے کس چیز نے اس (آدمؑ) کا سجدہ کرنے سے روکا ہے جسے میں نے اپنی قدرت و نعمت سے پیدا کیا۔ بہرحال یہاں پہلے معنی ہی انسب معلوم ہوتے ہیں۔

۱۸)وانالموسعون...الآیۃ

اس فقرہ کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

اس فقرہ کا صحیح مفہوم متعین کرنے میں مترجمین ومفسرین میں فی الجملہ اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ

۱۔ بعض نے اسے اس جدید نظریہ کی طرف اشارہ قرار دیا ہے کہ چونکہ کائنات مسلسل اپنے چاروں طرف سے پھیل رہی ہے جبکہ ابتدا میں سکڑی ہوئی تھی تو کسی بیرونی طاقت کی مداخلت سے اب پھیل رہی ہے۔لہٰذا یہ مفہوم ہے اس فقرہ کا کہ ہم کشادہ کرنے والے ہیں۔

۲۔ بعض نے اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ ہماری قدرت یہی آسمان پیدا کرنے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اگر چاہیں تو اس سے بھی زیادہ عظیم مخلوق پیدا کر سکتے ہیں۔

۳۔ اور بعض نے اس سے وسعت رزق مراد لی ہے کہ ہم رزق کے کشادہ کرنے والے ہیں۔واللہ العالم

بہر حال ایسے قادر مطلق کے لیے قیامت کا قائم کرنا اور مردوں کو زندہ کر کے میدان حشر میں لانا ہرگز کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

۱۹)ومن کل شيءٍ خلقنا...الآیۃ

ہر چیز کا جوڑا جوڑا پیدا ہونا

یہ بات جدید تحقیقات سے ثابت ہو چکی ہے کہ ہر ہر چیز میں مثلاً نباتات میں نر و مادہ انسانوں میں مرد و زن اور مادہ میں مثبت و منفی،نور کے بالمقابل ظلمت،خشکی کے مقابلے میں تری،سختی کے مقابل میں نرمی اور سرد کے مقابلے میں گرم وغیرہ قرار دیئے ہیں اور پھر اس نے یہاں بعض چیزوں کی کمی کو اس کے جوڑے کے ذریعہ سے مکمل کرلیا ہے یہ بھی ایک قرینہ اور شاہد ہے کہ قیامت کا جواز ثابت کرتا ہے کہ وہ اس دنیا کا جوڑا ہے جس سے مل کر ہماری یہ دنیا مکمل ہوتی ہے۔

۲۰)ففروا الی اللہ...الآیۃ

بعض الفاظ اگر کسی اضافت کے بغیر بولے جائیں تو وہ کبھی اچھے اور کبھی برے معلوم ہوتے ہیں مگر اضافت کے بعد ان میں حسن یا قبح پیدا ہو جاتا ہے۔منجملہ ان الفاظ کے جو اضافت کے بغیر برے محسوس کرتے ہیں ایک لفظ فرار(بھاگنا)بھی ہے لیکن جب اس کی اضافت کفر و شرک اور عصیاں کاری کی طرف دی جائے اور

کہا جائے کہ کفر و شرک سے دور بھاگو اور خدا کی عصیاں کاری سے بھاگو تو پھر اس لفظ میں حسن پیدا ہو جاتا ہے اور یہاں یہی کیفیت ہے کہ یہاں اللہ کی ناراضی سے ڈر کر اللہ کی طرف فرار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے یعنی مقام عمل میں اس کی نافرمانی نہ کرو اور مقام عقیدہ میں کسی ہستی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ میں اللہ کے قہر و غضب سے تمہیں کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں۔

۲۱) کذلك ما اتی... الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر کفار و قریش اور مشرکین عرب آپ کو کبھی ساحر اور کبھی مجنون کہتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ہر دور میں ہر نبی کو اس قسم کے حالات سے سابقہ پڑا ہے اور ہمیشہ منکرین و مکذبین نے رسولوں کو مختلف اوقات و حالات میں کبھی جادوگر کہا ہے اور کبھی دیوانہ کہا ہے یعنی جب ان کے کلام و پیغام کی غیر معمولی تاثیر کو دیکھا تو انہیں جادوگر کہہ دیا اور جب ان کو عوام کے رجحان کو نظر انداز کر کے خالق دو جہاں کی منشاء کے مطابق کلام کرتے ہوئے دیکھا تو دیوانہ کہہ دیا تا کہ لوگ ان کی باتوں پر توجہ نہ کریں۔ زمان و مکان کے بعد مسافت کے باوجود اگلے پچھلے منکرین کے فکر و قول کی یکرنگی سے تو ایسا خیال ہوتا ہے کہ گویا نسلاً بعد نسل اگلوں نے پچھلوں کو وصیت کر دی ہے کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی داعی حق آئے تو اسے ان القابات سے یاد کرنا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ خود یہ لوگ ہی سرکش ہیں۔ لہٰذا وصیت تو کوئی نہیں ہے البتہ بدکیشی و سرکشی اور تعصب و عناد ان سب میں مشترکہ طور پر پایا جاتا ہے اس لیے ان کی سوچ کا انداز ایک ہے جو آدمی کسی بات میں سنجیدہ ہوتا ہے وہ دلیل کے آ جانے کے بعد اسے مان لیتا ہے مگر جو آدمی سرکش ہو اور اس کے مزاج میں سنجیدگی نہ ہو تو اسے خاموش نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ہر دلیل کو نہ ماننے کے لیے کچھ الفاظ کا سہارا لے لیتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی ایسی دلیل اس کے سامنے پیش کی جائے جس کا توڑ ممکن نہ ہو تو وہ اسے جادو کہہ کر رد کر دیتا ہے۔

۲۲) فتول عنھم... الآیۃ

اس آیت کے نزول سے صحابہ میں پریشانی کی لہر دوڑ گئی

چونکہ اس آیت کے پہلے حصے سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ رسول کا کام مکمل ہو گیا تبلیغ رسالت ہو چکی ہے اور حجت تمام ہو گئی۔ لہٰذا اب رسول قوم سے منہ موڑ کر ان سے علیحدگی اختیار کر لیں گے کہ اب ان پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا چونکہ امم سابقہ میں ایسا اس وقت ہوتا تھا جب اس قوم پر اللہ کا عذاب نازل ہونے والا ہوتا تھا۔ لہٰذا صحابہ نے اس آیت سے یہی سمجھا کہ اب عذاب نازل ہونے والا ہے مگر جب

دوسری آیت و ذکر فان الذکر ینفع المؤمنین کا یاد دہانی کرتے رہیے کہ یاد دہانی اہل ایمان کو فائدہ دے گی تو دلوں کو اطمینان ہو گیا کہ عذاب کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ (تفسیر ابن جریر طبری، درمنثور، سیوطی، مجمع البیان طبرسی وغیرہ)

۲۳) وما خلقت الجن... الآیۃ

جنوں اور انسانوں کی خلقت کے مقصد کی وضاحت؟

چونکہ عبادت کی دو قسمیں ہیں

۱۔ ایک تکوینی عبادت کہ خدا نے جو چیز جس مقصد کے لیے پیدا کی ہے وہ فطری اور غیر ارادی طور پر اس کے مطابق چل رہی ہے اور عمل کر رہی ہے۔

۲۔ دوسری تشریعی عبادت۔ اس قسم کی عبادت کے لیے جن و انس کو پیدا کیا گیا ہے کہ اپنے ارادہ و اختیار سے اپنے پروردگار کی عبادت کریں یہ عبادت بڑی باوقعت ہے کیونکہ ان کو اس عبادت کے کرنے اور نہ کرنے دونوں پر قدرت ہے۔

کسی چیز کی قدر و قیمت اپنے مقصد خلقت پر عمل کرنے یا نہ کرنے سے بڑھتی اور گھٹتی ہے

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ کسی بھی چیز کی قدر و قیمت کے بڑھنے یا گھٹنے کا دارومدار اس بات پر ہوتا ہے کہ وہ چیز اپنے مقصد خلقت کو پہچان کر اس پر عمل درآمد کس قدر کرتی ہے۔ بناء بریں جن لوگوں نے پہلے اپنے مقصد حیات کو سمجھا اور پھر اس کے مطابق عمل کیا ان کا مقام اتنا بڑھا کہ وہ فرشتوں سے بھی سبقت لے گئے۔ ؎

فرشتوں سے افضل ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

اور جو اپنے مقصد خلقت کو سمجھتے ہی نہیں ہیں یا سمجھتے تو ہیں مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتے وہ حیوانوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ اولئك كالا نعام بل هم اضل۔

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ عبادت دراصل معرفت کا نتیجہ ہے جب تک کسی ذات کی معرفت نہ ہو تب تک اس کی عبادت

نہیں کی جا سکتی یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے **لیعبدون** کی تفسیر **لیعرفون** سے کی ہے۔(تفسیر قمی)

عبادت کا صحیح اسلامی مفہوم کیا ہے؟

عبادت کا صحیح اور وسیع اسلامی مفہوم متعین کرنے میں اکثر لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے عبادت کے بعض اقسام یا اجزاء کو سامنے رکھ کر مطلق عبادت کی تعریف کی ہے لیکن اگر قرآن و سنت کے حقائق پر ذرا گہری نگاہ ڈالی جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آتی ہے کہ جس ذات ذوالجلال نے زندگی کا یہ گوہر گرانمایہ عطا فرمایا ہے۔ بس ہر شعبہ حیات میں قانون شرع کے مطابق زندگی گزارنے کا نام عبادت ہے۔

عبادت کی دو قسموں میں سے افضل عبادت کا تعین؟

چونکہ عبادت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔حق اللہ ادا کرنا ۲۔حق الناس ادا کرنا

تو یہ چیز عیاں راچہ بیان کی مصداق ہے کہ حق اللہ کی ادائیگی سے حق الناس کی ادائیگی افضل ہے۔

یہی ہے عبادت، یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انسان

ولنعم ما قیل

عبادت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

۲۴) ما ارید منهم ... الآیة

لوگ عام طور پر اگر غلام یا کنیزیں رکھتے ہیں تو اس لیے کہ وہ انہیں کھلائیں پلائیں اور ان کی دوسری ضرورتیں پوری کریں اور اگر لاؤ لشکر رکھتے ہیں تو دشمنوں سے لڑنے کے لیے اور ممالک فتح کرنے کے لیے یعنی وہ لوگ ان کے محتاج ہوتے ہیں مگر حقیقی بے نیاز اعلان کر رہا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو ان کاموں میں سے کسی بھی کام کے لیے پیدا نہیں کیا اور نہ ہی ان کے بغیر میرا کوئی کام رکا ہوا ہے۔ الغرض وہ میرے محتاج ہیں میں ان کا محتاج نہیں ہوں۔

اللہ ہماری عبادت کا بھی محتاج نہیں ہے

حتیٰ کہ خدائے بے نیاز ہماری عبادت کا بھی محتاج نہیں ہے اور نہ ہی عبادت اس کو کوئی فائدہ پہنچاتی ہے بلکہ اللہ کی عبادت کرنے میں خود عبادت گزاروں کا فائدہ ہے اور اس کے نہ کرنے میں خود ان کا نقصان ہے۔

ان اللہ غنی عن العالمین۔ وہ ایسا بے نیاز ہے کہ ہماری کوئی عبادت اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی اور ہماری کوئی نافرمانی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاتی۔

۲۵) فان للذین ظلموا ... الآیة

ذنوب۔ ذال کی زبر کے ساتھ کے معنی بڑے ڈول کے ہیں چونکہ سقے ڈولوں کے ساتھ پانی تقسیم کرتے ہیں کہ یہ ڈول فلاں کا اور وہ فلاں کا تو اس سے مجازاً حصہ بھی مراد لیا جاتا ہے ارشاد قدرت ہے کہ جو لوگ کفار مکہ کے ہم مشرب اور ہم نوالہ وہم پیالہ تھے وہ اپنے حصے کے عذاب کا ذائقہ چکھ چکے ہیں اب ان لوگوں کو بھی ان کے حصہ کا عذاب مل کر رہے گا پس یہ جلدی نہ کریں ضرور ان کا انجام وہی ہوگا جو ان کا ہو چکا ہے۔

۲۶) فویل للذین کفروا ... الآیة

کافروں کے لیے تباہی ہے ان کے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ وعید کیا جا رہا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ابھی نہ بھی پکڑے جائیں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ چھوڑ دیئے گئے یا خدا انہیں پکڑ نہیں سکتا۔ ہاں بات صرف یہ ہے کہ جلد بازی کرنا اس کا طریقہ کار نہیں ہے۔

سورۂ طور کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ: اس سورہ کا نام طور ہے جو اس کے پہلے لفظ کی بنا پر مقرر ہوا ہے۔

عہد نزول:

داخلی و خارجی قرائن و شواہد سے باسانی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس سورہ کا زمانہ نزول مکہ میں وہی ہے جو سورہ ق اور سورۃ الذاریات کے نزول کا ہے یعنی پیغمبر اسلامؐ کی مکی زندگی کے تین ادوار میں سے دوسرے دور میں کیونکہ اس سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ کفار کی طرف سے ایرادات والزامات کی بارش تو زوروں پر ہے مگر ہنوز عملی ظلم وزیادتی کا آغاز نہیں ہوا ہے۔

سورہ طور کے مطالب و مضامین کی اجمالی فہرست

۱۔ اس سورہ کے پہلے حصہ میں قسمیں کھا کھا کر قیامت کے یقینی الوقوع ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔

۲۔ پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں کفار کی روش ورفتار کی مذمت اور ان کے ایرادات کے مکمل جوابات

۳۔ پیغمبر اسلامؐ کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنے مخالفین کے اعتراضات کی پروا کیے بغیر اپنی دعوت حق کا سلسلہ برابر جاری رکھیں۔

۴۔ پرہیزگاروں کے نہایت خوشگوار انجام کا بیان۔

۵۔ مشرکین کی مختلف چہ میگوئیوں کا تذکرہ۔

۶۔ آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ لاعلاج بیمار ہیں اب ان کی صحت یابی کی کوئی امید نہیں ہے۔

۷۔ البتہ آپ دو کام ضرور کیا کریں:
(i) شدائد کا مقابلہ صبر سے کریں (ii) اور ہماری تسبیح وتقدیس کا مقدس سلسلہ جاری رکھیں۔

۸۔ اس سورہ کا بنیادی موضوع مبداء ومعاد کا اثبات ہے۔

۹۔ اس سورہ میں بشارت سے زیادہ نذارت سے کام لیا گیا ہے۔

۱۰۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے وغیرہ وغیرہ۔

سورہ طور کی تلاوت کا ثواب

۱۔ پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ طور کی تلاوت کرے گا تو اللہ پر لازم ہوگا کہ اسے اپنے عذاب سے مامون کرے اور جنت میں نعمتوں سے نوازے۔ (مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ طور کی تلاوت کرے گا تو خدا اس کے لیے دنیا و آخرت کی خیر و خوبی کو جمع فرمائے گا۔ (مجمع البیان، ثواب الاعمال)

(سورہ طور مکی ہے اور اس کی انچاس (۴۹) آیات ہیں اور دو (۲) رکوع ہیں)

آیات القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالطُّوْرِ ۙ﴿۱﴾ وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ﴿۲﴾ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّ الْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ﴿۴﴾ وَ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ﴿۵﴾ وَ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾ یَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّ تَسِیْرُ الْجِبَالُ سَیْرًا ؕ﴿۱۰﴾ فَوَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ خَوْضٍ یَّلْعَبُوْنَ ۘ﴿۱۲﴾ یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۚ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْۤا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِیْمٍ ۙ﴿۱۷﴾ فٰكِهِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَ وَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۙ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿۲۰﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ

مِّنْ شَیْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ﴿۲۱﴾ وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّ لَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْهَا وَ لَا تَاْثِیْمٌ ﴿۲۳﴾ وَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ ﴿۲۸﴾

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے قسم ہے طور کی (۱) اور ایک کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے (۲) کھلے ورق میں (۳) اور قسم ہے اس گھر کی جو آباد ہے (۴) اور اس چھت کی جو بلند ہے (۵) اور اس سمندر کی جو موجزن ہے (۶) بے شک تمہارے پروردگار کا عذاب واقع ہونے والا ہے (۷) جس کو ٹالنے والا کوئی نہیں ہے (۸) جس دن آسمان تھرتھرانے لگے گا (۹) اور پہاڑ چلنے لگیں گے (۱۰) پس تباہی ہوگی اس دن جھٹلانے والوں کے لیے (۱۱) جو بے ہودہ اور فضول باتوں میں کھیل رہے ہیں (۱۲) جس دن ان کو دھکیل دھکیل کر آتش دوزخ کی طرف لایا جائے گا (۱۳) یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے (۱۴) کیا یہ (آگ) جادو ہے؟ یا تمہیں نظر نہیں آتا؟ (۱۵) پس اس میں داخل ہو جاؤ! اب تم صبر کرو یا نہ کرو دونوں تمہارے حق میں برابر ہیں تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسا تم کیا کرتے تھے (۱۶) بے شک پرہیز گار لوگ باغہائے بہشت اور نعمتوں میں ہوں گے (۱۷) وہ خوش وخرم ہوں گے ان نعمتوں سے جو ان کا پروردگار انہیں عطا فرمائے گا اور ان کا پروردگار انہیں دوزخ کے عذاب سے بچائے گا (۱۸) (ارشاد ہوگا) کھاؤ اور پیو مبارک ہو! ان اعمال کے صلہ میں جو تم کرتے تھے (۱۹) وہ بچھے ہوئے پلنگوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم ان کی حورالعین (یعنی گوری رنگت کی کشادہ چشم

عورتوں) سے شادی کر دیں گے (۲۰) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی اتباع (پیروی) کی تو ہم ان کی اولاد کو (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے اعمال میں کچھ بھی کمی نہیں کریں گے ہر شخص اپنے عمل کے بدلے میں گروی ہے (۲۱) اور ہم انہیں پسند کے میوے اور گوشت دیتے رہیں گے (۲۲) اور وہ وہاں ایسے جام شراب پر چھینا جھپٹی بھی کریں گے جس میں نہ کوئی لغو بات ہوگی اور نہ گنہگار ٹھہرانے کی (۲۳) اور ان کے غلام (خدمت کے لیے) چکر لگا رہے ہوں گے (جو حسن و جمال میں) گویا چھپے ہوئے موتی ہوں گے (۲۴) وہ (جنتی) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم سوال و جواب کریں گے (۲۵) وہ کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے اپنے گھر بار میں (اپنے انجام سے) ڈرتے رہتے تھے (۲۶) پس اللہ نے ہم پر (اپنا) فضل و کرم فرمایا اور ہمیں گرم لو کے عذاب سے بچا لیا (۲۷) بے شک ہم اس سے پہلے (دنیا میں) بھی اسی سے دعا مانگا کرتے تھے یقیناً وہ بڑا احسان کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۲۸)

تشریح الالفاظ

(۱) **رق**۔ رق کے اصلی معنی ہیں کھال کا کاغذ (۲) **المسجور**۔ یہ سجر سے مشتق ہے جس کے ایک معنی ایندھن سے تنور بھرنے کے ہیں اور دوسرے معنی موجزن ہونے کے ہیں (۳) **تمورا**۔ کے معنی ہیں تھرتھرانا اور کانپنا (۴) **مشفقین**۔ اشفاق کے معنی ڈرنے کے ہیں (۵) **السموم**۔ اس کے معنی گرم ہوا یعنی لو کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) والطور...الآیۃ

پانچ قسموں کے مفہوم کی وضاحت

والطور پر واؤ قسمیہ ہے اور طور کے معنی پہاڑ کے ہیں مگر جب اس کے ساتھ لام عہد خارجی لگ جائے تو پھر اس سے وہ مخصوص پہاڑ مراد ہوتا ہے جس پر خداوند عالم نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تھا جسے قرآن مجید میں طور سینین بھی کہا گیا ہے۔

۲) و کتابٍ مسطور ... الآیة

پرانے زمانے میں کسی تحریر کو طویل عرصہ تک محفوظ رکھنے کے لیے کھال سے مخصوص قسم کی کاغذ نما رقیق جلد تیار کی جاتی تھی اب محاورہ میں ہر اس چیز کو رق کہہ دیا جاتا ہے جس پر کوئی تحریر لکھی جائے۔ خواہ کاغذ ہی کیوں نہ ہو۔

اب قابل غور بات یہ ہے کہ اس کتاب مسطور سے مراد کیا ہے؟ بعض نے اس سے توراۃ بعض نے قرآن مجید بعض نے صحیفہ اعمال اور بعض نے لوح محفوظ مراد لی ہے۔ واللہ العالم

۳) والبیت المعمور ... الآیة

آباد گھر سے کیا مراد ہے؟ عام طور پر اس سے وہ مخصوص گھر مراد لیا گیا ہے جو چوتھے آسمان پر اور بروایتے پہلے اور بروایتے ساتویں آسمان پر ملائکہ کے لیے اسی طرح مرکز طواف وعبادت قرار دیا گیا ہے جس طرح زمین پر خانہ کعبہ کو انسان کے لیے مرکز طواف قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ بعض احادیث میں امیر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا طواف کرنے والے فرشتوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں اور جو ایک بار کرتے ہیں پھر قیامت تک ان کو دوبارہ موقع نہیں ملتا۔ (تفسیر صافی ونور الثقلین)

۴) والسقف المرفوع ... الآیة

بلند چھت سے بالاتفاق آسمان مراد ہے جو عالم ارضی پر قبہ کی طرح چھایا ہوا نظر آتا ہے۔

۵) والبحر المسجور ... الآیة

یہ سجر سے مشتق ہے جس کے کئی معنی ہیں جن میں سے ایک معنی ایندھن سے تنور کو پر کرنے کے ہیں۔ ارشاد قدرت ہے۔ ثم فی النار یسجرون۔ پھر وہ بطور ایندھن دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ بھی و البحار سجرت جب سمندروں کو آگ لگ جائے گی (سورہ تکویر۔ انفطار)

نیز اس کے دوسرے معنی پانی سے لبریز اور موجزن ہونے کے بھی ہیں اور یہی معنی یہاں مراد ہیں اس لیے ہم نے اس کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

۶) ان عذاب ربك ... الآیة

یہ جواب قسم ہے کہ مجھے ان پانچ قابل قدر چیزوں کی قسم کہ کافرین، مشرکین اور مجرمین پر ضرور عذاب نازل ہوگا جسے کوئی ٹالنے والا نہیں ہے۔ ہر انسان کو اپنے عقیدہ وعمل کا نتیجہ بھگتنا ہوگا۔ نہ صرف مذکورہ بالا پانچ

چیزیں بلکہ کائنات کی ہر چیز خاموش زبان سے اس حقیقت کی صداقت کا اعلان کر رہی ہے۔ کما لا یخفی علی اولی الافھام۔

۷) یوم تمور السماء... الآیۃ

یہ سب کچھ اس (قیامت) کے دن ہوگا جس روز زلزلہ قیامت کی زد میں آ کر آسمان تھرتھرانے لگیں گے اور پہاڑ چلنے لگیں گے اس دن خدا اور رسول کو جھٹلانے والوں کے لیے تباہی و بربادی ہوگی جو آج بے ہودہ اور فضول باتوں میں کھیل رہے ہیں جو حقائق شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں وہ دن دور نہیں ہے کہ جس دن ان کو سختی کے ساتھ دھکیل کر دوزخ کی آگ میں جھونکا جائے گا اور پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ دوزخ کی آگ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے کہ کیا وہ جادو ہے؟ یا تم دیکھتے نہیں ہو؟ اب اس میں داخل ہو جاؤ اور اسے تاپو! صبر کرو یا نہ کرو اب تمہیں اپنے اعمال کے عواقب و نتائج کا بہر حال سامنا کرنا پڑے گا اور تمہاری یہ غفلت اور سرکشی ایک دردناک عذاب کی صورت میں تمہارے لیے ضرور آئے گی اور اگر تم اس سے بھاگنا چاہو گے تو بھاگ کر کہیں نہ جا سکو گے۔

۸) ان المتقین... الآیۃ

پرہیزگاروں کے ساتھ خدا کے حسن سلوک کا مقدس تذکرہ

جو لوگ متقی و پرہیزگار تھے یعنی انبیاء و مرسلین پر ایمان لائے اور ان کی مقدس تعلیمات پر عمل کیا اور حرام کاموں سے پرہیز کر کے واجب کو ادا کیا۔ اب اللہ ان کو کیا صلہ دے گا؟ اس کا اجمالی تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ وہ:

۱۔ باغہائے بہشت اور نعمتوں میں ہوں گے۔

۲۔ جو نعمتیں خداوند عالم ان کو عطا فرمائے گا وہ اس اس سے خوش و خرم ہوں گے اور ان سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔

۳۔ ان کا پروردگار ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے گا اور واقعاً یہ اللہ کا بڑا فضل ہے ورنہ انسان کی طبعی کمزوریاں اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر خدا اپنے خصوصی فضل و کرم سے انہیں نظرانداز نہ کرے تو پھر شاید کوئی نہ بچ سکے۔

۴۔ حکم پروردگار ہوگا کہ کھاؤ اور پیو۔ مبارک ہو یہ تمہارے اعمال کا صلہ ہے۔

۵۔ وہ صف بہ صف بچھائے ہوئے پلنگوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

۶۔ اور ہم ان کی شادیاں حورالعین (گوری رنگت والی غزال چشم) عورتوں سے کر دیں گے۔

۹) والذین آمنوا واتبعتھم ... الآیة

مومن والدین جن کی اولاد بھی مومن ہوگی ان کی جزاء کا تذکرہ

جولوگ ایمان لائے اوران کی اولاد نے بھی ایمان لانے میں ان کی پیروی کی ۔اللہ ان کے ساتھ اپنے خصوصی فضل وکرم والا معاملہ کرے گا اور وہ یہ کہ اگر والدین اپنے ایمان وعمل کی بلندی کی وجہ سے جنت کے بلند درجہ میں ہوں گے اوران کی نیک اولاد اپنے ایمان وعملی کمزوری کی وجہ سے جنت کے پست درجہ میں ہوگی تو خداوند عالم اپنے خاص فضل سے ان کو ان کے والدین کے ساتھ ان کے بلند درجہ میں ملادے گا جس سے ان کی روحانی مسرت وشادمانی میں اضافہ ہوجائے گا اور ہم اس طرح کرکے ان کے عمل میں بھی کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کریں گے۔

۹) کل امرءٍ بما کسب ... الآیة

ہر شخص اپنے عمل کے بدلے میں گروی ہے نہ کوئی شخص ایمان وعمل کے بغیر جنت میں داخل ہوگا اور نہ کسی کے گناہ کا بوجھ کسی دوسرے پر پڑے گا۔

بہرحال آدمی ایمان لاکے اور نیک عمل کرکے اپنے رہن شدہ نفس کو چھڑالے گا توفبہا ورنہ اسے ضبط کر لیا جائے گا اور آتش دوزخ کے حوالے کردیا جائے گا۔

۱۱) وامددناھم ... الآیة

ہم ان کو ان کے پسندیدہ میوہ جات اور گوشت دیتے رہیں گے اور وہ ایک دوسرے سے ایسے شراب طہور کے بارے میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے یا لپک لپک کرلیں گے جس میں نہ کوئی لغو بات ہوگی اور نہ گنہگار ٹھہرانے کی کوئی بات اوران کی خدمت وتواضع کے لیے وہ لڑکے چکر لگا رہے ہوں گے جو حسن وجمال میں گویا چھپے ہوئے موتی ہوں گے۔

۱۲) واقبل بعضھم ... الآیة

جنتی لوگ ایک دوسرے سے اپنے خیال کے بارے میں سوال وجواب کریں گے کہ ہم نے تو اپنے گھروں میں ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے نہ معلوم انجام کیا ہوگا؟ اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں عذاب سموم سے بچالیا۔ ہم پہلی زندگی میں بھی اسی سے دعا مانگا کرتے تھے کیونکہ وہی احسان کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور اب بھی اسی سے دعا کریں گے کیونکہ وہی سننے اور قبول کرنے والا ہے۔

آیات القرآن

فَذَكِّرۡ فَمَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجۡنُوۡنٍ ؕ﴿۲۹﴾ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيۡبَ الۡمَنُوۡنِ ﴿۳۰﴾ قُلۡ تَرَبَّصُوۡا فَاِنِّىۡ مَعَكُمۡ مِّنَ الۡمُتَرَبِّصِيۡنَ ؕ﴿۳۱﴾ اَمۡ تَاۡمُرُهُمۡ اَحۡلَامُهُمۡ بِهٰذَاۤ اَمۡ هُمۡ قَوۡمٌ طَاغُوۡنَ ۚ﴿۳۲﴾ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلۡ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ۚ﴿۳۳﴾ فَلۡيَاۡتُوۡا بِحَدِيۡثٍ مِّثۡلِهٖۤ اِنۡ كَانُوۡا صٰدِقِيۡنَ ؕ﴿۳۴﴾ اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَيۡرِ شَىۡءٍ اَمۡ هُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ ؕ﴿۳۵﴾ اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۚ بَلۡ لَّا يُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۳۶﴾ اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمۡ هُمُ الۡمُصَۜيۡطِرُوۡنَ ؕ﴿۳۷﴾ اَمۡ لَهُمۡ سُلَّمٌ يَّسۡتَمِعُوۡنَ فِيۡهِ ۚ فَلۡيَاۡتِ مُسۡتَمِعُهُمۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ ؕ﴿۳۸﴾ اَمۡ لَهُ الۡبَنٰتُ وَلَكُمُ الۡبَنُوۡنَ ؕ﴿۳۹﴾ اَمۡ تَسۡـئَلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ ؕ﴿۴۰﴾ اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ؕ﴿۴۱﴾ اَمۡ يُرِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ؕ فَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هُمُ الۡمَكِيۡدُوۡنَ ؕ﴿۴۲﴾ اَمۡ لَهُمۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۴۳﴾ وَاِنۡ يَّرَوۡا كِسۡفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوۡلُوۡا سَحَابٌ مَّرۡكُوۡمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرۡهُمۡ حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ فِيۡهِ يُصۡعَقُوۡنَ ۙ﴿۴۵﴾ يَوۡمَ لَا يُغۡنِىۡ عَنۡهُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـئًا وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ؕ﴿۴۶﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا عَذَابًا دُوۡنَ ذٰلِكَ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعۡيُنِنَا وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ حِيۡنَ تَقُوۡمُ ۙ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّيۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَاِدۡبَارَ النُّجُوۡمِ ۚ﴿۴۹﴾

ترجمة الآیات

آپ یاددہانی کرتے رہیے! کہ آپ اپنے پروردگار کے فضل وکرم سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون (۲۹) کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہیں (اور) ہم ان کے بارے میں گردش زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں؟ (۳۰) آپ کہیے! کہ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں (۳۱) کیا ان کی عقلیں ان کو ان (فضول) باتوں کا حکم دیتی ہیں یا یہ سرکش لوگ ہیں؟ (۳۲) یا وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں (رسول) نے خود قرآن گھڑ لیا ہے بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) وہ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے (۳۳) اگر وہ سچے ہیں تو پھر ایسا کلام لے آئیں (۳۴) آیا وہ بغیر کسی (خالق) کے پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود (اپنے) پیدا کرنے والے ہیں؟ (۳۵) یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین ہی نہیں رکھتے (۳۶) یا ان کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ ان پر حاکم (مجاز) ہیں؟ (۳۷) یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے (جس پر چڑھ کر) وہ (آسمانی خفیہ باتیں) سن لیتے ہیں؟ (اگر ایسا ہے) تو پھر ان کا سننے والا کوئی کھلی ہوئی دلیل پیش کرے (۳۸) کیا اللہ کے لیے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لیے بیٹے؟ (۳۹) کیا آپ ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں کہ وہ تاوان کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں؟ (۴۰) یا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ (اس کی بنا پر) لکھتے جاتے ہیں؟ (۴۱) یا وہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ تو جو لوگ کافر ہیں وہ خود اپنی چال کا شکار ہیں (۴۲) یا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے؟ پاک ہے اللہ اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں (۴۳) اور اگر وہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں تو کہتے ہیں کہ یہ تہہ در تہہ بادل ہے (۴۴) پس انہیں (اپنے حال پر) چھوڑ دیجیے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن تک پہنچ جائیں جس میں وہ غش کھا کر گر جائیں گے (۴۵) جس دن ان کی کوئی چال ان کے کسی کام نہ آئے گی اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کی جائے گی (۴۶) بے شک جو لوگ ظالم ہیں ان کے لیے اس سے پہلے (دنیا میں) بھی ایک عذاب ہے لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں (۴۷) آپ اپنے پروردگار کے فیصلے کے لیے صبر کیجیے! آپ ہماری نظروں (نگہبانی) میں ہیں آپ اپنے پروردگار کی تسبیح کیجیے اس کی حمد کے ساتھ (۴۸) جس وقت آپ اٹھتے ہیں اور رات کے کچھ حصہ میں بھی اس کی تسبیح کریں اور ستاروں کے پیچھے ہٹتے وقت بھی (۴۹)

تشریح الالفاظ

(۱)ریب المنون کے معنی گردش زمانہ کے ہیں (۲)احلامھم۔ یہ حلم کی جمع ہے جس کے معنی عقل وخرد کے ہیں (۳)تقولہ۔ تقول یتقول کے معنی اپنی طرف سے کوئی بات گھڑنے کے ہیں (۴) مغرم۔ اس کے معنی تاوان کے ہیں۔(۵) کسفاً کے معنی ٹکڑے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۲)فذکر ...الآیۃ

باطل نوازوں کا طریقہ کار؟

جب کوئی متعصب مزاج آدمی کسی دعوت حق کو قبول نہ کرنا چاہے اوراس کے مقابلے میں اپنے آپ کو بے دلیل بھی پائے تو وہ دعوت سے ہٹ کر خود داعی حق کی ذات کو عیب جوئی کا نشانہ بناتا ہے جس سے اس کی شخصیت مجروح ہو اور اس کی بات مشتبہ ہو جائے۔ اسی بنا پر پیغمبر اسلامؐ کے مخالفین ومکذبین آپ کو شاعر، کاہن اور مجنون کہا کرتے تھے تاکہ ان کی ذات وبات کو مشتبہ بنایا جائے مگر چونکہ پیغمبر مشیت الٰہی کے مطابق کلام کرتا ہے اس لیے ان کا کلام نہ صرف یہ کہ عام لوگوں کے کلام سے مختلف ہوتا ہے بلکہ ایسا بے مثل کلام ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا ایسا کلام پیش ہی نہیں کرسکتا۔ لہٰذا اس کی حقانیت واضح ہو جاتی ہے اس لیے ارشاد قدرت ہے اے میرے رسول! آپ اپنا کام کریں لوگوں کو یاددہانی کرائیں اور لوگوں کی باتوں کی کوئی پروانہ کریں۔ ع

ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

۱۳)ام یقولون شاعر ...الآیۃ

کفار جب پیغمبر اسلامؐ کے کلام حق ترجمان یعنی قرآن کا مقابلہ کرنے اور اس جیسا کلام لانے سے اپنے آپ کو عاجز محسوس کرتے تو دل کے خوش رکھنے کی خاطر کہہ دیتے کہ یہ ایک شاعر ہیں۔ بہت جلد گردش زمانہ سے ان کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک پڑے گا اور لوگ دوسرے شعراء کی طرح ان کا کلام و بیان بھول جائیں گے۔ ارشاد قدرت ہو رہا ہے کہ اے میرے حبیب! اس قسم کی غلط امیدیں وابستہ کرنے والوں سے کہو کہ اگر یہ بات ہے تو پھر تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں اور دیکھتے ہیں کہ اس گردش کی زد میں آ کر

کون ہلاک و برباد ہوتا ہے؟ اور کون اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہوتا ہے؟ چنانچہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ اس کے بعد جنگ بدر میں کفار و مشرکین پیغمبر اسلامؐ کے خلاف جنگ لڑ کر ہلاک و برباد ہو گئے اور پیغمبر اسلامؐ ان کے مقابلہ میں مظفر و منصور ہوئے۔

۱۴) ام يقولون تقوله... الآية

کفار اپنے دل کو جھوٹی تسلی دینے کے لیے کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ قرآن اللہ کا نہیں بلکہ پیغمبر اسلامؐ کا خود گھڑا ہوا کلام ہے جس کا کئی بار جواب دیا گیا ہے کہ اگر یہ کسی انسان کا کلام ہے تو جب کفار و مشرکین میں بڑے بڑے عالی دماغ، روشن خیال، قادر الکلام، شیوہ بیان اور اہل زبان موجود ہیں یہ سب مل کر کیوں ایک ایسی کتاب پیش نہیں کر دیتے؟ ارشاد قدرت ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ورنہ ان کا یہ انکار کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ قرآن کسی انسان کا نہیں بلکہ خالق انس و جان کا کلام حق ترجمان ہے۔

اس قسم کی ایک آیت سورہ بقرہ آیت ۲۳ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔ و ان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا فاتوا بسورة من مثله۔ فراجع

۱۵) ام خلقوا من غير شئٍ... الآية

اگرچہ کفار قریش نظریاتی طور پر تسلیم کرتے تھے کہ زمین و آسمان بلکہ سارے جہاں کا خالق خدا ہے مگر ان کی عملی زندگی اس قسم کی تھی کہ جس سے واضح ہوتا تھا کہ وہ کسی خدا کے وجود کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کی خودسری و سرکشی سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ اپنے بھی اور سارے جہاں کے بھی خالق و مالک خود ہیں اس لیے ان کو شرمسار کرنے اور انہیں اپنی اوقات یاد دلانے کی خاطر ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ آیا وہ خود بخود پیدا ہوئے ہیں؟ یا انہوں نے اپنے آپ کو پیدا کیا ہے؟ یا کیا انہوں نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ وہ عملی طور پر یقین نہیں رکھتے کہ خدا ہے اور اس کے وجود کے اقرار کرنے کے تقاضے کیا ہیں؟ ورنہ وہ اس کی ضرور عبادت کرتے اور اس کی چوکھٹ پر جبین نیاز ضرور جھکاتے۔

۱۶) ام عندهم خزائن... الآية

اور اگر وہ خدا کی ہستی اور اس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہیں تو کیا پھر ان کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ نے اپنے خزانے اور اپنا اقتدار ان کے سپرد کر دیا ہے؟ اور نبیوں کا منتخب کرنا اور اس کا ملک چلانا ان کی تحویل میں دے

دیا ہے؟ کہ وہ یتیم عبداللہ کو چھوڑ کر طائف و مکہ کے بڑے سرمایہ دار اور سردار کو نبی منتخب کریں۔ جیسا کہ قبل ازیں سورہ زخرف کی آیت ۳۲ میں اس مطلب کی وضاحت کی جا چکی ہے تو جب ایسی کوئی بات بھی نہیں ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ سب کچھ خالق کائنات کے قبضہ قدرت میں ہے۔ خزانے بھی خدا کے اور تقسیم کرنے والا بھی خدا اور ملک بھی خدا کا اور چلانے والا بھی خود خدا تو یہ دخل در معقولات دینے والے کون ہوتے ہیں؟

۱۷) ام له البنات... الآية

متعدد مقامات پر مشرکین کی اس غیر منصفانہ تقسیم پر تبصرہ کیا جا چکا ہے کہ وہ پہلے خدا کے لیے اولاد قرار دیتے ہیں جبکہ وہ لم یلد و لم یولد کا مصداق ہے اور پھر اپنے لیے لڑکے پسند کرتے ہیں اور خدا کے لیے لڑکیاں قرار دیتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں ان ھی الا قسمة ضیزی؟

۱۸) ام تسالهم اجراً... الآية

داعیان حق کبھی کسی مادی چیز کا مطالبہ نہیں کرتے

داعیان حق کبھی مادہ پرست لوگوں سے کسی مادی چیز کا مطالبہ نہیں کیا کرتے کیونکہ اگر ان لوگوں کو اس بات کا احساس ہو جائے کہ داعی حق ان سے کوئی مادی چیز لینا چاہتا ہے تو وہ گھبرا جاتے ہیں اس لیے داعیان حق ہمیشہ اپنے اور اپنے مخاطبین کے درمیان بے غرضی اور بے لوثی کی فضا قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ اس حد تک اپنے اخلاص عمل کا ثبوت دیتے ہیں تو پھر وہ اللہ کی اس تائید غیبی کے مستحق قرار پاتے ہیں کہ ان کے مخالفین ان کے خلاف جو چالیں چلتے ہیں اور جو تدبیریں کرتے ہیں وہ خود ان کا شکار ہو جاتے ہیں اور انجام کار ان کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ع

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نے دوا نہ کام کیا؟

۱۹) ام عندهم الغيب... الآية

کیا یہ لوگ کاتبان وحی الٰہی ہیں کہ وہ لوگوں کی عمریں اور روزیاں اور اس کے انبیاء کے نام وغیرہ لکھنے کا کام انجام دیتے ہیں؟ اور جب کچھ بھی نہیں ہے تو پھر وہ کس برتے پر پیغمبر اسلامؐ اور ان کی تعلیمات کو جھٹلاتے ہیں؟ اور اگر پیغمبر اسلامؐ کے خلاف مکر و فریب کرنا چاہتے ہیں تو وہ اپنے اس مذموم مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے بلکہ وہ خود ہی اپنے دام ہمرنگ زمین میں گرفتار ہوں گے۔

۲۰) ام لهم اله غير الله... الآية

مطلب یہ ہے کہ اگر خدا کے سوا کوئی اور خدا ہے تو پھر بے شک وہ اس کی عبادت و پرستش کریں لیکن جب معبود برحق صرف ایک ہے تو پھر اسے چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرنا جہالت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

۲۱) وان یروا کسفاً ... الآیۃ

ان لوگوں کا تمرد و سرکشی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ اگر ان کے سامنے آسمان کا کوئی ٹکڑا بھی بطور عذاب گر پڑے تو وہ یہی کہیں گے کہ یہ تو بادل کی گھٹا ہے جو ان کی طرف برسنے کے لیے آ رہی ہے یہ سب کچھ پیغمبر اسلامؐ کی نبوت میں شک کی وجہ سے ہے۔ اس قسم کی ایک آیت مع تفسیر قبل ازیں سورہ حجر ۱۴ میں گزر چکی ہے۔ ولو فتحنا علیھم باباً من السماء فظلوا فیہ یعرجون۔

۲۲) فذرھم حتی یلاقوا ... الآیۃ

ارشاد قدرت ہے کہ ان لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیجیے اب یہ قیامت کے عذاب و عقاب کو دیکھ کر ہی اصل حقیقت کو تسلیم کریں گے جبکہ اس کے تسلیم کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور جس دن ان کی کوئی تدبیر ان کے کام نہ آئے گی اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کی جائے گی۔

۲۳) وان للذین ظلموا ... الآیۃ

ظالموں کے لیے آخرت سے پہلے بھی ایک عذاب ہے۔ عام مفسرین نے اس سے عذاب قبر مراد لیا ہے اور بعض نے دنیوی مصائب کا نزول اور مال و اولاد کا تلف ہونا مراد لیا ہے اور ہماری تفسیر قمی میں اس سے زمانہ رجعت کا عذاب مراد لیا گیا ہے۔ واللہ العالم

۲۴) واصبر لحکم ربك ... الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنے پروردگار کے فیصلے کے لیے صبر سے کام لیجیے اور انتظار کیجیے اور دیکھئے کہ وہ مخالفین کے خلاف کیا فیصلہ صادر کرتا ہے؟ اور آپ کوئی فکر نہ کریں اور آپ ہماری نگرانی میں ہیں ہم آپ کے حافظ و ناصر ہیں اپنے پروردگار کے حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں۔ برادران اسلامی کے مفسر علامہ طبری نے اپنی تفسیر ابن جریر میں اس سے نماز پنجگانہ کے اوقات مراد لیے ہیں یعنی جب قیلولہ سے۔

۱۔ سو کر اٹھیں یعنی ظہرین کے وقت

۲۔ رات کے کچھ حصہ میں یعنی مغرب و عشاء کے وقت

۳۔ اور ستاروں کے پیچھے ہٹتے وقت یعنی صبح کے وقت۔

مگر ہماری متعدد روایات میں اس سے نافلہ صبح اور نماز شب اور عام تعقیبات مراد لیے گئے ہیں۔
(تفسیر مجمع البیان)

یہی آیت الفاظ کے تھوڑے سے تغیر کے ساتھ سورہ ق کے آخر میں مع تفسیر گزر چکی ہے اسی مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

بفضلہٖ تعالیٰ

سورہ طور کا ترجمہ اور تفسیر بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوئی

۱۹ اکتوبر ۲۰۰۳ء ۱۲ بجے دن والحمد للہ رب العالمین

سورہ نجم کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ کی ابتدا میں لفظ والنجم مذکور ہے اسی سے اس سورہ کا یہ نام ماخوذ ہے۔

عہد نزول:

تحقیقی قول کی بنا پر یہ سورہ مکی ہے یہ ان چار سورتوں میں سے پہلی سورہ ہے جس میں واجبی سجدہ موجود ہے مگر موجودہ ترتیب کے لحاظ سے یہ تیسرا سورہ ہے۔ مروی ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو پیغمبر اسلامؐ نے کفار اور اہل ایمان کے مجمع عام میں اسے پڑھ کر سنایا اور حاضرین پر محویت کی وہ کیفیت طاری تھی کہ جب آنحضرتؐ نے اس کی آخری آیت پڑھی جس میں سجدہ واجب ہے اور آپ سجدہ میں گئے تو سب مسلم و کافر سجدہ ریز ہو گئے۔ (بخاری وغیرہ)

داخلی اور خارجی قرآئن وشواہد سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سورہ آنحضرتؐ کے مکی ادوار میں سے آخری دور میں ہجرت سے ایک یا دو سال پہلے نازل ہوئی ہے۔

سورہ نجم کے مطالب ومضامین کی اجمالی فہرست

۱۔ پیغمبر اسلامؐ کی قولی وفعلی عصمت وطہارت پر خدا کا حلفیہ بیان۔

۲۔ قرآن کے تصنیف مصطفیٰ ہونے کی تردید اور کلام خدا ہونے کا پرزور طریقہ سے اثبات

۳۔ معراج مصطفیٰ کا مقدس تذکرہ

۴۔ دین اسلام کے وہ چند بنیادی احکام جو نزول قرآن سے صدیوں پہلے آسمانی صحیفوں میں بیان ہو چکے تھے ان کا حوالہ دے کر ثابت کیا گیا ہے کہ دین اسلام کوئی نرالا اور نیا دین نہیں ہے۔

۵۔ دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ کی حقیقت کا بیان۔

۶۔ جبرائیل کے سدرۃ المنتہیٰ پر رک جانے اور پھر واپسی پر ان سے ملاقات ہونے کا بیان

۷۔ مشرکین کے خیالی اصنام کی بے حقیقتی کا بیان

۸۔ مشرکین کے اس باطل نظریہ کی تردید کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔

۹۔ گناہان کبیرہ وصغیرہ کا بیان اوران کا باہمی فرق۔

۱۰۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

۱۱۔ ہر شخص کواس کی سعی وکوشش کا ثمرہ ملتا ہے۔

۱۲۔ امور تکوینیہ یعنی اولاد دینا، روزی دینااور موت وحیات اورراحت ورنج دیناخدا کے قبضہ قدرت میں ہے۔

۱۳۔ عظمت کلام اللہ کا تذکرہ کہ یہ عام کاہنوں ونجومیوں کے کلام جیسانہیں ہے اورمکذبین کوتنبیہ کی گئی ہے کہ اگرتم انکار پر جمے رہے تو پھر تمہیں خدا کی پکڑ سے کوئی چھڑانہیں سکے گا۔

۱۴۔ ظن کی مذمت اوراس کی عدم حجیت کا بیان وغیرہ وغیرہ۔

سورہ والنجم کی تلاوت کا ثواب

۱۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ والنجم کی تلاوت کرے گا خدااسے پیغمبر اسلامؐ کی تصدیق وتکذیب کرنے والوں سے دس گنازیادہ اجروثواب عطافرمائے گا۔(مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا جو شخص سورہ والنجم کی ہررات یاہردن پڑھنے پر مداومت کرے گاوہ قابل ستائش زندگی بسر کرے گا۔اس کے گناہ معاف ہوں گے اورمحبوب خلائق ہوگا۔(ثواب الاعمال)

(سورہ والنجم مکی ہےاوراس کی (۶۲) آیات ہیں اور(۳) رکوع ہیں)

آیاتُ القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰىۙ ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰىۚ ﴿۲﴾ وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰىؕ ﴿۳﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ يُّوۡحٰىۙ ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيۡدُ الۡقُوٰىۙ ﴿۵﴾ ذُوۡ مِرَّةٍؕ فَاسۡتَوٰىۙ ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰىؕ ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰىۙ ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوۡسَيۡنِ اَوۡ اَدۡنٰىۚ ﴿۹﴾ فَاَوۡحٰۤى اِلٰى عَبۡدِهٖ مَاۤ اَوۡحٰىؕ ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوۡنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ وَلَقَدۡ رَاٰهُ نَزۡلَةً اُخۡرٰىۙ ﴿۱۳﴾ عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰىؕ ﴿۱۵﴾ اِذۡ يَغۡشَى

السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿١٦﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿٢٠﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿٢١﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿٢٣﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿٢٤﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿٢٥﴾

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے قسم ہے ستارے کی جبکہ وہ ڈوبنے لگے (۱) کہ تمہارا یہ ساتھی (پیغمبر اسلامؐ) نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بہکا ہے (۲) اور وہ (اپنی خواہش نفس سے بات نہیں کرتا (۳) وہ تو بس وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے (۴) ان کو ایک زبردست قوت والے نے تعلیم دی ہے (۵) جو بڑا صاحب قدرت (یا بڑا دانا وحکیم) ہے پھر (وہ اپنی اصلی شکل میں) کھڑا ہوا (۶) جبکہ وہ آسمان کے بلندترین کنارہ پر تھا (۷) پھر وہ قریب ہوا اور زیادہ قریب ہوا (۸) یہاں تک دو کمان کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا (۹) پس اس (اللہ) نے اپنے بندہ (خاص) کی طرف وحی کی جو وحی کی (۱۰) (رسول کے) دل نے جھوٹ نہیں کہا (جھٹلایا نہیں) جو کچھ (مصطفی کی) آنکھ نے دیکھا (۱۱) کیا تم لوگ آپ سے اس بات پر جھگڑتے ہو جو کچھ انہوں نے دیکھا (۱۲) اور آپ نے ایک بار اور بھی (۱۳) اترتے ہوئے سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا (۱۴) جہاں جنت الماوی (آرام سے رہنے کا بہشت) ہے (۱۵) جب کہ سدرہ پر چھا رہا تھا (وہ نور) جو چھا رہا تھا (۱۶) نہ آنکھ چندھیائی اور نہ حد سے بڑھی (۱۷) یقیناً آپ نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں (۱۸) کیا تم کبھی لات وعزیٰ (۱۹) اور تیسرے منات کو کبھی دیکھا ہے (ان کی اصلیت میں غور کیا ہے؟ (۲۰) کیا تمہارے لیے لڑکے ہیں اور اس (اللہ) کے لیے

لڑکیاں (۲۱) یہ تقسیم تو بڑی ظالمانہ ہے (۲۲) یہ نہیں ہیں مگر صرف چند نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں جس پر اللہ نے کوئی دلیل (سند) نہیں نازل کی یہ لوگ محض وہم وگمان کی پیروی کر رہے ہیں اور خواہشات نفس کی حالانکہ ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے ہدایت ورہنمائی آ چکی ہے (۲۳) کیا انسان کو وہ چیز مل سکتی ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے؟ (۲۴) پس اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے آخرت بھی اور دنیا بھی (یعنی انجام بھی اور آغاز بھی) (۲۵)

تشریح الالفاظ

(۱) اذا هوى يهوى کے معنی عموماً اوپر سے نیچے گرنے کے ہیں اور کبھی اوپر بلند ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے (۲) ذو مرة کے معنی قوت وطاقت کے ہیں اور کبھی حکمت ودانائی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (۳) زاغ البصر۔ اس کے معنی آنکھ کے چندھیانے کے ہیں (۴) ضيزى۔ اس کے معنی غیر منصفانہ اور ظالمانہ تقسیم کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) والنجم اذا هوى الآية

والنجم سے کیا مراد ہے؟

فاضل طبری نے مجمع البیان میں چار اور فاضل اندلسی نے البحر المحیط میں دس اقوال شمار کیے ہیں کہ اس سے مراد قرآن ہے پیغمبر اسلام مراد ہیں کہکشاں مراد ہے وغیرہ وغیرہ۔

مگر اقرب یہ ہے کہ یہاں النجم سے ستارہ کی جنس مراد ہے اور اس پر جو الف لام ہے وہ بھی جنس ہی کا ہے هوى، يهوى هويا از باب ضرب يضرب دو متضاد معنوں میں استعمال ہوتا ہے اوپر سے نیچے گرنا اور کبھی نیچے سے اوپر بلند ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ بہر حال ستاروں کے طلوع وغروب کا ایک خاص نظام ہے جس سے ان کی گردش کے محکم نظام کی طرف اشارہ ہے اس بات کا کئی بار تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ خدا اپنی جس مخلوق کی چاہے قسم کھا سکتا ہے مگر مخلوق کے لیے خدا کی ذات وصفات کے سوا کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

۲) ما ضل صاحبکم ... الآیۃ

رسول خداؐ نہ گمراہ ہیں اور نہ بھٹکے ہوئے ہیں

یہ جواب قسم ہے کہ تمہارا ساتھی جس سے بالاتفاق حضرت رسول خدا مراد ہیں ان آیات کے سیاق و سباق اور قرآنی الفاظ سے محسوس ہوتا ہے کہ اس قسم کی کوئی تہمت پیغمبر اسلامؐ پر لگائی گئی تھی جس کی یہاں بڑے شد و مد سے تردید کی جارہی ہے۔ چنانچہ ہمارے ہاں اس مضمون کی کئی روایتیں وارد ہیں کہ جب حضرت رسول خداؐ اپنے اہل بیت اور خاندان عصمت، طہارت کے فضائل بیان فرماتے تھے تو منافقین سن کر کہا کرتے تھے کہ آپ اپنے قرابتداروں کی محبت میں (العیاذ باللہ) گمراہ ہو گئے ہیں۔ اس چیز پر خداوند عالم نے یہ آیتیں نازل کر کے پیغمبر اسلامؐ کی پوزیشن واضح کی کہ وہ اپنی خواہش نفس سے کلام ہی نہیں کرتے بلکہ خدا کی وحی کا مطالعہ پہلے کرتے ہیں اور کلام بعد میں کرتے ہیں ان کا کلام خواہ قرآن کی صورت میں ہو یا حدیث کی شکل میں بہرحال وہ وحی الٰہی کے عین مطابق ہوتا ہے۔ (تفسیر صافی ونور الثقلین)۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

۳) وما ینطق عن الھوی ... الآیۃ

اس طرح یہ آیت پیغمبر اسلامؐ کی قولی و فعلی عصمت وطہارت کی ناقابل رد دلیل ہے اور اس بات کی سند ہے کہ آپ کا کوئی کام و کلام کسی نفسانی جذبہ یا نفسانی خواہش کے تابع نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ وحی ربانی کے مطابق ہوتا ہے۔ بھلا جو ہستی ان برائیوں کی اصلاح اور ان کا سد باب کرنے کے لیے آئی ہو وہ کس طرح خود ان کا ارتکاب کر سکتی ہے؟

۴) علمہ شدید القوی ... الآیۃ

واقعہ معراج کا اجمالی تذکرہ

اس آیت سے لے کر آیت لقد رای من آیات ربہ الکبری تک واقعہ معراج کا اجمالی تذکرہ کیا گیا ہے جس کا بقدر ضرورت تفصیلات اور جزائیات کے ساتھ ہم سورہ اسراء کے آغاز میں تذکرہ مع تبصرہ کر چکے ہیں۔ لہٰذا اس واقعہ کی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات اس مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔ یہاں چند اجمالی

حقائق بیان کیے جاتے ہیں۔

علمه شدید القوی کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

یہاں ضمیر مفعول کا مرجع بالاتفاق صاحبکم اور علم کا فاعل شدید القویٰ ہے۔ جس کا ظاہری ترجمہ یوں ہے کہ حضرت رسولؐ خدا کو ایک زبردست قوتوں والے نے تعلیم دی ہے اس شدید القویٰ سے مراد کون ہے؟ مفسرین میں مشہور یہ ہے کہ اس سے مراد جبرائیل امین ہیں جس کی تائید مزید اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ ذی قوة عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین، و ما صاحبکم بمجنون، و لقد راه بالافق المبین... الآیة

مگر اس قول کی بنا پر یہ ایراد وارد ہوتا ہے کہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ جبرائیل استاد ہوں اور آنحضرتؐ شاگرد جو کہ درست نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کا حقیقی معلم اور استاد رب رحمن ہے الرحمن علم القرآن اور جبرائیل صرف واسطہ تعلیم تھے یعنی یہاں تعلیم بمعنی تبلیغ ہے کہ جبرائیل خدائی علم کا پیغمبر اسلامؐ تک پہنچانے کا ذریعہ تھے وبس اس سے جبرائیل کی ہرگز آپ پر فضیلت لازم نہیں آتی۔ کما لا یخفی

اور دوسرا قول یہ ہے کہ شدید القویٰ سے مراد خود خدا ہے دعائے ندبہ میں خدا پر اس نام کا اطلاق کیا گیا ہے یعنی ارنی سیدی یا شدی القوی ۔ ذومرة یہ شدید القویٰ کی دوسری صفت ہے مرہ میم کی زیر کے ساتھ کے کئی معنی ہیں جیسے:

۱۔قوت وقدرت ۲۔ذہانت وفطانت

۳۔رسی کی لڑی وغیرہ ۴۔دائمی حالت

لہٰذا جس طرح اس سے جسمانی قوت مراد ہوسکتی ہے اسی طرح عقلانی قوت بھی مراد ہوسکتی ہے کہ اسے بڑی قوتوں والے صاحب عقل وحکمت نے تعلیم دی ہے۔

۵)فاستوی... الآیة

مفسرین میں مشہور ہے کہ استوی وھو بالافق ذی قوة دنی فتدلی وغیرہ سے جبرائیل امین مراد ہیں کہ پیغمبر کی معراج میں جبرائیل پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ شریک سفر تھے وہ جب افق اعلیٰ یعنی سدرۃ المنتہی کی منزل تک پہنچے۔ جو بناء برمشہور ساتویں آسمان میں ہے یعنی بیری کا وہ درخت ہے جہاں ہر عالم کا علم تمام ہوتا ہے اور اس سے آگے جو کچھ ہے اسے صرف خدا جانتا ہے تو آنحضرتؐ نے انہیں ان کی حقیقی شکل میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر

تھے اور آفاق کو پر کیا ہوا تھا۔ وہ پیغمبر اسلامؑ کے اس قدر قریب آئے کہ درمیان میں دو کمان کے برابر یا اس سے بھی کچھ کم فاصلہ رہ گیا پھر آنحضرتؐ آگے نکل گئے اور جبرائیل امین وہیں رک گئے حضرت رسول خداؐ جب اس سے آگے عالم بالا کی سیر کر کے اور آیات الٰہیہ کی زیارت کر کے واپس آئے تو وہیں سدرۃ المنتہی کے پاس جہاں جنت الماوی بھی موجود ہے۔ دوبارہ جبرائیل سے ملاقات ہوئی اس سفر میں پیغمبر اسلامؑ نے جو کچھ بچشم خود دیکھا آپ کے دل و دماغ نے اسے جھوٹ نہیں کہا۔ یعنی جھٹلایا نہیں بلکہ اس کی تصدیق و تائید کی۔

۶) فکان قاب قوسین ... الآیۃ

مقام قاب قوسین کی وضاحت

قارئین کرام نے ملاحظہ کر لیا کہ عام مشہور مفسرین کے مطابق اوپر ہم نے جو مفہوم بیان کیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ دو کمان کا فاصلہ پیغمبر اسلامؑ اور جبرائیل کے درمیان تھا۔ ایک دوسرا مفہوم بعض روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ نے ملکوت سماوی اور وہاں کے عجائب قدرت کا مشاہدہ کیا تو جب وہاں سے نیچے زمین کی طرف جھانک کر دیکھا تو فظن انہ فی القرب من الارض قاب قوسین او ادنی۔ تو آپ نے گمان کیا کہ آپ اور زمین کے درمیان دو کمان کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ ہے۔

چنانچہ پوری حدیث یوں ہے۔ حضرت امام سجاد علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ:

''اللہ کا کوئی خاص مکان ہے؟ فرمایا نہیں عرض کیا گیا کہ پھر اپنے رسول کو عالم بالا پر کیوں بلایا؟ فرمایا تاکہ انہیں آسمانی عجائب قدرت اور بدائع حکمت کا مشاہدہ کرائے عرض کیا گیا پھر قاب قوسین او ادنی کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا جب حضرت رسول خداؐ نے اس عالم بالا سے زمین کی طرف دیکھا تو یوں محسوس ہوا کہ آپ اور زمین کے درمیان دو کمان کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ ہے۔ (تفسیر صافی بحوالہ علل الشرائع)

صاحب تفسیر المیزان کا تسامح

صاحب المیزان نے رآہ کا فاعل رسول خدا کو اور مفعول کی ضمیر کا مرجع خدا کو قرار دیا ہے کہ پیغمبر اسلامؑ نے دوبارہ خدا کو دیکھا ایک بار اوپر جاتے وقت اور دوسری بار واپس آتے وقت۔ اگرچہ انہوں نے اس روایت کی یہ تاویل ضرور کی ہے کہ آپ نے دل کی آنکھوں سے خدا کو دیکھا نہ کہ سر کی آنکھوں سے مگر یہ دل اور ایمان کی آنکھوں سے تو نہ صرف آپ بلکہ جملہ ایمان وایقان ہر وقت دیکھتے رہتے ہیں تو پھر آنحضرتؐ کے صرف دوبار دل کی آنکھوں سے خدا کو دیکھنے کے کیا معنی ہیں اور اس تصور کی کیا وقعت ہے؟

و فی کل شئی له آیة
تدل علی انه واحد

حضرت امام حسین دعائے عرفہ میں فرماتے ہیں وہ آنکھ اندھی ہو جائے جو (ہر چیز میں) تیرے جمال وکمال کو نہیں دیکھتی۔ خدا کی نفی رویت پر شیعہ علما کا تو اتفاق ہے برادران اسلامی کے ہاں بھی کئی ایسی روایات موجود ہیں جو اس نفی رؤیت پر دلالت کرتی ہیں۔

چنانچہ علامہ طبری نے حضرت عائشہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ

آپ نے کہا جو یہ کہے کہ حضرت رسول خداؐ نے خدا کا دیدار کیا ہے وہ جھوٹا ہے کیونکہ اس کا یہ دعویٰ قرآن کی اس صراحت کے خلاف ہے۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ (تفسیر ابن جریر و سیرۃ النبی شبلی، ج ۱)

۷) فاوحی الی عبدہ... الآیة

جرائیل تو سدرۃ المنتہی کی منزل پر رک گئے تھے اور زبان حال سے کہا تھا کہ **لو دنوت انملة لاحترقت** کہ اگر انگلی کے پور کے برابر بھی اس سے آگے بڑھوں تو میرے پر جل جائیں۔

اگر یک سر موئے بر تر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

لہٰذا اس موقع پر خدا نے براہ راست آپ پر وحی فرمائی چنانچہ فرماتا ہے کہ خدا نے اپنے بندہ خاص پر وحی کی جو کی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ وحی یا خدا جانتا ہے کہ کیا کی؟ یا مصطفیٰ جانتے ہیں کہ انہوں نے کیا وحی سنی؟

سر خدا کہ سالک عارف بکس نگفت
در حیرتم کر بادہ فروش از کجا شنید ؟

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس وحی کا اجمالی تذکرہ تو قرآن مجید میں ہے مگر تفصیل مذکور نہیں ہے کہ وہ کیا تھی؟ اس سے واضح ہوتا ہے کہ تمام وحی الٰہی جو پیغمبر اسلامؐ کو ہوئی وہ سب قرآن مجید میں منحصر نہیں ہے بلکہ کچھ ایسی وحی بھی ہے جو قرآن میں درج نہیں ہے۔ لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ساری وحی قرآن میں منحصر ہے خود قرآن کے نقطہ نگاہ سے صحیح نہیں ہے۔

۸) لقد رای... الآیة

پیغمبر اسلامؐ نے شب معراج عالم بالا میں خدا کی قدرت وحکمت کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں

آنحضرتؐ نے عالم بالا میں کیا کیا دیکھا؟ یقین کے ساتھ تو حد بندی نہیں کی جا سکتی البتہ چند چیزوں کا نام لیا جا سکتا ہے۔

۱۔ جبرائیل کو اپنی اصلی شکل وصورت میں دیکھا جبکہ آپ کے علاوہ کسی نبی نے آپ کو اصلی شکل میں نہیں دیکھا۔ (تفسیر صافی)

۲۔ جنت اور اہل جنت کو اس میں عیش وعشرت کرتے ہوئے دیکھا۔

۳۔ تمثیلی شکل میں جہنم اور اہل جہنم کو اس میں مختلف قسم کے عذابوں سے معذب ہوتے ہوئے دیکھا

۴۔ عالم بالا کی سیر وسیاحت اور افق اعلیٰ اور سدرۃ المنتہی کو دیکھا۔

۵۔ انبیاء ومرسلین سے ملاقات کی اور انہیں نماز پڑھائی۔

۶۔ مختلف فرشتوں سے ملاقات فرمائی۔

۷۔ تجلیات ربانیہ اور رحمات الٰہیہ کا نزول دیکھا۔

۸۔ حضرت علیؑ کی مثال دیکھی جس کی تفصیل سورہ اسراء کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ہے۔

بہر حال جو کچھ دیکھا سو دیکھا مگر اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا کیونکہ رؤیت باری ممکن نہیں ہے۔ واضح رہے کہ خدا نے سفر معراج کی پیغمبر اسلامؐ کو جو زحمت دی تھی تو اپنی زیارت کرانے کے لیے نہیں دی تھی بلکہ اپنی آیات (نشانیاں) دکھانے کے لیے دی تھی جیسا کہ سورہ اسراء میں ہے۔ لنریه من ایاتنا کہ ہم نے انہیں اپنی بعض نشانیاں دکھائیں اور یہاں وارد ہے کہ لقد رای من آیات ربه الکبری کہ آپ نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ایضاح:

واقعہ معراج قرآن مجید میں دو مقام پر مذکور ہے تفصیلاً سورہ اسراء میں اجمالاً سورہ نجم میں مگر ہر جگہ تنہا حضرت رسول خداؐ کے معراج پر تشریف لے جانے کا تذکرہ موجود ہے کسی بھی جگہ اس سفر میں حضرت امیر علیہ السلام کے شریک سفر ہونے کا نام ونشان تک نہیں ہے اور نہ ہی کسی قابل اعتبار واعتماد حدیث میں اس کا تذکرہ ہے۔

بناء بریں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ نظریہ بے بنیاد ہے اور صحیح یہ ہے کہ حضرت رسول خداؐ کے عالم بالا

کے سفر کے موقع پر حضرت علیؑ حجت خدا کے طور پر فرش پر موجود تھے کیونکہ زمین حجت خدا کے وجود کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔

۹) افرایتم اللات ... الآیۃ

لات وعزیٰ اور منات قدیم جاہلی عرب کے بت تھے اور لات وعزیٰ مکہ کے نخلہ میں اور منات مدینہ کے قریب مقام قدید میں۔ یہ تینوں ان مشرکوں کے عقیدہ کے مطابق خدا کی بیٹیاں تھیں جن کی وہ پوجا پاٹ کرتے تھے اور یہ لوگ بڑے عجیب ذہنیت کے مالک تھے کہ وہ بیٹیوں کو اپنے لیے باعث ذلت اور خدا کے لیے باعث عزت جانتے تھے اور اپنے لیے بیٹے پسند کرتے تھے حالانکہ وہ سب کا خالق تو ہے مگر کسی کا والد نہیں ہے کیونکہ وہ لم یلد ولم یولد کا مصداق ہے۔

۱۰) ان یتبعون الا الظن ... الآیۃ

اس آیت میں خدائے علیم وحکیم نے ظن وگمان اور خواہش نفس کے اتباع کرنے کی مذمت کی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت میں ظن شرعی حجت ودلیل نہیں ہے ہاں البتہ اس سے وہ خاص قسم کا ظن خارج ہے جس کی حجیت پر کوئی قطعی دلیل قائم ہو جائے جیسے خبر واحد سے حاصل شدہ ظن یا ظواہر الفاظ سے ماخوذ ظن وغیرہ وغیرہ۔ بہرحال اللہ کی جانب سے انبیاء ومرسلین کے ذریعہ سے ہدایت ورہنمائی کے آجانے کے بعد ان مزعومہ شرکاء خدا کی پرستش کرنے یا انہیں خدا کی بیٹیاں قرار دینے اور دیگر غلط اور خودساختہ نظریات قائم کرنے کی عقلاً و شرعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

آیات القرآن

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ

مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت دے اور پسند کرے (۲۶) بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو عورتوں کے نام سے موسوم کرتے ہیں (۲۷) حالانکہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں ہے وہ مخصوص ظن و گمان کی پیروی کرتے ہیں اور ظن حق کے مقابلہ میں ذرا بھی کام نہیں دے سکتا (۲۸) (اے رسول) آپ اس سے روگردانی کیجیے! جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرتا ہے اور جو زندگانی دنیا کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا (۲۹) ان لوگوں کا مبلغ علم یہی ہے (ان کے علم کی رسائی کی حد یہی ہے) (آپ کا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے راستہ سے بھٹکا ہوا کون ہے؟ اور وہی بہتر جانتا ہے کہ راہ راست پر کون ہے؟ (۳۰) اور جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے تاکہ وہ برا کام کرنے والوں کو ان کے (برے) کاموں کا بدلہ دے اور نیک کام کرنے والوں کو اچھی جزا عطا کرے (۳۱) جو کہ بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں مگر یہ کہ کچھ ہلکے گناہ سرزد ہو جائیں۔ بے شک آپ کا پروردگار وسیع مغفرت والا ہے وہ تمہیں (اس وقت سے) خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے

پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں جنین کی صورت میں تھے پس تم اپنے آپ کی پاکی کے دعوے نہ کرو۔ وہ (اللہ) بہتر جانتا ہے کہ واقعی پرہیزگار کون ہے؟ (۳۲)

تشریح الالفاظ

(۱) مبلغھم ۔ مبلغ کے معنی مقدار اور رسائی کی حد کے ہیں (۲) والفواحش ۔ یہ فاحشہ کی جمع ہے جس کے معنی بے حیائی کے کام کے ہیں (۳) اللمم اس سے مراد وہ عام گناہ ہے جو اتفاقی طور پر آدمی سے سرزد ہو جائے (۴) اجنۃ یہ جنین کی جمع ہے جس کے معنی اس مکمل بچہ کے ہیں جو ہنوز شکم مادر میں ہو۔

تفسیر الآیات

۱۱) و کم من ملکٍ... الآیۃ

اللہ کی بارگاہ میں اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکتا

پتھر کے بت بنا کر ان کی پوجا کرنا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے کر ان کی سفارش پر جنت میں داخلہ کی امید رکھنا غیر سنجیدہ دل و دماغ کی پیداوار اور غیر سنجیدہ نظریے ہیں۔ یہ احمق بتوں کی شفاعت کی امید لگائے بیٹھے ہیں حالانکہ ارشاد قدرت ہے کہ آسمان کے مقرب بارگاہ فرشتوں کی بھی یہ مجال نہیں کہ اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کسی کی شفاعت کر سکیں۔ شفاعت کے موضوع پر اسی تفسیر کی پہلی جلد میں مفصل گفتگو کی جا چکی ہے کہ کون کون شفاعت کریں گے کن کی شفاعت کریں گے اور کن باتوں میں کریں گے؟ تفصیلات معلوم کرنے کی خواہش مند حضرات اس مقام کی طرف رجوع کریں۔

۱۲) ان الذین لا یؤمنون... الآیۃ

جو لوگ درحقیقت آخرت کے منکر ہیں ان کی حماقتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ یہ احمق فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں ان کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں اور ان کے عورتوں جیسے نام رکھتے ہیں اور ان تمام غلطیوں کے ارتکاب کی وجہ یہ ہے کہ وہ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اس لیے ایسے غیر سنجیدہ عقیدے قائم کر رکھے ہیں ان کے پاس کوئی علمی دلیل و سند نہیں ہے بلکہ محض ظن و گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور ظن کبھی حق کی

جگہ نہیں لے سکتا اور حق والا فائدہ نہیں دے سکتا۔

مخفی نہ رہے کہ ابھی اوپر اسی سورہ کی آیت ۲۳ اور قبل ازیں سورہ یونس میں یہی آیت مع تفسیر گزر چکی ہے اور وہیں اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ علم الاصول کے قواعد کا تقاضا یہ ہے کہ دراصل شرعاً ظن حجت نہیں ہے اس سے ان لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہیں جو مطلق ظن کو احکام شریعہ میں حجت جانتے ہیں ہاں البتہ اس عموم سے خاص ظنون مستثنیٰ ہیں جن کے معتبر ہونے پر شرعی دلائل قائم ہیں جیسے ثقہ آدمی کی خبر اور ظواہر الفاظ وغیرہ۔لہٰذا ان پر عمل کرنا عمل بالظن کے زمرہ میں داخل نہیں ہے بلکہ اصطلاح میں اسے ''علمی'' کہا جاتا ہے کہ گو دراصل وہ ظن ہے مگر شرع نے اسے معتبر قرار دیا ہے لہٰذا علم یا علمی پر عمل ہونا چاہیے وبس۔

۱۳) فاعرض عن من تولی... الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ چونکہ رحمۃ للعالمین تھے اس لیے جب لوگ آسمانی ہدایت سے اثر نہیں لیتے تھے اور حق کو قبول نہیں کرتے تھے تو آپ کو اس سے بے حد صدمہ پہنچتا تھا اور آپ رنجیدہ اور غمزدہ ہوتے تھے خداوند عالم آپ کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ اس سے رنجیدہ خاطر کیوں ہوتے ہیں آپ نے اپنا فریضہ ارشاد و تبلیغ ادا کر دیا ہے لہٰذا اگر یہ لوگ ہمارے ذکر سے منہ پھیرتے ہیں تو آپ بھی ان سے روگردانی کریں وہ اپنا نقصان آپ کر رہے ہیں اور دوزخ میں جانے کا سامان کر رہے ہیں۔

خود کردہ را علاجے نیست

۱۴) ذلك مبلغهم من العلم ... الآیۃ

ان کا مبلغ علم یہی ہے کہ وہ ہمارے ذکر سے روگردانی کر رہے ہیں اور صرف زندگانی دنیا کو خوشگوار بنانے کے طلب گار ہیں اور یہی ان کی کم عقلی و کج فہمی کی دلیل ہے۔

فاضل دریابادی یہاں رقمطراز ہیں:

''اس سے ہزار اور لاکھ درجہ بڑھ کر اور قابل رحم ان روشن خیال یا بےفکروں کا حال ہے جو مابعد الموت جیسے بے حد وسیع عالم سے بالکل قطع نظر کیے ہوئے ساری توجہ اور علم و تحقیق کا موضوع اسی چند سالہ زندگی کو بنائے ہوئے ہیں ان سے بڑھ کر اندھا اور کون ہوسکتا ہے''۔ (تفسیر ماجدی) بہر حال ان لوگوں کے علم کی رسائی کی آخری حد یہی ہے سچ ہے۔

ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست!!

اللہ بہتر جانتا ہے کہ گمراہ کون ہے اور ہدایت یافتہ کون ہے؟

۱۵) وللہ ما فی السماوات... الآیۃ

یہ اللہ کی یاد سے روگردانی کرنے اور صرف زندگانی دنیا کے طلب گاروں کو تہدید کی جارہی ہے کہ زمین ہو یا آسمان اور دنیا ہو یا آخرت سب کی بادشاہی اور حکومت اللہ ہی کی ہے۔ لہٰذا وہی نیکوکاروں کو جزائے خیر عطا فرمائے گا اور بدکاروں کو ان کی بدعملیوں کی سزا دے گا اور جو صرف دنیا کی زندگانی چاہے گا اور اس کو سنوارنے کی کدوکاوش کرے گا اور اسے دنیا تو مل جائے گی مگر آخرت میں عذاب کے سوا اسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۱۶) الذین یجتنبون کبائر... الآیۃ

یہ الذین احسنوا بالحسنی کا بدل ہے یا عطف بیان یا صفت یعنی تاکہ خدا نیکوکاروں کو اچھی جزا عطا کرے جو کہ بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں مگر یہ کہ کچھ ہلکے گناہ سرزد ہو جائیں۔

گناہوں کی دو قسمیں ہیں کبیرہ اور صغیرہ

اور پھر کبیرہ اور صغیرہ کی شرعی تعریف کیا ہے اور ان میں فرق کیا ہے؟ اس موضوع پر قبل ازیں سورہ نساء آیت ۱۳۱ ان تجتنبوا کبائر ما تھنون عنه نکفر عنکم سیاتکم ... الآیۃ کی تفسیر میں مفصل گفتگو کی جا چکی ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

اللمم سے کیا مراد ہے؟

لمم کی تشریح میں اہل لغت وتفسیر کے مختلف اقوال ملتے ہیں سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے وہ معصیت مراد ہے جو کبھی کبھار اور اتفاقی طور پر آدمی سے سرزد ہو جائے جس سے کوئی بھی غیر معصوم انسان شاذ و نادر ہی دامن بچا سکتا ہے اور پھر بھی اس معصیت پر اصرار نہ کرے بلکہ جب ہی متوجہ ہو تو اپنی قلبی ندامت کا اظہار کرے اور توبہ واستغفار کرے۔

بناء بریں کسی آدمی سے اس طرح کسی چھوٹے یا بڑے گناہ کا سرزد ہو جانا اس کے محسن و نیکوکار ہونے کے منافی نہیں ہے۔ بالخصوص جبکہ وہ گناہ صغیرہ ہو تو اللہ کا دامن مغفرت بڑا وسیع ہے اور رحمت حق بہانہ می جوید بھانمی جوید

۱۷) هو اعلم ... الآیة

خدا تمہارے آغاز سے لے کر انجام تک تمہیں خوب جانتا ہے

خداوند عالم چونکہ انسان کا خالق ہے وہ اس کی بشری کمزوریوں سے آگاہ ہے وہ فرشتوں کی طرح کوئی نوری اور جبری معصوم مخلوق نہیں ہے اس لیے وہ اس سے فرشتوں جیسی پاکیزگی کا مطالبہ بھی نہیں کرتا۔ اس نے انسان کو یعنی ابوالبشر آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور اس کا خمیر تیار کیا ہے پھر اس کی اولاد کو نطفہ سے بنایا اور پھر افزونی نسل کے نظام کے تحت نطفہ سے علقہ اور پھر علقہ سے مضغہ وغیرہ کی منزلیں طے کر کے ماں کے پیٹ میں جنین کی شکل میں پہنچادیا اور پھر اسے دنیا میں لایا اور ہر شخص علم و عقل کی اس منزل پر فائز نہیں ہے کہ ہر قسم کی لغزش اور غلطی سے بچ سکے۔ لہٰذا فطری جذبات کی رو میں بہہ کر انسان سے خطا و عصیاں کا سرزد ہو جانا کوئی اچنبہ کی بات نہیں ہے اس طرح گویا خدا اپنے گنہگار بندوں کی دلجوئی کر رہا ہے اور ان کی ڈھارس بندھا رہا ہے کہ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ اور جب ایک انسان ضعیف البنیان کی اصلیت یہ ہے کہ تو اسے اپنی نیکی و پارسائی کے بلند بانگ دعوے کرنے اور اپنی پاک دامنی کی حکایت کو زیادہ طول دینے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ میں ایسا ہوں اور میں ویسا ہوں میں نے رات نماز تہجد پڑھی اور کل روزہ رکھا وغیرہ۔ اللہ خود بہتر جانتا ہے کہ پرہیزگار کون ہے؟

حضرت امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا:

لا یفتخر احد کم بکثرۃ صلوتہ و صیامہ و زکوتہ و نسکہ لا اللہ عزوجل اعلم بمن اتقیٰ۔ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز، روزے اور زکوٰۃ و عبادت کی کثرت پر فخر نہ کرے کیونکہ خداوند عالم بہتر جانتا ہے کہ پرہیزگار کون ہے۔ (علل الشرائع)

حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا:

ولو لا ما نہی اللہ عن تذکیہ المرء نفسنہ لذکر ذا کر فضائل جمۃ تعرفھا قلوب المومنین و لا تمجھا اذان السامعین۔ اگر خداوند عالم نے آدمی اپنی کو پاکیزگی بیان کرنے کی ممانعت نہ کی ہوتی تو کوئی ذکر کرنے والا (یعنی آپ) اپنے بہت سے فضائل بیان کرتا جنہیں اہل ایمان کے دل جانتے ہیں اور سننے والے کے کان بھی اسے دور نہ پھینکتے (احتجاج طبرسی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ

آیا یہ بات جائز ہے کہ آدمی زبان سے اپنی پاکیزگی بیان کرے؟ فرمایا نعم اذا اضطر الیہ ہاں جبکہ ایسا

کرنے پر مجبور ہو جیسا کہ جناب یوسفؑ نے عزیز مصر سے کہا تھا اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم۔ مجھے زمینی خزانوں پر مقرر کر دو کہ میں بڑا یاد رکھنے والا (اور) بڑا جاننے والا ہوں۔

اور جناب عیسیٰؑ نے فرمایا:

وانا لکم ناصح امین کہ میں تمہارے لیے بڑا نصیحت کرنے والا اور امانتدار ہوں (تفسیر عیاشی وصافی)

آیات القرآن

اَفَرَءَيْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّاَكْدٰی ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰی ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴿۴۱﴾ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی ﴿۴۲﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰی ﴿۴۳﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا ﴿۴۴﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰی ﴿۴۶﴾ وَاَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰی ﴿۴۷﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی وَاَقْنٰی ﴿۴۸﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی ﴿۴۹﴾ وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادًا الْاُوْلٰی ﴿۵۰﴾ وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰی ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰی ﴿۵۲﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰی ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰی ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسول) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے روگردانی کی (۳۳) اس نے تھوڑا سا (مال) دیا اور پھر ہاتھ روک لیا (۳۴) کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے پس وہ دیکھ رہا ہے؟ (۳۵) کیا اسے اس بات کی خبر نہیں پہنچتی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے (۳۶) اور اس ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے وفاداری کا حق ادا کر دیا (۳۷) کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا (۳۸) اور یہ کہ انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے (۳۹) اور اس کی سعی و کوشش عنقریب دیکھی جائے گی (۴۰) اور پھر اسے پوری جزا دی جائے گی (۴۱) اور یہ کہ سب کی انتہا آپ کے پروردگار کی طرف ہے (۴۲) بے شک وہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے (۴۳) اور وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے (۴۴) اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کے جوڑے پیدا کیے (۴۵) (وہ بھی) ایک نطفہ سے (جو رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے (۴۶) اور بیشک دوبارہ پیدا کرنا اسی (اللہ) کے ذمہ ہے۔ (۴۷) اور یہ کہ وہی سرمایہ دار بناتا ہے اور وہی فقیر و نادار بناتا ہے۔ (۴۸) اور یہ کہ وہ شعریٰ نامی ستارے کا پروردگار ہے۔ (۴۹) اور یہ کہ اسی نے عادِ اول (قومِ ہود) کو ہلاک کیا۔ (۵۰) اور ثمود کو بھی اس طرح ہلاک کیا کہ کسی کو باقی نہیں چھوڑا (۵۱) اور ان سب سے پہلے قوم نوح کو بھی (برباد کیا) بے شک وہ بڑے ظالم اور بڑے سرکش تھے (۵۲) (لوطؑ) کی الٹی ہوئی ان (بستیوں) کو بھی دے مارا (۵۳) پس ان (بستیوں) کو ڈھانک لیا اس (آفت) نے جس نے ڈھانک لیا (۵۴) پس تو اے مخاطب اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں میں شک کرے گا (۵۵) یہ (رسول) بھی ڈرانے والا ہے پہلے ڈرانے والے (رسولوں) سے (۵۶) قریب آنے والی (قیامت) قریب آ گئی ہے (۵۷) اللہ کے سوا اس کا کوئی ہٹانے والا نہیں ہے (۵۸) کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو (۵۹) اور ہنستے ہو اور روتے نہیں (۶۰) اور تم غفلت میں مدہوش ہو (۶۱) پس اللہ کے لیے سجدہ کرو اور (اسی کی) عبادت کرو (۶۲)

تشریح الالفاظ

(۱) اکدیٰ۔ اکداء کے معنی بخل کرنے اور ہاتھ روکنے کے ہیں۔ (۲) اقنی کے معنی افقر ہیں یعنی کسی کو غریب و نادار بنایا (۳) ازفت الازفه۔ ازف یزف ازفاً کے معنی قریب ہونے کے ہیں (۴) سامدون، سمود کے متعدد معنوں میں سے ایک معنی سہو وغفلت کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۸) افرایت الذی ... الآیة

اس آیت کی شان نزول

آیا یہ آیت کسی خاص شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ یا آیا اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جس پر یہ وصف صادق آئے؟ بعض مفسرین نے اسے عموم پر محمول کیا ہے۔ (تفسیر کاشف)

اور بعض نے اس سے خاص شخص مرد لیا ہے؟ وہ کون ہے فاضل طبری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: "یہ آیت ولید بن مغیرہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اکابر قریش میں سے ایک بڑا سردار تھا اور بارگاہ رسالت میں آیا جایا کرتا تھا اور اسلام لانے پر آمادہ بھی ہو گیا تھا مگر جب اس کے ایک مشرک دوست کو اس کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو اس نے ولید سے کہا کہ تو مجھے اتنی رقم دے دے میں قیامت کے دن تیرے حصہ کا عذاب برداشت کرلوں گا چنانچہ وہ احمق اس کی باتوں میں آ گیا اور اسلام لانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

ارشاد قدرت ہے کہ آیا اس کے پاس غیب کا علم ہے اور وہ حقیقت حال کو دیکھ رہا ہے کہ ایسا کرنے سے اس سے آخرت کا عذاب ٹل جائے گا؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ لوگ حق کی طرف مائل ہوتے ہیں مگر پھر ان کے مفادات ان پر غالب آ جاتے ہیں یا شیاطین انسی وجنی آڑے آ جاتے ہیں اور وہ اپنی سابقہ حالت کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

۱۹) ام لم ینبا ... الآیة

کیا ان کو اس بات کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں اور وفاداری کا حق ادا کرنے والے ابراہیمؑ کے صحیفوں میں ہے؟ جناب موسیٰ کے صحیفوں سے ان کی کتاب توراۃ مراد ہے جو محرف شکل میں سہی مگر موجود ہے لیکن جناب ابراہیمؑ کے

کسی صحیفہ کا اس وقت دنیا میں کوئی وجود نہیں ہے البتہ قرآن مجید میں دو جگہ ان کا اور ان کی بعض تعلیمات کا تذکرہ موجود ہے ایک یہاں اور دوسرا سورہ اعلیٰ کے آخر میں ان هذا الفی الصحف الاولی صحف ابراهیم و موسیٰ۔

جناب ابراہیمؑ کی وفاداری کا اجمالی تذکرہ

جناب ابراہیمؑ کی جس وفاداری کا حق ادا کرنے کا یہاں تذکرہ کیا گیا ہے اسے اللہ کے اوامر ونواہی کی پابندی اور جو کام اپنے ذمے لیے تھے جیسے بیٹے کا ذبح کرنا وغیرہ ان کی ادائیگی مراد ہے۔

''و ابراهیم الذی وفی سے مراد جناب کے وہ مخصوص کلمات ہیں جو وہ صبح وشام تین تین بار پڑھا کرتے تھے۔ صبح پڑھتے تھے اصبحت و ربی محمود و اصبحت لا اشرك بالله و لا ادعو مع الله الها و لا اتخذ من دونه ولیا اور شام کو بھی یہی پڑھتے تھے (مگر اصبحت کی جگہ امسیت'' (تفسیر صافی بحوالہ اصول کافی)

(۲۰) الا تزر وازرة۔۔۔۔الآیة

صحف موسیٰؑ و ابراہیمؑ کی بعض باتوں کا تذکرہ

منجملہ ان باتوں کے جو صحف موسیٰ و ابراہیم میں موجود ہیں ایک یہ ہے کہ کسی کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا جناب خلیل خدا کی تشریف آوری سے پہلے یہ نظام رائج تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرتا تھا تو مقتول کے وارث قاتل کے باپ بیٹے یا اس کے بھائی وغیرہ کو بھی سزا دیتے تھے جب آپ تشریف لائے تو خدا کا یہ پیغام لوگوں کو پہنچایا کہ لا تزر وازرة وزر اخری اور اس طرح اس ظالمانہ قانون کا خاتمہ ہوا۔

اس سے واضح ہوا کہ ہر شخص اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے کوئی دوسرا اس کا ذمہ دار نہیں ہے واضح رہے کہ یہ آیت قبل ازیں کئی مقامات پر مع تفسیر گزر چکی ہے جیسے سورہ انعام آیت ۱۶۴، سورہ اسرا آیت ۹۵ سورہ فاطر آیت ۱۸ اور سورہ زمر آیت ۷ لہٰذا تفصیل کے خواہشمند حضرات ان مقامات کی طرف رجوع کریں۔

۲۱) و ان لیس للانسان...الآیة

ہر شخص کو وہ کچھ ملتا ہے جس کی وہ سعی کرتا ہے

یہ دوسرا اصول ہے جو صحف موسیٰ و ابراہیم میں مذکور ہے یہ اصول اس قدر ہمہ گیر ہے کہ ہر شعبہ حیات میں آدمی کی رہنمائی کر سکتا ہے مثلاً اگر کوئی طالب علم سوال کرے کہ وہ طلب علم میں کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے تو آپ اس کے جواب میں یہی آیت پڑھ دیں اگر کوئی طالب مال یہ سوال کرے کہ وہ کس طرح مال دار بن سکتا

ہے تو آپ پڑھ دیں۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ سچ ہے کہ من کان یرید حرث الاخرۃ فزدلہ فی حرثہ۔ ہاں البتہ یہ چیز الگ ہے کہ کبھی انسان کی سعی و کوشش خدا کے کسی فیصلہ تقدیر سے ٹکرا جائے تو پھر

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

بعض کج فہموں کی کج فہمی کا ازالہ

بعض کج فہم لوگوں نے اس آیت سے بعض ایسے مطالب کا استنباط کیا ہے جو دوسری آیات اور مسلمہ روایات کے خلاف ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان محض اس چیز کا حق دار ہے جسے وہ اپنی ذاتی کوشش و کاوش سے حاصل کرے ان اشتراکیت مآب حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر وراثت اور صدقات و خیرات کے قرآنی احکام پر قلم تنسیخ پھیر دینا چاہیے مرنے والے مورث کی جو جائیداد اس کے وارثوں کو ملتی ہے خصوصاً جبکہ وارث صغیر ہوں تو اس میں ان کی ذاتی کاوش و کوشش کا کتنا حصہ ہے؟ اسی طرح جب کوئی مالدار مال کی زکوۃ یا خمس کسی مستحق کو دیتا ہے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے تو اس کی سعی و کوشش کا اس میں کتنا دخل ہے؟ اسی طرح بعض وہ لوگ جنہوں نے گہری نگاہوں سے اسلام اور اس کی تعلیمات کا مطالعہ نہیں کیا وہ کہا کرتے ہیں کہ کسی شخص کے کسی عمل کا ثواب دوسرے شخص کو نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ ہر شخص کو وہی کچھ ملتا ہے جو کچھ وہ خود کرتا ہے اور کماتا ہے ان حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر کسی شخص کے عمل کا دوسرے کسی شخص کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تو پھر قرآن میں مرنے والے اہل ایمان کے لیے دعائے مغفرت کرنے کا کیوں حکم دیا گیا ہے اور وہ کیوں یہ دعا کرتے۔ اللھم اغفرلنا و لا خواننا الذین سبقونا بالایمان۔ اگر یہ نظریہ درست ہے تو پھر فرشتے بالخصوص حاملان عرش الٰہی اہل ایمان کے گناہوں کی مغفرت کی دعا کیوں کرتے ہیں۔ یستغفرون للذین آمنوا۔

اسی طرح قرآن مجید میں کئی انبیاء کی کئی دعائیں مذکور ہیں جن میں اپنے والدین، اولاد اور اہل ایمان مردوں و عورتوں کے لیے مغفرت کی دعا کی گئی ہے۔ اللھم اغفرلی و لو الدی و لمن دخل بیتی مومنا و للمومنات وغیرہ اور ان سب سے قطع نظر اگر کسی کے عمل کا کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہے تو مسلمان نماز جنازہ کیوں پڑھتے ہیں؟ اگر اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے تو پھر اس بے جا تکلف کا کیا فائدہ ہے؟

اسی طرح فریقین کی کتب تفسیر و حدیث میں متعدد ایسی حدیثیں موجود ہیں جو بڑی صراحت کے ساتھ ایصال ثواب کے نہ صرف جواز بلکہ اس کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں جیسے

۱۔ حضرت پیغمبر اسلامؐ سے منقول ہے فرمایا:

"اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلاث صدقة جارية و علم يتنفع به وولد صالح يستغفر له جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا سلسلہ قطع نہیں ہوتا:

۱۔صدقہ جاریہ ۲۔علم نافع

۳۔وہ نیک اولاد جو مرنے والے کی مغفرت کی دعا کرے (کتاب الخصال، مسلم شریف)

۲۔ ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا

''یارسول اللہ میری ماں اچانک فوت ہوگئی اور کوئی وصیت نہ کر سکی اور میرا خیال ہے کہ اگر اسے موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ دیتی تو میں اس کی جانب سے صدقہ دوں تو کیا اسے اجر ملے گا ؟ فرمایا: ہاں (تفسیر مظہری)

اور اسی جیسی ایک اور روایت میں جو بخاری شریف میں مذکور ہے اس کا تتمہ یوں ہے کہ اس شخص نے کہا کہ حضور گواہ رہیں کہ میں نے اپنا یہ باغ ماں کی طرف سے صدقہ کیا۔(بخاری شریف)

۳۔ حضرت رسول خداؐ سے منقول فرمایا:

"ما من اهل بيت يموت منهم و يتصدقون عنه بعد موته الا اهدى له جبرائيل على طبق من نور ثم يقف على شفير القبر فيقول يا صاحب البقر العميق هذه هدية اهدا ها اليك اهلك فاقبلها فيدخل عليه و يفرح فيستبشر و يحزن جيرانه الذين لا يهدى اليهم شئى جب کسی خانوادہ کا کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے گھر والے اس کی طرف سے کچھ صدقہ دیں تو جبرائیل امین اسے (اس کا ثواب) نورانی تھال پر رکھ کر اور اسکی قبر کے کنارے کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ اے گہری قبر والے یہ ہدیہ تیرے گھر والوں نے تیرے لیے بھیجا ہے تو اسے قبول کر چنانچہ وہ اسکی وجہ سے بہت خوش و خرم ہوتا ہے اور اس کے وہ پڑوسی غمناک ہوتے ہیں جن کی طرف کوئی ہدیہ نہیں بھیجا جاتا۔(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

۴۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے فرمایا:

"من مر على المقابر قرأ قل هو الله احد عشر مرة و هب الله اجره ولدا موات واعطى من الاجر بعدد الاموات جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ بار سورہ قل پڑھ کر ان کا ثواب

قبرستان والوں کو ہدیہ کرے تو اس کا ثواب مرنے والوں کو ملتا ہے اور اس کو بھی ان کا لوگوں کی تعداد کے مطابق جو وہاں دفن ہیں ثواب ملے گا۔ (رواہ ابو محمد اسمر قندی بحوالہ تفسیر مظہری)

۵۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے:

"من دخل المقبرة فقرأ سورة یٰس خفف الله عنهم جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور سورہ یٰس پڑھے (اور اس کا ثواب اہل قبرستان کو بخشے) تو خدا اہل قبور پر تخفیف کر دیتا ہے۔ (مظہری)

قرآن وسنت کے حوالہ کے بعد جہاں تک مسلمانوں کے اتفاق کا تعلق ہے تو فاضل پانی پتی لکھتے ہیں کہ:

"قال الحافظ شمس الدین بن عبد الواحدما زالوا فی کل مصر یجتمعون و یقرؤون لمو تھم من غیر نکیر فکان ذالك اجماعاً یعنی حافظ شمس الدین بیان کرتے ہیں کہ ہر شہر میں مسلمانوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اکٹھے ہوتے ہیں اور اپنے مرنے والوں کے ایصال ثواب کے لیے قرآن پڑھتے ہیں اور کوئی عالم ان پر اعتراض نہیں کرتا تو گویا یہ ان کی طرف سے اجماع ہے۔ (تفسیر مظہری بحوالہ ضیاء القرآن)

اور جہاں تک دلیل عقل کا تعلق ہے تو عقل سلیم کا یہ فیصلہ ہے کہ جب ایسا ہونا ممکن ہے تو پھر علی کل شئی قدیر خدا کے لیے اس ثواب پہنچانے پر کیا ایراد ہوسکتا ہے؟ الحمدللہ کہ ادلہ خمسہ سے ایصال ثواب کا جواز ثابت ہو گیا و هو الحق الحقيق بالا تباع و ماذا بعد الحق الا الضلال

۲۲) و ان الى ربك... الآية

جب کلام خدا تک پہنچ جائے تو خاموش ہو جاؤ

حسب ظاہر تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سب معاملات کی انتہا خدا کے فیصلے پر ہے اور ساری کائنات کی بازگشت خدا کی طرف ہے مگر آئمہ اہل بیتؑ کی کئی احادیث میں وارد ہے کہ ہر چیز کے بارے میں گفتگو کرو مگر جب سلسلہ کلام خدا تک پہنچ جائے تو خاموش ہو جاؤ اور اس کے بارے میں زیادہ قیل وقال اور اس کی حقیقت تک رسائی کے سلسلہ میں فلسفہ آزمائی نہ کرو کیونکہ

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
ایجا ہمیشہ باو بدست است دام را

۲۳) و انه هو اضحك و ابكى... الآية

خدا مسبب الاسباب ہے

''دنیا کے ہر واقعہ کا تعلق ایسے ماورائی اسباب سے ہوتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی اوران کے ظہور پر قادر نہیں ہوسکتا خوشی اور غم، موت وحیات، تخلیقی نظام، امیری اورغریبی سب ایک بلند و برتر طاقت کا کرشمہ ہیں قدیم انسان ستاروں کو سبب حیات سمجھتا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ ان اسباب کے اوپر ایک سبب ہے وہ خدائے رب العالمین ہے پھراس کے سوا کسی اورکو مرکز توجہ بنانا انسان کے لیے کس طرح جائز ہوسکتا ہے''۔(تذکیر القرآن)

مخفی نہ رہے کہ شعری ایک روشن ستارہ ہے جورات کے آخری حصہ میں طلوع ہوتا ہے بقول بعض قدیم مفسرین حمیر اور خزاعہ کے بعض قبائل اس ستارہ کی عبادت کرتے تھے اس لیے خصوصیت کے ساتھ اس کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ خدا ہی شعریٰ کا رب ہے۔

نیز واضح رہے کہ اقنی کے معنوں میں سے ایک معنی افقر یعنی فقیر و نادار بنانے کے بھی ہیں اور سیاق و سباق کے پیش نظر چونکہ سب جملوں میں تضاد کا پہلو نمایاں ہے ہنسانا، رلانا، مارنا اور جلانا اور مرد و زن کا پیدا کرنا۔ لہٰذا انسب یہی ہے کہ یہاں اغنی یعنی سرمایہ دار بنانا کے بالمقابل اس کے معنی نادار بنانا کے کیے جائیں۔

۲۴) وانه اهلك عاداً الاولى... الآية

مختلف قوموں کے عروج وزوال کے علل و اسباب پر کئی بار مفصل تبصرہ کیا جاچکا ہے کہ قومیں بنتی کس طرح ہیں اور بگڑتی کس طرح ہیں؟ یا وہ ترقی کس طرح کرتی ہیں اور تنزلی کا شکار کس طرح ہوتی ہیں؟

بہر حال یہ حقیقت عیاں راچہ بیان کی مصداق ہے کہ بعض اوقات ایک قوم اس قدر ترقی کرتی ہے کہ دوسری قوموں سے گوئے سبقت لے جاتی ہے اور نظر بظاہر حالات اس کے مغلوب ہونے یا مٹنے کے کوئی آثار نظر نہیں آتے مگر رفتہ رفتہ ایسے اسباب پیدا ہوجاتے ہیں کہ وہ تنزل کا شکار ہوجاتی ہے یا بالکل ہلاک و برباد ہو جاتی ہے جیسے قوم عاد و ثمود اوران سے پہلے قوم نوحؑ اور الٹی ہوئی بستیوں والے یعنی قوم لوط جن کی اس طرح بربادی کی داستانیں پہلے گزر چکی ہیں کہ خدا نے انہیں اس طرح ہلاک کیا کہ کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا۔

ایضاح:

''یہاں عاد کے ساتھ اولیٰ (پہلی عاد) کی لفظ اس لیے بڑھائی گئی ہے کہ وہ بعد میں کئی ہلاک ہونے والی قوموں میں سے پہلی تھی۔ یا اس کے لیے اس قوم کے کچھ افراد مکہ جاکر آباد ہوگئے تھے۔ لہٰذا وہ اس عذاب سے بچ گئے مگر وہ بعد میں آپس میں لڑلڑ کر برباد ہوگئے انہیں عاد آخرہ کہا جاتا ہے'' (تفسیر ابن جریر)

۲۵) فبای آلاء ربك تتماری ... الآیة

ان قوموں کی ہلاکت و بربادی کے تذکرے کے بعد خدا یہ فرماتا ہے کہ تو اپنے پروردگار کی کن نعمتوں میں شک کرے گا؟ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ایسی کافر ومشرک اور بدکردار قوموں کا وجود دھرتی پر بوجھ ہے اور انسانیت کے چہرہ پر ایک بدنما دھبہ ہے جس کے بوجھ کا اتر جانا اور دھبہ ڈھل جانا باقی ماندہ نوع انسان کے لیے ایک نعمت ہے جس پر اسے غم نہیں منانا چاہیے بلکہ خدا کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

یہی وجہ ہے کہ کئی جگہ قرآن مجید میں ایسی کئی قوموں کی ہلاکت کے بعد کہا گیا ہے۔الحمدللہ رب العالمین۔

۲۶) هذا نذیر ... الآیة

ہذا کا اشارہ پیغمبر اسلامؐ کی طرف بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کوئی نئے اور انوکھے رسول نہیں ہیں بلکہ پہلے ڈرانے والوں کی نوع اور قسم میں سے ہیں جیسے ارشاد قدرت ہے قل ما كنت بدعاً من الرسل ہے(احقاف:۹) میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں بلکہ و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل (آل عمران:۱۴) حضرت محمدؐ نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول جن سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں اور قرآن مجید کی طرف بھی ہوسکتا ہے کہ وہ بھی سابقہ کتابوں کی مانند ڈرانے والی کتاب ہدایت ہے۔

۲۷) ازفت الازفة ... الآیة

ازف ازفا کے معنی قریب ہونے کے ہیں اور اس قریب آنے والی سے مراد بالاتفاق قیامت ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے قل ان الساعة قریب کہہ دو کہ قیامت قریب ہے کیونکہ ع

غیر بعید کل ما هو آت

یعنی جو چیز یقینا آنے والی ہے۔ وہ دور نہیں ہے بلکہ نزدیک ہے اس کے لیے کوئی کاشفہ نہیں ہے کشف کے معنی پردہ کشائی کے بھی ہیں کہ قیامت کے چہرہ سے اللہ کے سوا کوئی پردہ کشائی کرنے والا نہیں ہے کہ کب آئے گی؟ لا یجلیها لو قتها الا هو۔ اور اس کے معنی ہٹانے اور ٹالنے کے بھی ہیں کہ اللہ کے سوا اس کا ہٹانے اور ٹالنے والا کوئی نہیں ہے۔ بناء بریں یہ مفہوم اس آیت کے مطابق ہوگا۔ من قبل ان یاتی یوم لا مرد له من الله (الروم:۴۳)

۲۸) افمن هذا الحدیث ... الآیة

ہذا الحدیث سے قرآن اور اس کی تعلیمات مراد ہیں جن میں سے ایک قیامت کا واقع ہونا بھی ہے ان

دونوں باتوں سے کفار تعجب کیا کرتے تھے او عجبتم ان جائکم ذکر من ربکم۔ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ذکر (قرآن) آیا ہے؟

فقال الکافرون ھذا شیءٌ عجیب (۲) ائذا متنا و کنا ترابا ذلك رجع بعید (سورہ ق: ۳) کافر کہتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ جب ہم مر جائیں گے اور خاک ہو جائیں گے تو دوبارہ اٹھائے جائیں گے یہ لوٹنا تو بعید ہے۔ ارشاد قدرت ہے تم تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو حالانکہ تمہیں اپنے کفر و شرک اور تمرد و سرکشی پر رونا چاہیے۔ جیسا کہ ارشاد قدرت ہے فلیضحکوا قلیلاً و لیبکوا کثیراً جزاءً بما کانوا یکسبون۔ (سورۃ التوبہ)

۲۹) وانتم سامدون... الآیة

سمد سموداً کے کئی معنی ہیں جیسے سہو و غفلت تکبر سے اترانا اور سر اٹھانا اور گانا بجانا چونکہ کفار و مشرکین قرآن سن کر اس کی آواز حق کو دبانے کی خاطر یہ ساری حرکتیں کرتے تھے اس لیے مختلف مترجمین نے اس جملہ کے مختلف معنی بیان کیے ہیں۔

۳۰) فاسجدوا للہ واعبدوا ... الآیة

مالکیوں کے سوا باقی اسلامی فرقوں کے نزدیک یہ سجدہ واجب ہے کیونکہ پیغمبر اسلامؐ اور ان کے ہمراہیوں نے اس کی تلاوت کے وقت سجدہ کیا تھا جیسا کہ سورہ کے تعارف میں یہ حقیقت بیان کی جا چکی ہے۔ الغرض ارشاد قدرت ہے کہ اگر دارین کی فوز و فلاح چاہتے ہو تو خدا کے لیے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔ کیونکہ اسلام میں ہر قسم کا سجدہ اور ہر قسم کی عبادت صرف رب العالمین کے ساتھ مخصوص ہے۔

و من کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً و لا یشرك بعبادۃ ربہ احداً

سورہ والنجم کا ترجمہ اور اس کی تفسیر بعونہ

بخیر و خوبی اپنے اختتام کو پہنچی۔ ۲۵ ستمبر ۲۰۰۳ء

والحمد للہ رب العالمین

سورہ قمر کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ کی ایک آیت میں شق القمر کا تذکرہ ہے اس سے اس سورہ کا نام القمر تجویز ہوا ہے۔

عہد نزول:

چونکہ اس سورہ میں معجزہ شق القمر کا تذکرہ کیا گیا ہے جو بالاتفاق مکہ میں بمقام منیٰ ہجرت سے پانچ برس پہلے پیش آیا۔ اس سے اس سورہ کا مکی ہونا بھی واضح ہوجاتا ہے اور اس کے نزول کا سال بھی متعین ہوجاتا ہے۔

سورہ قمر کے مطالب ومضامین کی اجمالی فہرست

۱۔ سابقہ سورہ کا قیامت کے قریب آنے کے تذکرہ پر اختتام ہوا اور اس سورہ کا قرب قیامت کے تذکرہ پر آغاز ہورہا ہے۔

۲۔ معجزہ شق القمر کا تذکرہ

۳۔ کفار مکہ کو تنبیہ جو شق القمر جیسے معجزات دیکھ کر ایمان نہیں لاتے بلکہ اسے جادو کا کرشمہ قرار دیتے ہیں۔

۴۔ اتمام حجت کے بعد انبیاء کے فریضہ تبلیغ کا ادا ہوجانا۔

۵۔ قیامت کا ابتدائی ہیبت ناک منظر۔

۶۔ بعض سابقہ ہلاک شدہ قوموں جیسے قوم نوح، عاد، ثمود، لوط اور فرعون وفرعونیوں کے عبرتناک حالات کا اجمالی تذکرہ۔

۷۔ کشتی نوح کا ستاروں کے سہارے چلنے کی بجائے اللہ کی نگاہوں کے اشاروں پر چلنا۔

۸۔ زمانہ رسول کے کفار ومشرکین کی سخت تنبیہ کہ اگر تم اپنی روش سے باز نہ آئے تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جاسکتا ہے جو سابقہ مکذب اقوام کے ساتھ ہوا ہے۔

۹۔ خدا چاہے تو آنکھ جھپکنے سے پہلے قیامت قائم کرسکتا ہے مگر خالق حکیم نے نظام عالم کی بقاء وفناء کے لیے بھی ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔

۱۰۔ نامہ اعمال کا تذکرہ جو انسان کے کسی قول وفعل کو نظرانداز نہیں کرتا جس کی وجہ سے کوئی منکر انکار کی

جرأت نہیں کر سکے گا۔

۱۱۔ نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن کے آسان ہونے کا تذکرہ۔

۱۲۔ پرہیز گاروں کے لیے خوش خبری وغیرہ وغیرہ۔

سورہ قمر کی تلاوت کا ثواب

۱۔ حضرت رسولؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ قمر اقتربت الساعۃ کو ہر دوسرے روز پڑھے تو وہ اس حال میں محشور ہوگا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا اور جو ہر رات اس کی تلاوت کرے گا تو وہ اس سے بھی افضل ہوگا۔ (مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورۂ اقتربت الساعۃ کی تلاوت کرے گا تو خدا اسے قبر سے اس طرح برآمد کرے گا کہ وہ جنت کی ناقاؤں میں سے ایک ناقہ پر سوار ہوگا۔ (ثواب الاعمال)

(سورہ قمر مکی ہے اور اس کی ۵۵ آیات ہیں اور ۳ رکوع ہیں)

آیاتُ القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿۱﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿۲﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿۴﴾ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿۵﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ ۖؗ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ

عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے (قیامت کی) گھڑی قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا (۱) اور اگر وہ کوئی نشانی (معجزہ) دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو مستقل جادو ہے (جو پہلے سے چلا آ رہا ہے) (۲) اور انہوں نے (رسول کو) جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور ہر کام کا وقت مقرر ہے اور ثابت ہے (۳) اور ان کے پاس ایسی (سابقہ قوموں کی) ایسی خبریں آ چکی ہیں جن میں (سرکشی کرنے والوں کے لیے) کافی سامانِ عبرت ہے (۴) یعنی نہایت اعلیٰ حکمت والا دانش مندی مگر تنبیہات (ان کو) کوئی فائدہ نہیں دیتیں (۵) (اے رسول) ان لوگوں سے رخ پھیر لیجیے جس دن ایک پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف بلائے گا (۶) (شدتِ خوف سے) آنکھیں جھکائے ہوئے قبروں سے یوں نکل پڑیں گے کہ گویا بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں (۷) (دہشت سے) گردنیں بڑھائے پکارنے والے کی طرف دوڑتے جا رہے ہوں گے (اس دن) کافر کہیں گے کہ یہ بڑا دشوار دن ہے (۸) ان سے پہلے قومِ نوحؑ نے جھٹلایا سو انہوں نے ہمارے بندہ خاص کو جھٹلایا اور ان پر جھوٹا ہونے کا الزام لگایا اور اسے جھڑکا بھی گیا (۹) آخرکار اس (نوحؑ) نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ میں مغلوب ہوں۔ لہٰذا تو (ان سے) بدلہ لے (۱۰) پس ہم نے موسلا دھار

بارش کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیئے (۱۱) اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے پس (دونوں) پانی آپس میں مل گئے ایک کام کے لیے جو مقدر ہو چکا تھا (۱۲) اور ہم نے اس (نوحؑ) کو تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر سوار کیا (۱۳) جو ہماری آنکھوں کے سامنے (ہماری نگرانی میں) چلتی تھی اور (یہ سب کچھ) اس شخص (نوحؑ) کا بدلہ لینے کے لیے کیا گیا جس کی ناقدری کی گئی تھی (۱۴) اور ہم نے اس کو نشانی کے طور پر باقی رکھا تو کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا (۱۵) پس (دیکھو) کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈراوا؟ (۱۶) بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے سو کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا (۱۷) قوم عاد نے بھی (اپنے نبی کو) جھٹلایا تو دیکھو کیسا تھا میرا عذاب اور میرے ڈراوے؟ (۱۸) ہم نے ان پر تیز و تند آندھی بھیجی دائمی نحوست والے دن میں (۱۹) وہ (آندھی) اس طرح آدمیوں کو اکھاڑ پھینکتی تھی کہ گویا وہ جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہیں (۲۰) پس (دیکھو) کیسا تھا میرا عذاب اور میرے ڈراوے؟ (۲۱) بلا شبہ ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن کو آسان بنا دیا تو کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟ (۲۲)

تشریح الالفاظ

(۱) وانشق۔ شق کے معنی شگافتہ ہونے اور پھٹنے کے ہیں (۲) الاجداث۔ یہ جدث کی جمع ہے جس کے معنی قبر کے ہیں (۳) وازدجر، ازدجار کے معنی جھڑکنے کے ہیں (۴) ریحاً صر صراً کے معنی تیز و تند آندھی کے ہیں (۵) مدکر کے معنی ہیں نصیحت حاصل کرنے والا۔

تفسیر الآیات

۱) اقتربت الساعة ... الآیة

معجزہ شق القمر کا تذکرہ

معجزہ شق القمر پیغمبر اسلامؐ کے ان مشہور معجزات میں سے ایک ہے جس پر قریباً تمام اسلامی مسالک و فرق سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ احادیث صحیحہ و صریحہ اس واقعہ کے ثبوت پر موجود ہیں بلکہ

بعض علمائے کرام نے ان کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔ خود الفاظ قرآن اس کی صداقت کے آئینہ دار ہیں۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار مکہ میں بمقام منیٰ چودھویں کی رات کچھ کفار ومشرکین نے پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو آپ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں آپ نے فرمایا اگر میں ایسا کر کے دکھاؤں تو تم ایمان لاؤ گے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے بارگاہ رب العزت میں استدعا کی اور خدا نے چاند کے اس طرح دو ٹکڑے کر دیئے کہ ایک ٹکڑا سامنے والے پہاڑ کی طرف اور دوسرا دوسری طرف نظر آیا۔ اس کے بعد دونوں ٹکڑے باہم جڑ گئے اور آنحضرت نام بنام لوگوں سے فرماتے جاتے اے فلاں گواہ رہنا اے فلاں گواہ رہنا مگر لوگوں نے کہا کہ پیغمبر نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ (قریباً تمام مکتب تفسیر واحادیث وتاریخ وغیرہ)

اس واقعہ کی صداقت پر استدلال

خدائے علیم وحکیم وقتاً فوقتاً ایسے واقعات دنیا میں ظاہر کرتا رہتا ہے جس سے اس کے دین حق کے بیان کردہ حقائق کی حقانیت اجاگر ہو جاتی ہے یہ مذکورہ بالا واقعہ بھی ایسے ہی واقعات میں سے ہے جو ہجرت سے قریباً پانچ سال پہلے پیش آیا اور لوگوں نے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے اس طرح گویا پیغمبر اسلامؐ نے قیامت کی صداقت ثابت کرتے ہوئے فرمایا جس طرح آج چاند ٹوٹا ہوا ہے اسی طرح پورا نظام شمسی وقمری ٹوٹے گا اور پھر ایک نئی دنیا یعنی آخرت بنائی جائے گی۔ بے شک ایسے واقعات میں بڑا سبق موجود ہے مگر ان کے لیے جو اپنی عقل سے سوچتے ہیں لیکن جن پر دنیوی خواہشات یا ابلیسی تلبیسات کا غلبہ ہوتا ہے وہ تو ایسے واقعات دیکھ کر بے جھجک کہہ دیتے ہیں کہ یہ جادو ہے۔

اس واقعہ پر بعض ایرادات اور ان کے جوابات

جو لوگ مسلمان کہلا کر بھی معجزہ اور خارق عادت کے کاموں کا انکار کرتے ہیں وہ کہا کرتے ہیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا اور اس سلسلہ میں بعض بودے ایرادات بھی کرتے ہیں مثلاً یہ کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ چاند جیسے عظیم کرے کے دو ٹکڑے ہو جائیں اور کئی سو میلوں تک الگ رہنے کے بعد پھر باہم پیوست ہو جائیں؟

اس کا جواب بالکل واضح ہے اور عین ممکن ہے کہ ایک سیارہ اپنے اندر کی آتش فشانی اور حرارت کی وجہ سے پھٹ جائے اور اس کے نتیجے میں اس کے دو ٹکڑے دور تک چلے جائیں اور پھر اندرونی قوت جذب وکشش یعنی مقناطیسی طاقت کی وجہ سے باہم پیوست ہو جائیں۔ یا یہ ایراد بھی کیا جا سکتا ہے کہ اگر ایسا واقعہ رونما ہوتا تو پھر

پوری کائنات میں مشہور ہوتا۔

اس کا جواب بھی بالکل عیاں ہے یہ واقعہ جو چند لمحوں میں سرزمین مکہ میں رونما ہوا اور اس کا کوئی پیشگی اعلان تو نہیں تھا تاکہ ساری دنیا کی نگاہیں ادھر لگی ہوئی ہوں اور نہ یہ کوئی ایٹمی دھما کہ تھا کہ سب لوگوں کی توجہ ادھر مبذول ہو جاتی یہ واقعہ ایک مشرقی ملک میں رونما ہوا جبکہ مغربی مما لک میں اس وقت دن تھا اور یہاں بھی کچھ لوگ سوئے ہوئے تھے اور کچھ کام میں مصروف اور کچھ لوگوں کا ادھر دھیان ہی نہیں تھا جیسا کہ سورج یا چاند گرہن کے وقت عموماً ایسا ہوتا رہتا ہے۔ یہ سوال وجواب دوسری کتابوں کے علاوہ تبیان اور مجمع البیان میں بھی مذکور ہیں۔

بہر حال اس معجزہ پر قریباً سب مسلمانوں کا اتفاق ہے اور جو خدا کو علی کلی شئی قدیر کا مصداق جانتے ہیں ان کو اعتراض نہیں ہوسکتا وہ قادر مطلق جب چاہے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ظاہر کر سکتا ہے۔ **و ما ذالك على الله بعزيز**۔

ایضاح:

ہم نے تفصیلات کو نظر انداز کر کے صرف اجمالی اور کلی واقعہ پر اکتفا کیا ہے کیونکہ تفصیلات میں اختلاف ہے جس کی وجہ سے بعض علماء وفضلاء میں اختلاف فکر ونظر پایا جاتا ہے اور خدا لگی بات یہ ہے کہ اس میں گفتگو کی گنجائش بھی ہے جیسا کہ فاضل شیخ جواد مغنیہ نے تفسیر الکاشف میں کی ہے مگر ع

ہے ادب شرط منہ نہ کھلوائیں۔

ہم پیغمبر اسلامؐ کے اس عظیم معجزہ کی اہمیت کے پیش نظر قیل وقال کا دروازہ نہیں کھولنا چاہتے البتہ یہاں بھی کچھ داستان سراؤں نے بھونڈے اضافے کر کے لوگوں کو زبان ایرادراز کرنے کا موقع دیا ہے جیسے بیان کیا جاتا ہے کہ چاند آنحضرتؐ کے گریبان میں داخل ہوا اور آستین سے نکل گیا یا جب چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تو اس کا ایک ٹکڑا آپ کی ایک بغل سے اور دوسرا دوسری بغل کے نیچے سے نکل گیا وغیرہ وغیرہ۔ جو بالکل بے حقیقت ہے اور اس میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ **والله العالم والعاصم**

۲) وان يروا ...الآية

کفار کی ہٹ دھرمی کا تذکرہ

خود شق القمر کا معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا اور ایمان لانے کا وعدہ کیا مگر جب معجزہ دکھایا گیا تو اس واقعہ کی توجیہہ اپنی خواہش کے مطابق یہ کی کہ کہا کہ یہ تو زبردست اور مستقل جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے تا کہ اسے

اپنے لیے اور دوسرے لوگوں کے لیے بھی غیر موثر بنا سکیں۔

۳) ولقد جاءهم ... الآیۃ

ارشاد قدرت ہے کہ ان قرآنی قصص و حکایات اور پہلی قوموں کی تباہی و بربادی کے واقعات میں وہ درس ہائے عبرت پنہاں ہیں جو ان کو تمرد و سرکشی اور عصیاں کاری سے باز رکھنے کے لیے کافی ہیں مگر دیدہ عبرت بیں کہاں، گوش شنوندہ کہاں؟ اور سوچنے والی عقل کہاں؟

کاخ جہاں پراست ز ذکر گذشتگان
لیکن کسے گوش نہد ایں صدا کم است

حکمت بالغہ سے نصیحت کاملہ ہے سب کچھ ہے مگر لا تغنی الایات و النذر عن قوم لا یؤمنون

۴) فتول عنهم ... الآیۃ

ارشاد قدرت ہوتا ہے کہ میرے رسول! فریضہ تبلیغ ادا ہو چکا ہے حجت تمام ہو چکی ہے اگر اب بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو ان سے روگردانی کیجیے بحث و تکرار کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لہٰذا ان کا آخری فیصلہ قیامت کے دن ہوگا اور وہ دن کافروں کے لیے بڑا دشوار ہوگا اس دن ان کا نہ کوئی شفیع ہوگا اور نہ ہی کوئی حامی و مددگار ہوگا۔

۵) کذبت قبلهم قوم نوح ... الآیۃ

اس پیرایہ میں گویا پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر کفار اور مشرکین نے آپ کو جھٹلایا تو یہ کوئی اچنبہ کی بات نہیں ہے بلکہ ان سے پہلے نوح کی قوم نے نوحؑ اور عاد و ثمود وغیرہ کی اقوام نے اپنے دور کے انبیاء کو جھٹلایا اور اس کی پاداش میں یہ قومیں حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں۔ قوم نوح پر جو عذاب نازل ہوا وہ سیلاب کی شکل میں آیا۔ آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہوئی اور زمین سے پانی کے چشمے پھوٹے اور پھر دونوں پانی ایک خاص مقصد (قوم نوح کی ہلاکت) پر باہم مل گئے۔

حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا:

جب بھی بارش برستی ہے تو اس کے قطروں کی تعداد اور پانی کی مقدار معلوم و معین ہوتی ہے مگر طوفان نوح کے موقع پر کسی تعداد کے بغیر موسلا دھار بارش برسی تھی۔ (تفسیر صافی بحوالہ اصول کافی)

مگر خدا نے جناب نوحؑ اور ان کے ساتھی اہل ایمان کو ایک مخصوص تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر

کے بچالیا جس کی تفصیلات پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔

۶) ولقد ترکناھا آیۃً ... الآیۃ

اور ہم نے اس (کشتی) کو بطور نشانی (معجزہ) باقی چھوڑ دیا۔ یہ فقرہ قرآن مجید میں دوسرے بعض مقامات پر کشتی کے تذکرے کے بعد ملتا ہے اس سے تو مترشح ہوتا ہے کہ فرعون کی لاش کی طرح کشتی نوح بھی بطور نشانی اس دنیا میں موجود ہے چنانچہ مفسر طبری نے لکھا ہے کہ ان کے زمانہ کے بعض لوگوں نے اس کشتی کا مشاہدہ کیا تھا۔ (تفسیر جامع البیان)

بیان کیا جاتا ہے کہ ''یہ کشتی چلتی ہوئی کوہ ارارات پر جا کر ٹھہری'' اور وہاں کا جو سب سے اونچا پہاڑ ہے اس کی چوٹی ۱۶۸۵۳ فٹ اونچی ہے بعض ہوابازوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے ارادات کی برفانی چوٹی کے اوپر سے اڑتے ہوئے وہاں کشتی جیسی ایک چیز برف میں دھنسی ہوئی دیکھی ہے۔

اگر یہ صحیح ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ فرعون کی لاش جس طرح اہرام کے اندر دفن تھی اور انیسویں صدی کے آخر میں برآمد ہو کر خدا کی نشانی (یونس: ۹۲) بن گئی اسی طرح شاید کسی وقت کشتی نوح بھی دریافت ہو اور وہ لوگوں کے لیے خدا کی نشانی بن جائے۔ (تذکیر القرآن)

۷) ولقد یسرنا القرآن ... الآیۃ

قرآن کا سمجھنا آسان ہے یا مشکل؟

بعض لوگ اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا کرتے ہیں کہ قرآن بالکل آسان ہے اور ہر شخص جو عربی زبان کی کچھ شد بد رکھتا ہو اسے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

مگر ایسا کہنے والے اتنا نہیں سوچتے کہ اگر یہ بات اسی طرح ہے تو قرآن کی تہتر تفسیریں کیوں لکھی گئی ہیں؟ سارے اسلامی فرقے اور مسالک کسی ایک معنی پر متفق کیوں نہیں ہوتے؟

بہر حال نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن کا آسان ہونا اور ہے؟ پیغمبر اسلامؐ کی زبان پر آسان ہونا اور ہے ولقد یسرنا القرآن بلسانک اور فی الواقع پورے قرآن کا آسان ہونا اور ہم اسی تفسیر کی پہلی جلد کے مقدمات میں سے مقدمہ نمبر ۱۲ میں اس موضوع پر مفصل گفتگو کر کے حقیقت حال واضح کر چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ قرآن کوئی ایسا معمہ بھی نہیں کہ نہ سمجھنے کا اور نہ سمجھانے کا اور نہ اس طرح آسان ہے کہ کسی معلم کی تعلیم کا محتاج نہ ہو بلکہ کچھ محکم ہے اور کچھ متشابہ۔

بہر حال اس موضوع کی جملہ تفصیلات کے خواہش مند حضرات اس مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔

۸) کذبت عاد... الآیة

قوم عاد پر تیز وتند آندھی کی شکل میں جو عذاب آیا اور یہ طوفان برابر سات رات اور آٹھ دن تک جاری رہا۔ جس کی وجہ سے لوگوں کا زمین پر ٹھہرنا ناممکن ہو گیا آندھی انہیں اٹھا اٹھا کر پھینک دیتی۔ کوئی کسی دیوار سے جا ٹکرایا اور کوئی کسی درخت سے اور ان کا انجام یہ ہوا جیسے کھجور کے اکھڑے ہوئے درخت کے تنے ہوں اور انجام کار مکانوں کے کھنڈرات کے سوا کچھ بھی باقی نہ بچا۔ یہ سب کچھ ایسے دن میں ہوا جو دائمی طور پر منحوس تھا۔ اسی لیے بعض لوگوں نے ایام کی سعادت ونحوست پر اس سے استدلال کیا ہے اور ہم چونکہ اس موضوع پر سورہ حم السجدہ کی آیت ۱۶ فی ایام نحسات کی تفسیر میں مفصل گفتگو کر کے حقیقت حال واضح کر چکے ہیں اس لیے اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے اسی مقام کی طرف رجوع کیا جائے تا کہ معلوم ہو کہ حقیقت واقعیہ افراط وتفریط کے درمیان ہے۔

آیات القرآن

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ۡ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ۙ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ

فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾

ترجمۃ الآیات

قوم ثمود نے ڈرانے والوں (پیغمبروں) کو جھٹلایا (۲۳) پس انہوں نے کہا کہ ہم ایک ایسے شخص کی پیروی کریں جو ہم ہی میں سے ہے؟ اس صورت میں تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے (۲۴) کیا ہم میں سے صرف اسی پر وحی نازل کی گئی ہے؟ بلکہ وہ بڑا جھوٹا (اور) شیخی باز ہے (۲۵) انہیں بہت جلد کل کلاں معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا (اور) شیخی باز ہے (۲۶) ہم ایک (خاص) اونٹنی ان کی آزمائش کے لیے بھیج رہے ہیں پس تم (اے صالح انجام کار) انتظار کرو اور صبر کرو (۲۷) اور انہیں آگاہ کردو کہ پانی ان کے درمیان تقسیم ہو گیا ہے اور ہر ایک اپنی باری پر حاضر ہوگا (۲۸) پس ان لوگوں (یہودیوں) نے اپنے ساتھی (قدار) کو پکارا پس اس نے (اونٹنی کو) پکڑ کر اس کی کونچیں کاٹ دیں (۲۹) تو کیسا تھا میرا عذاب اور میرے ڈراوے؟ (۳۰) ہم نے ان پر ایک ہی چنگھاڑ بھیجی تو وہ باڑھ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑہ کی طرح ہو کر رہ گئے (۳۱) اور ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن کو آسان بنا دیا تو کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟ (۳۲) قوم لوط نے ڈرانے والوں کو جھٹلایا (۳۳) ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی صرف آل لوط اس سے محفوظ رہے، ہم نے سحر کے وقت ان کو نجات دی (۳۴) خاص اپنے فضل و کرم سے ہم اسی طرح شکر کرنے والے کو جزا دیتے ہیں (۳۵) بلا شبہ انہوں (لوطؑ) نے انہیں سخت گرفت سے ڈرایا تھا مگر وہ ڈراوے کے بارے میں شک میں مبتلا رہے (اور جھگڑتے رہے) (۳۶) اور ان لوگوں نے ان کے مہمانوں کے بارے میں برے ارادہ سے ان پر ڈول ڈالے تو ہم نے ان کی آنکھیں موند دیں تو میرے عذاب اور ڈراوے کا مزہ چکھو (۳۷) اور (پھر) صبح سویرے ان پر دائمی عذاب آ پہنچا (۳۸) پس میرے عذاب اور ڈراوے کا مزہ چکھو (۳۹)

بے شک ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟ (۴۰)

تشریح الالفاظ

(۱) **سعرٍ** کے معنی جنون کے ہیں (۲) **اشر** ۔ کے معنی برخود غلط قسم کا شیخی باز آدمی (۳) **فارتقبهم** ارتقاب کے معنی انتظار کے ہیں (۴) **شرب** کے معنی پانی کے باری کے ہیں (۵) **فتعاطی** کے معنی تناول اور پکڑنے کے ہیں (۶) **المحتظر** کے معنی باڑہ کے ہیں (۷) **هشيم** کے معنی روندا ہوا اور چورہ چورہ (۸) **حاصباً** کے معنی پتھر برسانے والی ہوا (۹) **فتماروا بالنذر** کے معنی شک کرنے اور جھگڑنے کے ہیں (۱۰) **راودوه** مراودہ کے معنی بہلانے پھسلانے اور ڈول ڈالنے کے ہیں (۱۱) **فطمسنا** ۔ طمس کے معنی مٹانے اور موندنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۹) كذبت ثمود... الآية

جناب صالحؑ کی قوم ثمود اور ان کی سرکشی کا اجمالی تذکرہ

جو باتیں یا جن قوموں کی نا ہنجاری اور اس کے نتیجہ میں ان کی ہلاکت و بربادی کا اس سورہ اور بالخصوص اس رکوع میں تذکرہ کیا گیا ہے ان کے حالات وواقعات قبل ازیں سورہ اعراف اور سورہ ہود وغیرہ میں تفصیل سے گزر چکے ہیں اس لیے ہم طوالت سے دامن بچاتے ہوئے نہایت اختصار کے ساتھ ان کے ان واقعات کا تذکرہ کریں گے جن کی طرف یہاں اشارے پائے جاتے ہیں۔

قوم ثمود کے جناب صالحؑ کی تکذیب کے اسباب

چونکہ پیغمبر ہمیشہ انسانی روپ میں آتے ہیں اس لیے ایک عام آدمی جب تک ان کے حالات وصفات میں غور وفکر نہ کرے اس وقت تک انہیں پہچان نہیں سکتا۔ جس طرح جناب صالحؑ کی اونٹنی بھی بظاہر ایک عام اونٹنی نظر آتی تھی جسے قبیلہ ثمود کے لوگ پہچان نہ سکے جسے پے کر دیا اور عذاب الٰہی کے مستحق قرار پائے۔

بہرحال یہاں قوم ثمود کے جناب صالحؑ کو نبی نہ ماننے اور ان کی تکذیب کرنے کے تین علل و

اسباب بیان کیے گئے ہیں۔

۱۔ وہ ہماری طرح بشر وانسان ہیں کوئی مافوق الفطرت مخلوق نہیں ہیں۔

۲۔ وہ خود ہماری قوم کے عام فرد ہیں۔

۳۔ وہ اکیلے ہیں ان کے ساتھ حشم وخدم وغیرہ کی کوئی جماعت بھی موجود نہیں۔

تو ان حالات میں ہم کس طرح ان کی فضیلت اور برتری کا اقرار کریں ایسا کرنے سے تو ہم بالکل گمراہ اور دیوانے ثابت ہوں گے۔ مخفی نہ رہے کہ سعر کے متعدد معنوں میں سے ایک معنی جنون بھی ہیں اور وہی معنی یہاں موزوں ہیں۔ (المنجد، لسان العرب وغیرہ)

۱۹) انامرسلو الناقة ... الآیة

جناب صالحؑ کی ناقہ معجزہ بھی تھی اور ذریعہ آزمائش بھی

قبل ازیں سورہ اعراف وہود وغیرہ میں اس ناقہ کے خرق عادت کے طور پر پہاڑ سے نکلنے اور پانی پینے کے سلسلہ میں تقسیم کار کہ ایک دن چشمہ سے صرف یہ ناقہ پانی پیئے گی اور دوسرے دن عام لوگ اور ان کے جانور پئیں گے اور یہ کہ وہ جہاں چاہے گی چرے گی اسے کوئی نہیں روکے گا۔ چنانچہ ایک مدت تک اس طریقہ کار پر عمل درآمد بھی ہوتا رہا مگر جب قوم کی شامت آئی تو قدار نامی ایک بد بخت سردار کو پکارا اور اس نے آکر اس کی کونچیں کاٹ دیں اور اس طرح وہ قوم عذاب الٰہی کی مستوجب قرار پائی اور تین دن کے بعد تباہ وبرباد ہوگئی۔

۱۱) کذبت قوم لوطٍ ... الآیة

جناب لوطؑ اور ان کی قوم کا تفصیلی تذکرہ سورہ اعراف وہود وغیرہ میں کئی مقامات پر کیا جا چکا ہے اور ان کے ہاں فرشتوں کے مہمان بن کر آنے اور ان لوگوں کے طوفان بدتمیزی کھڑا کرنے کے تفصیلی واقعات بھی گزر چکے ہیں یہاں اتنا اضافہ ہے کہ پہلے تو خدائے قہار نے ان کی بصارت ختم کر دی اور وہ دیکھنے سے اس طرح معذور ہو گئے کہ انہیں گھروں کا دروازہ بھی نظر نہیں آتا تھا اور چونکہ طمس کے معنی مٹانے کے ہیں اس لیے ایک تصور یہ بھی ہے کہ ان آنکھوں کا نشان بھی مٹ گیا اور ان کے چہرے اس طرح سپاٹ ہو گئے کہ گویا ان پر کوئی آنکھ تھی ہی نہیں اور اس لفظ کا قریبی مفہوم یہی ہے۔ ان لوگوں پر عذاب صبح کے وقت نازل ہوا تھا کہ ان کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں اور پتھر برسانے والی تیز وتند ہوا چلائی گئی تھی اور صرف جناب لوطؑ اور ان کے خاندانوں اور عام اہل ایمان کو بچا لیا گیا اور یہ اللہ کا خاص فضل وکرم اور اس کا احسان تھا۔

آیات القرآن

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ
عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَیْرٌ مِّنْ اُولٰٓىٕكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِی
الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ
الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ
الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۴۷﴾ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰى
وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَ مَاۤ
اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَاۤ اَشْیَاعَكُمْ فَهَلْ
مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَ كُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَ كُلُّ صَغِیْرٍ وَّ كَبِیْرٍ
مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ
مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

ترجمۃ الآیات

اورفرعون والوں کے پاس بھی ڈرانے والے آئے (۴۱) توانھوں نے ہماری ساری نشانیوں کوجھٹلایا تو ہم نے انہیں اس طرح پکڑا جس طرح کوئی زبردست اقتدار والا (طاقت ور) پکڑتا ہے (۴۲) کیاتمہارے کافران لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لیے (آسمانی) کتابوں میں معافی کا پروانہ لکھا ہوا ہے؟ (۴۳) یا وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک ایسی جماعت ہیں جو غالب رہیں گے (۴۴) عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے (۴۵) بلکہ ان کے وعدہ کا اصل وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت (ہولناک) اور بڑی تلخ ہے (۴۶) بے شک مجرم لوگ گمراہی اور دیوانگی میں مبتلا ہیں (۴۷) جس دن یہ لوگ منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے (کہا جائے گا) اب آگ کا مزہ چکھو (۴۸) بے شک ہم نے ہر چیز کو خاص اندازہ سے پیدا کیا ہے (۴۹)

اور ہمارا حکم نہیں ہوتا مگر ایک جو آنکھ جھپکنے میں واقع ہو جاتا ہے (۵۰) بے شک ہم تمہارے ہم مشرب لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ (۵۱) اور جو کچھ ان لوگوں نے کیا تھا وہ سب نامہ اعمال میں درج ہے (۵۲) اور ہر چھوٹی اور بڑی بات (اس میں) درج ہے (۵۳) بے شک پرہیزگار لوگ بہشتوں اور نہروں میں ہوں گے (۵۴) صداقت وسچائی کے محل میں بڑی عظیم قدرت والے بادشاہ (خدا) کے حضور میں (مقرب ہوں گے) (۵۵)

تشریح الالفاظ

(۱) الزبر۔ یہ زبور کی جمع ہے جس کے معنی کتاب کے ہیں (۲) یسحبون۔ سحب کے معنی منہ کے بل گھسیٹنے کے ہیں (۳) بقدر۔ قدر کے معنی اندازہ اور بقدر ضرورت کے ہیں (۴) مستطر۔ سطر۔ یسطر کے معنی لکھنے اور درج کرنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۲) ولقد جاء آل فرعون... الآیة

فرعون والوں کے برے انجام کا اجمالی بیان

فرعون اور فرعونیوں کی داستان خونچکاں قبل ازیں کئی بار بیان کی جا چکی ہے کہ ان کے طویل کفر و شرک اور زبردست تمرد وسرکشی کے بعد آخرکار خدائے قہار نے انہیں اس طرح اپنی سخت گرفت میں لیا جس طرح ایک زبردست اقتدار والا طاقتور کسی کو اپنی گرفت میں لیتا ہے۔

۱۳) اکفار کم... الآیة

خداوند کفار مکہ اور مشرکین عرب سے خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ آیا تمہارے کافر ان کا فروں سے بہتر ہیں کہ اگر وہ انہی تباہ شدہ قوموں جیسے برے کام کریں گے تو ان سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے گا؟ آخر انہیں سرخاب کے کون سے پر لگے ہوئے ہیں؟ یا تمہارے پاس خدا کی آسمانی کتابوں میں کوئی معافی کا پروانہ لکھا ہوا ہے کہ تم جو کرتوت بھی کرو گے تو تم سے کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی اور جب ان دو باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے تو تمہاری یہ آزادرویاں تمہیں کس انجام سے دوچار کریں گی؟ اور ع

انجام گلستان کیا ہو گا؟

۱۴) سیھزم الجمع... الآیة

یہ سورہ قمر جس میں پیشین گوئی کی گئی ہے ہجرت سے پانچ سال پہلے نازل ہوئی تھی جبکہ نظر بظاہر حالات کفار کے ہزیمت اٹھانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ہجرت کے تیسرے سال خدائے قدیر نے کفار کی اس عبرت ناک ہزیمت اور مسلمانوں کی عظیم فتح و فیروزی کا وعدہ جنگ بدر میں پورا کر دیا۔جس کی تفصیلات قبل ازیں بیان کی جا چکی ہیں اور یہ بات قرآن، اسلام اور خود پیغمبر اسلامؐ کی صداقت کی وہ نا قابل انکار دلیل ہے کہ جس کا کوئی صحیح الدماغ آدمی انکار نہیں کر سکتا۔

۱۵) انا کل شیءٍ خلقناہ... الآیة

فرعون والوں کے برے انجام کا اجمالی بیان

اس قسم کی قرآن مجید میں متعدد آیات موجود ہیں جیسے خلق کل شئی فقدرہ تقدیرا ۔ (القرآن)

و کل شئی عندہ بمقدار (الرعد:۸) جن پر غور کرنے سے چند حقائق سامنے آتے ہیں۔

الف۔ خالق حکیم نے ہر چیز حکمت کے تقاضوں کے مطابق پیدا کی ہے اور کوئی بھی چیز عبث اور بے مقصد پیدا نہیں کی۔

ب۔ کوئی چیز بے جوڑ پیدا نہیں کی گئی بلکہ اپنی شکل وصورت اور اپنی بقا ونشوونما کے اعتبار سے ایک تقدیر و ضابطہ کے تحت پیدا کی گئی ہے اس کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔

ج۔ ہر چیز ضرورت کے تحت اور بقدر ضرورت پیدا کی گئی ہے اور کوئی بھی چیز ضرورت سے زیادہ پیدا نہیں کی گئی گویا یہ آیت ایسی ہے جیسی کہ ان من شئی الا وعندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم صرف ضرورت کے مطابق نازل کرتے ہیں۔

و۔ اسی قانون قدرت اور آئین فطرت کے مطابق انسان بلکہ خود اس دنیا کی بقاء کی بھی ایک تقدیر ہے اور وہ ایک ضابطہ کے مطابق باقی ہیں انسان کو یہاں نیک و بدعمل کرنے کی آزادی حاصل ہے اور دنیا دارالامتحان ہے قادر مطلق جب چاہے گا اس کو یہاں سے اٹھا کر دارالجزا کی طرف بھیج دے گا اس مقررہ وقت میں ایک گھنٹہ کی بھی کمی وبیشی نہیں ہو سکے گی۔

اور بالکل اسی طرح دنیا کے فنا ہونے اور آخرت کے رونما ہونے کا بھی ایک خاص وقت مقرر ہے دنیا

حادث ہے اور قدیم نہیں ہے۔ لہٰذا جب اس کی فنا کا مقررہ وقت آ جائے گا تو اس میں ایک منٹ کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوگی۔ کل من علیھا فان و یبقی وجه ربك ذوالجلال والا کرام۔ اور قیامت اپنے مقررہ وقت پر اچانک قائم ہوجائے گی۔

۱۶) وما امرنا ... الآیة

یہ اللہ کے امر تکوینی کے بارے میں ہے جس کے متعلق وہ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ انما امرہ اذا ارادشئیاً ان یقول له کن فیکون اور واضح رہے کہ یہ ایک چشم زدن کی بھی بات عام انسان کے فہم کے مطابق ہے ورنہ خدا کے حکم اور اس کی تعمیل کی سرعت کا کوئی انسانی ذہن اندازہ نہیں کر سکتا اور بعض مفسرین نے اس سے قیامت کا قائم ہونا مراد لیا ہے کہ جب خدائے قدیر اسے برپا کرنا چاہے گا تو آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے اسے برباد کردے گا۔ و ھو علی کل شئی قدیر۔

۱۷) و کل شیءٍ فعلوہُ ... الآیة

انسان کا ہر چھوٹا بڑا قول و فعل نامہ اعمال میں درج ہے

اس حقیقت کا کئی بار اظہار کیا جا چکا ہے کہ انسان جب کوئی چھوٹی یا بڑی نیکی یا بدی کرتا ہے یا جب بھی وہ کوئی کلام و کام کرتا ہے۔ وہ سب دفتر اعمال میں محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ لہٰذا کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ اس کی کوئی حرکت یا سکون خدا کے علمی احاطہ سے باہر ہے یا اس کا کوئی قول و فعل ریکارڈ سے غائب ہوجائے گا بلکہ سب کچھ موجود ہے اور ضرورت کے وقت انسان کے ہاتھ میں تھمایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اسے پڑھتا جا اور اپنا فیصلہ خود کرتا جا اور وہ اسے دیکھ کر پکار اٹھے گا کہ اس نامہ اعمال کو کیا ہوگیا ہے کہ اس نے تو ہمارے ہر چھوٹے بڑے کلام و کام کا احاطہ کر لیا ہے؟

۱۸) عند ملیك مقتدرٍ ... الآیة

مخفی نہ رہے کہ خدا کی حضور سچائی کے محل میں ہونے سے مراد خدا کا معنوی قرب مراد ہے جو کہ ساری مادی و روحانی نعمتوں سے بڑھ کر ہے نہ کہ مادی و جسمانی قرب کیونکہ خداوند عالم کی ذات جسم و جسمانیات اور مکان سے منزہ و مبرا ہے۔ کما لا یخفی۔

۲۷ ستمبر ۲۰۰۳ء ساڑھے گیارہ بجے سورہ قمر کا ترجمہ و تفسیر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی

والحمد للہ رب العالمین

سورہ رحمٰن کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کے آغاز میں وارد شدہ لفظ الرحمن سے اس کا نام ماخوذ ہے۔

عہد نزول:

اگرچہ بعض اہل علم حضرات نے اس سورہ کو مدنی قرار دیا ہے مگر اکثر مفسرین اس کے مکی ہونے پر متفق ہیں اور اس کے مضامین و مطالب اور دوسرے کئی داخلی و خارجی شواہد سے اسی مشہور قول کی تائید مزید ہوتی ہے اور مکہ کے بھی قریباً وسطانی دور کی نازل شدہ معلوم ہوتی ہے جبکہ مخالفین اپنے اس جاہلانہ مطالبہ پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ جب تک ان کو کوئی عذاب یا اس کی کوئی نشانی دکھا نہ دی جائے اس وقت تک وہ تکذیب رسول کی پاداش میں نہ کسی دنیوی عذاب کا اقرار کریں گے اور نہ ہی اخروی عذاب کو تسلیم کریں گے۔

سورہ رحمٰن کے مطالب و مضامین کی اجمالی فہرست

۱۔ قرآن مجید کی یہ واحد سورہ ہے جس میں انسانوں کے ساتھ ایک دوسری مختار مخلوق یعنی جنات کو بھی مخاطب کیا گیا ہے۔

۲۔ خداوند عالم نے اپنی بہت سی نعمتوں کا ذکر کر کے انس و جن سے سوال کیا ہے کہ تم اس کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

۳۔ اس سورہ میں جہاں انس و جن کو اچھے کاموں کے اچھے نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے وہاں انہیں برے کاموں کے برے عواقب سے بھی متنبہ کیا گیا ہے۔

۴۔ سب سے پہلے احسان یعنی تخلیق انسان اور پھر اسے قرآن و بیان و کلام کی تعلیم دینے کا بیان۔

۵۔ سارے نظام کائنات کا ارادہ الٰہی کے ساتھ چلنے کا بیان۔

۶۔ اس حقیقت کا بیان کہ نظام کائنات عدل الٰہی پر قائم ہے۔

۷۔ کائنات کی ہر چیز فانی ہے ہاں البتہ صرف ذات خداوندی باقی ہے۔

۸۔ زمین اور اس کی نعمتیں انسان کی خاطر پیدا کی گئی ہیں۔

۹۔ قیام قیامت اوراس میں باز پرس ہونے کا بیان۔

۱۰۔ انسانوں کی خلقت کے خاک سے اور جنات کی خلقت کے آگ سے ہونے کا بیان۔

۱۱۔ اصحاب الیمین اور نیکو کاروں کو ملنے والے انعامات کا تفصیلی بیان۔

۱۲۔ قیامت کا ہولناک منظر۔

۱۳۔ دوزخ کی تصویر کشی۔

۱۴۔ احسانات وانعامات الٰہی کا ایک ایک کر کے تذکرہ اور پھر جن وانس سے بار بار سوال۔ فبای الا ربکما تکذبان کی تکرار اوراس کی عجیب تاثیر

۱۵۔ دومشرق اور دومغرب کا بیان وغیرہ وغیرہ۔

سورہ رحمٰن کی تلاوت کا ثواب

۱۔ پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جوشخص سورہ رحمٰن کی تلاوت کرے گا تو خدا اس کی کمزوری پر رحم فرمائے گا اوراس شخص نے گویا خدا کی نعمتوں کا شکریہ ادا کر دیا۔ (مجمع البیان)

۲۔ حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے فرمایا جوشخص سورہ رحمٰن کی تلاوت کرے اور ہر فبا الا ربکما تکذبان کے بعد یہ کہے لا بشئی من الا ئك رب ا كذب تو اگر رات کے وقت پڑھے اور اس رات فوت ہو جائے تو شہید تصور ہوگا اور اگر دن کے وقت پڑھے اور اس دن فوت ہو جائے تو اس کی موت شہادت کی موت ہوگی۔ (ثواب الاعمال)

(سورہ رحمٰن مکی ہے اوراس کی (۷۸) آیات ہیں اور (۳) رکوع ہیں)

آیات القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۪﴿۵﴾ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿۹﴾ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۙ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۪ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ

الْاَكْمَامِ ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے خدائے رحمن (۱) نے قرآن کی تعلیم دی (۲) اسی نے انسان کو پیدا کیا (۳) اسی نے اسے بولنا (مافی الضمیر بیان کرنا) سکھایا (۴) سورج اور چاند ایک (خاص) حساب کے پابند ہیں (۵) اور سبزیاں، بیلیں اور درخت (اسی کو) سجدہ کرتے ہیں (٦) اس نے آسمان کو بلند کیا اور میزان (عدل) رکھ دی (۷) تاکہ تم میزان (تولنے) میں زیادتی نہ کرو (۸) اور انصاف کے ساتھ ٹھیک طریقہ پر تولو اور وزن (تولنے) میں کمی نہ کرو (۹) اور اس نے زمین کو تمام مخلوق کے لیے بنایا (۱۰) اس میں (ہر طرح کے) میوے ہیں اور کھجور کے غلافوں والے درخت ہیں (۱۱) اور بھوسہ والا اناج بھی اور خوشبودار پھول بھی (۱۲) سو (اے جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۱۳) اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا (۱۴) اور جنات کو پیدا کیا آگ کے شعلہ سے (۱۵) سو (اے جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۱٦) وہی دونوں مشرقوں کا پروردگار ہے اور وہی دونوں مغربوں کا مالک و پروردگار ہے (۱۷) سو (اے جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کن کن

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۱۸) اس نے دو دریا جاری کیے جو آپس میں مل رہے ہیں (۱۹) ان دونوں کے درمیان ایک فاصلہ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے (۲۰) سو (اے جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۲۱) ان دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں (۲۲) سو (اے جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۲۳) اور اسی کے لیے وہ (جہاز) ہیں جو سمندروں میں پہاڑوں کی طرح اٹھے ہوئے ہیں (۲۴) سو (اے جن وانس) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۲۵)

تشریح الالفاظ

(۱) **بحسبان۔ حسبان** کے معنی حساب کے ہیں۔(۲) **والنجم** کے معنی ستارہ اور بے ساق نباتات کے ہیں (۳) **تطغوا۔ طغا یطغوا طغواً** کے معنی حد سے گزرنے کے ہیں (۴) **ذوالعصف عصف** کے معنی پتے کے ہیں۔ بناء بریں ذوالعصف کے معنی ہوں گے وہ دانے جو پتوں میں لپٹے ہوئے ہوں (۵) **مارِجٍ** کے معنی بھڑکنے والی آگ کے ہیں (۶) **والمرجان** کے معنی چھوٹے موتی کے ہیں اس کا واحد مرجانہ یعنی مونگا ہے (۷) **فبای آلاء** یہ الی کی جمع ہے جس کے معنی نعمت کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) الرحمان... الآیة

اس سورہ کے لفظ رحمن سے آغاز کرنے کی وجہ

ہم سورہ فاتحہ کی تفسیر میں واضح کر آئے ہیں کہ رحمن و رحیم میں نمایاں فرق یہ ہے کہ رحمن اللہ کی اس صفت کو بتاتا ہے جو خالق کی طرف سے بتقاضائے ربوبیت تمام کائنات سے متعلق ہے جس میں مومن و کافر اور عادل و فاسق کی کوئی تفریق نہیں ہے چنانچہ اس کے جلوے دنیا میں آنکھوں کے سامنے ہیں: ع

گبرا و تر سا وظیفه خود خواری

اس لیے اس لفظ کا اطلاق کسی مخلوق پر نہیں ہو سکتا اور اس کا تثنیہ نہیں ہے کیونکہ یہ اس خدا سے مخصوص ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے چونکہ اس سورہ میں خداوند عالم نے اپنی بہت سی روحانی و جسمانی اور دنیوی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن سے اس نے جن وانس کو نوازا ہے اس لیے اس سورہ کا آغاز لفظ رحمن سے کیا ہے نیز اس

میں کفار کے اس طنزیہ ایراد کا جواب بھی ہے کہ وہ بسم اللہ میں الرحمن سن کر کہتے ہیں کہ و ما الرحمن؟ یہ خدائے رحمن کون ہے؟ تو اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ رحمن وہ ہے جس نے (اپنے بندہ کو) قرآن پڑھایا انسان کو پیدا فرمایا اور اسے بیان وکلام سکھایا۔

٢) علم القرآن... الآیة

خدا نے قرآن کی تعلیم کس کو دی؟

چونکہ علم متعدی بدو مفعول ہوتا ہے اس لیے یہاں ایک مفعول تو مذکور ہے کہ خدا نے قرآن سکھایا مگر کس کو؟ یہ بات مذکور نہیں ہے مگر قرینہ مقام سے ظاہر ہے کہ جب پیغمبر اسلامؐ قرآن کی تلاوت کرتے تھے تو کفار سن کر کہتے تھے کہ یہ پیغمبر کا کلام ہے یعنی ان کا طبعزاد ہے اور کوئی کہتا تھا کہ **انما یعلمه بشر**۔ تو خداوند عالم ان کے جواب میں وضاحت کر رہا ہے کہ قرآن پیغمبر اسلامؐ کا طبعزاد کلام نہیں ہے اور نہ ہی اس کا پڑھانے والا کوئی انسان ہے بلکہ خدائے رحمان کا کلام حق ترجمان ہے جس کا نازل کرنے والا اور پڑھانے والا وہی رحمن ہے (تفسیر مجمع البیان)

اللہ اللہ وہ کتاب جس کی صفت **هذا بیان للناس و هدی و موعظه للمتقین** ہوا اور جس کا پڑھانے والا خود خدا ہو اور پڑھنے والا مصطفیٰ۔ (**روحی و ارواح العالمین له الفداء**) ہو تو اس متعلم ربانی کے علم و فضل اور کمال کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

٣) خلق الانسان... الآیة

خدائے رحمن نے انسان کو پیدا کیا یعنی اسے عدم سے نکال کر عرصہ وجود میں لایا جو کہ تخلیق کائنات کا شاہکار ہے قابل غور بات یہ ہے کہ یہاں الانسان سے مراد کون ہے؟ بعض مفسرین نے اس سے جناب آدم صفی اللہ اور بعض نے حضرت محمد رسول اللہؐ اور بعض نے عام انسان مراد لیا ہے۔ حضرت شیخ طوسیؒ نے اسی آخری قول کو الظاہر کہہ کر پسند کیا ہے۔ **و هو فی محله** (تفسیر تبیان)

ایضاح:

یہ بات ارباب علم و دانش کے لیے وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ ترتیب ذکری اگرچہ حرف عطف واو (بمعنی اور) کے ساتھ بھی ہو تو ترتیب واقعی پر دلالت نہیں کرتی مثلاً جب کوئی شخص یوں کہے کہ میرے پاس زید، بکر، خالد آئے یا یوں کہے کہ میرے پاس زید اور بکر اور خالد آئے تو اس کا مطلب صرف یہ بیان کرنا ہوتا ہے کہ فلاں فلاں شخص آئے اس سے لازم نہیں آتا کہ چونکہ زید کا نام پہلے لیا گیا تو وہ پہلے، بکر کا نام

دوسرے نمبر پر ہے تو وہ بعد میں آیا اور خالد کا نام آخر میں ہے تو وہ سب کے بعد آیا بلکہ ہوسکتا ہے کہ جس کا نام آخر میں لیا گیا ہے وہ سب سے پہلے آیا ہو۔ ہاں البتہ اگر آنے کی ترتیب بتانی ہو تو اس کے لیے عربی حرف فاء اور ثم اور اردو میں ''پس'' اور ''پھر'' مقرر ہیں کہ میرے پاس زید آیا پس بکر آیا یا میرے پاس زید آیا پھر بکر آیا اس سب سمع خراشی کا مقصد یہ ہے کہ یہاں غیر ذمہ دار خطباء ومقررین بڑے طمطراق سے یہ نکتہ بیان کیا کرتے ہیں کہ اللہ نے پیغمبر اسلامؐ کو قرآن پہلے پڑھایا اور پیدا بعد میں فرمایا کیونکہ یہاں تعلیم کا ذکر پہلے ہے اور خلقت کا ذکر اس کے بعد ہے جو سراسر غلط ہے۔

اتنی واضح بات بھی ان کج فہموں کی سمجھ میں نہیں آئی کہ پڑھایا اسے جاتا ہے جو موجود ہو معدوم کو کچھ پڑھایا نہیں جاتا اور نہ ہی اسے کچھ پڑھایا جا سکتا ہے۔

۴) علمه البيان... الآية

انسان کو قوت گویائی خدا نے عطا فرمائی ہے

خدائے رحمان نے انسان کی تخلیق کے بعد اس کی نشوونما اور اس کی بقا اور اس کے مجد وشرف کے تحت جو نعمتیں اسے عطا فرمائیں ان میں سے ایک بیان وکلام بھی ہے جس کی وجہ سے اسے ناطق کہا جاتا ہے جس نطق سے اہل منطق یہ مراد لیتے ہیں کہ وہ مدرک کلیات اور یابندہ معقولات ہے اور اہل شرع یہ مراد لیتے ہیں کہ وہ فکری طور پر حق وباطل اور عملی طور پر خیر وشر اور حلال وحرام میں امتیاز کرتا ہے۔

بہر حال یہی صفت ایک انسان وحیوان میں فارق ہے اور اسے عام حیوانات سے ممیز کرتی ہے کہ وہ ما فی الضمیر کا اظہار کرسکتا ہے زبان سے بھی اور تحریر سے بھی پھر سب زبانیں اس میں داخل ہیں جبکہ حیوان ایسا کرنے پر قادر نہیں ہیں۔

۵) الشمس والقمر... الآية

سورج اور چاند خاص حساب کے پابند ہیں

ظاہر ہے کہ جب خالق کائنات اور اس کا مدبر ومنتظم منظم اعلیٰ خدائے علیم وحکیم ہے تو اس نے تمام کائنات میں سے کسی کو نظام تکوین کا اور کسی کو نظام تشریع کے تحت چند قواعد وضوابط کا پابند کر رکھا ہے۔ بناء بریں سورج و چاند جو اجرام فلکی میں سے نمایاں افراد ہیں جن کے طلوع وغروب سے دن ورات اور موسمی تغیرات پیدا ہوتے ہیں وہ بھی اپنے طلوع وغروب میں ایک خاص حساب خداوندی اور قانون الٰہی کے پابند ہیں اور ان میں خود

مختار ہونے اور دیوی دیوتا بننے کی اہلیت کا نام ونشان تک موجود نہیں ہے بلکہ ضابطہ قدرت کے تحت اپنے اپنے مدار میں چکر لگانے پر مجبور ہیں اور اس سے ہرگز روگردانی نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کی رفتار اور نہ ہی ان کے نظام و کام میں کبھی کوئی خلل وفرق پڑتا ہے۔

۶) والنجم والشجر ...الآیة

والنجم کے جہاں ایک معنی تارے کے ہیں وہاں نباتات کو بھی کہا جاتا ہے جس کا کوئی تنا نہ ہو جیسے بیلیں اور سبزیاں جبکہ شجر اس درخت کو کہتے ہیں جس کا تنا ہو تو اس تقابل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں والنجم سے ستارے نہیں بلکہ تنا کے بغیر نباتات مراد ہیں اور یہی راجح ہے کہ یہ دونوں تکوینی طور خدائے کون ومکان کے سامنے سجدہ ریز ہیں یعنی جس مقصد کے لیے خالق حکیم نے انہیں پیدا کیا ہے وہ طبعی طور پر اس کی تکمیل میں مصروف عمل ہیں اور اس سے ایک سرمو ادھر ادھر نہیں ہوتے اور نہ ہی اس سے تجاوز کرتے ہیں۔

۷) والسماء رفعھا ...الآیة

پورا نظام کائنات عدل الٰہی پر قائم ہے

خدا نے آسمان کو اونچا پیدا کیا ہے اکثر مفسرین نے المیزان سے عدل الٰہی مراد لیا ہے کہ خالق حکیم نے پوری علوی وسفلی کائنات کے نظام کو عدل پر قائم کیا ہے۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے کہ فرمایا **بالعدل قامت السموات والارض** کہ آسمان وزمین عدل کے ساتھ قائم ہیں۔ (تفسیر صافی)

لہٰذا خالق عادل نے زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو عدل اور مناسب شکل و صورت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ان کی نشوونما اور ارتقاء کے لیے جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ سب مہیا کر دی ہیں اور انسانوں کو بھی عدل کرنے کا حکم دیا ہے **اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ** اور اس المیزان سے ظاہری میزان بھی مراد لیا جا سکتا ہے جیسا کہ بہت سے علماء نے مراد لیا ہے۔ بناء بریں مقصد یہ ہوگا کہ لین دین اور ناپ تول میں توازن قائم کرو۔ ایسا نہ ہو کہ جب مال دینا ہو تو کم اور جب لینا ہو تو زیادہ لیا جائے کہ شرعی نقطہ نگاہ سے ایسا کرنا حرام ہے جس کی پوری وضاحت سورہ مطففین کی تفسیر میں کی جائے گی اس لیے خدائے عادل نے تولنے میں ہر قسم کی زیادتی کرنے اور حد سے بڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ **الا تطغوا فی المیزان** اور باطنی میزان بھی مراد لیا جا سکتا ہے جس سے مراد عدل الٰہی ہے۔

۸) واقیموا الوزن ...الآیة

جب المیز ان سے عدل الٰہی مرادلیا جائے تو پھراس آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب خالق عادل نے ساری کائنات کا نظام عدل پر قائم کیا ہے تو وہ اپنے بندوں کو بھی یہی حکم دے رہا ہے کہ اپنے اپنے دائرہ کار میں عدل وانصاف کرو اور کسی معاملہ میں بھی کسی قسم کی زیادتی نہ کرو اور کسی کے حقوق غصب کر کے اس پر ظلم نہ کرو۔ ان اللہ لا یحب الظالمین۔ اور دوسرے معنی کی بناء پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنی کاروباری دنیا میں ترازو کو صحیح رکھو اور ناپ تول میں کسی قسم کا ہیر پھیر نہ کرو اور کسی حالت میں بھی دیانت وامانت کا دامن نہ چھوڑو اور بددیانتی کا ہرگز ارتکاب نہ کرو اور ڈنڈی نہ مارو ورنہ پورا معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو جائے گا اور دیانت داری کا جنازہ نکل جائے گا۔

۹) والارض وضعها للانام... الآیة

اگر چہ عام طور پر لفظ انام سے مراد انسان لیا جاتا ہے مگر لغوی اعتبار سے اس کے معنی ہر اس جاندار کے ہیں جو زمین پر رہتا ہے اور بعض نے اس کے معنی ہر ذی روح کے کیے ہیں۔ بہر کیف اس کے معنی صرف انسان نہیں ہیں اور نہ ہی لفظ انام انسان کے مترادف ہے۔ لہٰذا جن اشتراکیت مآب لوگوں نے اس آیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ زمین سب انسانوں میں مشترک ہے اور چونکہ حکومت عوام کی نمائندہ ہوتی ہے لہٰذا صرف اسے ہی اس میں حق تصرف حاصل ہے یہ استدلال بناء الفاسد علی الفاسد کی بدترین مثال ہونے کی وجہ سے درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔

۱۰) فیها فاکهه... الآیة

خداوند عالم یہاں اپنی بعض وہ نعمتیں گنوا رہا ہے جو زمین میں ہوتی ہیں جیسے ہر قسم کے پھل فروٹ اور غلافوں میں لپٹی ہوئی کھجوریں تا کہ نہ موسمی تغیرات کا اس پر جلدی اثر ہو نہ مکھیاں اور مچھر اور کیڑے مکوڑے انہیں گندا کر کے صحت کے لیے مضر بنا سکیں اور کھانے کے لیے دانے ہیں جیسے گندم، جو، باجرہ اور چاول وغیرہ جوان پتوں سے لپٹے ہوئے ہوتے ہیں جو بعد میں خشک ہو کر بھوسہ بن جاتے ہیں گویا دانے وغیرہ وخدا کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے اس بھوسہ کے غلاف میں پیک شدہ ہوتے ہیں تا کہ موسمی تغیرات اور خراب کرنے والے حشرات سے ان کی حفاظت کی جا سکے۔

۱۱) خلق الانسان و خلق الجان... الآیة

قبل ازیں سورہ آل عمران آیت ۵۹، سورہ حجر آیت ۲۶، سورہ فرقان ۵۴ وغیرہ میں ابوالبشر آدم کی مٹی

سے خلقت اور ابو الجن جان کی بے دھواں شعلہ آگ سے پیدائش کا تذکرہ سورہ الحجر آیت ۲۷ **والجان خلقناہ من قبل من نار السموم** کی تفسیر میں کیا جا چکا ہے وہاں رجوع کیا جائے۔ اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۲) رب المشرقین... الآیۃ

اکثر مفسرین نے یہاں سورج کی مشرق ومغرب مراد لی ہے کہ اس کے جاڑے کا مشرق ومغرب اور ہے اور گرمی کا مشرق ومغرب اور ہے اور بعض نے تثنیہ کے اس صیغہ سے سورج و چاند کے دو مشرق ومغرب مراد لیے ہیں یہ سب کچھ حسب ظاہر ہے جسے ہر خاص وعام محسوس کرتا ہے کہ موسم سرما وگرما کا مشرق ومغرب الگ الگ ہوتا ہے لیکن اگر دقت نگاہ سے کام لیا جائے تو ہر دن کا مشرق ومغرب علیحدہ ہوتا ہے اس لیے خدا کو رب المشارق والمغارب کہا جاتا ہے۔

۱۳) مرج البحرین... آلایۃ

مرج کے معنی کسی چیز کو آزاد چھوڑ دینے کے ہیں اور بحرین سے شیریں اور نمکین سمندر مراد ہیں کہ کئی مقامات پر دونوں آپس میں مل جاتے ہیں اور میلوں تک ساتھ ساتھ رہتے ہیں مگر قادر مطلق نے ان کے درمیان ایک ایسی حد فاصل قائم کر دی ہے کہ نہ ایک دوسرے پر چڑھتے ہیں اور نہ ہی آپس میں خلط ملط ہوتے ہیں اور یہ بات خدا کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا وہ خاص کرشمہ ہے کہ جہاں مادیین اور نیچری حضرات بھی انگشت بدنداں نظر آتے ہیں جن سے بڑے اور چھوٹے موتی اور مونگے نکلتے ہیں لغت کے لحاظ سے المرجان کے معنی چھوٹے موتی کے بھی ہیں اور مونگے کے بھی اور یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔ حسب ظاہر تو اس آیت کی یہی تفسیر ہے جو بیان کر دی گئی ہے مگر راسخون فی العلم سے اس آیت کی ایک اور تفسیر بھی مروی ہے کہ یہاں بحرین سے حضرت علیؑ وفاطمہؑ مراد ہیں اور درمیانی حد فاصل سے حضرت رسول خداؐ مراد ہیں اور **لؤ لؤ والمرجان** سے حضرت امام حسنؑ وامام حسینؑ مراد ہیں۔ (تفسیر قمی، مجمع البیان، صافی، البرہان وغیرہ)

اس کی تائید مزید برادران اسلامی کی بعض روایات سے بھی ہوتی ہے چنانچہ ابن عباس اور انس بن مالک سے یہی تفسیر منقول ہے کہ بحرین سے مراد علی وفاطمہؑ، برزخ سے مراد نبیؐ اور **لؤ لؤ والمرجان** سے مراد حسنین شریفین ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور علامہ جلال الدین السیوطی)

۱۴) ولہ الجوار... الآیۃ

اس سے کشتیاں اور بحری جہاز مراد ہیں جن کے تمدنی و معاشرتی اور تجارتی فوائد عیاں راچہ بیان کے مصداق ہیں کالا علام کی لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کشتیوں سے وہ بڑے بڑے باد بانی اور دخانی جہاز مراد ہو سکتے ہیں جو نوایجاد ہیں جو سمندروں میں پہاڑوں کی طرح چلتے نظر آتے ہیں اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔فبای آلاء ربکما تکذبان۔

آیات القرآن

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِىْ وَالْاَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾

ترجمۃ الآیات

جو بھی روئے زمین پر ہیں وہ سب فنا ہونے والے ہیں (۲۶) اور آپ کے پروردگار کی ذات باقی رہے گی جو عظمت واکرام والی ہے (۲۷) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۲۸) آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں اسی سے (اپنی حاجتیں) مانگتے ہیں وہ ہر روز (بلکہ ہر آن) ایک نئی شان میں ہے (۲۹) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۳۰) اے جن وانس ہم عنقریب (تمہاری خبر لینے کے لیے) تمہاری طرف متوجہ ہونے والے ہیں (۳۱) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۳۲) اے گروہ جن وانس! اگر تم سے ہو سکے تو تم آسمانوں اور زمین کی حدود سے باہر نکل جاؤ (لیکن) تم طاقت اور زور کے بغیر نہیں نکل سکتے (۳۳) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۳۴) تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم اپنا بچاؤ نہ کر سکو گے (۳۵) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۳۶) (اس وقت کیا حالت ہوگی) جب آسمان پھٹ جائے گا اور (رنگے ہوئے) سرخ چمڑے کی طرح لال ہو جائے گا (۳۷) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۳۸) پس اس دن کسی انسان یا جن سے اس کے گناہ کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا (۳۹) تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۴۰) مجرم اپنے چہروں (اپنی علامتوں) سے پہچان لیے جائیں گے اور پھر پیشانیوں کے پٹے اور پاؤں سے پکڑے جائیں گے (اور جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے (۴۱) سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۴۲) یہی وہ دوزخ ہے جسے مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے (۴۳) وہ (مجرم) اس (دوزخ) اور اس کے انتہائی کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے (۴۴) پس اے جن وانس! سو تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۴۵)

تشریح الالفاظ

(۱) تنفذوا ۔ نفذ ینفذ نفذا و نفاذا کے معنی کس چیز کو چھید کر پار ہو جانا (۲) سلطان۔ کے معنی قوت، اقتدار اور زور کے ہیں۔ (۳) شواظ آگ کے شعلہ کو کہتے ہیں جس میں دھواں نہ ہو (۴)

نحاس اس دھواں کو کہتے ہیں جس میں شعلہ نہ ہو (۵) کالدھان ۔ دھان سے سرخ رنگا ہوا چمڑا مراد ہے۔ (٦) حمیم کے معنی انتہائی گرم پانی کے ہیں (۷) آن ۔ انی ۔ یانی انیاً کے معنی قریب اور حاضر کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۵) کل من علیھا فان... الآیۃ

علیھا کی ضمیر کا مرجع بالاتفاق الارض ہے اس سے یہ حقیقت بیان کرنا مقصود ہے کہ از قسم جن وانس وغیرہ جو کچھ روئے زمین پر ہے یا اس کے اندر ہے سب فانی ہے اور کوئی چیز باقی اور لازوال نہیں ہے ہاں البتہ اگر بقا ہے تو ذات خداوندی کے لیے ہے جو صاحب جلال واکرام ہے کیونکہ وہ واجب الوجود قائم بالذات اور نا قابل فنا ہے۔

مجسمہ فرقہ کے استدلال کا ابطال

مجسمہ فرقہ چونکہ خدا کی جسمیت کا قائل ہے لہٰذا وہ لوگ اسی طرح خدا کے چہرہ کے قائل ہیں جس طرح ہر شخص کا ہوتا ہے حنبلی فرقہ کا رجحان بھی اسی نظریہ کی طرف رہا ہے جس کے بڑے نمائندہ ابن تیمیہ حرانی اور ان کے شاگرد ابن قیم وغیرہ ہیں اور بارہویں صدی ہجری کے بعد ابن عبدالوہاب اور ان کے دوسرے نجدی وہابی علماء ہیں لیکن جب یہ حقیقت علم کلام میں نا قابل رد دلائل و براہین سے ثابت ہو چکی ہے کہ خدا جسم وجسمانیات سے منزہ ومبرا ہے تو اس سے اس نظریہ کا بطلان واضح وعیاں ہو جاتا ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی فرمایا و من وصف اللہ بوجہ کالوجوہ فقد کفر جو شخص یہ کہے کہ کہ اللہ بھی عام چہرہ وشکل رکھتا ہے وہ کافر ہے۔ تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند ہماری کتاب احسن الفوائد کی طرف رجوع کریں۔ فریقین کے محقق علماء وفضلا کا موقف یہ ہے کہ یہاں جز سے مراد کل ہے یعنی وجہ سے خدا کی ذات اقدس مراد ہے۔ کل شئی ھالك الا وجهه اور کل من علیھا و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام جلال میں عالم دنیا کے فنا اور اکرام میں عالم آخرت کی بقاء کی طرف اشارہ ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ہماری بعض روایات میں وارد ہے کہ یہاں وجہ ربک سے مراد دین ہے۔ (احتجاج طبرسی)

اور بعض میں وارد ہے کہ یہاں وجہ اللہ سے مراد نبی وامام ہیں جن کی وجہ سے خدا کی طرف توجہ اور اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ (عیون الاخبار)

اور پھر اس سے بعض کم علم وعقل لوگ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ان ہستیوں کے لیے موت نہیں ہے جو سراسر غلط ہے نص قرآنی موجود ہے کہ **انك میت وانهم میتون**۔ کہ اے رسول! آپ مرنے والے ہیں **و کل نفس ذائقه الموت** یعنی

جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمد مرسلؐ نہ رہے کون رہے گا؟

یہاں وجہ اللہ سے فنا اور ہلاکت کی نفی کی گئی ہے نہ کہ موت کی کئی روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ فانی اور ہالک وہ ہے جو مر کر واصل جہنم ہو جائے اور جو مر کر نجات اُخروی کا پروانہ حاصل کرلے وہ فانی اور ہالک نہیں ہے۔ (تفسیر البرہان)

۱۶) یسالہ من فی ... الآیۃ

ارض وسما کی سب مخلوق خدا سے اپنی حاجتیں طلب کرتی ہے

ارشاد قدرت ہے کہ آسمان وزمین کی سب مخلوق زبان حال یا زبان مقال سے اللہ سے اپنی حاجتیں مانگ رہی ہے اور سب اپنی ذات، صفات اور بقاء میں اس کے محتاج ہیں اور کوئی بھی مخلوق اس کے فیض وجود سے بے نیاز نہیں ہے اس پیرایہ میں یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ نبی وامام ہوں یا ولی ووصی یا کوئی دیوی یا دیوتا ان میں سے کوئی حاجت روا نہیں ہے بلکہ وہ خود اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی میں خدا کے محتاج ہیں اور پوری کائنات میں صرف خدائے واحد وقہار کی حکومت وفرمانروائی ہے۔

۱۷) کل یوم ھو ... الآیۃ

ہر لحظہ ہے خالق کی نئی شان نئی آن

چونکہ یہودی کہتے تھے کہ **ید الله مغلولة** اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں کہ وہ کچھ نہیں کرسکتا۔ یہود اور کچھ مسلمان بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں **جف القلم بما هو کائن**۔ یعنی تقدیرات الہیہ سب مقدر ومقرر ہو چکے ہیں اب خدا نہ کوئی نیا فیصلہ کرسکتا ہے اور نہ کوئی پرانا فیصلہ تبدیل کرسکتا ہے چنانچہ خداوند عالم ان کی رد کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ ہر روز، ہر لحظہ اور ہر لمحہ اس کی قدرت کے کرشمے جاری ہیں کسی کا گناہ معاف کررہا ہے کسی کے رنج وغم کو دور کررہا ہے کسی کو سربلند کررہا ہے اور کسی کو پست کررہا ہے کسی کو شاہ بنارہا ہے اور کسی کو گدا بنا رہا ہے۔ کسی شکر گزار کی شکر گزاری کے صلہ میں نئی نعمتوں سے نواز رہا ہے اور کسی ناشکرے کو موجودہ نعمتوں سے

بھی محروم کر رہا ہے اور کسی کی عمر بڑھا رہا ہے اور کسی کی عمر کم کر رہا ہے **یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتب**۔ خدا جو چاہتا ہے وہ لکھ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ہے۔ (سورہ الحجر)

اور اسی کا نام شریعت میں بداء ہے **ماعبداللہ بمثل البداء وما عظم بمثل البداء** عقیدہ بداء سے بہتر خدا کی نہ عبادت کی گئی ہے اور نہ اس کی مانند اسکی عظمت بیان کی گئی ہے۔ (اصول کافی)

۱۸) سنفرغ لکم ... الآیۃ

خداوند عالم کی یہ صفت ہے کہ **لا یشغلہ شان عن شان** اسے ایک کام دوسرے کام سے مشغول نہیں کرتا اور نہ ہی سوال کرنے والے کی کثرت اسے مغالطہ میں ڈالتی ہے لہٰذا اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خدا اس وقت دنیوی کاموں میں اس قدر مصروف ہے کہ اسے جن وانس کے سرکشوں اور نافرمانوں سے باز پرس اور سوال و جواب کرنے کی فرصت نہیں ہے بلکہ دنیا چونکہ دارالامتحان ہے جب تک اس کی مدت ختم نہیں ہوتی تب تک ہر شخص سرکشی اور نافرمانی کرنے کے لیے آزاد ہے جب عمل و امتحان کی مدت ختم ہو جائے گی تو ہم دنیا اور اس کے سب کاروبار کو ختم کر کے ہمہ تن امتحان میں شرکت کرنے والوں کی باز پرس اور ان کی جزا و سزا کی طرف متوجہ ہوں گے یعنی ابھی ہم پہلا کام کر رہے ہیں اور ثقلان سے مراد جن وانس ہیں کہ اے جن وانس وہ وقت قریب ہے کہ ہم تمہاری خبر لینے کے لیے ہمہ تن تمہاری طرف متوجہ ہو کر تمہارا حساب لیں گے پھر نیکوں کو جزا اور بروں کو سزا دیں گے۔

۱۹) یامعشر الجن و لانس ... الآیۃ

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے گروہ جن وانس! تمہیں جس باز پرس اور سوال و جواب کی خبر دی جا رہی ہے اس سے اور خدا کی بارگاہ میں حاضری وحضوری سے تم کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ کوئی جن وانس خدا کی گرفت سے نکل کر کائنات ارضی وسماوی کی حدود سے باہر نہیں نکل سکتا مگر کسی خاص اقتدار اور طاقت کے ساتھ، جو اسے ہرگز حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا جب امتحان کی مدت ختم ہونے پر وہ لوگوں کو پکڑے گا تو کوئی جن وانس اس پر قادر نہیں ہے کہ اپنے آپ کو اس سے بچا سکے اور اگر تمہارا خیال ہے کہ تم ایسا کر سکتے ہو تو پھر کوشش کر کے دیکھ لو۔

۲۰) یرسل علیکما ... الآیۃ

شواظ کے معنی آگ کا وہ شعلہ جس میں دھواں نہ اور نحاس کے ایک معنی ہیں وہ دھواں جس میں شعلہ نہ

ہواور دوسرے معنی ہیں پگھلا ہوا تانبا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص آسمان وزمین کی مقرر حدود سے باہر نکلنے کی ناکام کوشش کرے گا اس پر آگ کے شعلوں اور دھواں یا پگھلے ہوئے تانبے کی مار پڑے گی اور وہ مار ایسی ہوگی کہ تم نہ اس کا مقابلہ کر سکو گے اور نہ ہی اس سے اپنا بچاؤ کر سکو گے۔ بظاہر اس شواظ من نار سے مراد وہ شہاب ثاقب ہیں جو ملاء اعلیٰ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے والے شیاطین الجن کو مارے جاتے ہیں۔

۲۱) فاذا انشقت السماءُ... الآیة

وردۃ کے معنی گلاب کے پھول کے بھی ہیں اور دوسرے معنی ایک خاص رنگت یعنی زردی مائل سرخ رنگ کے گھوڑے کے بھی ہیں اور دھان کے ایک معنی سرخ رنگ کے رنگے ہوئے چمڑے کے ہیں اور تیل کی تلچھٹ کے بھی ہیں بہرحال گلاب کے پھول اور سرخ چمڑے سے تشبیہ کا مقصد یہ ہے کہ قیامت کے دن آسمان کے پھٹنے کے بعد اس کی جو رنگت ہوگی اس کے اظہار کے لیے وردہ اور دھان کی دو لفظیں استعمال کی گئی ہیں کہ آج تو تم قیامت کا انکار کرتے ہو مگر جب آسمان پھٹ جائے گا اور اس کی نیلگوں چھت سرخ کھال کی طرح نظر آئے گی تو اس وقت کیا کرو گے؟

۲۲) فیومئذٍ لا یسال... الآیة

اس دن کسی جن وانس سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا، اس کا کیا مفہوم ہے؟

قرآن کی متعدد آیات اور متعدد مستند روایات سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن ضرور حساب و کتاب اور سوال و جواب ہوگا۔ جیسے وقفوھم انھم مسئولون انہیں ٹھہراؤ کہ ابھی ان سے سوال ہونا ہے۔ **فوربك لنسئلنکم اجمعین عما کانوا یعملون** (حجر: ۹۲) تمہارے پروردگار کی قسم کہ ہم ان سب سے سوال کریں گے کہ وہ کیا کیا کرتے تھے **تاللہ لتسئلن عما کنتم تفترون** (نحل ۵۶) خدا کی قسم! تم سے ضرور سوال ہوگا کہ تم کیا افتراء پردازیاں کرتے تھے تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ہے کہ اس دن کسی جن وانس سے سوال نہیں کیا جائے گا؟ اس کے مفسرین اسلام نے چند جوابات دیے ہیں۔

پہلا جواب: یہ سوال کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس نہیں ہوگی کہ مجرم اپنے چہروں اور علامتوں سے پہچانے جائیں گے یعنی ان کے اترے ہوئے چہرے اور ان کی خوف زدہ آنکھیں بتا دیں گی کہ وہ مجرم ہیں اور انہیں پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

دوسرا جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ کو مجرمین کے جرائم کا علم ہے اس لیے اسے اس بات کی

ضرورت نہیں ہوگی کہ وہ مجرم سے پوچھے کہ تو نے جرم کیا ہے یا نہ؟ بلکہ وہ صرف یہ پوچھے گا کہ تم نے یہ جرم کیوں کیا؟

تیسرا جواب: قیامت کے دن کئی مواقف ہوں گے کسی مقام پر سوال و جواب ہوگا اور کسی پر نہیں۔

چوتھا جواب: تحقیق و تفتیش والے سوال و جواب کی نفی کی گئی ہے کہ اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کیونکہ اس دن مجرم کے ہاتھ پاؤں بلکہ اس کا ہر ایک بن مواس کے جرم کی شہادت دے گا لہٰذا اس سے زجر و توبیخ یا لعنت و ملامت والے سوال و جواب کی نفی نہیں ہوتی۔

پانچواں جواب: وہ ہے جو وارثان قرآن میں سے آٹھویں وارث حضرت ثامن الائمہ سے مروی ہے من اعتقد الحق ثم اثم و لم یتب فی الدنیا عذب علیه فی البرزخ و یخرج یوم القیامة و لیس له ذنب یسئل عنه (مجمع البیان وفی کذافی القمی)

جس شخص کا عقیدہ برحق ہو (مومن ہو) پھر گناہ کرے اور دنیا میں توبہ بھی نہ کرے تو اسے عالم برزخ میں سزا دی جائے گی اور قیامت کے دن اس حال میں برآمد ہوگا کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا جس کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے۔

۲۳) هذه جهنم التی ... الآیة

ان مجرمین سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جہنم جس کا تم انکار کیا کرتے تھے پھر عذاب اور شدت پیاس سے ان کا برا حال ہوگا اور وہ اسی جہنم اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے اور جہنم ہوگی اور ادھر ادھر کھولتا ہوا پانی۔ کبھی جہنم میں ڈالے جائیں گے اور کبھی کھولتا ہوا پانی پئیں گے عذاب کا یہ سلسلہ جاری رہے گا انہی کے درمیان چکر لگانے اور گردش کرنے میں زندگیاں گزر جائیں گی۔

آیات القرآن

وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَاۤ اَفۡنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیۡهِمَا عَیۡنٰنِ تَجۡرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیۡهِمَا مِنۡ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوۡجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّکِـِٕیۡنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنۡ اِسۡتَبۡرَقٍ ؕ وَجَنَا

الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ
الطَّرْفِ ۙ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾
مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ
نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ
وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَیِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَیِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ
حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ
وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو شخص اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو باغ ہیں (۴۶) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۴۷) دونوں باغ بہت سی شاخوں والے (۴۸) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۴۹) ان دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے (۵۰) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۵۱) ان دونوں باغوں میں ہر پھل کی دو قسمیں ہوں گی (۵۲) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۵۳) وہ ایسے بچھونوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور

دونوں باغوں کے تیار پھل (ان کے) بہت ہی نزدیک ہوں گے (۵۴) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۵۵) ان جنتوں میں نیچی نگاہ والی (حوریں) ہوں گی جن کو ان (جنتیوں) سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے (۵۶) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۵۷) وہ (حوریں) ایسی ہوں گی جیسے یاقوت اور مرجان (۵۸) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۵۸) نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہے؟ (۵۹) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۶۰) ان دونوں باغوں کے علاوہ دو باغ اور بھی ہیں (۶۱) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۶۲) دونوں گہرے سبز سیاہی مائل (۶۳) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۶۴) ان دو باغوں میں دو چشمے ہوں گے جوش مارتے ہوئے (۶۵) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۶۶) ان میں پھل، کھجور اور انار ہوں گے (۶۷) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۶۸) ان میں اچھی سیرت وصورت والی (حوریں) ہوں گی (۶۹) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۷۱) ان (جنتیوں سے پہلے کسی انسان یا جن نے انہیں چھوا بھی نہیں ہوگا (۷۲) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۷۳) وہ (جنتی لوگ) سبز رنگ کے بچھونوں اور خوبصورت گدوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے (۷۴) پس تم اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (۷۵) بابرکت ہے تمہارے پروردگار کا نام جو بڑی عظمت اور کرامت والا ہے (۷۶)

تشریح الالفاظ

(۱) افنان۔ یہ فن کی جمع ہے جس کے معنی شاخ کے ہیں (۲) بطائنھا بطانہ کی جمع ہے جس کے معنی استر کے ہیں (۳) استبرق کے معنی دبیز ریشم کے ہیں (۴) وجنی الجنتین۔ جنی اسم ہے بمعنی مجنی یعنی تازہ چنے ہوئے پھل۔ (۵) مدھامتان مدھامہ کے معنی ہیں سرسبز وشاداب جو سیاہی مائل ہو (۶) نضاختان۔ نضاخ کے معنی ہیں ابلنے اور جوش مارنے والا (۷) حور یہ حوریہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں جس کی آنکھ کی سیاہی بہت سیاہ اور سفیدی بہت سفید ہو اور جس کی رنگت سفید ہو (۸) رفرفٍ۔ اس کے معنی بچھونے اور مسند کے ہیں (۹) وعبقری کے معنی گدے اور بچھونے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۴)ولمن خاف مقام... الآیة

لمن خاف مقام ربه کے مفہوم کی وضاحت

یہاں مقام اگر اسم ظرف ہوتو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ اس جگہ سے ہر وقت خائف ولرزاں رہتے ہیں جہاں کھڑا کر کے ان سے حساب لیا جائے گا اور اگر اسے مصدر میمی بنایا جائے تو پھر اس کے دو مفہوم ہوں گے ایک یہ کہ جولوگ ہر وقت اس بات سے خوفزدہ رہتے ہیں کہ ان کا رب ان کی نگرانی کر رہا ہے وہ ان افعال واقوال سے پوری طرح باخبر ہے وہ ڈرتے ہیں کہ کوئی ایسی بھول نہ ہوجائے کہ جس کے باعث ان کا رب ان سے ناراض ہوجائے۔

دوسرا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ لوگ جو اپنے رب کی جناب میں کھڑا ہونے سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔(ضیاء القرآن)

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔فرمایا:

"من علم ان الله يراه و يسمع ما يقول و يعلم ما يعمله من خير و شر فحجزه ذالك عن القبيح من الاعمال فذالك الذى خاف مقام ربه و نهى النفس عن الهوى۔

جو شخص یہ جانتا ہے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے خدا سن رہا ہے اور یہ جو کچھ نیک و بد کر رہا ہے خدا اسے جانتا ہے اور اس کا یہ علم اسے برے کام کرنے سے روکے تو یہ وہ شخص ہے جو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری سے ڈرتا ہے اور نفس کو اس کی خواہش سے روکتا ہے۔(الاصول من الکافی)

حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا:

"من عرضت له فاحشة او شهوة فاجتنبها مخافة الله تعالىٰ حرم الله عليه النار و امنه من الفزع الاكبر و انجز له ما وعده فى كتابه و لمن خاف ربه جنتان یعنی جس شخص کو کوئی فحش کام یا کوئی شہوت رانی کا کام پیش آئے اور وہ خوف خدا کی وجہ سے اس سے اجتناب کرے تو خدا اس پر دوزخ کو حرام قرار دیتا ہے اور قیامت کی فزع اکبر سے اسے محفوظ فرماتا ہے اور اپنی کتاب میں ایسے لوگوں سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرتا ہے کہ جولوگ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری سے ڈرتے ہیں ان کے لئے دو باغ ہیں(من لا یحضره الفقیه)''

ظاہر ہے کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو وہ خواہش نفس کی غلامی کی قید سے آزاد ہو جائے گا اور وہ زندگی کے ہر ہر موڑ پر جائز و ناجائز کا خیال رکھے گا اور واجبات کو ادا کرے گا اور محرمات شرعیہ سے احتراز کرے گا۔

اس رکوع کے مطالب حقہ کا خلاصہ

سابقہ آیات میں مجرمین اور ان کی مختلف سزاؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے اب یہاں متقین اور ان کی مختلف جزاؤں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے چونکہ جنت کے معنی ہی باغ کے ہیں تو ان آیات میں پہلے دو اعلیٰ قسم کے بنے ہوئے باغات کا ذکر کیا جا رہا ہے اور دو اعلیٰ قسم کے چشموں کا جو ہر وقت رواں دواں ہیں جن میں طرح طرح کے دو دو قسم کے میوے معروف اور غیر معروف یا تر اور خشک اور خوب سیرت وخوبصورت حور العین موجود ہیں اور ہر قسم کی وہ نعمتیں ہیں جن کا ایک انسان تصور بھی نہیں کر سکتا اور یہ سابقین اولین اور مقربین بارگاہ رب العالمین کے لیے ہیں اور ان دو باغوں کے علاوہ دو باغ اور ہیں ان میں دو چشمے بھی ہیں جو جوش مار رہے ہیں اور ابل رہے ہیں مگر یہ چاندی کے ہیں اور پہلے باغوں سے درجہ میں پست ہیں گو کہ ان میں بھی آرائش وآسائش کا سب ساز وسامان موجود ہے اور ناقابل قیاس حد تک ان میں نعمتیں موجود ہیں اور یہ اصحاب الیمین اور عام صالح مومنین کے لیے ہیں اہل جنت کے ان دو طبقوں کا تذکرہ سورہ واقعہ میں بھی موجود ہے۔ **والسابقون السابقون اولئك المقربون واصحاب اليمين ما اصحاب اليمين** اور ظاہر ہے کہ جب اہل جنت کے افراد کے کردار اور اخلاق واطوار میں فرق ہے اور اس کے نتیجہ میں ان کے مراتب و مدارج میں بھی فرق ہے تو پھر باغوں میں بھی فرق کا ہونا لازمی ہے۔ چنانچہ **من دونهما جنتان** کے ایک معنی تو وہی ہیں جو ہم نے کیے ہیں کہ ان دو اعلیٰ باغوں کے علاوہ بھی دو باغ ہیں مگر اس **من دونهما** کے ایک معنی اور بھی کیے گئے ہیں کہ ان دو اعلیٰ باغوں کے علاوہ دو کم تر درجہ کے بھی باغ ہیں باقی ان آیات میں انہی چار باغوں اور چار چشموں اور ان کے اندر پائی جانے والی نعمتوں کا تذکرہ ہے وبس۔

۲۵) قاصرات الطرف ...الآية

ان بہشتوں میں ایسی نیچی نگاہ والی شرم حضور نیک سیرت اور خوبصورت حوریں ہیں اور یہی شرم وحیا ایک عورت کی زینت ہے جو اپنے حسن و جمال اور اپنی نزاکت و لطافت کی وجہ سے ایسی ہیں جیسے یاقوت والمرجان اور پھر عفت مآب ایسی ہیں کہ اپنے خیموں کی حدود سے باہر قدم نہیں رکھتیں آج کل کی حسین عورتوں کی طرح نہیں جو کلبوں، ہوٹلوں اور فلموں کی زینت بنتی ہیں اور بدمعاش مردوں کو دعوت نظارہ دیتی ہیں۔

۲۶) لم يطمثهن انس قبلهم ولا جان ... الآية

طمث کے متعدد معنوں میں سے ایک معنی کنواری لڑکی سے مباشرت کے بھی ہیں کہ ایسی پاکدامن باکرہ ہیں کہ ان کے ان جنتی خاوندوں سے پہلے کسی انسان یا جن نے ان کو چھوا بھی نہیں ہے۔

۲۷) هل جزاء الاحسان...الآية

بھلائی کی جزا بھلائی کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟ بھلا جو بندہ اپنی پوری زندگی خالق کی بندگی میں گزار دے اور فرائض عبودیت ادا کرے اور وظائف بندگی انجام دے اور راہ حق میں مختلف شدائد اور تکالیف برداشت کرے مگر اس کے پائے ثبات میں لغزش واقع نہ ہو کیا یہ ممکن ہے کہ خدائے کریم و رحیم اس کی اس نیکیوں کو رائیگاں کر دے اور اسے اجر و ثواب عطا نہ کرے؟

حاشا کہ رسم و راہ محبت چنین بود؟

کتاب التوحید میں حضرت امیر علیہ السلام سے اور کتاب علل الشرائع میں حضرت امام حسن علیہ السلام سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

هل جزاء من قال لا اله الا الله الا الجنة یعنی (مقررہ شرائط کے ساتھ) کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کی جزا جنت کے سوا اور کیا ہے؟

نیز پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے کہ:

ایک بار آپؐ نے یہی آیت پڑھی اور پھر حاضرین سے پوچھا **اتدرون ما یقول ربکم**؟ تم جانتے ہو کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ **قالوا الله و رسوله اعلم** عرض کیا خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں! فرمایا **یقول هل جزاء من انعمت علیه بالتوحید الا الجنة** اللہ فرماتا ہے کہ جس کو میں نعمت توحید سے نوازوں اس کی جزاء جنت کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ (تفسیر مجمع البیان و صافی)

۲۸) تبارك اسم ربك... الآية

جب خدائے بزرگ و برتر کا نام بڑی برکت والا ہے تو اس کے مسمی یعنی خدائے رحمن ذوالجلال والا کرام کی کبریائی و بڑائی کا کیا کہنا؟ جس سے وہ تمام نعمتیں قائم ہیں جن کا تذکرہ اس سورہ مبارکہ میں کیا گیا ہے اس سورہ کا آغاز بھی خدائے رحمن کے نام کے ہوا تھا اور اختتام بھی اسی صاحب جلال و اکرام کے نام سے ہو رہا ہے۔

سورہ رحمن کا ترجمہ اور اس کی تفسیر بعونہ تعالیٰ و حسن توفیقہ بخیر و خوبی اپنے اختتام کو پہنچی

والحمد للہ رب العالمین

سورہ واقعہ کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ کی پہلی آیت میں لفظ الواقعہ مذکور ہے اسی سے اس سورہ کا یہ نام ہوا۔

عہد نزول:

یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی مگر ابن عباس سے منقول ہے کہ اس کی چند آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔مگر مشہور و منصور یہی ہے کہ یہ تمام سورہ مکی ہے اور ایک تاریخ روایت سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ سورہ ۵ھ میں نازل ہو چکی تھی۔ واللہ العالم

سورہ واقعہ کے مطالب و مضامین کی اجمالی فہرست

۱۔ اس سورہ میں زیادہ تر تین مضامین پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

(i) توحید (ii) قرآن (iii) اور قیامت

۲۔ قیامت کے احوال اور اہوال کا تذکرہ۔

۳۔ تین قسم کے لوگوں کا تذکرہ جن میں سے دو کا تعلق اہل بہشت سے ہے اور ایک کا اہل دوزخ سے۔

۴۔ بہشتیوں کے حالات۔

۵۔ دوزخیوں کے حالات۔

۶۔ قیامت کے بارے میں بعض غلط فہمیوں کا ازالہ اور اس کے وقوع پذیر ہونے کے دلائل۔

۷۔ خدا کی ہستی اور اس کی توحید و یکتائی کے دلائل۔

۸۔ قرآن مجید کی صداقت اور اس کے کلام الٰہی ہونے کے دلائل۔

۹۔ حروف قرآن کو چھونے کے لیے طہارت کے شرط ہونے کا تذکرہ۔

۱۰۔ موت کے معاملہ میں انسان کی عاجزی اور بے بسی کا تذکرہ۔

۱۱۔ لوگوں کے مذکورہ بالا تین اقسام کے انجام کا خلاصہ بیان۔

۱۲۔ نعمات الٰہیہ کی یاد دہانی اور شکر گزاری کی دعوت۔

۱۳۔ قیامت کا انکار بڑا جرم ہے وغیرہ وغیرہ

سورہ واقعہ کی تلاوت کا ثواب

۱۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورہ واقعہ کی تلاوت کرے گا لکھا جائے گا کہ وہ غافلوں میں سے نہیں تھا۔ (مجمع البیان)

۲۔ عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں سمعت رسول الله یقول من قرء سورة الواقعه کل لیلة لم تصبه فاقة ابداً۔ میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے جو شخص ہر رات سورہ واقعہ کی تلاوت کرے گا وہ کبھی فقر و فاقہ میں مبتلا نہیں ہوگا۔ (ایضاً و بیہقی)

۳۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص ہر رات سونے سے پہلے سورہ واقعہ کی تلاوت کرے وہ اس حالت میں خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوگا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ (ثواب الاعمال؛ تفسیر عیاشی)

۴۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص ہر شب جمعہ سورہ واقعہ کی تلاوت کرے گا تو اللہ اس سے محبت کرے گا اور اسے سب لوگوں کا محبوب بنائے گا اور وہ دنیا کے اندر کبھی فقر و فاقہ میں گرفتار نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے کوئی دنیوی آفت پہنچے گی اور وہ حضرت امیر علیہ السلام کے خاص رفقاء میں سے ہوگا۔ (مجمع البیان وغیرہ)

(سورہ واقعہ مکی ہے اور اس کی چھیانوے (۹۶) آیات ہیں اور تین (۳) رکوع ہیں)

آیاتُ القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اِذَا وَقَعَتِ الۡوَاقِعَةُ ۙ۝۱ لَيۡسَ لِوَقۡعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ۝۲ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ۝۳ اِذَا رُجَّتِ الۡاَرۡضُ رَجًّا ۙ۝۴ وَّبُسَّتِ الۡجِبَالُ بَسًّا ۙ۝۵ فَكَانَتۡ هَبَآءً مُّنۡۢبَثًّا ۙ۝۶ وَّكُنۡتُمۡ اَزۡوَاجًا ثَلٰثَةً ؕ۝۷ فَاَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ ؕ۝۸ وَاَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ؕ۝۹ وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ ۙ۝۱۰ اُولٰٓـئِكَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ۚ۝۱۱ فِىۡ

جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۱۲﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۴﴾ عَلٰی
سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ ﴿۱۶﴾ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ
وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا
یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَحْمِ طَیْرٍ
مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِیْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا
كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا
سَلٰمًا ﴿۲۶﴾ وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ﴿۲۷﴾ فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿۲۸﴾
وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ
كَثِیْرَةٍ ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴿۳۴﴾ اِنَّاۤ
اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ
الْیَمِیْنِ ﴿۳۸﴾

ترجمۃ الآیات

(شروع) کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا۔ جب واقعہ ہونے والی (قیامت) واقع ہو جائے گی (۱) جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے (۲) وہ (کسی کو) پست کرنے والی اور (کسی کو) بلند کرنے والی ہوگی (۳) جب زمین بالکل ہلا ڈالی جائے گی (۴) اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے (۵) (اور) پراگندہ غبار کی طرح ہو جائیں گے (۶) اور تم لوگ تین قسم کے ہو جاؤ گے (۷) پس (ایک قسم) دائیں ہاتھ والوں کی ہوگی وہ دائیں ہاتھ والے کیا اچھے ہیں؟ (۸) اور (دوسری قسم) بائیں ہاتھ والوں کی ہوگی اور بائیں ہاتھ والے کیا برے ہیں؟ (۹) اور (تیسری قسم) سبقت کرنے والوں کی ہوگی وہ تو سبقت کرنے والے ہی ہیں (۱۰) وہی لوگ خاص مقرب (بارگاہ) ہیں (۱۱) (یہ لوگ) عیش

وآرام کے باغوں میں ہوں گے (۱۲) ان کی بڑی جماعت اگلوں میں سے ہوگی (۱۳) اور بہت تھوڑے پچھلوں میں سے ہوں گے (۱۴) مرصع تختوں پر تکیہ لگائے (۱۵) آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (۱۶) ان کے پاس ایسے غلمان (نوخیز لڑکے) ہوں گے جو ہمیشہ غلمان ہی رہیں گے (۱۷) (شراب طہور سے بھرے ہوئے) آبخورے، آفتابے اور پاک وصاف شراب کے پیالے (یعنی جام، صراحی سبو وساغر) لیے گردش کر رہے ہوں گے (۱۸) جس سے نہ درد سر ہوگا اور نہ عقل میں فتور آئے گا (۱۹) وہ (غلمان) طرح طرح کے پھل پیش کریں گے وہ جسے چاہیں چن لیں (۲۰) اور پرندوں کے گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے (۲۱) (اوران کے لیے) گوری رنگت والی غزال چشم حوریں بھی ہوں گی (۲۲) جو چھپا کر رکھے ہوئے موتیوں کی طرح (حسین) ہوں گی (۲۳) یہ سب کچھ ان کے ان اعمال کی جزا ہے جو جو وہ کیا کرتے تھے (۲۴) وہ اس میں کوئی فضول اور گناہ والی بات نہیں سنیں گے (۲۵) مگر صرف سلام ودعا کی آواز آئے گی (۲۶) اور وہ دائیں ہاتھ والے اور وہ دائیں والے کیا اچھے ہیں (۲۷) وہ ایسی بیری کے درختوں میں ہوں گے جن میں کانٹے نہیں ہوں گے (۲۸) اور تہہ بہ تہہ کیلوں میں (۲۹) اور (دور تک) پھیلے ہوئے سایوں میں (۳۰) اور بہتے ہوئے پانی میں (۳۱) اور بہت سے پھلوں میں (۳۲) جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ کوئی روک ٹوک ہو گی (۳۳) اور اونچے بچھونوں پر ہوں گے (۳۴) ہم نے (حوروں) کو خاص نئے سرے سے پیدا کیا ہے (۳۵) پھر ان کو کنواریاں بنایا ہے (۳۶) (اور) پیار کرنے والیاں اور ہم عمر ہیں (۳۷) یہ سب نعمتیں دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہیں (۳۸)

تشریح الالفاظ

(۱) کاذبۃ عافیہ اور عاقبہ کی طرح مصدر ہے جس کے معنی جھوٹ کے ہیں (۲) رجت الارض رج یرج رجا کے معنی ہلانے اور تھرانے کے ہیں (۳) و بست الجبال کے معنی ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہونے کے ہیں (۴) سُرر سریر کی جمع ہے جس کے معنی چارپائی اور پلنگ کے ہیں (۵) موضونۃ کے معنی سونے اور جواہر سے مرصع (۶) باکواب یہ کوب کی جمع ہے جس کے معنی پیالہ کے ہیں () واباریق یہ ابریق کی جمع ہے جس کے معنی آفتابے کے ہیں (۸) کاس کے معنی شراب سے لبریز پیالہ (۹) معین کے معنی جو آنکھوں

کے سامنے ظاہر اور جاری ہو (۱۰) لا یصدعون۔ صداع کے معنی دردسر کے ہیں (۱۱) ینزفون کے معنی مخموری اور مدہوشی کے ہیں (۱۲) سدرٍ مخضودٍ کے معنی بیری کا بے خار درخت۔ (۱۳) طلح منضودٍ کے معنی گچھے دار کیلے۔ (۱۴) لا مقطوعة و لا ممنوعةٍ کے معنی نہ ختم ہوں گے اور نہ کوئی روک ٹوک ہوگی (۱۵) عرباً یہ عروب کی جمع ہے یعنی ٹوٹ کر دل و جان سے شوہر سے محبت کرنے والی (۴) اترا باً یہ ترب کی جمع ہے جس کے معنی ہم عمر کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) اذا وقعت... الآیة

قیامت کے یقینی الوقوع ہونے کا تذکرہ

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ اسلامی دعوت میں جو چیز کفار کو سب سے زیادہ عجیب اور بعید از عقل نظر آتی تھی وہ عقیدہ قیامت تھا کہ ایک دن ایسا آئے گا جس میں یہ سارا نظام شمسی و قمری درہم و برہم ہو جائے گا اور ایک اور عالم نمودار ہوگا جس میں مردوں کو زندہ کر کے ان کے عقیدہ و عمل کی جزا و سزا دی جائے گی وہ بات سن کر کہا کرتے تھے کہ اذا متنا و کنا ترا باً انا لفی خلق جدید۔ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر ہمیں از سر نو زندہ کیا جائے گا؟ عجیب بات ہے ان دنوں اسی بات کے چرچے تھے ان حالات میں خدائے علیم و حکیم نے اعلان فرمایا کہ جب واقع ہونے والی (قیامت) واقع ہو جائے گی جس کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ قیامت کے بعض ناموں میں سے ایک نام الواقعہ بھی ہے اور کاذبہ، عافیة اور عاقبة کی طرح یہ مصدر ہے مطلب یہ ہوا کہ قیامت کا واقع ہونا ایک ایسی سچی حقیقت ہے کہ جس میں جھوٹ کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے۔

۲) خافضة... الآیة

قیامت کے بلند و پست کرنے کے مفہوم کی وضاحت

ارشاد قدرت قیامت پست کرنے والی بھی ہے اور بلند کرنے والی بھی اس کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ وہ زندوں کو قبر سے نیچے کرنے والی ہے اور مردوں کو قبروں سے باہر نکالنے والی ہے۔

۲۔ دنیا میں بظاہر اونچوں کو پست کرنے والی اور بظاہر پستوں کو بلند کرنے والی کیونکہ وہاں بلندی و پستی کا معیار اور ہوگا۔

۳۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے اس کا یہ مطلب مروی ہے کہ قیامت دشمنان خدا کو جہنم کی طرف پست کرنے والی اور دوستان خدا کو جنت کی طرف بلند کرنے والی ہے۔(تفسیر صافی بحوالہ کتاب الخصال)

۳) اذا رجت الارض... الآیۃ

زمین کے اس ہلا ڈالے جانے اور تھرتھر کانپنے سے زلزلہ قیامت مراد ہے۔ اذا زلزلت الارض زلزالھا الآیۃ۔ بہرحال ان زلزلۃ الساعۃ شئی عظیم اور یہ بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی چیز ہے جس کی وجہ سے نظام عالم درہم برہم ہوجائے گا۔

۳) وبست الجبال بسا... الآیۃ

اس وقت پہاڑ باہم ٹکرا کرا اور ٹوٹ کر اسطرح ریزہ ریزہ ہوجائیں گے کہ غبار کی طرح ہوا میں اڑ جائیں گے یہ حقیقت بھی قرآن مجید میں مختلف الفاظ وعبارات کے ساتھ بیان کی گئی ہے جیسے یوم ترجف الارض والجبال و کانت الجبال کثیباً مھیلا (المزمل) و تکون الجبال کالعھن المنفوش کہ پہاڑ اس طرح ہوجائیں گے جیسے دھنکی ہوئی اون (القارعہ) وغیرہ وغیرہ۔

۵) و کنتم ازواجاً ثلاثۃ... الآیۃ

اس روز تمام بنی نوع انسان تین قسم میں ہوجائیں گے

اس روز تمام بنی انسان تین اقسام میں تقسیم ہوجائیں گے۔

ا۔ **السابقون:** جو حق کے قبول کرنے، نیکی کرنے اور بھلائی کے کام کرنے میں سب پر سبقت لے جانے والے ہیں اور اس قسم سے انبیاء اور ان کے اوصیاء اور کامل الایمان مومنین متقین مراد ہیں اور بعض روایات کے مطابق ان میں پانچ روحیں ہوتی ہیں۔

ا۔ روح البدن　　ب۔ روح القوۃ

ج۔ روح الشھوۃ　　د۔ روح الایمان

ہ۔ اور روح القدس جس سے ان کی تائید وتسدید کی جاتی ہے اور یہ روح بدن سے خارج ہوتی ہے۔ (سابع بحارالانوار)

بعض اخبار میں وارد ہے کہ بعض آئمہ اہل بیت نے فرمایا نحن السابقون۔ (اکمال

الدین۔ارشادامام محمد باقر)

اور بعض آئمہ نے بعض خالص شیعوں سے فرمایا: انتم شیعة الله و انتم انصار الله و انتم السابقون۔تم اللہ کے شیعہ،اللہ کے انصار اور تم السابقون ہو۔(ارشادامام جعفر صادق مندرجہ الکافی)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا حقیقی سابقون چار ہیں۔

۱۔ہابیل ۲۔مومن آل فرعون

۲۔حبیب النجار ۳۔اور حضرت امیر علیہ السلام

ان کی ایک بڑی تعداد اگلوں میں سے ہے اور بہت تھوڑے پچھلوں میں سے ہیں اس میں فی الجملہ اختلاف ہے کہ یہاں اگلوں پچھلوں سے مراد کون ہیں؟ آیا پیغمبر اسلامؐ سے پہلے امتوں کے لوگ اور آپ کی امت کے لوگ یا پیغمبر اسلامؐ کی امت کے اگلے پچھلے لوگ؟ یعنی آپ کی بعثت کے ابتدائی دور کے مسلمان اور بعد والے اہل اسلام؟

صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء کی بعثت تک جس قدر کامل الایمان گزرے ہیں سابقون سے وہ مراد ہیں اور ظاہر ہے کہ اولین میں انبیاء و مرسلین اور ان کے مخلص متبعین کی تعداد زیادہ ہے اس لیے زیادہ تعداد انہی کی ہوگی اور آخری امت میں تو صرف ایک نبی حضرت خاتم النبین ہیں تو آپ کی امت کی تعداد قیامت کے دن تک جس قدر بھی بڑھ جائے مگر وہ سابقین کے بالمقابل معدودے چند ہی ہوں گے۔واولئك القربون۔

۲۔اصحاب الیمین: یعنی وہ درمیانہ درجے کے جنتی اہل ایمان جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا جیسا کہ ارشاد قدرت ہے فاما من اوتی کتابه بیمینه فیقول هاوم اقروا کتابیه... الآیۃ (الحاقہ:۲۰) اور جس کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا وہ کہے گا کہ اے لوگو! میرا نامہ اعمال پڑھو اور سابقہ روایات کے مطابق ان میں چار روحیں ہوتی ہیں۔

۱۔روح البدن ب۔روح القوۃ

ج۔روح الشہوۃ د۔روح الایمان

۳۔اصحاب السمال: وہ بدقسمت جہنمی لوگ جن کے کل فردائے قیامت بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا جیسا کہ ارشاد قدرت ہے واما من اوتی کتابه بشماله فیقول یا لیتنی لم اوت کتابیه (الحاقہ:۲۴) اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کہ اے کاش میرا نامہ اعمال مجھے

نہ دیا جاتا اور سابقہ آثار کے مطابق ان میں تین روحیں ہوتی ہیں۔

ا۔روح البدن ب۔روح القوۃ
ج۔روح الشہوۃ (تفسیر نور الثقلین)

ایضاح:

اس تقسیم کا اوران تینوں اقسام کے لوگوں کے انجام کا تذکرہ قبل ازیں سورہ رحمن کے آخری رکوع میں کیا جاچکا ہے۔اس مقام کی طرف رجوع کرنا یہاں مفید رہے گا۔انشاءاللہ

۶) علی سررٍ موضونۃ...الآیۃ

آیت ۱۵ سے لے کر آیت ۲۲ تک ان السابقون کی جزااور صلہ و ستائش کا تذکرہ کیا گیا ہے اور چونکہ ترجمہ سے ہی مطلب واضح ہے اور مشکل الفاظ کی تشریح الالفاظ کے عنوان کے تحت وضاحت کر دی گئی ہے۔لہٰذا مزید خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں ہے۔

۷) واصحاب الیمین...الآیۃ

یہاں آیت ۲۷ سے لے کر ۳۷ تک ان انعامات کا تذکرہ کیا گیا ہے جن سے اصحاب الیمین کو نوازا جائے گا۔ترجمہ سے مطلب واضح ہے صرف ذیل میں بعض امور کی وضاحت کی جارہی ہے۔

۸) انا انشاناھن انشاءً...الآیۃ

حورالعین کے بعض خصائص کا تذکرہ

یہاں جنتیوں کی بیویوں جو کہ حورالعین ہیں کی خصوصی پیدائش کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ جن کو تدریجی طور پر خاک یا نور و نار سے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ امری تکوینی یعنی کن فیکون کے طور پر پیدا کیا گیا ہے جن کی نمایاں صفات یہ ہیں۔

۱۔ وہ باکرہ ہیں کسی انسان یا جن نے انہیں چھوا تک نہیں ہے۔

۲۔ وہ عرب ہیں یعنی دل و جان سے ٹوٹ کر اپنے شوہروں سے محبت کرنے والیاں ہیں اور شوہر بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔لہٰذا وہ محبہ بھی اور محبوبہ بھی۔

۳۔ وہ اپنے شوہروں کی ہم سن ہیں۔

یہ سب نعمتیں اصحاب الیمین کے لیے ہیں یعنی اصحاب امیر المومنین کے لیے۔(تفسیر قمی)

آیات القرآن

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ
اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿٤٢﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ
وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى
الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا
وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ
وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ
اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿٥١﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿٥٢﴾
فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿٥٤﴾ فَشٰرِبُوْنَ
شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿٥٥﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٥٦﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا
تُصَدِّقُوْنَ ﴿٥٧﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿٥٨﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ
الْخٰلِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٦٠﴾ عَلٰٓى
اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ
النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ
تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ
تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ
الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾
لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ

تُوْرُوْنَ ﴿۷۱﴾ ءَ اَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـٴُوْنَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ ﴿۷۴﴾

ترجمۃ الآیات

ایک بڑی جماعت اگلوں میں سے (۳۹) اور ایک بڑی جماعت پچھلوں میں سے ہے (۴۰) اور بائیں ہاتھ والے اور کیا برے ہیں بائیں ہاتھ والے (۴۱) وہ لو کی لپٹ (سخت تپش) اور کھولتے ہوئے پانی (۴۲) اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے (۴۳) جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ نفع بخش (۴۴) (کیونکہ) وہ اس سے پہلے (دنیا میں) خوشحال (اور عیش و عشرت میں) تھے (۴۵) اور وہ بڑے گناہ پر اصرار کرتے تھے (۴۶) اور کہتے تھے کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ (۴۷) اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی (اٹھائے جائیں گے؟) (۴۸) آپ کہہ دیجیے! کہ بے شک اگلے اور پچھلے (۴۹) سب ایک دن کے مقرر وقت پر اکٹھے کیے جائیں گے (۵۰) پھر تم اے گمراہو اور جھٹلانے والو (۵۱) تم (تلخ ترین درخت) زقوم سے کھاؤ گے (۵۲) اور اس سے (اپنے) پیٹ بھرو گے (۵۳) اور اوپر سے کھولتا ہوا پانی پیو گے (۵۴) جس طرح سخت پیاسے اونٹ (بے تحاشا) پانی پیتے ہیں (۵۵) جزا و سزا کے دن یہ ان کی مہمانی ہوگی (۵۶) ہم نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے پھر تم (قیامت کی) تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ (۵۷) کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ جو نطفہ تم ٹپکاتے ہو (۵۸) کیا تم اسے (آدمی بنا کر) پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں (۵۹) ہم نے ہی تمہارے درمیان موت (کا نظام) مقرر کیا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں (۶۰) کہ ہم تمہاری جگہ تم جیسے اور لوگ پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں (یا ایسے عالم میں) پیدا کر دیں جس کو تم نہیں جانتے (۶۱) اور تم (اپنی) پہلی پیدائش کو تو جانتے ہی ہو پھر نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے؟ (۶۲) کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ تم جو کچھ (بیج) بوتے ہو (۶۳) کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں (۶۴) اگر ہم چاہیں تو اس (پیداوار) کو (خشک کر کے) چورا چورا کر دیں تو تم باتیں بناتے رہ جاؤ (۶۵) کہ ہم پر تاوان پڑ گیا

(۶۶) بلکہ ہم بالکل محروم ہو گئے (۶۷) کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ وہ پانی جو تم پیتے ہو (۶۸) کیا تم نے اسے بادل سے اتارا ہے یا ہم (اس کے) اتارنے والے ہیں؟ (۶۹) اگر ہم چاہتے تو اسے سخت کھاری بنا دیتے پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟ (۷۰) کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ وہ آگ جو تم سلگاتے ہو (۷۱) آیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں (۷۲) ہم نے ہی اسے یاددہانی کا ذریعہ اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز بنایا ہے (۷۳) پس تم اپنے عظیم پروردگار کے نام کی تسبیح کرو (۷۴)

تشریح الالفاظ

(۱) **سموم** کے معنی ہیں گرم ہوا یعنی لو کی لپٹ (۲) **یحموم** کے معنی سیاہ رنگ کا دھواں (۳) **مترفین ترف** کے معنی خوشحالی اور عیش وعشرت میں پڑنے کے ہیں (۴) **الھیم** یہ ھیما اور ھیام کی جمع ہے یہاں اونٹوں کی ایک بیماری ہے جو مرض استسقاء کے مشابہہ ہے (۵) **نزل** کے معنی مہمانی اور سامان ضیافت کے ہیں (۶) **حطاماً** کے معنی ہیں خشکی کی وجہ سے ریزہ ریزہ (۷) **لمغرمون** یہ غرامت بمعنی تاوان سے ہے (۸) **المزن** اس کے معنی بادل کے ہیں (۹) **اجاجاً** کے معنی سخت کھاری کے ہیں (۱۰) **للمقوین** کے معنی ہیں صحرا کے مسافرین۔

تفسیر آلایات

۹) ثلۃ من الاولین... الآیۃ

اس سے پہلے سابقوں کا ذکر تھا تو ان کے متعلق بتایا کہ ان کی اکثریت کا تعلق پہلی امتوں سے ہے اور اقلیت کا تعلق آخری امت سے ہے اب اصحاب الیمین کے بارے میں واضح کیا جا رہا ہے کہ یہاں اولین وآخرین میں اکثریت واقلیت والا کوئی فرق نہیں ہے بلکہ وہ پہلی امتوں میں سے بہت سے بھی جہاں ہیں اور اس امت میں سے بھی بہت سے ہیں۔ اس تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان آیتوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ کثرت وقلت کا فرق ہے وہ سابقون ہیں اور جہاں کوئی فرق نہیں ہے وہ اصحاب الیمین یعنی عام مومنین ہیں۔

۱۰) واصحاب الشمال... الآیۃ

بدقسمت اصحاب الشمال اوران کے برے انجام کا تذکرہ

السابقون اوران کے اجر عظیم اوراصحاب الیمین اوران کے اچھے انجام کے تذکرہ کے بعداب ان بد قسمت لوگوں اوران کے برے انجام کا تذکرہ کیا جارہاہے جنہیں پہلے اصحاب المشئمۃ اور یہاں اصحاب الشمال سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی وہ بدقسمت لوگ جنہیں بروز قیامت ان کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اوران سے مرادوہ کفارومشرکین اور بڑے بدکردارلوگ ہیں جن کے لیے عذاب کا فیصلہ کیا جائے گا کیونکہ انہوں نے دنیا میں خدا کے سوا دوسری چیزوں کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اورخدا کی عطا کردہ نعمتوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ ان چیزوں نے انہیں دھوکہ میں ڈال دیا اورانہوں نے آخرت کو بھلا دیا جس کی پاداش میں وہ سخت عذاب کے مستوجب قرار پائے جس کا اجمالی تذکرہ ذیل میں کیا جارہاہے۔

۱۱) فی سموم ... الآیۃ

وہ جھلسا دینے والی لواورکھولتے ہوئے پانی اورجہنم سے اٹھنے والے سیاہ دھوئیں میں ہوں گے جو عام سایوں کی طرح نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ نفع بخش۔ جب آدمی کو گرم ہوا جھلساتی ہے تو فطرت کا تقاضا ہے کہ اسے پیاس لگتی ہے اورگرمی بھی جس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے وہ ٹھنڈا پانی اورٹھنڈا سایہ طلب کرتا ہے مگران بدبختوں کوٹھنڈے پانی کی جگہ کھولتا ہوا پانی اورجہنم کا سیاہ گرم سایہ ملے گا جس سے ان کی اذیت میں اوراضافہ ہوجائے گا۔

۱۲) انھم کانوا ... الآیۃ

ان لوگوں کے برے انجام کے تین اسباب کا بیان

ان لوگوں کا یہ انجام کیوں ہوا؟ یہاں اس کے بڑے بڑے تین اسباب بیان کیے گئے ہیں:

پہلی وجہ: وہ مترف یعنی خوشحال تھے اورعیش پرستی کرتے تھے اورخواہشات نفس کی پیروی کرتے تھے نہ کبھی خدا کی عبادت کی اور نہ روزآخرت کوکبھی یاد کیا اور نہ کبھی محتاجوں کی مدد کی بلکہ پوری زندگی کفروشرک اور گناہ وعصیاں کاری اورعیش وعشرت میں گزاردی۔

دوسری وجہ: **و کانوا یصرون**۔ وہ بڑے بھاری گناہ پر اصرار کرتے تھے اور بار بار سمجھانے کے باوجوداس سے بازنہیں آتے تھے۔اس بڑے بھاری گناہ سے مراد کیا ہے؟مشہورتفسیر یہ ہے کہ اس سے مرادشرک ہے جسے دوسرے مقام پر ظلم عظیم قرار دیا گیا ہے توگویا اس طرح وہ توحید کے بھی منکر

تھے اور بعض نے اس سے انکار قیامت پر جھوٹی قسمیں کھانا مراد لیا ہے۔

تیسری وجہ: **و کانوا یقولون**۔ وہ قیامت کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو دوبارہ زندہ کر کے کیسے اٹھائے جائیں گے؟ ان وجوہ کی بنا پر ان کو یہ روز بد اور سخت سزا کا سامنا کرنا پڑا۔

ایضاح:

مخفی نہ رہے کہ یہ آیت وکانوا یقولون قبل ازیں کئی مقامات پر مع تفسیر گزر چکی ہے جیسے سورہ رعد آیت ۵، سورہ اسراء آیت ۴۹، اور سورہ المومنون آیت ۸۱ وغیرہ وغیرہ۔

۱۳) قل ان الاولین... الآیۃ

معاد جسمانی کا تذکرہ

قرآن مجید کی متعدد آیتوں کی طرح اس آیت سے بھی معاد جسمانی کا تصور اجاگر ہوتا ہے نہ فلسفیانہ قسم کی جزا و سزا اور نہ ہی ہندوؤں کے تناسخ کی شکل میں بلکہ سب اولین و آخرین کو ایک دن جو اللہ کو معلوم ہے ایک مقررہ وقت پر اکٹھا کیا جائے گا اور پھر سب کا حساب و کتاب لیا جائے گا اور ان کے عقیدہ و عمل کے مطابق جزا و سزا دی جائے گی۔

۱۴) ثم انکم ایھا الضالون... الآیۃ

اب یہاں گمراہوں اور جھٹلانے والوں کی سخت سزا اور ان کی خورد و نوش کی چیزوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ جب انہیں بھوک لگے گی تو کھانے کے لیے زقوم دی جائے گی جو تمہ سے زیادہ کڑوی اور مردار سے زیادہ بدبودار ہوگی اور جب پیاس لگے گی تو پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ ان آیتوں میں جو مشکل الفاظ موجود ہیں تشریح الالفاظ کے عنوان کے تحت بقدر ضرورت ان کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

۱۵) نحن خلقناکم... الآیۃ

قیامت کی حقانیت اور خدا کی وحدانیت پر مختلف سوالات

یہاں آیت ۵۷ سے لے کر آیت ۷۴ تک مسلسل قیامت کی حقانیت پر اور اس کے ساتھ ساتھ خالق کائنات کی وحدانیت پر مختلف اسالیب و تعبیرات کے ساتھ استدلال کیا گیا ہے۔ ارشاد قدرت ہے کہ اے منکرین

قیامت! جب ہم نے ہی تمہیں پیدا کیا ہے تو پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے کہ قیامت برحق ہے کیونکہ جب ہم پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کرنے پر قادر ہیں تو پھر دوبارہ زندہ کرکے اٹھانے پر کیوں قادر نہیں ہیں؟ اس کے بعد خدا نے چند امور کا تذکرہ کرکے دعوت غور وفکر دی ہے کہ تم عورت کے رحم میں نطفہ ڈالتے ہو مگر اسے انسان کون بناتا ہے؟ زمین میں ہل چلا کر بیج تو تم بوتے ہو مگر اس دانہ کو شگافتہ کرکے کون اگاتا اور پروان چڑھاتا ہے؟ وہ پانی جو تم پیتے ہو اسے آسمان سے کون برساتا ہے؟ اور وہ آگ جو تم سلگاتے اور جلاتے ہو اس کا درخت کون پیدا فرماتا ہے؟

الغرض ماں کے پیٹ سے انسان کا پیدا ہونا زمین سے فصل کا اگنا، بادل سے پانی کا برسنا اور ایندھن سے آگ کا حاصل ہونا یہ سب چیزیں براہ راست منجانب اللہ ہیں اور اس کا خاص عطیہ ہیں عمل کا ثمرہ ونتیجہ نہیں ہیں تم لوگ صرف ظاہری اسباب فراہم کر سکتے ہو تم یا وہ اسباب نتائج کے پیدا کرنے والے نہیں ہیں بلکہ ان اسباب پر نتیجہ مرتب کرنا خدا ہی کا کام ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

۱۶) علی ان نبدل ... الآیۃ

قادر مطلق کی قدرت کا اظہار

خداوند عالم اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرما رہا ہے کہ جو قادر مطلق تمہیں عدم سے وجود میں لایا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمہیں ختم کرکے تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لائے اور تمہیں اس صورت یا اس عالم (آخرت) میں پیدا کرے جسے تم نہیں جانتے ہو۔ یہ آیت ویسی ہی ہے جیسے سورہ محمد آیت ۲۸ وان تتولوا یستبدل قوما غیر کم ثم لا یکونوا امثالکم۔ اگر تم روگردانی کروگے تو خدا تمہارے عوض کسی اور قوم کو لے آئے گا جو (گنہگاری میں) تم جیسی نہیں ہوگی (بلکہ فرمانبردار ہوگی)

۱۷) ولقد علمتم النشاۃ ... الآیۃ

پہلی پیدائش سے دوسری پیدائش پر استدلال

ارشاد قدرت ہے کہ تم پہلی پیدائش کو تو جانتے ہو کہ کس طرح جناب آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور پھر مٹی کے پتلے میں کس طرح روح پھونکی گئی یا خود تمہاری خلقت پانی کی ایک بوند سے ہوئی جو عورت کے رحم میں ڈالی گئی اور پھر تمہاری تخلیق کا آغاز ایک جرثومے سے ہوا اور پھر کئی مراحل سے گزر کر پہلے بچہ، پھر جوان اور پھر بوڑھا اور کامل انسان بنا۔ ان مراحل سے کس نے گزارا؟ ظاہر ہے یہ کام اسی خدا کا ہے جو قادر بھی ہے اور علیم وحکیم بھی۔ تو اس استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ جو خدا پہلی بار پیدا کر سکتا ہے کیا وہ دوبارہ زندہ کرکے میدان حشر میں لا کھڑ

نہیں کر سکتا اور جزا و سزا نہیں دے سکتا؟

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:

العجب کل العجب لمن انکر النشأة الاخری و ھو یری النشأة الاولی۔اس شخص پر سخت تعجب ہے جو دوسری پیدائش کا انکار کرتا ہے جبکہ وہ پہلی پیدائش کو دیکھ رہا ہے۔(اصول کافی)

۱۸) و متاعاً للمقوین... الآیة

مقوین کے معنی میں قدرے اختلاف ہے عام طور پر اس کے معنی مسافرین کے کیے جاتے ہیں جو قداء بمعنی صحرا سے لیا ہے۔یعنی صحرا کے مسافر۔لیکن اس پر یہ ایراد وارد ہوتا ہے کہ آگ سے فائدہ صرف مسافر ہی تو نہیں اٹھاتے بلکہ حاضر بھی اٹھاتے ہیں اس لیے بعض مفسرین نے اس کے معنی تمتع کے کیے ہیں کہ جو لوگ بھی آگ سے فائدہ اٹھائیں وہ مسافر ہوں یا حاضر اور جس قسم کا فائدہ اٹھائیں روشنی، گرمی کا یا کھانا پکانے وغیرہ وغیرہ کا (مجمع البیان)

۱۹) فسبح باسم ربك... الآیة

بظاہر خطاب حضرت رسول خداؐ کو ہے مگر اس سے مراد سب لوگ ہیں کہ اپنے عظیم پروردگار کی پاکیزگی بیان کرو ہر اس چیز سے جو اس کے شایان شان ہے۔چنانچہ مسلمان اپنی نماز کے رکوع میں یہی تسبیح پڑھتے ہیں **سبحان ربی العظیم و بحمدہ** اور جہاں تک **سبح اسم ربك الاعلیٰ** کا تعلق ہے تو وہ اسے اپنی نماز کے سجدہ میں پڑھتے ہیں **سبحان ربی الاعلیٰ و بحمدہ**۔

آیات القرآن

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا

تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَاۤ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ۬ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

ترجمۃ الآیات

پس میں ستاروں کے (ڈوبنے کے) مقامات کی قسم کھاتا ہوں (۷۵) اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے (۷۶) بے شک قرآن بڑی عزت والا ہے (۷۷) نگاہوں سے پوشیدہ ایک کتاب کے اندر ہے (۷۸) اسے پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا (۷۹) یہ تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے (۸۰) کیا تم اس کتاب سے بے اعتنائی کرتے ہو؟ (۸۱) اور تم نے اپنے حصہ کی روزی یہی قرار دی ہے کہ اسے جھٹلاتے ہو (۸۲) (اور تم کسی کے محکوم نہیں) تو جب (مرنے والے کی) روح حلق تک پہنچ جاتی ہے (۸۳) اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو (۸۴) اور اس وقت ہم تم سے زیادہ مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں مگر تم دیکھتے نہیں (۸۵) پس اگر تمہیں کوئی جزا وسزا ملنے والی نہیں ہے (۸۶) تو پھر اس (روح) کو کیوں واپس لوٹا نہیں لیتے اگر تم (اس انکار میں) سچے ہو (۸۷) پس اگر وہ (مرنے والا) مقربین میں سے ہے (۸۸) تو اس کے لیے راحت، خوشبودار باغ اور نعمت بھری جنت ہے (۸۹) اور اگر وہ اصحاب الیمین میں سے ہے (تو اس سے کہا جاتا ہے) (۹۰) تمہارے لیے سلامتی ہو تو اصحاب الیمین میں سے ہے (۹۱) اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے (۹۲) تو پھر اس کی مہمانی کھولتے ہوئے پانی سے ہو گی (۹۳) اور دوزخ کی تپش (اور) اس میں داخلہ ہے (۹۴) (جو کچھ بیان ہوا) بے شک یہ حق الیقین (قطعی حق) ہے (۹۵) پس اپنے عظیم پروردگار کے نام کی تسبیح کرو (۹۶)

تشریح الالفاظ

(۱)مواقع النجوم کے ہیں معنی ستاروں کے منازل ومقامات(۲)۔مکنون کے معنی پوشیدہ کے ہیں(۳)مدھنون کے معنی بےتوجہی اور بےاعتنائی کے ہیں(۴)مدینین یہ مدین کی جمع ہے جو دان یدین دین سے مشتق ہے جس کے معنی جزا دیئے ہوئے کے ہیں(۵)تصلیة کے معنی تاپنے اور داخلہ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۰)فلا اقسم بمواقع ... الآية

مواقع موقع کی جمع ہے جو ظرف زمان ومکان ہر دو ہوسکتی ہے یعنی ستاروں کے غروب ہونے کے مقام یا وقت کی قسم اور اگر سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے والنجم اذا ھوی۔میں بھی اس کے ڈوبنے کی قسم کھائی گئی ہے جس کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ جب ستارا ڈوبتا ہے تو اس کے اپنے افق سے جدا ہونے کا منظر ہر شخص مشاہدہ کرتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ حادث ہے اور اپنے وجود اور اس کی بقا میں ایک قادر مطلق کی قدرت کا محتاج ہے۔

ایضاح:

اس تفسیر کے مطابق فلا اقسم میں لا کو زائدہ تسلیم کرنا پڑے گا مگر بعض نے اسے لا نفی قرار دیا ہے اور اس کا تعلق اقسم سے نہیں ہے بلکہ مخاطب کے زعم باطل کی تردید کے لیے ہے۔فراجع

لیکن تفسیر نور الثقلین کی بعض روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ لا نافیہ ہے یعنی میں مواقع النجوم کی قسم نہیں کھاتا جن کی قسم دور والے لوگ کھاتے ہیں اور یہ قسم بڑی عظیم ہے یعنی اس کا کھانا گناہ ہے۔

۲۱)انہ لقرآن... الآية

یہ جواب قسم ہے کہ یہ قرآن عزت وعظمت والا ہے جس کی عظمت مقام، ندرت مضامین اور فصاحت و بلاغت کا اپنے بیگانے سب اقرار کرتے ہیں یہ نہ جادو ہے نہ شعر و شاعری اور نہ قصوں کہانیوں کی کوئی کتاب ہے بلکہ ایک معزز ومکرم کتاب ہے۔لا تبلی عجائبہ و لا تفنی غرائبہ جس کے عجیب وغریب مضامین نہ کبھی کہنہ ہوتے ہیں اور نہ ہی ختم ہوتے ہیں۔لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ تنزیل من عزیز حکیم اور یہ کتاب تمام اہم دینی ودنیوی علوم کے اصول مہمات پر مشتمل ہے جیسا کہ کتاب کے مقدمہ

۳میں اس کی تشریح دیکھی جا چکی ہے۔

۲۲) فی کتاب مکنون... الآیۃ

یہ قرآن ایک پوشیدہ کتاب یعنی لوح محفوظ میں درج ہے اور وہاں سے لیلۃ القدر میں بیت المعمور کی طرف اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا پیغمبر اسلامؐ کے قلب مقدس پر نازل ہوا۔ نزل به الروح الامین علی قلبك لتکون من المنذرین۔ جیسا کہ اس تفسیر کی پہلی جلد کے مقدمہ ۵ میں اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

۲۳) لا یمسه الا المطهرون... الآیۃ

اس آیت کے مفہوم کی توضیح!!

مفسرین اسلام میں اختلاف ہے کہ یہاں یمسہ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ برادران اسلامی کے اکثر مفسرین نے اس کا مرجع کتاب مکنون کو قرار دیا ہے کہ اس کتاب مکنون کو پاک افراد کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ بناء بریں پاک افراد سے فرشتے مراد لیے جائیں گے کہ اس کتاب مکنون میں درج شدہ مطالب و معانی پر ان مطہر افراد کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اور ہمارے اکثر اور برادران اسلامی کے بعض مفسرین نے اس ضمیر کا مرجع قرآن کریم کو قرار دیا ہے۔ بناء بریں چھونے سے مراد اس کے حقیقی معنی ہاتھ سے چھونا ہوں گے اور مطہرون سے وحدث خبث سے پاک لوگ مراد لیے جائیں گے اور اس سے یہ فقہی حکم مستنبط ہوگا کہ طہارت کے بغیر قرآن مجید کے حروف کو چھونا جائز نہیں ہے۔

بناء بریں یہ جملہ خبریہ جملہ انشائیہ کے معنی ہوگا کہ لا یمسه کہ اسے حدث وخبث سے پاک افراد کے علاوہ اور کوئی نہ چھوئے اس موضوع کی باقی تفصیلات فقہی کتب میں دیکھی جا سکتی ہیں ہماری فقہی کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ کی یہ طرف رجوع کیا جائے۔ مخفی نہ رہے کہ اس صورت میں کہ اس ضمیر کا مرجع قرآن ہوگا بعض تفسیر نے اس کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ قرآن کا پورہ علم مطھرون یعنی معصومین کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ واللہ العالم۔

۲۴) و تجعلون رزقکم... الآیۃ

اس آیت کے ترجمہ میں مفسرین نے خاصے پیچ و تاب کھائے ہیں حضرت امیر علیہ السلام کی قرات کے مطابق ان دونوں کا مفہوم واضح ہے کہ تم ایسی عظیم کتاب کے بارے میں سہل انگیزی اور بے اعتنائی برتتے ہو

یا بالفاظ دیگر منافقت کرتے ہو اور اس کی تصدیق کرنے اور شکر بجالانے کی بجائے اس نعمت اور روحانی غذا کی تکذیب کرتے ہو؟ اور حسب ظاہر خدا بارش برسا کر اور فصل اگا کر تمہیں جو رزق دیتا ہے تم اسے غیر اللہ (انواء) کی طرف نسبت دے کر اس کی تکذیب کرتے ہو تجعلون شکر کم انکم تکذبون۔ (القمی عن امیر المومنون و کذا عن الصادق علیہ السلام)

مخفی نہ رہے کہ اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ قرآن جو کتاب ہدایت ہے تم نے اس کی تکذیب و مخالفت کو ذریعہ معاش بنا لیا ہے جس طرح آج کل کچھ لوگوں نے اس کی تلاوت تعلیم اور اس کی تفسیر و تاویل کو یعنی قرآن کو دولت دنیا کمانے کا وسیلہ بنا لیا ہے و لا تشتر و ابایاتی ثمناً قلیلا کی تفسیر بالرائے کرتے ہوئے روز بروز اس کا نرخ بڑھا رہے ہیں۔

(۲۵) فلولا اذا بلغت الحلقوم ... الآیۃ

موت کے سامنے انسان کی عاجزی اور بے بسی کا بیان

کفار کی طرف سے بعث بعد الموت کا انکار گویا اس بات کے مترادف ہے کہ موت و حیات خود ان کے قبضہ قدرت میں ہے ان کے ضمنی دعویٰ کی تردید کی جارہی ہے کہ اگر ایسا ہے کہ تو جب ان کا کوئی خورد یا بزرگ جانکنی کی حالت میں گرفتار ہوتا ہے اور اس کے سب دوست احباب اور عزیز و اقارب اس کے پاس جمع ہوتے ہیں اور وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ ان کا عزیز ان سے جدا ہو کر موت کی آغوش میں جائے مگر باوجود شدید خواہش کے نہ کوئی اسے موت سے بچا سکتا ہے اور نہ اس کی روح کو واپس لوٹا سکتا ہے۔ ؎

موت نے کر دیا نا چار وگرنہ انسان
ہے وہ خود بین کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

ارشاد قدرت ہے ہم اپنے علمی و قدرتی احاطہ کی بنا پر تم سے بھی زیادہ مرنے والے کے نزدیک ہوتے ہیں مگر تم اپنی ظاہری آنکھوں سے ہمیں نہیں دیکھ سکتے۔

خلاصہ کلام:

یہ کہ جب تمہاری موت و حیات تمہارے قبضہ میں نہیں ہے بلکہ کسی اور ہستی کے قبضہ قدرت میں ہے تو تمہیں اس قادر کی قدرت کا انکار کرنے کا کیا حق ہے کہ وہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھا نہیں سکتا یا اس کی قدرت پر پابندی لگانے کا کیا حق ہے کہ وہ ابھی مرنے والے کی روح کو لوٹائے یا ہزاروں سالوں کے بعد پلٹائے؟ اس کا

تعلق اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ہے تم سے وابستہ نہیں ہے۔ بہر حال موت کے معاملہ میں انسان بالکل بے بس ہے مقررہ وقت پر ضرور مرنا ہے اس سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ لہذا اصل فکر تو مرنے کے بعد والے مسئلہ پر کرنی چاہیے کہ آخرت سنور جائے اور انسان ابدی ہلاکت سے بچ جائے۔

۲۶) فاما ان کان من المقربین ... الآیۃ

لوگوں کے تین اقسام کے مختلف انجام کا بیان

قبل ازیں سورہ رحمن کے اواخر اور اس سورہ واقعہ کے اوائل میں یہ حقیقت بیان کی جا چکی ہے کہ لوگوں کے تین اقسام ہیں:

۱۔ مقربین ۲۔ اصحاب الیمین اور ان دونوں قسموں کے اجر وثواب کا بھی تفصیلی تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

۳۔ اصحاب الشمال ان کی کڑی سزا کا بھی تذکرہ کیا جا چکا ہے ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲۷) ان ھذا لھو حق الیقین ... الآیۃ

یقین کے تین اقسام کا اجمالی بیان

شک اور ظن کے بالمقابل یقین ہے جس میں مخالف طرف کا احتمال ہی نہیں ہے اس کی تین اقسام ہیں:

۱۔ علم الیقین جیسے دھوئیں کو دیکھ کر آگ کے وجود کا یقین

۲۔ عین الیقین جیسے آگ کو بچشم خود دیکھ کر اس کا یقین

۳۔ حق الیقین جیسے آگ کی گرمی تاپ کر اس کے وجود کا یقین کرنا اور یہ آخری درجہ ہے جس کے بعد یقین کا اور کوئی درجہ نہیں ہے۔

۲۸) فسبح باسم ... الآیۃ

یہ آیت بعینہ وہی ہے جو قبل ازیں اسی سورہ میں آیت نمبر ۷۵ پر مع تفسیر گزر چکی ہے لہٰذا اس کا مفہوم سمجھنے کے لیے مقام مذکور کی طرف رجوع کیا جائے۔

سورۃ الواقعہ کا ترجمہ وتفسیر بفضلہٖ وحسن توفیقہٖ بخیر وخوبی اپنے اختتام کو پہنچی

10 اکتوبر 2003ء بروز جمعہ اڑھائی بجے دن والحمد للہ رب العالمین

سورۃ الحدید کا مختصر تعارف

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورہ کی ایک آیت میں لفظ **وانزلنا الحدید** موجود ہے اسی سے اس سورہ کا یہ نام تجویز ہوا ہے۔

عہد نزول:

یہ سورہ باتفاق مفسرین مدنی ہے اگر چہ اس کے نزول کا زمانہ حتمی طور پر متعین نہیں کیا جا سکتا ہے مگر اس کے مطالب پر غور کرنے سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ جنگ احد اور صلح حدیبیہ کے درمیانی عہد میں نازل ہوئی ہے۔

بہر حال اگر چہ یہ سورہ عہد نزول کے لحاظ سے تو مدنی ہے اور اس کے اور سورہ واقعہ کے درمیان کافی زمانی ومکانی بعد اور فاصلہ پایا جاتا ہے مگر معنوی طور پر ان کے درمیان انتہائی اتصال پایا جاتا ہے حتیٰ کہ یہ اس کی مثنیٰ معلوم ہوتی ہے۔

سورۃ الحدید کے مطالب ومضامین کی اجمالی فہرست

۱۔ خدا کی صفات جلال وجمال بالخصوص اس کے اول وآخر اور ظاہر وباطن وغیرہ ہونے کا تذکرہ

۲۔ دین کی سربلندی کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم دی گئی ہے جو کہ لازمہ ایمان ہے۔

۳۔ خدا کے علم کی وسعت وعمومیت کا تذکرہ۔

۴۔ جو مال راہ خدا میں خرچ کیا جائے وہ خدا کے ذمے قرض ہے جسے وہ کئی گنا کر کے واپس لوٹائے گا۔

۵۔ منافقین کا شکوہ شکایت کہ وہ باوجود اسلام کا دعویٰ کرنے کے نہ جانی جہاد کرتے ہیں اور نہ مالی۔

۶۔ فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد جانی ومالی قربانیاں پیش کرنے والوں کے درجات میں تفاوت ہے۔

۷۔ دنیوی زندگی کی ناپائیداری اور اس کی مثال۔

۸۔ دنیا میں جو رنج وراحت انسان کو پہنچتی ہے وہ پہلے سے اللہ کے خاص نوشتے میں درج ہوتی ہے۔

۹۔ حالات کے ادلنے بدلنے سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

۱۰۔ صدیق وشہید بننے کے لیے کچھ قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔

۱۱۔ سب انبیاء کھلی نشانیوں اور کتاب اور میزان عدل کے ساتھ بھیجے گئے تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔
۱۲۔ تھوڑے لوگ انبیاء کی تعلیمات سے راہ راست پر آئے مگر اکثر گمراہ اور فاسق ہی رہے۔
۱۳۔ نصاریٰ کا یہ خیال غلط ہے کہ وہ خدا کے فضل کے اجارہ دار ہیں۔
۱۴۔ بعض عیسائیوں کی نیک دلی کا تذکرہ مگران کی ایجاد کردہ رہبانیت کی مذمت وغیرہ وغیرہ۔

سورۃ الحدید کی تلاوت

۱۔ حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورۃ الحدید کی تلاوت کرے وہ خدا اور رسول پر ایمان لانے والوں میں لکھا جائے گا۔(مجمع البیان)
۲۔ جابر جعفی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا جو شخص سونے سے پہلے سب مسبحات (وہ پانچ سورتیں جن کی ابتداء میں سبح آیا ہے) پڑھا کرے وہ جب تک قائم آل محمدؐ کو درک نہیں کرے گا تب تک نہیں مرے گا اور اگر اس سے پہلے مر گیا تو پھر پیغمبر اسلامؐ کے جوار میں ہوگا۔(ایضاً)
۳۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص نماز فریضہ میں ہمیشہ سورہ حدید اور سورہ مجادلہ پڑھا کرے تو اس کے مرنے تک خدا کبھی اسے سزا نہیں دے گا اور اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال میں کبھی کوئی برائی نہیں دیکھے گا۔(ایضاً وثواب الاعمال)

(سورۃ الحدید مدنی ہے اس کی (۲۹) آیات ہیں اور (۴) رکوع ہیں)

آیاتُ القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۞ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ ۚ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ‌ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۞ هُوَ الۡاَوَّلُ وَالۡاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالۡبَاطِنُ‌ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ۞ هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِىۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ‌ ؕ يَعۡلَمُ مَا يَلِجُ فِى الۡاَرۡضِ وَمَا يَخۡرُجُ مِنۡهَا وَمَا يَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعۡرُجُ فِيۡهَا‌ ؕ

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۵ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۶ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۹ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے وہ (ہر چیز پر) غالب (اور) بڑا حکمت والا ہے(۱) آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کے لیے ہے وہی حیات دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے(۲) وہی اول ہے اور وہی آخر، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے(۳) وہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر غالب ہوا (اپنا اقتدار قائم کیا) وہ اسے بھی جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور اسے بھی جو اس سے باہر نکلتا ہے اور اسے بھی جانتا ہے جو کچھ آسمان

سے اترتا ہے اور جو کچھ اس کی طرف چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں بھی ہو اورتم جو کچھ کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے (۴) آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لیے ہے اور تمام معاملات کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے (۵) وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ دلوں کے بھیدوں کو خوب جانتا ہے (۶) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس (مال) میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں (دوسروں) کا جانشین بنایا ہے پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور (مال) خرچ کیا ان کے لیے بڑا اجر ہے (۷) تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ (اس کا) رسول تمہیں بلا رہا ہے کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ اور وہ (اللہ) تم سے عہد و پیمان لے چکا ہے اگر تم مومن ہو (۸) وہ وہی ہے جو اپنے بندہ خاص پر واضح آیات نازل کرتا ہے تاکہ تمہیں (کفر و شرک) کی تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی کی طرف لے آئے اور بے شک اللہ تم پر بڑا مہربان ہے (۹) اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم (اپنے مال) اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث (ترکہ) اللہ ہی کے لیے ہے تم میں سے جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے مال خرچ کیا اور جنگ کی وہ اور وہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جنگ کی برابر نہیں ہو سکتے (بلکہ پہلے والوں کا) درجہ بہت بڑا ہے اگرچہ اللہ نے دونوں سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے بڑا باخبر ہے (۱۰)

تشریح الالفاظ

(۱) یلج کے معنی داخل ہونے کے ہیں (۲) و ما یعرج یہ عرج یعرج، عروجاً سے ہے جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں (۳) مستخلفین یہ استخلاف بمعنی جانشین سے ہے (۴) میثا قکم میثاق کے معنی عہد و پیمان کے ہیں (۵) الحسنی کے معنی اچھے اجر و ثواب کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) سبح للہ... الآیۃ

آسمان وزمین کی ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے

یہ بات کئی مقامات پر بالخصوص سورہ اسراء آیت ۴۴ تسبح له السموات السبع و الارض و ما فیهن و ان من شئی الا یسبح بحمدہٖ ... الآیة اور سورہ نحل آیت ۴۹ میں له یسجد ما فی السموات و ما فی الارض... الآیۃ وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے کہ کائنات ارضی وسماوی کی ہر چیز زبان مقال یا زبان حال سے اللہ کی تسبیح وتقدیس بیان کرتی ہے اور تکوینی یا تشریعی طور پر اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہے۔ لہٰذا ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔ اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۲) له ملك السموات... الآیۃ

اس آیت میں گویا سابقہ بات کی علت بیان کی جا رہی ہے کہ کیوں ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے؟ اس لیے کہ آسمان وزمین کی بادشاہی اسی کیلئے ہے موت وحیات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہی نفع ونقصان اور سودوزیاں پر قادر ہے۔

۳) هو الاول والاخر... الآیۃ

اللہ کے ان اسماء مبارکہ کے معنی بالکل واضح ہیں وہ اول ہے یعنی وجود (میں تمام موجودات پر مقدم ہے) اور سب کائنات وموجودات کو اسی نے پیدا کیا ہے یعنی جب کچھ نہ تھا تو وہ تھا اور جب ہر چیز فنا ہو جائے گی اور کچھ نہ ہوگا تب بھی وہ ہوگا کل شئی هالك الا وجهه دراصل اس کی نہ کوئی ابتداء ہے۔ نہ کوئی انتہا اس لیے وہ ازلی وابدی ہے اور ان دونوں باتوں کو ملائیں تو سرمدی ہے۔ اسی طرح وہ ظاہر ہے اپنی قدرت کے آثار سے واضح ہے اور اپنے دلائل توحید سے اتنا ظاہر ہے کہ ہر شے سے نمایاں ہے۔ ؎

و فی کل شئی له آیة
تدل علی انه واحد

اور باطن ہے اپنی ذات سے کہ نہ دکھائی دیتا ہے اور نہ عقل وخرد اس کی حقیقت کو درک کر سکتی ہے حتی کہ اس مقام پر انبیاء ومرسلین بھی یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں ما عرفناك حق معرفتك نہ یہاں نظر آتا ہے

اور نہ قیامت کو نظر آئے گا۔

اے برتر از خیال و گمان و خیال و وہم
وزہر چہ دیدہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

۴) ھو الذی ... الآیۃ

یہ آیت مع تفسیر چند مقامات پر مع تفسیر گزر چکی ہے اور سب سے پہلے سورہ اعراف آیت ۵۴ پر اور وہیں اس بات کی مکمل وضاحت کی جا چکی ہے کہ چھ دنوں سے کیا مراد ہے؟ عرش پر متمکن اور غالب آنے کا کیا مفہوم ہے؟ کیونکہ وہ جسمانی طور پر تو متمکن نہیں ہوگا اس لیے کہ وہ جسم وجسمانیت سے مبرا ہے۔

۵) یعلم مایلج فی الارض ... الآیۃ

یہ آیت بھی قبل ازیں مع تفسیر گزر چکی ہے کہ جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے جیسے بیج اور مردے اور جو چیز اس سے نکلتی ہے جیسے کھیتی وغیرہ اور جو چیز آسمان سے نازل ہوتی ہے جیسے بارش وغیرہ اور جو چیز اس کی طرف چڑھتی ہے جیسے بخارات اور اعمال و دعا وغیرہ اور تم جہاں بھی ہوتے ہو وہ اپنی قدرت اور علمی احاطہ کے ساتھ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے اور اس کے مطابق جزا و سزا دے گا۔

۶) یولج اللیل فی النھار ... الآیۃ

یہ آیت قبل ازیں چند مقامات پر مع تفسیر گزر چکی ہے جو سورہ آل عمران آیت ۲۷، سورہ حج آیت ۶۱، سورہ لقمان آیت ۲۹ اور سورہ فاطر آیت ۱۳ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے کا حسی مشاہدہ موسموں کی تبدیلی کے اوقات میں ہوا کرتا ہے کہ ادھر کا کچھ حصہ ادھر آ جاتا ہے اور اس کا علم اس قدر وسیع و عام ہے کہ دلوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے۔

۷) آمنوا باللہ ... الآیۃ

خدا پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے راہ خدا میں خرچ کرو جس کا اللہ نے تمہیں دوسرے کے بعد جانشین اور مالک بنایا جبکہ وہ پہلے اور کسی کی ملکیت تھا اور اب تمہاری طرف منتقل ہوا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تمہارے پاس بھی ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ دوسروں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہو گا
یہی ہے اک حرف محرمانہ

۸) وما لکم لا تؤمنون... الآیۃ

اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ "و قد اخذ علیکم میثا قکم "کہ تم سے ایمان لانے کا عہد و پیمان لے چکا ہے، سے کیا مراد ہے؟ عام مفسرین نے تو اس سے عالم ذروالا عہد الست مراد لیا ہے اور بعض نے اس سے وہ فطری عہد مراد لیا ہے جو ہر انسان کی فطرت اور اس کی عقل میں اللہ کی عبودیت کے بارے میں موجود ہے اور بعض نے اس سے وہ عہد مراد لیا ہے جو ہر مسلمان اسلام لاتے وقت شعوری طور پر خدا اور رسول کی اطاعت کا خدا سے ایک خاموش عہد و پیمان کرتا ہے۔ارشاد قدرت ہے و اذ کروا نعمۃ اللہ علیکم و میثاقه الذی و اثقکم به اذ قلتم سمعنا و اطعنا واتقوا اللہ ان اللہ علیم بذات الصدور (المائدہ:۷)

۹) وللہ میراث السموات... الآیۃ

اس کا مطلب واضح ہے کہ تمہارا یہ مال و منال ہمیشہ تمہارے پاس نہیں رہے گا ایک نہ ایک دن سب نے سب کچھ یہیں چھوڑ کر احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جانا ہے اور انجام کار اللہ نے ہی اس کا وارث بننا ہے تو پھر بخل اور کنجوسی کرنے کا کیا مطلب ہے۔

۱۰) لا یستوی منکم ... الآیۃ

اس آیت میں فتح مکہ سے پہلے جبکہ اسلام کمزور تھا مسلمانوں کی تعداد کم تھی، حالات سخت تھے اور اسلام اور مسلمانوں کی بقا خطرہ میں تھی اور مال و جان خرچ کرنے سے کسی دنیوی نفع اور فائدہ کی امید نہ تھی اور اس کے بعد جبکہ اسلام طاقت ور تھا اور ایک سیاسی قوت بن گیا تھا اور اب مال و جان کے خرچ کرنے سے اخروی اور سب سے پہلے دنیوی انعام کی توقع بھی تھی۔

مالی و جانی جہاد کرنے والوں کا فرق نمایاں کیا گیا ہے کہ پہلے والوں کا درجہ بہت بلند اور دوسروں کا ان سے پست۔اگر چہ دونوں گروہوں سے خدا نے بھلائی اور اچھائی کا وعدہ کیا ہے سب کو ان کے شایان حال اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور ان کا اجر ضائع نہیں ہوگا۔

نیز واضح رہے کہ یہاں فتح سے فتح مکہ مراد ہے۔اگر چہ بعض مفسرین جیسے ابن جریر وغیرہ نے اس سے صلح حدیبیہ مراد لی ہے جسے قرآن نے فتح مبین قرار دیا ہے۔

ایضاح:

واضح رہے کہ یہاں بھی بعض دوسری آیات کی طرح علی الاطلاق مہاجرین و انصار کی مالی و جانی قربانیوں کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے مگر ہم متعلقہ آیات کی تفسیر میں کئی بار اس حقیقت کی وضاحت کر چکے ہیں کہ ان سب کاموں پر اجر وثواب تب ملے گا جب کام کرنے والے کے اندر ایمان اور جذبہ اخلاص موجود ہوگا اور یہ دونوں چیزیں یا ان میں سے ایک بھی مفقود ہوگئی تو پھر نہ کوئی اجر وثواب ملے گا اور نہ ایسا کام کرنے والا کسی مدح وثناء کا مستحق قرار پائے گا۔فتدبر و تشکر۔

آیات القرآن

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۱﴾ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا

كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾

ترجمۃ الآیات

کون ہے جو اللہ کو قرضہ حسنہ دے تاکہ وہ اسے اس کے لیے (کئی گنا) بڑھائے اور اس کے لیے بہترین اجر ہے (۱۱) جس دن تم دیکھو گے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا آج تمہیں مبارک ہو ان باغہائے بہشت کی جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہو گے یہی وہ کامیابی ہے (۱۲) جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں (ان سے کہا جائے گا کہ) تم پیچھے کی (دنیا میں) لوٹ جاؤ پھر وہیں روشنی تلاش کرو پس ان کے اور اہل ایمان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس کا ایک دروازہ ہوگا اس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا (۱۳) وہ (منافق) اہل ایمان کو پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے ہاں تھے مگر تم نے اپنے آپ کو فتنہ (گمراہی) میں ڈالا اور (ہمارے بارے میں گردشوں کا) انتظار کیا (کہ نتیجہ کیا برآمد ہوتا ہے) اور شک وشبہ میں مبتلا رہے اور جھوٹی امیدوں نے تمہیں دھوکہ دیا یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آ گیا اور دھوکہ باز (شیطان) نے تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ میں رکھا (۱۴) پس آج نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ان سے جنہوں نے کفر

کیا تم سب کا ٹھکانہ آتش دوزخ ہے وہی تمہارے لیے اولیٰ اور (سردار) ہے وہ بہت بری جائے بازگشت ہے (۱۵) کیا اہل ایمان کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی یاد اور (خدا کے) نازل کردہ حق کے لیے نرم ہوں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی پس ان پر طویل مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہوئے اور (آج) ان میں سے اکثر فاسق (نافرمان) ہیں (۱۶) خوب جان لو کہ اللہ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد اور ہم نے اپنی آیات تمہارے لیے واضح طور پر بیان کر دی ہیں تاکہ تم عقل سے کام لو (۱۷) بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو قرضہ حسنہ دیا ان کے لیے اس میں (کئی گنا) اضافہ کر دیا جائے گا اور ان کے لیے بہترین اجر ہے (۱۸) اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا ثواب ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخ والے ہیں (۱۹)

تشریح الالفاظ

(۱) فیضاعفه. مضاعفه کے معنی بڑھانے کے ہیں جو دو گنا بلکہ دس گنا اور اس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے (۲) یسعی کے دوڑنے کے ہیں اور پوری مستعدی سے کام کے انجام دینے کے ہیں (۳) انظرونا کے معنی نگاہ کرنے، غور کرنے، اندازہ کرنے اور انتظار کرنے کے ہیں اور یہاں یہی آخر معنی مراد ہیں (۴) نقتبس۔ اقتباس کا صلہ ''من'' ہو تو اس کے معنی فائدہ حاصل کرنے کے ہوتے ہیں (۵) مولا کم یہاں مولا بمعنی اولیٰ ہے۔ (۶) یان انی یانی انیاً کے معنی قریب آنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

(۱۱) من ذا الذی یقرض... الآیة

اس قرض سے کیا مراد ہے؟

یہ آیت مع تفسیر قبل ازیں سورہ بقرہ میں آیت نمبر ۲۴۵ میں گزر چکی ہے یہاں مزید برآں صرف اس

قدر وضاحت کی جاتی ہے کہ یہاں قرض سے عام قرضہ مراد نہیں ہے جو لوگوں کو دیا جاتا ہے بطور استعارہ اس سے راہ خدا میں مال خرچ کرنا مراد ہے راہ خدا میں مال خرچ کرنے کی عجب انداز میں رغبت دلائی جارہی ہے کہ اس کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے اس کی نوعیت قرضہ کی ہوگی جو خدا کے ذمہ واجب الادا ہے ورنہ وہ مخلوق سے قرضہ طلب کرنے کا محتاج نہیں ہے۔(فرمان امام صادق علیہ السلام تفسیر صافی)

یہ خدا کی شان کریمی و رحیمی ہے کہ وہ اپنے عطا کردہ مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کرنے کو اپنے ذمہ قرضہ قرار دے رہا ہے اور پھر جب وہ واپس کرے گا تو کئی گنا اضافہ کے ساتھ کرے گا جو ایک سے سات اور سات سے ستر اور ستر سے سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ تک ہوسکتا ہے قرضہ دینے والے کے اخلاص وایمان اور اس کے حالات وصفات کے مطابق۔(مجمع البیان)

قرضہ حسنہ کیا ہے؟

یہاں قرض کے ساتھ ''حسن'' کی قید لگائی گئی ہے کہ یہ قرضہ حسنہ ہے اب قابل غور بات یہ ہے کہ اس سے مراد کیا ہے؟ بعض اہل تحقیق کے بیان کے مطابق قرضہ حسنہ وہ قرضہ ہے جس میں درج ذیل شرائط پائی جائیں:

۱۔ مال حلال اور پاکیزہ ہو کیونکہ اللہ طیب ہے اور وہ صرف پاکیزہ مال ہی کو قبول کرتا ہے۔

۲۔ خلوص نیت سے اور خوشنودی خدا کے قصد سے دیا جائے کسی ذاتی غرض اور نام ونمود کے لیے نہ دیا جائے۔

۳۔ مال اعلیٰ قسم کا ہو۔ ردی نہ ہو کیونکہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔

۴۔ خود بھی مال کی ضرورت ہو مگر اس کے باوجود ایثار کیا جائے۔

۵۔ پھر احسان نہ جتایا جائے۔

۶۔ پوشیدہ طور پر دیا جائے۔

۷۔ خدا کے سوا کسی اور سے کسی اجر اور صلہ کی توقع نہ ہو۔

۸۔ اذیت نہ پہنچائے۔

۹۔ ابھی زندہ رہنے کی توقع بھی ہو۔

۱۰۔ فقر وفاقہ کا اندیشہ بھی ہو مگر اس کی پروانہ کی جائے۔(مجمع البیان، روح البیان)

۱۲) یوم تری المؤمنین... الآیۃ

قیامت کے دن اہل ایمان کے آگے اور دائیں طرف نور کے ہونے سے کیا مراد ہے؟

جو لوگ دار دنیا میں ایمان و ایقان اور نیک کام کی بصیرت پر تھے قیامت کے دن اور پل صراط پر یہی بصیرت ان کے لیے روشنی بن جائے گی جس کی ضو پاشی اور رہنمائی میں جنت کی طرف رواں دواں ہوں گے چونکہ وہ اصحاب الیمین ہیں اس لیے عقیدہ و عمل کی وہ روشنی ان کے آگے اور دائیں جانب ہوگی مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی بائیں جانب یا ان کے پیچھے اندھیرا ہوگا بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ ان کا نور صرف ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب ہوگا مگر اس کی روشنی اور ضیاء پاشی چاروں طرف ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اگر چراغ کسی کے دائیں ہاتھ میں ہو تو اس سے روشنی تو بائیں جانب بھی ضرور ہوگی۔

اس نور اور روشنی کے بعض اسباب کا تذکرہ

اس روشنی کا اصلی سبب تو، جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے، عقیدہ کی صحت اور عمل کی پختگی اور درستگی ہے مگر مختلف احادیث کے مطالعہ کرنے کے بعد بعض خصوصی اعمال کی نشان دہی ہوتی ہے جن کی وجہ سے قیامت کے دن ان کے بجالانے والوں کو روشنی نصیب ہوگی۔

۱۔ اندھیری راتوں میں چل کر مساجد کی طرف جانا۔

۲۔ نماز پنجگانہ کی ادائیگی پر ان کے مقررہ شرائط کے ساتھ مداومت کرنا۔

۳۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا خصوصاً سورہ کہف کی۔

۴۔ بازار میں ذکر خدا کرنا

۵۔ کسی مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنا

۶۔ عدل و انصاف کرنا

۷۔ جس کے بال حالت اسلام میں سفید ہوں۔

۸۔ نماز تہجد پڑھنا وغیرہ وغیرہ

بہر حال ایسے خوش قسمت لوگوں کو رضوان جنت، بہشت عنبر سرشت کی خوشخبری دیں گے کہ تمہیں یہ

باغہائے بہشت مبارک ہوں جن میں تم ہمیشہ رہو گے۔

۱۳) یوم یقول المنافقون... الآیۃ

قیامت کے دن منافقوں کی حالت زار کا بیان

عین اس وقت جب اہل ایمان جگمگ جگمگ کرتی ہوئی روشنی میں جنت کی طرف رواں دواں ہوں گے۔ بیچارے منافقین چاروں طرف گھپ اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہے ہوں گے اور ٹا مک ٹوئیاں مار رہے ہوں گے جب ان کی نگاہ اہل ایمان اور ان کی روشنی پر پڑے گی جو دنیا میں ان کے ساتھ رہتے تھے تو انہیں پکاریں گے کہ ذرا ٹھہر جاؤ ہمارا انتظار کرو تا کہ ہم بھی تمہاری روشنی سے کچھ فائدہ حاصل کر سکیں۔

اہل ایمان کا جواب

منافقین کی اس استدعا کے جواب میں اہل ایمان کہیں گے کہ اس روشنی کے حاصل کرنے کا مقام چونکہ دنیا ہے تم پلٹ کر وہاں جاؤ اور وہاں جا کر روشنی حاصل کرو اس کے بعد ان دونوں فریقوں کے درمیان ایک دیوا رکھڑی کر دی جائے گی جس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی یعنی جنت جہاں بہشتی لوگ ہوں گے اور جس کے باہر والی جانب دوزخ کی طرف ہوگی تو منافقین دور سے پکار اٹھیں گے کیا دنیا میں مسلم معاشرے میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ کیا ہم کلمہ نہیں پڑھتے تھے اور نماز و روزہ وغیرہ احکام اسلامی کی پابندی نہیں کرتے تھے اور ہم تم میں دوسرے سماجی و معاشرتی تعلقات نہیں تھے یہ آج تفریق اور جدائی کیوں؟ اہل ایمان جواب دیں گے ہاں ایسا ہی تھا مگر تم نے منافقت اور بدعملی سے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا، بانی اسلام اور ہمارے بارے میں زمانہ کی گردشوں کا انتظار کیا (کہ مرمٹ جائیں گے) اسلام اور اس کے حقائق و معارف کے بارے میں شک و شبہ میں پڑے رہے جھوٹی امیدوں نے تمہیں دھوکہ میں رکھا اور بڑے دھوکہ باز شیطان نے تمہیں اللہ کے معاملہ میں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آ گیا یعنی تم مر گئے یا بروایتے اسلام کو غلبہ ہو گیا۔

۱۴) فالیوم لا یؤخذ... الآیۃ

ارشاد قدرت ہوگا کہ آج کے دن تم سے اور کفار سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور تمہارا انجام کھلم کھلا کافروں جیسا ہوگا۔ لہٰذا آج عذاب الٰہی سے بچنے کی کوئی سبیل نہیں ہے یہ آیت ایسی ہی جیسے ایک دوسرے مقام پر ارشاد قدرت ہے فلن یقبل من احدھم ملا الارض ذھباً و لو افتدی بہ۔ (آل عمران:۹۱)

ایضاح:

جب حدیث (من کنت مولاہ ......) میں وارد شدہ لفظ مولیٰ کے ہم اولیٰ معنی کرتے ہیں تو برادران اسلامی اس کا انکار کرتے ہیں حالانکہ اس لفظ کے خود یہی حضرات یہاں اولیٰ معنی کرتے ہیں چنانچہ علامہ ابن جریر طبری ھی مولاکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں "النار اولی بکم" دوزخ ہی تمہارے لیے اولیٰ وانسب ہے اور یہی معنی ہمارے مفسرین نے کیے ہیں مولا کم قال ھی اولی بکم۔(تفسیر قمی مجمع البیان)

۱۵) الم یان للذین ... الآیۃ

اگر اس آیت کے سیاق وسباق پر گہری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں للذین آمنوا سے مسلمانوں کا وہ گروہ مراد ہے جو بظاہر کلمہ اسلام پڑھ کر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو چکا ہے مگر ہنوز اس کا دل ودماغ اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے مصروف عمل ہے اور کافر مسلمانوں پر شدائد کے پہاڑ گرا رہے ہیں مگر یہ طبقہ خاموش تماشائی بنا ہوا ہے اور کمر ہمت باندھ کر دفاع کے لیے میدان میں قدم نہیں رکھ رہا ہے اسے شرم دلائی جا رہی ہے کہ کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ اس طبقہ کے دل ودماغ خدا کے ذکر اور ان کے نازل کردہ حق یعنی قرآن کے لیے نرم ہوں اور ان پر عظمت الٰہی کا اثر نمایاں ہو؟

اور یہ یہود ونصاریٰ کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی اور ان پر مدت دراز گزر گئی تو ان کے دل سخت ہوئے اور ان میں سے اکثر فاسق ونافرمان ہیں اس عنوان سے مسلمانوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ ابھی تک تو پیغمبر اسلام تمہارے درمیان زندہ موجود ہیں اور تم یہ کمزوری دکھا رہے ہو لیکن تم بھی آپؐ کے بعد یہود ونصاریٰ کے نقش قدم پر چل کر گمراہ اور فاسق نہ بن جانا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں بظاہر مومن کہلانے والوں کے ارتداد فسق کا خطرہ پوری طرح ٹلا نہیں ہے بلکہ ہنوز موجود ہے۔ چنانچہ خدائے علیم وحکیم ایک اور مقام پر فرماتا ہے: و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم اور حضرت محمد نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول جن سے پہلے تمام پیغمبر گزر چکے ہیں تو اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پلٹ جاؤ گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت امام زمانہ کے متعلق نازل ہوئی ہے یعنی ان کی غیبت اور اس دور کے اہل ایمان کے بارے میں۔(تفسیر صافی بحوالہ اکمال الدین)

مطلب یہ کہ اگر خدا اور رسول کے کسی وعدہ کے پورا ہونے میں طویل مدت گزر جائے تو اس سے متاثر

ہو کر اہل ایمان کو اصل حقیقت کا انکار نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ امام زمانہ کا معاملہ ہے کمزور ایمان والے لوگ زمانہ غیبت کی طوالت سے گھبرا کر آپ کے وجود کا ہی انکار کرتے ہیں۔ **نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔**

۱۶) اعلموا ان اللہ... الآیۃ

اکثر مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہاں سخت دلوں کو مردہ زمین سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح خدا بارش سے مردہ زمین پر نباتات اگا کر زندہ کرتا ہے اسی طرح سخت اور پتھر دلوں کو مواعظ شافیہ سے ہدایت کرتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دلوں کو ان کے فسق و فجور کے بعد اپنی توفیقات اور اپنے مخصوص مراحم والطاف سے نرم کر دیتا ہے (مجمع البیان)

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کا یہ مفہوم مروی ہے کہ بالعدل بعد الجور کہ اللہ ظلم وجور کی مردنی کے بعد، عدل وانصاف سے زمین کو زندہ کرتا ہے۔ (تفسیر صافی)

اسی طرح قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرے گا۔ **و ما ذالك علی اللہ بعزیز۔**

۱۷) ان المصدقین... الآیۃ

صدقہ کی وہی شرائط ہیں جو اوپر قرضہ حسنہ کی تفسیر میں بیان کیے جا چکے ہیں کہ پاک و پاکیزہ مال سے دیا جائے خلوص نیت یعنی خوشنودی خدا کی خاطر دیا جائے پھر نہ اسے اذیت پہنچائی جائے جسے صدقہ دیا ہے اور نہ ہی احسان جتایا جائے وغیرہ وغیرہ الغرض خدا کی رضا کی خاطر اپنا مال دوسروں کو دینا اور دینی ضرورتوں پر اسے خرچ کرنا بہت بڑا مشکل کام ہے جو مرد وعورت کو یہ کام انجام دیں تو انہوں نے گویا اپنے ایمان کا ثبوت فراہم کر دیا ہے ان کو کئی گنا اجر دیا جائے گا اور وہ بھی عزت واحترام کے ساتھ جیسے کسی امتحان میں کامیاب و کامران ہونے کا انجام نہ کہ دنیاوی مزدور کی اجرت کی طرح کہ اس میں عزت کی جگہ حقارت ہوتی ہے۔

۱۸) والذین آمنوا باللہ... الآیۃ

خدا اور رسول پر حقیقی ایمان لانے والے ہی صدیق وشہداء ہیں

صدیق صدق سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت بڑا سچا اور شہید صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کے معنی شہید راہ خدا اور گواہ کے ہیں جیسے **لیکون الرسول شھیداً علیکم و تکونوا شھداء علی الناس۔**
تا کہ رسول تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔ (الحج: ۷۸)

اگرچہ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اولئک ھم الصدیقون پر جملہ ختم ہو جاتا ہے اور الشھداء عند ربھم

ال آیۃ الگ مستقبل جملہ ہے مگر اظہر یہ ہے کہ الصدیقون اور الشھداء معطوف علیہ اور معطوف ہیں اور اسی کے مطابق ہم نے ترجمہ کیا ہے اسی لیے اجر اور نور بھی دونوں کے لیے ہے کسی ایک سے مختص نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو لوگ خدا اور رسول پر حقیقی معنوں میں ایمان لائے اور پھر ایمانی تقاضوں کے مطابق عمل بھی کیا وہی صدیق ہیں جنہوں نے اپنے قول وفعل سے اپنے صدق کا ثبوت دیا اور یہی شہید ہیں اور ان کے لیے ان کا اجر ونور ہے اور وہی اجر جنت الفردوس ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔ ان الله اشترى من المومنين انفسهم واموالهم بأن لهم الجنة يقاتلون فى سبيل الله فيقتلون ويقتلون وعدا عليه حقا فى التوراة والانجيل والقرآن (التوبہ:۱۱۱)

اور نور کا تذکرہ اسی سورہ کی آیت ۱۲ میں بایں الفاظ کیا جا چکا ہے۔ ويسعى نورهم بين ايدهم

حضرت امام سجادؑ اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں، فرمایا:

ما من شعيتنا الا صديق وشهيد جو ہمارا شیعہ ہے وہ صدیق وشہید ہے (محاسن برقی)

اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا:

العارف منكم هذا الامر المنتظر له المحتسب فيه الخير من جاهد مع القائم عليه السلام بسيفه ثم قال بل والله من جاهد مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بسيفه ... الخ تم سے جو شخص اس امر حق کا عارف ہے اور (اس کی کامیابی) کا منتظر ہے اور اس میں بہتری سمجھتا ہے وہ ایسا ہے جیسے امام قائم علیہ السلام کے ہمراہ اپنی تلوار سے جہاد کرنے والا بلکہ ایسا ہے جیسے حضرت رسول خداؐ کے ہمراہ اپنی تلوار سے جہاد کرنے والا ہے۔ (تفسیر عیاشی)

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا:

ان الميت منكم على هذا الامر شهيد قيل وان مات على فراشه قال اى والله وان مات على فراشه حى عند ربه يرزق۔ تم میں سے جو شخص اس امر حق پر مر جائے وہ شہید ہے عرض کیا گیا اگرچہ وہ اپنے بستر پر بھی مرے؟ فرمایا ہاں بخدا اگرچہ بستر پر ہی مرے وہ زندہ ہے اور خدا کے ہاں رزق پاتا ہے۔ (المحاسن برقی)

اور حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے، فرمایا:

من مات على حب آل محمد فقد مات شهيدا۔ تم سے جو شخص آل محمد علیہم السلام کی محبت پر مر جائے وہ شہید ہوتا ہے۔ (تفسیر کشاف وغیرہ)

۱۹) والذین کفروا ... الآیۃ

خدوندعالم نے اپنے دستور کے مطابق متقین کے بالمقابل مجرمین کا اور ان کے اجر وثواب کے مقابلہ میں ان کے عذاب وعقاب کا تذکرہ کیا ہے۔ وبس

آیات القرآن

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۲۰ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۱ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۲۲ۚ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ۝۲۳ۙ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۴ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۵ۧ

ترجمۃ الآیات

اور خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی کھیل تماشہ، ظاہری زیب و زینت، باہمی فخر و مباہات اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس (کے عارضی ہونے) کی مثال ایسی ہے جیسے بارش کہ اس کی نباتات (پیداوار) کافروں (کسانوں) کو حیرت میں ڈال دیتی ہے پھر وہ خشک ہو کر پکنے لگتی ہے تو تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو گئی ہے پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور (کفار کے لیے) آخرت میں سخت عذاب ہے اور (مومنین کے لیے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی اور دنیاوی زندگی دھوکے کے ساز و سامان کے سوا کچھ نہیں ہے (۲۰) ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے پروردگار کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی چوڑائی کے برابر ہے جو ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور یہ اللہ کا فضل و کرم ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑا ہی فضل والا ہے (۲۱) کوئی بھی مصیبت زمین میں آتی ہے اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہوتی ہے قبل اس کے کہ ہم ان (جانوں) کو پیدا کریں بے شک یہ بات اللہ کے لیے آسان ہے (۲۲) (یہ سب اس لیے ہے) تاکہ جو چیز تم سے کھو جائے اس پر افسوس نہ کرو اور جو کچھ وہ (اللہ) تمہیں دے اس پر اتراؤ نہیں کیونکہ اللہ ہر اترانے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا (۲۳) جو خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو (احکام الٰہی سے) روگردانی کرے تو بے شک اللہ بے نیاز ہے (اور) ستودہ صفات ہے (۲۴) یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی ہوئی دلیلوں (معجزوں) کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا نازل کیا (پیدا کیا) جس میں بڑی قوت ہے (اور شدید ہیبت ہے) اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں تاکہ اللہ دیکھے کہ کون دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے؟ بے شک اللہ بڑا طاقتور (اور) زبردست ہے (۲۵)

تشریح الالفاظ

(۱) **لعب و لھو** کے معنی کھیل تماشہ اور شغل اور غافل کرنے والی چیز کے ہیں (۲) **یھیج** یہ ہاج بھیج

ھیجا سے ہے جس کے ایک معنی سوکھنے کے ہیں کہا جاتا ہے ہاج النبت یعنی گھاس سوکھ گئی۔ (۳) حطاماً اس کے معنی سوکھی ہوئی چیز کا ٹوٹا ہوا ٹکڑا اور حصہ (۴) نبراھا کے معنی پیدا کرنے کے ہیں (۵) باس شدید۔ باس کے معنی شجاعت اور قوت کے ہیں اور جب کہا جائے کہ لا باس بہ تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تفسیر الآیات

۲۰) اعلموا انما الحیاۃ... الآیۃ

زندگانی دنیا کی تصویر کشی

قبل ازیں متعدد مقامات پر دنیاوی زندگی کی بے ثباتی اور عارضی ہونے اور اس کی حقارت کا تذکرہ کیا جا چکا ہے جیسے سورہ آل عمران آیت ۱۴۔ ۱۵ سورہ انعام آیت ۳۲، سورہ ابراہیم آیت ۱۸ وغیرہ اور سب کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی اور اس کا ساز و سامان اور اس کی عیش و عشرت بالکل عارضیٔ اور چند روزہ ہے نہ اس کی بہار اور راحت کو دوام ہے اور نہ اس کے رنج و غم کو استقرار ہے بلکہ ع

چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے

لہٰذا زندگانی دنیا کی آسائشوں اور راحتوں پر خوش ہونا اور اترانا اور اس کے مصائب و آلام پر رنجیدہ ہونا اور گھبرانا کم ظرفی اور جہالت کے سوا اور کچھ نہیں ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

زرنج و راحت گیتی مشو رنجان مشو خنداں
کہ آئین جہاں گاہے چنین گاہے چناں باشد!

مگر یہ حقیقت مدنظر رہنی چاہیے کہ دنیا مذموم اس وقت ہے کہ جب اس کے حصول سے مقصد صرف حظ نفس حاصل کرنا ہو اور اس کے کماتے اور صرف کرتے وقت حلال و حرام کی تمیز و تفریق نہ کی جائے لیکن اگر اس کے حصول سے مقصد یہ ہو کہ اپنی اور اپنے واجب النفقہ اہل و عیال کی ضروریات پوری کی جائیں اور پھر غرباء و مساکین کی امداد کی جائے اور اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے راہ خدا میں خرچ کی جائے تو یہ دنیا ممدوح ہے مذموم نہیں ہے اور یہ طلب دنیا ہی نہیں بلکہ طلب آخرت ہے۔

۲۱) کمثل غیث... آلایۃ

دنیا کی بے ثباتی کی مثال

خداوند عالم نے دنیا کی بے ثباتی کی مثال اس کھیتی سے دی ہے کہ جب بارش برستی ہے تو وہ پیدا ہوتی ہے اور خوب سرسبز وشاداب ہوتی ہے اور بڑی پرکشش نظر آتی ہے مگر جب گرم ہواؤں کے اسے تھپیڑے لگتے ہیں اور پکنے کے قریب آتی ہے تو اچانک زرد ہو جاتی ہے بعدازاں اسے کاٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جاتا ہے بالکل اسی طرح موجودہ دنیا اور اس کی چہل پہل اور اس کی چمک دمک بھی عارضی اور چند روزہ ہے یہ کسی شخص کی کم ظرفی اور حماقت ہے کہ اسے پا کر مغرور ہو جائے اور اس فریب کا شکار ہو جائے اور اسے اپنی بڑی کامیابی سمجھے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور دنیا کی زندگی دھوکہ کا ساز وسامان ہونے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

دنیا کیا کرتی ہے؟ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

تغر تضر تمر پہلے دھوکہ دیتی ہے پھر ضرر وزیاں پہنچاتی ہے اور آخر کار چلی جاتی ہے۔ (نہج البلاغہ)

بہر حال قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ دنیا اور اس کی چہل پہل کی کوئی حقیقت نہ تھی

جناب سعید بن جبیر سے منقول ہے انہوں نے فرمایا:

و ما الحیوۃ الدنیا الامتاع الغرور کی تفسیر میں کہا الدنیا متاع الغرور اذا الهتك عن طلب الآخرۃ اما اذا دعتك الی طلب رضوان الله و طلب الاخرۃ فنعم المتاع و نعم الوسیلة یعنی دنیا دھوکہ کا سامان اس وقت ہے جب وہ تمہیں آخرت کی طلب سے غافل کرے لیکن اگر وہ تمہیں خدا کی خوشنودی اور آخرت کے طلب کرنے پر آمادہ کرے تو وہ پھر بہترین ساز وسامان اور (عاقبت سنوارنے) کا بہترین ذریعہ ہے (تفسیر کبیر رازی)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا داروں کی دنیا اور ہے اور دینداروں کی دنیا اور۔ چنانچہ پہلی دنیا کا نتیجہ عذاب شدید ہے اور دوسری کا ثمرہ مغفرت اور رضوان خداوندی ہے۔

۲۲) سابقوا الی مغفرۃ... الآیة

مغفرت اور جنت کی طرف مسابقت کرنے کا مفہوم؟

مسابقت کا مفہوم یہ ہے کہ دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کی جائے اور یہاں مغفرت الٰہی اور جنت کی طرف سبقت کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور یہ چیز براہ راست ہمارے حیطہ اختیار میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کام کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرو جس سے مغفرت گناہاں اور جنت الفردوس کا پروانہ ملتا ہے جیسے عمل صالح بجالانا اور گناہوں سے توبہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

کیا عجیب بات ہے کہ خدائے حکیم تو مغفرت اور جنت کے حاصل کرنے میں مسابقہ ومقابلہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور لوگ دنیا اور اس کے مال ومتاع کے حاصل کرنے میں مسابقہ ومقابلہ کر رہے ہیں۔

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا؟

کتنے بڑے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دنیائے دوں کی چندروزہ لذتوں سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی عاقبت کو سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں اور انجام کار اپنے دامن کو دائمی خوشیوں اور لذتوں سے بھر لیتے ہیں۔

۲۳) عرضها كعرض السماء... الآية

یہ آیت قبل ازیں سورہ آل عمران آیت ۱۳۳ میں ان الفاظ کے ساتھ گزر چکی ہے **و سارعوا الى مغفرة من ربكم و جنة عرضها السماوات والارض اعدت للمتقين** اور حسب ظاہر تو یہ حقیقت بتائی جارہی ہے کہ جس کی صرف چوڑان آسمان وزمین کی چوڑان کے برابر ہے اس کے طول اور لمبائی کا کیا عالم ہوگا؟ اور درحقیقت اس سے مقصود جنت کی عظمت وجلالت اور اس کی وسعت و پہنائی کا بیان کرنا ہے نہ کہ اس چوڑان کا بیان کرنا جو لمبائی کے بالمقابل ہوتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا:

''جس جنتی کی جنت سب اہل جنت سے کم ہوگی وہ اس قدر بڑی ہوگی اور اس میں اس قدر خورد ونوش کا ساز وسامان ہوگا کہ اگر تمام جن وانس اس کے ہاں بطور مہمان آجائیں گے تو سب کے لیے کافی ہوگا''۔ (تفسیر قمی)

بہرکیف جنت ان خوش قسمت لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور پھر ایمان کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہیں یعنی فرائض شرعیہ کو ادا کرتے ہیں اور محارم الہیہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ **ذالك فضل الله يوتيه من يشاء**

۲۴) ما اصاب من مصيبة ... الاية

جو مصائب وشدائد بنی آدمؑ پر نازل ہوتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں

ہم قبل ازیں غالباً سورہ شوریٰ کی آیت ۳۰ میں **و ما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم** کی تفسیر میں بڑی وضاحت کے ساتھ لکھ چکے ہیں کہ زمین میں بنی آدم پر جو مصیبت آتی ہے ان کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ ایک قسم وہ ہے جو لوگوں کے بُرے اعمال کی پاداش میں نازل ہوتی ہیں جیسا کہ سورہ روم کی آیت بالا

میں مذکور ہے یا جیسے سورہ آل عمران کی آیت ۱۸ میں وارد ہے **و ما ظلمهم الله ولكن انفسهم يظلمون** کہ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا ان لوگوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا یا جیسے سورہ روم کی آیت ۴۱ میں مذکور ہے **ظهر الفساد في البر والبحر فبما كسبت ايدى الناس** کہ خشکی اور تری میں جو فساد برپا ہے اس کی وجہ لوگوں کے کرتوت ہیں یا جیسے ظلم وجور کے مصائب اور حرب وضرب کے شدائد اور بھوک و پیاس کے نوائب جو لوگوں کے ہاتھوں کا نتیجہ ہیں۔

۲۔ دوسری قسم وہ مصائب وآلام ہیں جو انسانی خلقت سے پہلے لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں وہ درجات کی بلندی کا باعث ہوتے ہیں ان کے نزول میں آدمی کے کردار اور اس کی رفتار کا کوئی دخل نہیں ہے جیسے زلزلے، قحط سالیاں اور مختلف قسم کی وبائی وجسمانی امراض اور عزیزوں اور دوستوں کی جدائی کے صدمے وغیرہ۔ لہٰذا عقل مندی یہ ہے کہ ان تکلیفوں کو اس قدر اہمیت نہ دی جائے کہ صبر وضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے بلکہ تقدیر الٰہی پر صابر وشاکر رہنا چاہیے۔ لہٰذا اگر دنیا کا عیش وآرام اور اس کا ساز وسامان مل جائے تو اس پر اترانا نہیں چاہیے اور اگر یہ چیزیں چھن جائیں تو رنج وافسوس نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ خدا کو ایسا ہی منظور تھا اور

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا

مروی ہے کہ:

''جب شہادت حضرت امام حسینؑ کے بعد امام زین العابدین مستورات کے ہمراہ دربار یزید میں لایا گیا تھا تو اس نے امام کو اس حالت میں دیکھ کر سورہ روم والی آیت پڑھی تھی **و ما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم** تو اس کے جواب میں امام نے فرمایا تھا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نہیں ہے۔ (اصول کافی) بلکہ یہ آیت ہمارے بارے میں ہے۔ **ما اصاب من مصيبة في الارض**۔ الآیۃ

۳۔ تیسری قسم وہ مصائب ونوائب ہیں جو بطور پرچہ امتحان خدا نازل کرتا ہے ارشاد قدرت ہے: **و لنبلونكم بشئى من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات**... الآیۃ ہم ضرور امتحان لیں گے کچھ خوف کے ساتھ، کچھ بھوک کے ساتھ اور کچھ مال و جان اور پھلوں کے نقصان وزیاں کے ساتھ پھر ان مصیبتوں پر صبر کرنے والوں کو اجر وثواب بے حساب کی بشارت دی گئی ہے۔ **و بشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا**

للہ وانا الیہ راجعون اولئك علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ

۲۵)لکیلا تأسوا ...الآیۃ

زہد کی حقیقت دو کلموں کے درمیان ہے

حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں:

الذھد کلمہ بین کلمتین من القرآن ثم تلا ھذہ الایۃ و قال و من لم یاس علی الماضی و لم یفرح بالاتی فقد اخذ الزھد بطرفیہ پورے کا پورا زہد قرآن مجید کے دو کلموں کے درمیان ہے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا جو شخص تلف شدہ پر افسوس نہ کرے اور حاصل شدہ پر خوش نہ ہو تو اس نے زہد کو دونوں کناروں سے پکڑ لیا ہے (نہج البلاغہ)

اور ایسا ہی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا:

الزھد کلہ فی آیۃ فی کتاب اللہ لکیلا تاسوا علی ما فا تکم و لا تفرحوا بما اتا کم۔ مجمع البیان

۲۶)لقد ارسلنا رسلنا ...الآیۃ

ہر نبی تین چیزیں لے کر آیا

اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں مع تفسیر گزر چکی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ہر آنے والا نبی منجانب اللہ تین چیزیں لے کر آیا۔

۱۔بینات: جن سے مراد وہ مختلف معجزات ہیں جو نبیوں اور رسولوں کی صداقت وحقانیت کی دلیل ہوتے ہیں۔

۲۔کتاب: بظاہر اس سے تحریر شدہ کتاب مراد نہیں ہے کیونکہ ایسی کتابیں اور صحیفے معدودے چند انبیاء کو ملے ہیں جبکہ یہاں بیان کیا جا رہا ہے کہ ہم نے سب انبیاء کے ساتھ کتاب نازل کی۔لہٰذا اس سے مراد وہ وحی نبوت ہے جس میں وہ تمام تعلیمات اور ہدایات موجود ہوتی تھیں جن کی بنی نوع انسان کو ضرورت تھی اگر چہ ظاہری کتاب جیسے توراۃ، انجیل اور زبور کا مراد ہونا بھی ممکن ہے۔

۳۔میزان: میزان کے معنی ترازو کے ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا نے آسمان سے کوئی مادی ترازو تو نہیں نازل کیا۔لہٰذا اس سے مراد عدل وانصاف ہے جس کی وجہ سے کسی کا حق مارا نہ جائے اور کسی سے ظلم و زیادتی نہ ہو چنانچہ انبیاء کی سیرت اور ان کا کردار اس میزان عدل کا مجسم نمونہ ہوتا تھا اور جس طرح ترازو کے ذریعہ سے کسی

چیز کی کمی وبیشی معلوم ہوتی ہے اسی طرح انبیاء کی روش ورفتار ہی وہ ترازو ہے کہ جس پر جانچ کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس کا عمل درست ہے یا نہیں ہے۔

۲۷) لیقوم الناس بالقسط...الآیۃ

انبیاء کی آمد کا مقصد

اس جملہ میں انبیاء کی تشریف آوری کی غرض وغایت بیان کی گئی ہے کہ خدا انبیاء اس لیے بھیجتا ہے کہ وہ آئیں اور لوگوں کو عقائد حقہ کے علاوہ اس طرح حقوق اللہ اور حقوق الناس سے آگاہ کریں اور پھر اپنے قول وفعل سے ان کی ادائیگی پر اس طرح لوگوں کو آمادہ کریں کہ انفرادی اور اجتماعی نظام زندگی عدل پر قائم واستوار ہو اور ہر قسم کے ظلم وجور کا خاتمہ ہو جائے اور ہر قسم کی افراد وتفریط ختم ہو جائے اور زندگی کے تمام شعبوں میں توازن و اعتدال قائم ودائم ہو جائے۔

۲۸) وانزلنا الحدید...الآیۃ

لوہا کے نازل کرنے کا مفہوم

ارباب تحقیق کا بیان ہے کہ یہاں انزل بمعنی خلق استعمال ہوا ہے کہ ہم نے لوہا پیدا کیا جیسا کہ دوسری جگہ مویشیوں کے بارے میں ارشاد قدرت ہے کہ **وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج** کہ اللہ نے تمہارے لیے مویشیوں کی قسم کے آٹھ جوڑے اتارے یعنی پیدا کیے (الزمر: ۲۱) ورنہ ظاہر ہے کہ ہمارے مویشی آسمان سے تو اتارے نہیں گئے۔

ہاں چونکہ جو کچھ عالم پائیں میں ہوتا ہے وہ حکم خدا سے ہوتا ہے اور حکم خدا عالم بالا سے آتا ہے یا چونکہ لوہا جو زمین میں پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش میں آسمانی سورج کی گرم شعاعوں کا بھی بڑا دخل ہے اس لیے مجازاً اس کی خلقت کو انزال سے تعبیر کیا گیا۔ چنانچہ احتجاج طبرسی میں خود امیر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا:

انزالہ ذالك خلقہ لہ کہ یہاں لوہے کے نازل کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے اسے خلق فرمایا۔ اور کتاب التوحید میں انہی حضرت سے مروی ہے کہ یہاں لوہے سے اسلحہ جنگ مراد ہے۔

ایضاح:

یہ جو عام مقررین بیان کرتے ہیں کہ یہاں لوہے سے ذوالفقار حیدری مراد ہے ہمیں باوجود انتہائی

تجسس اور بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کرنے کے وارثان قرآن کی کوئی حدیث نہیں مل سکی۔ ہاں البتہ خود حضرت امیر علیہ السلام سے منقول یہی دو روایتیں ملی ہیں جن سے اس دعویٰ کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ اس کی تردید ہوتی ہے۔ واللہ العالم

بہرحال لوہے کی جنگی قوت وطاقت ایک مسلمہ حقیقت ہے اور اس کے طرح طرح کے فوائد کی فہرست بھی خاصی طویل ہے پرانے زمانہ کے جنگی ہتھیاروں سیف وسنان اور تیر تفنگ وغیرہ سے لے کر چاقو، چھری حتیٰ کہ سوئی تک سب لوہے سے ہی بنتے تھے اور اسی طرح گھریلو ساز وسامان بھی اور دور جدید کی تمام ترقی اور اس کے عروج کا راز بھی لوہے کے استعمال میں مضمر ہے اور اس دور کے تمام آلات وادوات جیسے رائفل، توپ، مشین گن اور کلاشنکوف حتیٰ کہ ایٹم بم اور بحری جہاز ہوں یا ہوائی جہاز یا تباہ کن آبدوزیں اور ٹینک وغیرہ سب میں لوہے کی ہی کارفرمائی نظر آتی ہے اور دیگر ساز وسامان تعیش وآرائش میں بھی ہر طرف لوہا ہی لوہا دکھائی دیتا ہے۔

۲۹) ولیعلم اللہ من ینصرہ... الآیة

اللہ کا علم چونکہ ازلی وابدی ہے اسے کسی چیز کی خلقت سے پہلے بھی اس طرح علم ہوتا ہے جس طرح خلقت کے بعد۔ لہٰذا وہ جانتا ہے کہ کون شخص نیکی یا بدی کرے گا لیکن وہ اپنے ذاتی علم کی بناء پر جزا وسزا نہیں دیتا جب تک کوئی شخص عاقل بالغ ہو کر وہ نیک یا بد عمل بجا نہ لائے۔ لہٰذا یہاں لیعلم بمعنی لیریٰ ہے تاکہ خدا دیکھے کہ مقام عمل میں دیکھے بغیر خدا کی یعنی اس کے دین کی اور اس کے رسولوں کی مدد کون کرتا ہے اور راہ خدا میں جہاد کر کے اور اعلاء کلمہ حق کی خاطر مال وجان صرف کر کے اجر وثواب کا مستحق کون ہے اور اس سے روگردانی کر کے اور راہ فرار اختیار کر کے عذاب وعقاب کا سزاوار کون ہے؟

درس عبرت:

لوہا دین کی حمایت کی ایک علامتی مثال ہے اور اپنی صلابت ومضبوطی میں اپنی مثال آپ ہے اس سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ دین کے معاملہ میں آدمی کو لوہے کی طرح مضبوط ہونا چاہیے اور اس کی نشر واشاعت اور اس کے دفاع میں فولادی قوت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ ع

رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

آیات القرآن

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِیْمَ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّیْنَا بِعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ ۙ۬ وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِیَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور بے شک ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنا کر بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب قرار دی (جاری کردی) پس ان میں سے بعض تو ہدایت یافتہ ہیں اور ان میں اکثر فاسق (بدکار) ہیں (۲۶) پھر ہم نے انہی کے نقش قدم پر اپنے اور رسول بھیجے اور انہی کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحمت رکھ دی اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کی ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا۔ ہاں البتہ انہوں نے اسے خدا کی خوشنودی کی خاطر اختیار کیا تھا پھر انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی تو جو لوگ ان میں ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر عطا کیا اور ان میں سے اکثر لوگ فاسق (نافرمان) ہیں (۲۷) اے ایمان والو! اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرو اور اس کے رسول پر (کما حقہ) ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا فرمائے گا اور تمہیں وہ نور عطا کرے گا کہ جس کی روشنی میں تم چلو گے اور (تمہارے قصور) تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑا

بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے (۲۸) تاکہ اہل کتاب یہ نہ جانیں کہ یہ لوگ (مسلمان) اللہ کے فضل میں سے کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں رکھتے اور یہ کہ فضل اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل وکرم والا ہے (۲۹)

تشریح الالفاظ

(۱) قفینا یہ قفا سے مشتق ہے جس کے معنی گردن کے پچھلے حصہ یعنی گدی کے ہیں (۲) آثار ھم یہ اثر کی جمع ہے جس کے معنی راستہ کے ہیں جس سے آگے جانے والوں کا پتہ چلتا ہے (۳) ابتدعوھا ۔ یہ بدعت سے ہے جس کے معنی ہیں نو ایجاد (۴) کفلین کفل کے معنی نصیب اور حصہ کے ہیں (۵) نوراً کے معنی الظاھر بنفسه والمظھر لغیرہ یعنی جو چیز خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرے یعنی روشنی مگر اس کی اصل حقیقت مستور ہے۔

تفسیر الآیات

۳۰) ولقد ارسلنا ... الآیة

جناب نوحؑ کا تذکرہ مختلف مقامات پر کیا جا چکا ہے بالخصوص سورہ ہود آیت ۲۵ سے ۴۹ تک اسی طرح جناب ابراہیمؑ کا ذکر خیر دوسرے مقامات کے علاوہ سورہ انبیاء میں آیت ۵۱ سے ۷۴ تک موجود ہے اور ان دونوں حضرات کا خصوصی تذکرہ اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ ابوالانبیاء ہیں اور بعد میں آنے والے انبیاء انہی دونوں کی نسل سے ہیں کیونکہ خداوند عالم نے نبوت اور کتاب ان دونوں کی اولاد میں جاری کر دی۔

۳۱) فمنھم مھتد ... الآیة

یہاں ان کی اولاد کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ ان میں سے بعض تو ہدایت یافتہ ہیں اور اکثر فاسق وفاجر ہیں جس طرح عموماً اکابر وعلماء دین کی اولاد ایسی ہوتی ہے۔

۳۲) وقفینا بعیسی ابن مریم ... الآیة

یعنی یہ رسل کے ارسال کا مقدس سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ انہی حضرات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جناب عیسیٰ ابن مریم تشریف لائے جنہیں اللہ نے انجیل مقدس سے نوازا اور ان کے سچے پیروکاروں کے دلوں میں شفقت اور رحمت قرار دی جن کی تفصیل سورہ مائدہ کی آیت ۸۲ ولتجدن اقربھم مودۃ للذین

آمنوا الذین قالوا انا نصاری کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

۳۳) ورهبانية ابتدعوها ...الآية

رہبانیت کیا ہے؟

رہبانیت جورا کی زبر اور پیش دونوں سے پڑھی جاتی ہے اور اس کا مادہ رہب بمعنی خوف یعنی مسلک خوف ہے اور دوسری صورت میں رہبانیت رہبان سے ہے جو راہب کی جمع ہے یعنی خوف زدہ لوگوں کا مسلک عام اس سے یہ خوف بندوں کا ہو یا خدا کا، دنیا کا ہو یا آخرت کا ایسے لوگ اپنے اہل وعیال سے دوست احباب سے اور دنیا اور اس کے علائق سے تعلق ختم کر کے جنگلوں میں پہاڑوں کی غاروں میں جا بیٹھتے ہیں اور وہاں یکسوئی کے ساتھ خدا کا ذکر اور ورد وظائف پڑھتے ہیں اور لذائذ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ارشاد قدرت ہے کہ یہ رہبانیت ان لوگوں نے خود خوشنودی خدا حاصل کرنے کے لیے ایجاد کی تھی ہم نے ان پر فرض نہیں کی۔

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

خدا کے اسی کلام و بیان سے واضح وعیاں ہے کہ رہبانیت اور اس کا طریقہ کار خدا کا مقرر کردہ اور اس کا پسندیدہ نہیں ہے اسی لیے حدیث میں وارد ہے کہ اسلام جو کہ اجتماع اور معاشرت کا دین ہے میں رہبانیت نہیں ہے اور نہ ہی وہ ترک دنیا اور اس کے علائق کے ختم کرنے کی تعلیم کا علمبردار ہے اور نہ دنیا کی زیب وزینت اور اس کے لذائذ سے فائدہ اٹھانے کی ممانعت کرتا ہے قل من حرم الله زينة الله التي اخرج لعباده والطيبات من الرزق۔لہٰذا اسلام میں تصوف وعرفان کے نام پر جو بدعت ایجاد کی گئی ہے وہ بالکل یہی رہبانیت ہے جو اسلامی سر زمین میں ایک اجنبی پودا ہے جس کے لیے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ یہ عیسائیوں کی رہبانیت، ہندوؤں کی ہندوازم اور ہندوستان کے جوگیوں سے ماخوذ ہے اور اسی ملغوبہ کا نام تصوف ہے۔(اسلامی علوم از شہید مطہری)

ارشاد قدرت ہے کہ یہ چیز جو عیسائیوں نے بزعم خویش خدا کا تقرب حاصل کرنے کے لیے خود ایجاد کی تھی اس کی بھی وہ رعایت نہ کر سکے اور اس کے تقاضوں کو پورا نہ کر سکے بلکہ اسے نام ونمود حاصل کرنے اور اقتدار کی مسند پر قبضہ کرنے کا ذریعہ بنایا۔اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگر خدا کا قرب حاصل کرنا ہو تو اس کے لیے انبیاءؑ وآئمہؑ کے بتائے ہوئے طریقۂ عبادت کو بجالانا پڑتا ہے اپنے ایجاد کردہ طریقے کام نہیں آتے۔وهذا اوضح من لا يخفى

۳۴) يا ايها الذين آمنوا ...الآية

مفسرین اسلام میں مشہور ہے کہ یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو خدا اور جناب عیسٰیؑ پر ایمان لا چکے تھے جن کا

ذکراوپروالی آیت میں ان الفاظ کے ساتھ ہوافاتینا الذین آمنوا منھم اجرھم ان کوحکم دیا جارہاہے کہ سابقہ نبیوں پرتوتم ایمان لا چکے ہواب جبکہ سیدالانبیاءتشریف لا چکے ہیں ان پربھی ایمان لاؤتو خداتمہیں اجروثواب کی دو حصے عطا فرمائے گا۔ایک سابقہ انبیاء پرایمان لانے کا اور دوسرا سیدالانبیاء پرایمان لانے کا اورتمہیں وہ نور ہدایت عطا فرمائے گا کہ جس کی روشنی میں دنیاوآخرت میں چلو گےاوروہ تمہارے گناہ بھی معاف کردے گا کیونکہ وہ غفورالرحیم ہے نیز اس آیت شریفہ کامفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جوزبانی وکلامی طور پرتو خدااورمصطفی پرایمان لا چکے ہیں مگراس ایمان کے تقاضوں کو پورانہیں کرر ہےتوان سے کہاجارہاہے کہ خداسے ڈرو۔متقی بنواورپیغمبراسلامؐ پرکماحقہ ایمان لاؤ کہ صحیح معنوں میں اس کے مطیع وفرمانبردار بنو گویا یہ ایسا ہی ہے جیسے اس آیت میں یا ایھا الذین آمنوا باللہ ورسولہ۔ اے زبانی ایمان والوخدااوراس کےرسول پرکماحقہ ایمان لاؤیعنی ایمان کے تقاضے پورے کرو۔

۳۵)لئلاَّیعلم اھل الکتاب…الآیة

مفسرین میں اختلاف ہے کہ یہ لازائدہ ہے یانہ چنانچہ اکثریت نے اسے زائدہ قراردیاہے مجمع البیان میں اس کے معنی یہ کیے گئے ہیں کہ یہاں نصاریٰ کوابھاراجارہاہے کہ ایمان لاکرخداکافضل حاصل کرنے کی کوشش کروتا کہ اہل کتاب یعنی یہودکویہ معلوم ہوجائے کہ وہ اللہ کےفضل وکرم پرکچھ بھی دسترس نہیں رکھتے جس کے مالک ہونے کے وہ اجارہ داربنتے ہیں اوریہ بھی کہ فضل وکرم صرف اللہ کےاپنے قبضہ قدرت میں ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہےاوراگراس لا کوزائدہ نہ ماناجائےتوپھرمعنی یہ ہوں گے کہ اہل کتاب کویہ معلوم نہ ہوکہ یہ لوگ (اہل اسلام) خداکےفضل واحسان پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے اوریہ کہ فضل وکرم خداکے ہاتھ میں ہے۔صاحب فصل الخطاب نے بڑی تفصیل سے واضح کیاہے کہ لازائدہ نہیں ہےاوراس طرح اس آیت کے دوسرے معنی ہی صحیح ہیں۔والاول اولیٰ۔واللہ العالم۔

اللہ کےفضل وکرم سےسورۃ الحدیداوراس کی تفسیر بخیروخوبی اپنے اختتام کوپہنچی اوراس کے ساتھ ہی ستائیسواں پارہ بھی مکمل ہوا

والحمدللہ رب العالمین و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ الطاھرین

واناالاحقرمحمدحسین النجفی سرگودھا

28اکتوبر2003ءبمطابق یکم ماہ رمضان المبارک1424ھ

❁❁❁❁❁